

حیاتِ طیبہ

عبدالغادر (سابق سوداگر مل)

جلد ۱

قیمت ۵۰

عرض حال ایدیشن دوم

یہ کتاب بحالت طبعہ یکم جنوری سن ۱۹۵۷ء کو پہلی مرتبہ ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے فضل سے اس قدر قبولیت عطا فرمائی کہ اس کے پانچ سو نسخے تو مجلس سالانہ سے قبل ہی باقیہ فروخت ہو گئے۔ اور بقیہ پانچ سو مجلس سالانہ ۱۹۵۹ء کے ایام میں جو اس سال ملک کے جمہوری انتخابات کی وجہ سے ملتوی ہو کر ۲۲-۲۳-۲۴ جنوری سن ۱۹۵۷ء کو منعقد ہوا تھا فروخت ہو گئے۔ بلکہ اس کتاب کی مانگ اس قدر زیادہ تھی کہ اگر مجلس پر پانچ سو کتاب اور بھی موجود ہوتی تو یقیناً فروخت ہو جاتی۔ بیسیوں افراد یہ کہتے ہوئے گئے کہ کاش ہم مجلس سے قبل ہی یہ کتاب حاصل کر لیتے۔ بلا مبالغہ سینکڑوں اجاب نے مجھے اس نایب پر مبارکباد دی اور اصرار کے ساتھ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی تحریک کی۔ فالحمد للہ علی ذلک چنانچہ میں نے خیال کیا کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبولیت کا اظہار فرما چکا ہے اسے بدلنا مناسب نہیں لہذا اسی اجاب کے پیغمبر صراحت کی وجہ سے اس کا دوسرا ایڈیشن بلفضلہ تعالیٰ قدرے اضافہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس مرتبہ صحابہ کرام کے تین گروپ فوٹو حضرت مرزا سلیمان احمد حضرت نواب محمد علی خان حضرت میر محمد حق اور حضرت مسیح ناصر علی کی دو تصاویر اور وہ ظروف جو دای قرآن سے متعلق ہوئے اور جن میں حضرت مسیح ناصر کے زبور محفوظ پائے گئے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ نیز محترم جناب چودھری منظور احمد صاحب باجو نائب ناظر اصطلاح و ارشاد نے مقدمہ اقدام قتل سے متعلق کرنل ڈگلس کی ایک دستخطی تحریر عنایت فرمائی تھی اس کا بھی ملکس دیا گیا ہے۔ ہذا یکسیلنی چودھری سر محمد ظفر عثمان صاحب کا ایک بیان بھی شامل کتاب کیا گیا ہے جس میں کرنل موصوف کے آنکھوں سے اسی اندر علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کا ذکر ہے اس اضافہ اور دعا کے ساتھ یہ دوسرا ایڈیشن مطبع میں بھجوا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بھی زیادہ قبولیت عطا فرمائے اور جہاں اسے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے وہاں اس احقر کے سفر آخرت کے لئے نادر زاد کا مدد فرمے کہ یہی اس کتاب کی واحد غرض و غایت ہے۔

اس مرتبہ کاغذ بھی پہلے کی نسبت گلاں خشک پر

تعداد کم رکھئے آرتھو میر کا خرچ مزید ہوا ہے

... کہا گیا۔

لیکن اس شکریتہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو سہولت

برادر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری باقی مسیح بداد مراد

یہ ہوں

کہ انہوں نے اس کتاب کو سلسلہ کے لئے مفید سمجھ کر اس میں سجدہ دلچسپی لی اور محض خدمتِ نبوی سمجھ کر اسے ارادوں ... ملاحظہ فرمایا اور بعض اسفام کی طرف توجہ دلائی جنہیں آپ کے مشورہ کے ساتھ ذکر کر دیا گیا۔ نیز مولانا موصوف نے خاکسار کے بھار پر بھی کم فوری فرمائی کہ کتاب کے آخر میں شامل کرنے کے لئے خاکسار کے کچھ حالات زندگی بھی اپنے قلم سے تحریر فرما کر مرحمت فرمائے۔ جنہیں شامل کتاب کر لیا گیا۔ فخرزادہ اشرا حسن ابھرا

نوٹ: آکا بر پادری صاحبان مثلاً عبداللہ آتم بٹپ لیفرائے وغیرہ کے فوٹو بھی شامل کئے ہیں۔

عبداللہ قادری - ۲ - ۶ پرچ سن ۱۹۶۷ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَحْمِيْدُهُ وَتَعْظِيْمُهُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
وَعَلَى عَبْدِهِ الْمُسْتَعِزِّ الْمُعْوَدِ

عرض حال

۱۹۳۸ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ ناظر تالیف و تصنیف سلسلہ عالمیہ قادیان دارالامان نے سلسلہ کی دو ذائقوں ضروریات کے لئے سے چند نوجوانوں کو بعض کتب میں لکھنے کیلئے ارشاد فرمایا خاکسار کے حصہ میں سیرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تالیف آئی۔ خاکساران دنوں سلسلہ تبلیغ کراچی میں متین تھارو میں خاکسار نے حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کے ارشاد کی تعمیل میں دونوں کتابوں کے مسودے تیار کئے۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ سیرت سید الانبیاء کی نظر ثانی میں استاذی المکرم حضرت مولانا محمد اسماعیل کے علاوہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے بھی قابل قدر حصہ لیا اور مناسب اصلاح فرمائی۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ نے بھی بعض مقامات کو سن کر مفید مشورے دیئے وہ کتاب پہلی دفعہ قادیان دارالامان میں حضرت مولانا موصوف نے اپنے خرچ پر شائع فرمائی تھی۔ اور نصرت گزرائی سکول کے کورس میں ساہا سال تک بطور نصاب داخل رہی۔ ہجرت کے بعد جب اس کی مانگ بڑھ گئی تو محترم ملک فضل حسین صاحب نے اسے دوسری بار شائع کیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

سیرت حضرت اقدس کا مسودہ انہیں دنوں جبکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی اٹھلج الموعود علیہ السلام بحالی صحت کی غرض سے کراچی تشریف لیگئے خاکسار نے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اسے بلا امتیحا ملاحظہ فرمایا۔ اور نہایت ہی قیمتی اصلاح فرمائی۔

فسوس ہے کہ وہ قیمتی مسودہ ہجرت کے موقعہ پر قادیان میں ہی ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ سید الانبیاء کی سیرت لکھنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ حضرت اقدس کی سیرت لکھنے کی بھی دوبارہ کوشش کرنی چاہیے۔ سو اس کی فوری تقریب یہ پیدا ہوئی کہ اپریل ۱۹۳۸ء

کے آخر میں خاکسار بسلسلہ تبلیغ شیخ پورہ گیا ہوا تھا۔ مگر می دھتری جناب چودھری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ
پریذیڈنٹ بار ایسوسی ایشن شیخ پورہ و امیر جماعت احمدیہ شہر ضلع شیخ پورہ نے اتوار کے روز ضلع بھر کی جماعتوں
کے نمائندوں کا اجلاس بلایا۔ اجلاس میں انہوں نے آئندہ سال کے پروگرام میں یہ چیز بھی شامل فرمائی کہ جہاں
کے دوستوں خصوصاً نوجوانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے حالات کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے
میں اس وقت تو خاموش رہا لیکن دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ یہاں لاہور واپس جاتے ہی سیرت لکھنے کا کام اشد اشد شروع کر دوں گا
دوسرا باعث یہ بھی ہوا کہ کچھ عرصہ سے رات کو سوتے ہوئے مجھے کثرت سے آوازیں آتی تھیں کہ "امتحان کی تیاری
کر لو۔ امتحان کی تیاری کر لو۔" اس سے بھی میں سمجھا کہ شاید مجھے یہی سمجھایا جا رہا ہے کہ سفر آخرت کیلئے کوئی زاد راہ
جمع کر لو۔ سو انہی امور کی وجہ سے میرے ارادہ کر لیا کہ "سیرت" لکھنے کا کام فوراً شروع کر دینا چاہیے۔ چنانچہ آج
مورخہ یکم مئی ۱۹۵۹ء کو جمعہ کے روز اس عاجز نے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں جہاں یہ عاجز بطور مُرتبی
جماعت مقیم ہے بعض بزرگوں کی معیت میں دعا کرنے کے بعد اس فرض کی تکمیل کے لئے قلم اٹھایا ہے۔ و
اَحْسُو مِنَ اللّٰهِ خَيْرًا وَّاَتَوْحَلَّ عَلَيْهِ

میرا ارادہ کوئی ضخیم تاریخی کتاب لکھنے کا نہیں بلکہ میرے سامنے تو صرف یہ مقصد ہے کہ جماعت کے نوجوان طبقہ
اور سلسلہ سے متعلق تحقیقات کرنے والے دوستوں کے ہاتھ میں حضرت بانی سلسلہ کے حالات پر مشتمل ایک مکمل کتاب
دے دی جائے جس کا مطالعہ کر کے وہ یہ اندازہ کر سکیں کہ جس شخص کے سپرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم الشان کام کیا گیا ہے۔ وہ کس درجہ اور کس معرفت کا انسان
ہے۔ پس سوئیں اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس کام کو شروع کیا ہوں اور اسی کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ روح القدس
سے میری تائید فرمائے۔ آمین اللہم آمین

یہ بزرگ محترمی شیخ رحمت اللہ صاحب سکرٹری مال حلقہ دہلی صواۓہ اور محترمی صوفی عطا محمد صاحب میں اللہ تعالیٰ
انہیں جزائے خیر دے۔ انہوں نے جب دعا شروع کی تو دو منٹ کے بعد ہی مہتمم شیخ رحمت اللہ صاحب نے آمین کہہ کر فرمایا کہ
کتاب جناب الہی میں قبول ہو گئی ہے کیونکہ جو نہیں میں نے ہاتھ اٹھائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف
لے آئے۔ فَاَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ كُلِّ

عبد القادر۔ مورخہ یکم مئی ۱۹۵۹ء

حیاتِ طیبہ

حال ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک سوانح عمری مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب فاضل حیاتِ طیبہ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ میں ابھی تک اس کتاب کا مکمل صورت میں مطالعہ نہیں کر سکا، مگر جو حصے بھی اس وقت تک میری نظر سے گزرے ہیں ان کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے نثر پچ میں ایک بہت عمدہ اضافہ ہے۔ غالباً ایک جلد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قدر جامع اور مرتب سوانح عمری اس وقت تک نہیں لکھی گئی۔ واقعات کی حتی المقدور تحقیق و تدقیق اور ترتیب اور موقعہ بموقعہ مناسب تبصرہ جات نے اس کتاب کی قدر و قیمت میں کافی اضافہ کر دیا ہے۔ اور ضروری خور و بھی شامل ہیں۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بلند بالا شخصیت اور تبلیغ اسلام کے لئے ان کی والہانہ جدوجہد سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ طباعت بھی اچھی ہے۔

میرے خیال میں یہ کتاب اس قابل ہے کہ نہ صرف جماعت کے دوست اسے خود مطالعہ کریں۔ بلکہ غیر از جماعت اصحاب میں بھی اس کی کثرت کے ساتھ اشاعت کی جائے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع الناس بنائے۔ اور مصنف کو جزائے خیر دے۔ آمین!

حاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ

۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء

حیاتِ طیبہ کے متعلق بزرگانِ سلسلہ کی آرا

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب مختار شاہ بھہانپوری

یہ کتاب جری الشرفی حلال الانبیاء حضرت مسیح موعود و مہدی محمود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات و واقعات پر مشتمل مکرّمی شیخ عبدالقادر صاحب فاضل کی تازہ تالیف ہے اس کے مسودہ کا ابتدائی حصہ معظّمی و محترّمی حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ نے ملاحظہ فرما کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا پھر حضرت موصوف ہی کے ارشاد پر سارا مسودہ مجھے بھی سنایا گیا ہے میں ان دنوں بھی غلیل ہی تھا اور ایک دوسری بلندی پر یہ کتاب کا مسودہ بھی مجھے سنا یا جا رہا تھا۔ اجاب کرام کی آمد و رفت بھی بغفلتہ قاتی جاری تھی میں ان حالات میں حیاتِ طیبہ کا مسودہ تھوڑا تھوڑا ہی سن سکتا تھا اور ہوتا بھی یہی کہ مولف صاحب کو اس کے سننے کے لئے کئی ہفتہ ربوہ میں قیام کرنا پڑا ^{۱۸۸۶ء} کی تقطیع کے ۴۸۶ بڑے صفحات دو چار دن میں تو سننے ہی نہیں جا سکتے تھے اس کے علاوہ مسودہ کے دوران سماعت میں میری تمام توجہ الفاظ و عبارت کے رد و بدل کی طرف زیادہ رہی اس لئے مجھے اس کے معنوی محاسن اور کثیر فوائد کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔ لیکن جب مسودہ حلیہ طبع سے آراستہ ہو کر سامنے آیا تو میں نے اس کے ہر مقام کو ع کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست کا مصداق پایا۔ جو مضمون بھی شروع کیا ختم کئے بغیر چھوڑ نہ سکا۔

جب اُس شخص کی جس کے لئے ساری کتاب میں ایک بات بھی ایسی نہیں جو نئی ہو۔ کتاب نظر کے سامنے ہونے پر یہ حالت ہوئی تو جن صاحبوں کو حالات و واقعات کا علم ہی نہیں ہے اس کے مطالعہ سے ان کی دلچسپی کا کیا عالم ہوگا۔

اب میں پہلے توسیدی حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم لے مدظلہ کے لئے فلاریج داریں کی دعا کرتا ہوں کہ حیاتِ طیبہ کی تالیف کیلئے آنجناب کی نظر فیض اثر جس کی طرف اٹھی تھی وہ اس کا اہل ثابت ہوا۔ اور آنجناب کا انتخاب بزبانِ حال خود ہی کہ رہا ہے ع پسلی پھر گ اٹھی نظر آنجناب کی۔ پھر میں تمام اجاب کرام سے عرض کرتا ہوں کہ مؤلف حیاتِ طیبہ لائق صد تحسین و آفرین ہیں کہ انہوں نے اپنے فرض کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دے دیا ہے اور نہایت ہی مفید

موثر اور دلکش کتاب حیات طیبہ آپ کے سامنے پیش کر دی ہے اب آپ اور ہم سب کا فرض یہ ہے کہ حیات طیبہ کے معنایں دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ پہلے خود اسے پڑھیں اور اپنے متعلقین کو پڑھائیں اور سنائیں۔ پھر اپنے حلقہ احباب کو دکھائیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی اس کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائیں اور حیات طیبہ ضرور انہیں دکھائیں اس کے بعد جس جناب مؤلف کو ایسی نفیس مفید اور موثر کتاب کی تالیف پر بڑی مسرت و بشارت سے مبارکباد کہتا ہوں اور ان کے لئے دعائے گوناگوں کے ساتھ یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ ع

اللہ کرے حسن قسم اور زیادہ

بفضلہ تعالیٰ میرے نزدیک حیات طیبہ خورد سالوں سال خوردوں واقفوں ناواقفوں اور بیگانوں بیگانوں سب کے لئے دلکشی اور فائدہ رسانی کے سامانوں سے اچھی طرح معمور ہے۔ نوجوان اس کو پڑھ کر حالات و واقعات کی آگاہی سے لذت پائیں اور فائدہ اٹھائیں گے۔ بوڑھے کو ائف گذشتہ کی یاد تازہ ہو جانے کی وجہ سے میری طرح محفوظ و مسرور ہو جائیں گے۔ ناواقف اسے پڑھ کر واقف اور واقف اس کے مطالعہ سے واقف تر بنیں گے۔ بیگانوں کے ایمان اس کے معنایں سے تازہ اور قوی ہوں گے اور بیگانوں کو اس امر کے مقابلہ و موازنہ کرنے کا خوب موقع ملے گا۔ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت دعویٰ پر کتنے دلائل ساطعہ و شواہد پتینہ موجود ہیں اور حضور نے مخالفین کو سمجھانے اور ان سے فیصلہ کرنے اور ان پر اتمام حجت فرمانے کے لئے کیا کیا طریق پیش کئے اور انہیں کس کس طرح مقابلہ کے لئے بلایا۔ اور انہوں نے مقابلہ کے لئے بلائے جانے پر ہر مرتبہ کیا رنگ دکھایا ہے ان تمام امور کا حیات طیبہ میں نہایت وضاحت و صراحت سے منصف مزاج و حق پسند طالبان تحقیق کی نظر سے گزر جانا ان کے صحیح نتیجہ تک پہنچنے اور قطعی فیصلہ کرنے کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے فالحمْد للہ تعالیٰ

مجھے بفضلہ تعالیٰ پوری امید ہے کہ حیات طیبہ بہت سے تشنہ لبان تحقیق کو اچھی طرح سیراب کرے گی اور بیشمار خواہان صراطِ مستقیم کے لئے مشعل راہ بنے گی۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ حیات طیبہ کے ایک ہزار نسخے چند ہی روز میں ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں اب ایک نسخہ بھی باقی نہیں۔

نصرت شاہ جہا پوری

ہزار یکسینسی چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب صدر عالمی عدالت ہریک

شیخ عبدالقادر صاحب مؤلف حیات طیبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح کو ترتیب دیکر اور شائع کر کے ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس قیمتی تالیف میں انہوں نے مناسب اختصار کے ساتھ حضور کے سوانح کے تمام ضروری اور سبق آموز واقعات کو جمع کر دیا ہے میری دانست میں یہ کتاب ہماری تمام درس گاہوں میں کورس مقرر کی جانی چاہیے تاکہ بڑے اور چھوٹے سب حضور کی سیرت سے واقفیت بہم پہنچا سکیں اور موجودہ زمانہ میں جس مقدس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں ایک زندہ نمونہ بنایا ہے اس کی پیروی میں اپنی زندگیوں کو مومنانہ سانچہ میں ڈھال سکیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ حیات طیبہ کی پہلی طبع جلد کے دوران میں احباب بافقوں ہاتھ لیکر اس کی دوسری طبع کا سامان ابھی سے کر دیں گے تا وہ دوسری طبع میں زیادہ تفصیل کے ساتھ حضور کی سوانح اور سیرت کو دنیا کے سامنے پیش کر سکیں

ظفر اللہ خان ۲۲ ۱/۴

محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے (کنٹ) صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی

آپ کی کتاب حیات طیبہ "ما شاء اللہ نہایت ہی بروقت اور نہایت ہی عمدہ ظاہر و باطن لیکر شائع ہوئی ہے۔ میں اسے پڑھ رہا ہوں اور ہر صفحہ پر آپ کے لئے دعا کی تحریک پر دعا کرتا ہوں۔ اختصار اور تفصیل میں ایسا کمال کا توازن رکھا ہے کہ داد اور دہ بھی دل سے اور بار بار دینی پڑتی ہے۔ جماعت پر احسان اور ثواب اخروی کے لئے وافر سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کے لئے مبارک کرے والسلام

خاکسار محمد اسلم ۶ ۱/۴

محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب جج ہائی کورٹ مغربی پاکستان

اللہ تعالیٰ شیخ عبدالقادر صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کتاب کی تالیف سے سلسلہ کی ایک نہایت اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ بعد زمانی کی درجہ سے ہمارے فوئمال سلسلہ کی تاریخ سے

پوری طرح واقف نہ تھے اور اگر انہیں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی تو اس خواہش کو پورا کرنے کی کوئی سہل سہیل میسر نہ تھی اور ظاہر بات ہے کہ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی سے واقفیت نہ ہو تو تحریک احمدیت کی اہمیت بھی پورے طور پر ذہن میں نہیں اتر سکتی۔ اس ضرورت کے پورا ہونے سے جماعت اور افراد جماعت کی ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے اور ہم سب پر فرض عاید ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی حیات طیبہ سے پوری طرح واقف ہونے کی کوشش کریں۔

میرے نزدیک ایک عظیم الشان فائدہ جو اس کتاب کے مطالعہ سے پیدا ہونا یقینی ہے وہ حضرت اقدس کی کتب کے مطالعہ کا شوق ہے۔ الحمد للہ کہ یہ تالیف بھی ایسے وقت میں ہوئی ہے۔ جبکہ آلہ حرکت الاسلامیہ نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ وہ حضور کی تمام کتب کو شائع کر دیں اور اس سلسلہ میں روحانی خزائن کے نام سے چھ جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں جماعت کا ایک معتد بہ حصہ اس سلسلہ میں کے نہ ہونے یا کمٹی ذوق کی وجہ سے محروم تھا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حضور کی پاکیزہ زندگی کی تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گی اور وہ محسوس کریں گے کہ اسلام کا یہ فتح نصیب جرنیل اسلام کی نعمت کو دنیا میں عام کرنا چاہتا ہے۔ میرے نزدیک یہ کتاب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پیدا کرنے اور اپنی عاقبت سنوارنے میں بھی ممد و معاون ہو سکتی ہے

میں احباب جماعت کو درود مند دل کے ساتھ یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو خریدیں۔ خود پڑھیں اور بچوں کو پڑھائیں اور اگر ہمارے تعلیمی ادارے بھی اپنے نصاب میں اسے شامل کر لیں تو یقیناً یہ ایک نہایت ہی مناسب اقدام ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم صحیح معنوں میں اسلام کے خادم ہوں اور اسلام کے اس فتح نصیب جرنیل کی محبت میں بنی نوع انسان کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کر سکیں اور ہم سب کا انجام بخیر ہو۔ آمین اللہم آمین

حاکم البشیر احمد ۲۱/۴

محترم جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ایڈیٹر رسالہ "صحابہ احمدیہ" قادیان
حیات طیبہ جیسی مبارک کتاب کا ملکی دودھ سرسری ذلت تک نہ ملے گی۔ آج سے باقاعدہ پڑھنی شروع
کی ہے تا اس کی برکات سے بھی مستفیع ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور زور پیدا کرے۔ اور

اپنی درگاہ میں آپ کی قلمی خدمات قبول کرے۔ آمین۔ مجھے اس کتاب سے بہت خوشی ہوئی۔
میں مکرم شاہد (مولوی حکیم عبداللطیف) صاحب کو لکھ رہا ہوں کہ ایک قلمی کتاب وہ
منشی فتح دین صاحب و قمر حضرت صاحب ربوہ کو فوراً بھجوا دیں۔

حاکم ملک صلاح الدین ۲۱

محترم جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس ڈائریکٹر الشریکۃ الاسلامیہ لمینڈریو

مکرم و محترم شیخ عبداللہ صاحب کی تالیف حیات طیبہ کے متعلق میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ
مشاک آنت کہ خود بویہ کہ عطار بگوید

فرزندانِ احمدیت کو چاہیے کہ وہ اسے خود پڑھیں۔ بچوں کو سنائیں اور دوسروں کو پڑھنے کے لئے دیں

حاکم جلال الدین شمس ۲۲

محترم جناب مولانا محمد دین صاحب ناظر تعلیم ربوہ

میرے نزدیک ہر احمدی کے ہاتھ میں یہ کتاب ہونی چاہیے۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے زمانے کی ایک زندہ تصویر ان کو نظر آجائے۔ — محمد دین ناظر تعلیم ۲۲

محترم جناب سید زین العابدین رضی اللہ شاہ صاحب ناظر امور خارجہ ربوہ

نبیات علیہ پڑھنے کا مجھے موقع ملا ہے۔ جو سہولت حظ اور شوق میں نے دورانِ مطالعہ میں
اپنے افس میں محسوس کیا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسی عمدہ ترتیب ملیں اور سادہ عبارت میں اس سے
قبل اردو زبان میں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح حیات پڑھنے کا موقعہ یک جا
مرتب شدہ شکل میں نہیں ملا۔ ایک فاضل یات جو مکرم شیخ عبدالقادر صاحب فاضل محترم کی تصنیف
میں پائی ہے وہ ان کا موقع و محل کی عین مناسبت سے بلکہ یہ بلکہ منظور کے اخلاق و روحانی پہلوؤں کو
نمایاں کرتے چلے جاتا ہے۔ فجزاہ الشریحاً و نعم المنصیف۔

ہماری طرف سے ان کی کوشش کا شکریہ ادا کر رہی ہے کہ اسے بار بار پڑھا اور فائدہ اٹھایا

جائے اور ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس مکرم کو بڑھ چڑھ کر خدمت دین کا موقع دے
 زین العابدین ولی اللہ ربوہ ۲۲۴

محترم جناب ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل ربوہ

زیر نظر کتاب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح حیات پر مشتمل ہے جسے فاضل
 مولف نے بہت محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کا ہر باب اس امر کا آئینہ دار ہے کہ
 فی الواقعہ فاضل مولف کو ہر مرحلہ پر بہت تحقیق و تدقیق سے کام لینا پڑا ہے۔ یہ اس عرق ریزی اور تحقیق
 و تدقیق کا نتیجہ ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک جامع سوانح عمری تیار ہو گئی
 ہے جس سے اپنے اور پرانے سب یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں اس میں دیا کو کوزے میں
 اس طرح بند کیا گیا ہے کہ یہ بیک وقت مختصر بھی نظر آتی ہے اور مفصل بھی مختصر اس لئے کہ جہاں
 تک حضرت باقی سلسلہ احمدیہ کے مفصل سوانح حیات قلمبند کرنے کا تعلق ہے۔ مستعد جلدیں
 بھی اس لئے کفایت نہیں کر سکتیں اور مفصل اس لئے کہ واقعات کی کوئی اہم تفصیل ایسی نہیں
 جسے قریباً ۱۰۰ صفحات کی اس کتاب میں نظر انداز کر دیا گیا ہو بعض تفصیل کے ضمن میں فاضل مولف
 نے صحابہ کی اصل روایات کو من و عنون کر کے کتاب کو بہت معید اور دلچسپ بنا دیا ہے۔

کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے پچھبے ابواب میں سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے تمام اہم واقعات کو اختصار اور تفصیل کے درمیان میں آج کے ساتھ قلمبند
 کیا گیا ہے۔ ساتواں اور آخری باب شہداء حضرت اقدس علیہ السلام کے اذکار مقدس پر مشتمل ہے۔

الغرض حیات طیبہ سلسلہ کے لٹریچر میں ایک اہم اور قیمتی اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے اور یقیناً اس
 قابل ہے کہ احباب جماعت اسے بکثرت خریدیں اور بغور اس کا مطالعہ کریں ماسلسلہ کی تاریخ سے انہیں کماحقہ
 واقفیت حاصل ہو سکے۔ مسؤل از الفضل مورخہ ۲۱

محترم جناب محمد صبری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ میر جہانغت احمدیہ شیخ پورہ

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب فاضل نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مظلوم اور پائیزہ زندگی کے

ت اور واقعات کو جس دلچسپ پر ایہ سلیس زبان اور احسن ترتیب کے ساتھ حیات طیبہ میں مرتب کیا
 ہے اس کے بڑھنے سے قارئین یہ محسوس کرتے ہیں کہ محکمہ اعلیٰ تعلیم الشان اور عظیم المرتبت شخصیت کے
 ازبک نشانات الہیہ تاثیرات سماویہ اور معجزات ان کے مسلمے ظہور پذیر ہو رہے ہیں اور وہ خود
 ان کا تجربہ اور شہادہ کر رہے ہیں یہی سوانح نگاری ہمالیہ کہ قارئین یہ محسوس کریں کہ ان واقعات
 و حالات میں سے خود گزر رہے ہیں اس طرح سوانح نگاری ماضی کو حال میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

یہ کتاب نہ صرف مناسبت میں ترقی یافتہ مملکتوں میں ایک جامع اور اس ترتیب ہی اجبار کے ساتھ
 پیش کرتی ہے بلکہ یہ ماضی و مستقبل اور زمانہ کی ترقی و تہذیب کا علم بھی ہے۔

اس کتاب سے تعلیمات کی ایک نہایت ہی اہم دیہی اور روستا کی ضرورت کو پورا کیا جاسکے اور ان طبقہ
 کے احباب کے لئے جو اس سلسلہ کی تعلیم اور روایات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہیں ایک شعل راہ ہے۔

میری رائے میں اس کتاب کا مقصد ہمارے سکولوں، کالجوں، درسگاہوں اور اداروں کے کورس میں
 شامل ہونا چاہیئے اور اس کتاب میں کورس میں شامل ہو۔

ہم مؤلف کتاب سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اس کتاب کی تالیف کا باعث یہ بھی تھا کہ انہیں
 اپنے آپ کو اور ان کے ساتھیوں کو تیار کر دے، وقت بہ وقت بہ وقت یہ کتابیں جاری ہو سکیں
 اور ان کے لئے سب کو سہولت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے
 اور ہم اپنی نذرگوں میں اس سیرت حبیبہ کی جھلک دیکھیں اور محسوس کر لیں و آخر عینا ان الحمد للہ
 بادل میں خاک محمد اللہ حبیبین ۲۶

مؤلف جہاں پہلے دیکھیں اس حالت میں اس کتاب کا بار بار پتہ لے دیا یہ نہایت ہی اہم ہے اور شائع ہونے
 حیات طیبہ مصنفہ علامہ شیخ عبد القادر صاحب میں سے پڑھی ہے۔ ہمارے لئے پھر میں اس قسم کی کتاب
 کی بہت ضرورت تھی اور ذہن مصنف نے یہ کتاب تصنیف کر کے ایک کسی کو پورا کیا ہے۔ کتاب نہایت
 محنت اور کاوش سے لکھی گئی ہے۔ اور جب ایک دفعہ تہذیب کر دی جائے تو پھر پڑھنے کو ہی نہیں چاہتا
 حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ سقہ کی پاک زندگی کے اکثر معجزانہ حالات جو حضور کی مختلف تصنیفوں
 اور جماعت کے ابتدائی اخبارات میں بکھرے ہوئے تھے انہیں بکھیر کر کے دیکھنا کو کونہ میں بند کیا گیا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

وَلْنُحْيِيَنَّكَ حَيَاةً طَيِّبَةً لَمَّا رَيْنَ حَوْلًا أَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذَٰلِكَ

ترجمہ - او ہم تجھے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے جی ساں یا اس کے قرب

(الہام حضرت مسیح موعود)

حیاتِ طیبہ

وساچہ

رقم فرمودہ حضرت مسیح جزا دہ مرزا شریف احمدیہ صاحب سلمہ الرحمن

(ایڈیشنل ناظر اصدوح و ارشاد ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح سے متعلق یہ تالیف
جو دنیا تالیف کے نام سے شائع ہو رہی ہے جماعت احمدیہ کے مربی محرم
شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگر مل) کی تصنیف ہے۔

جماعت اور جماعت سے باہر کے حلقوں میں بھی ایک لمبے عرصہ
سے یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ کہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا
غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے سوانح
و سوانح پر اردو زبان میں کوئی مبسوط تالیف ہو۔ اگرچہ اس موضوع سے

بناواسطہ یا بداواسطہ تعلق رکھنے والا تمام تر مواد سلسلہ کے شروع میں موجود تھا۔ تاہم یکجہتی اور جامع صورت میں ایسی کوئی تالیف موجود نہیں تھی جو کامل طور پر اس موضوع کا حق ادا کر سکے اور یکتائی ہو سکے۔ سوالحی للہ کہ مولف کتاب بذاتے اپنی مختصہ محنت اور کوشش سے بہت حد تک اس اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

میرے نزدیک یہ کتاب ساری خط سے قارئین کے لئے اور بھی زیادہ فائدہ کا موجب ہوگی۔ اگرچہ اس کا موضوع کامل تر اور شرح نگاری تھا تاہم منہ سب موقعوں پر اس میں ایسے ایمان افروز واقعات بھی آگئے ہیں جو کتاب کی غنیمت پر کوئی خاص اثر ڈالے۔ بغیر حضرت بانی سلسلہ کی سیرت پر بھی خاصی روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح حسب موقعہ حضور کے مختلف اہماء۔ پیشگوئیوں۔ تصانیف۔ سفروں اور مناظروں کا اس رنگ میں ذکر ہے کہ کوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ علم کلام کا ایک بے مثل قیمت خزانہ اور شوٹ سامنے آجاتا ہے۔ اس لحاظ سے کتاب کا مجموعی تاثر یقیناً معلومات افزا ہی ہے۔ اور ایمان افروز بھی۔

میری دعا ہے کہ امدقانِ مولف کی کوششوں میں برکت و واسے اور اس تالیف کو خلقِ خدا کی ہدایت اور رہنمائی کا موجب بنائے۔ آمین!

خاکسار مرزا شریف احمد

فہرست قوٹو

| | | |
|-----|---|----|
| ۱۔ | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | ۱۰ |
| ۲۔ | حضرت اقدس بیگ مولوی علیہ السلام | ۱۱ |
| ۳۔ | حضرت مرزا سلطان احمد | ۱۲ |
| ۴۔ | حضرت اقدس کے بانی مولانا ابوبکر | ۱۳ |
| ۵۔ | حضرت اقدس کے بیچ پی ۱۲ رب دین | ۱۴ |
| ۶۔ | حضرت اقدس کے بانی مولانا ابوبکر | ۱۵ |
| ۷۔ | حضرت نواب محمد علی خان | ۱۶ |
| ۸۔ | حضرت حاجی علی محمد والا ڈیرہ | ۱۷ |
| ۹۔ | حضرت مسیح ناصر علیہ السلام کی | ۱۸ |
| ۱۰۔ | حضرت مسیح ناصر علیہ السلام کی | ۱۹ |
| ۱۱۔ | حضرت حاجی محمد علیہ السلام کی | ۲۰ |
| ۱۲۔ | پندرہ سیکھرام کی ارقی | ۲۱ |
| ۱۳۔ | کپتان ڈگلس | ۲۲ |
| ۱۴۔ | قوٹو تحریر کرنل ڈگلس | ۲۳ |
| ۱۵۔ | حضرت اقدس کے عیہ کرام سے چار گنہ پوٹو | ۲۴ |
| ۱۶۔ | پندرہ سالن کلارک | ۲۵ |
| ۱۷۔ | پندرہ سالن کلارک | ۲۶ |
| ۱۸۔ | حضرت شیخ یعقوب علی ایڈیٹر احکم | ۲۷ |
| ۱۹۔ | ڈاکٹر ایگزٹر ڈوٹی بحالت جاہ و جدل | ۲۸ |
| ۲۰۔ | ڈاکٹر ڈوٹی بحالت مندوبی حالت میں اور بیچ کا محمد بنے کے حور | ۲۹ |
| ۲۱۔ | حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل | ۳۰ |
| ۲۲۔ | مؤلف کتاب حیات طیبہ | ۳۱ |

فہرست مضامین حیاتیات

| نمبر | مضمون | صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون | صفحہ |
|------|---------------------------|------|-------|------|-------|------|
| ۱ | پہلا باب | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ |
| ۲ | پیدائش سے لے کر رات گھنٹہ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ |
| ۳ | بڑا بین احمد پور تک | ۳ | ۳ | ۳ | ۳ | ۳ |
| ۴ | خط آدم کا مدد | ۴ | ۴ | ۴ | ۴ | ۴ |
| ۵ | ۱۰ ن بک | ۵ | ۵ | ۵ | ۵ | ۵ |
| ۶ | نور دوست خادم فی حداد | ۶ | ۶ | ۶ | ۶ | ۶ |
| ۷ | مرزا علی محمد صاحب | ۷ | ۷ | ۷ | ۷ | ۷ |
| ۸ | مرزا علی محمد صاحب | ۸ | ۸ | ۸ | ۸ | ۸ |
| ۹ | مرزا علی محمد صاحب | ۹ | ۹ | ۹ | ۹ | ۹ |
| ۱۰ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۰ | ۱۰ | ۱۰ | ۱۰ | ۱۰ |
| ۱۱ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ |
| ۱۲ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ |
| ۱۳ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۳ | ۱۳ | ۱۳ | ۱۳ | ۱۳ |
| ۱۴ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۴ | ۱۴ | ۱۴ | ۱۴ | ۱۴ |
| ۱۵ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۵ | ۱۵ | ۱۵ | ۱۵ | ۱۵ |
| ۱۶ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۶ | ۱۶ | ۱۶ | ۱۶ | ۱۶ |
| ۱۷ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۷ | ۱۷ | ۱۷ | ۱۷ | ۱۷ |
| ۱۸ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۸ | ۱۸ | ۱۸ | ۱۸ | ۱۸ |
| ۱۹ | مرزا علی محمد صاحب | ۱۹ | ۱۹ | ۱۹ | ۱۹ | ۱۹ |
| ۲۰ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۰ | ۲۰ | ۲۰ | ۲۰ | ۲۰ |
| ۲۱ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۱ | ۲۱ | ۲۱ | ۲۱ | ۲۱ |
| ۲۲ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ | ۲۲ |
| ۲۳ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۳ | ۲۳ | ۲۳ | ۲۳ | ۲۳ |
| ۲۴ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۴ | ۲۴ | ۲۴ | ۲۴ | ۲۴ |
| ۲۵ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۵ | ۲۵ | ۲۵ | ۲۵ | ۲۵ |
| ۲۶ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۶ | ۲۶ | ۲۶ | ۲۶ | ۲۶ |
| ۲۷ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۷ | ۲۷ | ۲۷ | ۲۷ | ۲۷ |
| ۲۸ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۸ | ۲۸ | ۲۸ | ۲۸ | ۲۸ |
| ۲۹ | مرزا علی محمد صاحب | ۲۹ | ۲۹ | ۲۹ | ۲۹ | ۲۹ |
| ۳۰ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۰ | ۳۰ | ۳۰ | ۳۰ | ۳۰ |
| ۳۱ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۱ | ۳۱ | ۳۱ | ۳۱ | ۳۱ |
| ۳۲ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۲ | ۳۲ | ۳۲ | ۳۲ | ۳۲ |
| ۳۳ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۳ | ۳۳ | ۳۳ | ۳۳ | ۳۳ |
| ۳۴ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۴ | ۳۴ | ۳۴ | ۳۴ | ۳۴ |
| ۳۵ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۵ | ۳۵ | ۳۵ | ۳۵ | ۳۵ |
| ۳۶ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۶ | ۳۶ | ۳۶ | ۳۶ | ۳۶ |
| ۳۷ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۷ | ۳۷ | ۳۷ | ۳۷ | ۳۷ |
| ۳۸ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۸ | ۳۸ | ۳۸ | ۳۸ | ۳۸ |
| ۳۹ | مرزا علی محمد صاحب | ۳۹ | ۳۹ | ۳۹ | ۳۹ | ۳۹ |
| ۴۰ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۰ | ۴۰ | ۴۰ | ۴۰ | ۴۰ |
| ۴۱ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۱ | ۴۱ | ۴۱ | ۴۱ | ۴۱ |
| ۴۲ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۲ | ۴۲ | ۴۲ | ۴۲ | ۴۲ |
| ۴۳ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۳ | ۴۳ | ۴۳ | ۴۳ | ۴۳ |
| ۴۴ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۴ | ۴۴ | ۴۴ | ۴۴ | ۴۴ |
| ۴۵ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۵ | ۴۵ | ۴۵ | ۴۵ | ۴۵ |
| ۴۶ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۶ | ۴۶ | ۴۶ | ۴۶ | ۴۶ |
| ۴۷ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۷ | ۴۷ | ۴۷ | ۴۷ | ۴۷ |
| ۴۸ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۸ | ۴۸ | ۴۸ | ۴۸ | ۴۸ |
| ۴۹ | مرزا علی محمد صاحب | ۴۹ | ۴۹ | ۴۹ | ۴۹ | ۴۹ |
| ۵۰ | مرزا علی محمد صاحب | ۵۰ | ۵۰ | ۵۰ | ۵۰ | ۵۰ |

| صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر | مضمون | صفحہ نمبر |
|-----------|----------------------------------|-----------|-----------------------------|-----------|
| ۴۸ | اخلاقی عورت اور رجائیت قائم | ۶۴ | نواب صدیق حسن خان کا عجیب | |
| ۵۱ | بہن کی ڈبا | ۶۵ | طرز عمل | |
| ۶۸ | شہرت مقامات مختلہ کی ابتدا | ۶۵ | برائین احمدیہ کا القواء | ۸۱ |
| ۶۹ | شہر بھائی کی جانشینی کا دور | ۶۶ | مجددیت و ماسوریت کے مطلق | ۸۲ |
| ۵۰ | آئی آئی | ۶۷ | پہلا الہام | ۸۳ |
| ۵۱ | نزا الفکر بیگ کی عفت سے آپ | ۶۸ | مرزا غلام قادر صاحب کی وفات | ۸۴ |
| | لی جہزی جہاز میں حصہ دار | ۶۸ | مرزا سلطان احمد کا امتحان | ۸۴ |
| | مغنی بالحق | ۵۲ | انجمن بیداری پاس کرنا | ۸۲ |
| ۵۲ | مقدمہ ڈاک خانہ | ۶۹ | آپ کی دوسری شادی | ۸۳ |
| ۵۳ | آپ کا خط ایک بیماری سے | ۷۰ | سرخی کے گھینٹوں والا نشان | ۸۵ |
| | شفاف | ۷۱ | دعوت نشان خانی اور اعلان | ۸۶ |
| ۵۴ | لوٹ سہرہ بحیثیت خاص | ۷۲ | مجددیت | ۸۷ |
| | جان مطلق پر علی کی ستائش | ۷۳ | چچا زاد بھائی کے بنائے | ۸۸ |
| ۵۵ | بہن بھائی انصاف کی آواز | ۷۴ | آپ کی نسبت پیشگوئی | ۸۹ |
| | دوسرا باب | ۷۵ | شعبہ ثاقبہ کا بیان | ۹۰ |
| | تصنیف برائین احمدیہ سے لے | ۷۶ | سناہ کلنے کا نشان | ۹۱ |
| | کر بیعت اولیٰ تک | ۷۷ | مجاہد ولیم سنگر اور سرسید | ۹۲ |
| ۵۶ | برائین احمدیہ کا پس منظر | ۷۸ | کے متعلق متوجش خبریں | ۹۳ |
| ۵۷ | برہن سماجی و یک کی کامی | ۷۹ | سفر ہوشیار پور اور پیشگوئی | ۹۴ |
| ۵۸ | برہن احمدیہ کی غنیف اور اطفال | ۸۰ | مصلح موعود | ۹۵ |
| ۵۹ | برہن کے متعلق سوہنی محمد حسن | ۸۱ | نشان رحمت یعنی پیشگوئی | ۹۶ |
| | شادی کی رائے | ۸۲ | مصلح موعود | ۹۷ |
| ۶۰ | صوفی احمد جان صاحب کی یو یو | ۸۳ | پہلی ۱۱ پنے خاندان اور دلی | ۹۸ |
| ۶۱ | مولوی محمد شریف بنگلوری کی یو یو | ۸۴ | محبوبوں کے متعلق پیشگوئی | ۹۹ |
| ۶۲ | برہن احمدیہ کی اشاعت کا زمانہ | ۸۵ | حضرت محمدؐ کی اولاد | ۱۰۰ |
| ۶۳ | اشاعت برائین احمدیہ کی | ۸۶ | پیشگوئی دیاہ مرزا احمد بیگ | |

پہلا باب

اعلان بیعت تا آئین مسجد مبارک

| | |
|-----|---------------------------------|
| ۹۰ | اعلان بیعت |
| ۹۱ | شرائط بیعت |
| | اعلان شرائط بیعت میں تاخیر |
| ۹۲ | ہ سبب |
| | سلسلہ کی فیدہ و مشکوئی |
| | مصلح موعود کے اجتماع میں |
| ۹۳ | مغنی اشارہ |
| ۹۴ | لودھیہ اور ہوشیار پور کا سفر |
| ۹۵ | بیعت اولیٰ |
| ۹۵ | اور الہام |
| ۹۵ | یوم بیعت |
| ۹۵ | بیعت کثرت مکان کی ترتیب |
| ۹۶ | بیعت کے الفاظ |
| ۹۶ | سفر علی گڑھ |
| ۹۶ | لودھیہ دہلی |
| | پیر سراج الحق صاحب نعمانی |
| ۹۶ | کی بیعت |
| ۹۸ | نواب محمد علی صاحب کی بیعت |
| ۹۸ | دعویٰ مسیح موعود |
| | فتح اسلام اور توضیح مرام کی |
| ۹۸ | اشاعت |
| ۹۹ | محمد حسین بٹالوی مخالف کیمپ میں |
| | محمد حسین بٹالوی کی خواہش |
| ۱۰۰ | مستطرد |

| صفحہ نمبر | مضامین | صفحہ نمبر | مضامین | صفحہ نمبر | مضامین |
|-----------|------------------------------------|-----------|------------------------------|-----------|-------------------|
| ۹۹ | خط و کتابت میں سچے پندرا تیں | ۱۰۰ | ۱۸ مولوی محمد ثناء اللہ صاحب | ۱۲۰ | ۱۲۹ تذکرہ خاندانہ |
| ۱۰۰ | مولوی محمد ثناء اللہ صاحب | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۱ | مولوی محمد ثناء اللہ صاحب | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۲ | مذہبی شہر | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۳ | مولوی محمد ثناء اللہ صاحب | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۴ | سفر اتر اور بہار | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۵ | کے اسباب | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۶ | میراثہ اور وصیت | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۷ | حضرت پیر سراج الحق عثمانی | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۸ | بیان | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۰۹ | معاویہ صاحب کے متعلق | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۰ | لوحیہ کا اقامہ | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۱ | مولوی محمد ثناء اللہ صاحب | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۲ | سایہ شب کی شہادت | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۳ | ازالہ اور کی تصنیف | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۴ | قونی کے معنی کے متعلق | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۵ | روپیہ کا لغوی معنی | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۶ | میر ناصر علی صاحب | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۷ | مولوی محمد ثناء اللہ صاحب | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۸ | کی بیعت | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۱۹ | سفر دہلی | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۲۰ | میت مسیح کا جوتہ پیش کرنے | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۲۱ | پر الوام | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۲۲ | جلسہ بحث | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۲۳ | حکماء دینی کا حرمہ تہذیب اور شہادت | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |
| ۱۲۴ | انگریزی | ۱۰۲ | ۱۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام | ۱۲۰ | ۱۲۰ سحر و جادو |

| نمبر | صفحہ | نمبر | صفحہ | مضمون | نمبر | صفحہ |
|--|------|------|------|-----------------------------|------|------|
| ۲۰۷ | ۲۲۵ | ۲۲۲ | ۲۳۵ | سند ملتان | ۲۵۰ | ۲۴۰ |
| ۲۰۸ | ۲۲۵ | ۲۲۳ | ۲۳۱ | تاریخ سے اخبارِ ختم | ۲۵۱ | ۲۴۱ |
| ۲۰۹ | | | ۲۳۶ | کاہرز | ۲۵۲ | ۲۴۲ |
| | ۲۲۵ | ۲۲۳ | | ترسی مناقشات کی اصلاح | ۲۵۳ | ۲۴۲ |
| ۲۱۰ | ۲۲۶ | | ۲۳۲ | کے لئے معمولی | ۲۵۴ | ۲۴۳ |
| چوتھا باب از مقدمہ اقتدارِ قس تا طہرہ طاعون | | ۲۲۵ | ۲۳۶ | تصانیف ۱۸۹۵ء | ۲۵۶ | ۲۴۶ |
| | | ۲۲۶ | ۲۳۶ | جلد سالانہ ۱۸۹۵ء | ۲۵۷ | ۲۴۶ |
| | | ۲۲۷ | ۲۳۶ | مختصر روزنامہ صبح کے | ۲۵۸ | ۲۴۶ |
| | | ۲۲۸ | ۲۳۶ | متعلق صریحہ میں کوئے | ۲۵۹ | ۲۴۶ |
| ۲۱۱ | ۲۲۷ | | ۲۳۶ | دولت کو میں ہزار روپیہ | ۲۶۰ | ۲۴۶ |
| ۲۱۲ | ۲۲۷ | | ۲۳۶ | العام | ۲۶۱ | ۲۴۶ |
| ۲۱۳ | ۲۲۹ | | ۲۳۶ | پنجاب میں طاعون پھیلنے | ۲۶۲ | ۲۴۶ |
| ۲۱۴ | | ۲۲۸ | | کی پیشگوئی | ۲۶۳ | ۲۴۶ |
| | | ۲۲۹ | | کتاب اہانتِ مومنین کے | ۲۶۴ | ۲۴۶ |
| ۲۱۵ | | | ۲۳۰ | سند ملتان | ۲۶۵ | ۲۴۶ |
| ۲۱۶ | | | ۲۳۰ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۶۶ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۰ | مختصر حکم نامے | ۲۶۷ | ۲۴۶ |
| ۲۱۷ | ۲۳۰ | | ۲۳۱ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۶۸ | ۲۴۶ |
| ۲۱۸ | ۲۳۱ | | ۲۳۲ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۶۹ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۲ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۰ | ۲۴۶ |
| ۲۱۹ | ۲۳۲ | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۱ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۲ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۳ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۴ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۵ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۶ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۷ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۸ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۷۹ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۰ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۱ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۲ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۳ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۴ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۵ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۶ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۷ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۸ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۸۹ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۰ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۱ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۲ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۳ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۴ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۵ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۶ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۷ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۸ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۲۹۹ | ۲۴۶ |
| | | | ۲۳۳ | مختصر تاریخِ ہندوستان کوہنہ | ۳۰۰ | ۲۴۶ |

| نمبر | موضوع | صفحہ | نمبر | موضوع | صفحہ | نمبر | موضوع | صفحہ |
|------|------------------------------------|------|------|--------------------------|------|------|-------------------------------|------|
| ۲۵۸ | پیر پتیل کو تفسیر کی دعا | ۲۸۳ | ۲۸۹ | کشتی کا کھج | ۲۱۵ | ۳۰۴ | مسجد احمدیہ صاحب شہید | ۲۲۶ |
| ۲۵۹ | پیر صاحب جواب | ۲۸۵ | ۲۸۰ | چراغِ یوسف کی طاقت | ۲۱۵ | ۳۰۵ | مسجد احمدیہ صاحب کی قبیلہ | ۲۲۸ |
| ۲۶۰ | پیر صاحب کی لاجب سے کہ | ۲۸۶ | ۲۸۱ | حضرت صاحبزادہ ترشیز | ۲۰۶ | ۳۰۶ | اس خونِ آسمانی کا نتیجہ | ۲۵۲ |
| ۲۶۱ | پیر صاحب پر آخری تہنیت | ۲۸۸ | ۲۸۲ | کوہِ احمد کا کھج | ۲۰۶ | ۳۰۷ | پیر صاحب خاں کا قتل | ۲۵۳ |
| ۲۶۲ | پیر صاحب کی ڈالہ کو دہلی | ۲۸۹ | ۲۸۳ | خیر مالیک کا احوال | ۲۱۶ | ۳۰۸ | سردار نصر اللہ خاں کا حشر | ۲۵۴ |
| ۲۶۳ | عجیب الہیہ کی تصنیف | ۲۹۰ | ۲۸۴ | نہاۃ بقیم | ۲۱۶ | ۳۰۹ | پنجابی ڈاکہ طبعہ الفنی کا حشر | ۲۵۵ |
| ۲۶۴ | عجیب الہیہ پر پیر صاحب کی | ۲۹۱ | ۲۸۵ | تصنیف احمدی | ۲۲۰ | ۳۱۰ | خاں عبدالرزاق خاں کا حشر | ۲۵۶ |
| ۲۶۵ | نکاح چینیان | ۲۹۲ | ۲۸۶ | نویں کتبہ طوطی | ۲۲۱ | ۳۱۱ | کٹر خاں سے نکاح لگ گئی | ۲۵۷ |
| ۲۶۶ | پیر صاحب کا تصنیفی ورقہ | ۲۹۳ | ۲۸۷ | یو ایچ باقر شاہ کی پکڑ | ۲۱۲ | ۳۱۲ | نہایت دو کا سوا اور واقعہ | ۲۵۸ |
| ۲۶۷ | مردم شہری میں بہت کام | ۲۹۴ | ۲۸۸ | تصنیفات سلسلہ | ۲۲۳ | ۳۱۳ | تصنیفات سلسلہ | ۲۵۹ |
| ۲۶۸ | مسلمان فرقہ احمدیہ کے بھائی | ۲۹۵ | ۲۸۹ | مولوی شاد علی کی یاد میں | ۲۲۵ | ۳۱۴ | دعا صاحب احمدی کے تصنیف | ۲۶۰ |
| ۲۶۹ | تصنیفات سلسلہ | ۲۹۶ | ۲۹۰ | سفر بہم بر سرِ گردن | ۲۲۶ | ۳۱۵ | سفر لاہور | ۲۶۱ |
| ۲۷۰ | غلام احمد کی سچائی کی طاقت | ۲۹۷ | ۲۹۱ | مقام میں پیر کی پشیمانی | ۲۲۷ | ۳۱۶ | پیکر لاہور | ۲۶۲ |
| ۲۷۱ | نور احمدیہ کے بھائی کی طاقت | ۲۹۸ | ۲۹۲ | فیصلہ درخواست نکاحی | ۲۲۸ | ۳۱۷ | سفر بہم نکاح | ۲۶۳ |
| ۲۷۲ | نور احمدیہ کے بھائی کی طاقت | ۲۹۹ | ۲۹۳ | ردِ ایک کتبہ میں متعلقہ | ۲۲۹ | ۳۱۸ | پیکر لاہور کی تصویر | ۲۶۴ |
| ۲۷۳ | پاکستان بام | ۲۹۴ | ۲۹۴ | استغاثہ مولوی کریم | ۲۳۰ | ۳۱۹ | حرف احمدی کے لیے اور الہیہ | ۲۶۵ |
| ۲۷۴ | تصنیف "ایک قلمی کا ازالہ" سفر دہلی | ۲۹۵ | ۲۹۵ | انجام مقدمہ کے تحت پیشگی | ۲۳۱ | ۳۲۰ | کی صداقتی تقریر | ۲۶۶ |
| ۲۷۵ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۹۶ | ۲۹۶ | درجہ سلسلہ | ۲۳۲ | ۳۲۱ | مستند قات کا پیکر | ۲۶۷ |
| ۲۷۶ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۹۷ | ۲۹۷ | درجہ سلسلہ | ۲۳۳ | ۳۲۲ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۶۸ |
| ۲۷۷ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۹۸ | ۲۹۸ | درجہ سلسلہ | ۲۳۴ | ۳۲۳ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۶۹ |
| ۲۷۸ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۹۹ | ۲۹۹ | درجہ سلسلہ | ۲۳۵ | ۳۲۴ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۰ |
| ۲۷۹ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۰ | ۳۰۰ | درجہ سلسلہ | ۲۳۶ | ۳۲۵ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۱ |
| ۲۸۰ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۱ | ۳۰۱ | درجہ سلسلہ | ۲۳۷ | ۳۲۶ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۲ |
| ۲۸۱ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۲ | ۳۰۲ | درجہ سلسلہ | ۲۳۸ | ۳۲۷ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۳ |
| ۲۸۲ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۳ | ۳۰۳ | درجہ سلسلہ | ۲۳۹ | ۳۲۸ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۴ |
| ۲۸۳ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۴ | ۳۰۴ | درجہ سلسلہ | ۲۴۰ | ۳۲۹ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۵ |
| ۲۸۴ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۵ | ۳۰۵ | درجہ سلسلہ | ۲۴۱ | ۳۳۰ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۶ |
| ۲۸۵ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۶ | ۳۰۶ | درجہ سلسلہ | ۲۴۲ | ۳۳۱ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۷ |
| ۲۸۶ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۷ | ۳۰۷ | درجہ سلسلہ | ۲۴۳ | ۳۳۲ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۸ |
| ۲۸۷ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۸ | ۳۰۸ | درجہ سلسلہ | ۲۴۴ | ۳۳۳ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۷۹ |
| ۲۸۸ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۰۹ | ۳۰۹ | درجہ سلسلہ | ۲۴۵ | ۳۳۴ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۸۰ |
| ۲۸۹ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۱۰ | ۳۱۰ | درجہ سلسلہ | ۲۴۶ | ۳۳۵ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۸۱ |
| ۲۹۰ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۱۱ | ۳۱۱ | درجہ سلسلہ | ۲۴۷ | ۳۳۶ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۸۲ |
| ۲۹۱ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۳۱۲ | ۳۱۲ | درجہ سلسلہ | ۲۴۸ | ۳۳۷ | پشتہ یا "ایک قلمی کا ازالہ" | ۲۸ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|-----------|--------------------------------|------|-----------|-------------------------------|------|
| ۳۲۷ | اشتبہ ضروری اشیاء کی ضرورت | ۳۶۸ | ۳۲۸ | لوحہ صیانت میں درود | ۳۶۸ |
| ۳۲۸ | امریکا آنکھ کے بھائی کی روایت | ۳۶۹ | ۳۲۹ | لیکچر لوحہ صیانت | ۳۶۹ |
| ۳۲۹ | میں نے | ۳۷۰ | ۳۳۰ | درود امر قمر | ۳۷۰ |
| ۳۳۰ | مشتبہ زلزلہ کی پیشگوئی | ۳۷۱ | ۳۳۱ | درود قادیان | ۳۷۱ |
| ۳۳۱ | جنگ عظیم کی پیشگوئی | ۳۷۲ | ۳۳۲ | چھٹا باب | ۳۷۲ |
| ۳۳۲ | موت زلزلہ سے مراد | ۳۷۳ | ۳۳۳ | از الہامات قرب وصال | ۳۷۳ |
| ۳۳۳ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۷۴ | ۳۳۴ | وصال حضرت اقدس علیہ السلام | ۳۷۴ |
| ۳۳۴ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۷۵ | ۳۳۵ | الہامات قرب وصال | ۳۷۵ |
| ۳۳۵ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۷۶ | ۳۳۶ | بہشتی مقبرہ کا قیام | ۳۷۶ |
| ۳۳۶ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۷۷ | ۳۳۷ | بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا | ۳۷۷ |
| ۳۳۷ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۷۸ | ۳۳۸ | کے شرائط | ۳۷۸ |
| ۳۳۸ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۷۹ | ۳۳۹ | آئین کا راز صیانت | ۳۷۹ |
| ۳۳۹ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۰ | ۳۴۰ | قبرستان کا قیام | ۳۸۰ |
| ۳۴۰ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۱ | ۳۴۱ | صداغمن کی جان نثاری | ۳۸۱ |
| ۳۴۱ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۲ | ۳۴۲ | طلب | ۳۸۲ |
| ۳۴۲ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۳ | ۳۴۳ | تصنیفات شہداء | ۳۸۳ |
| ۳۴۳ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۴ | ۳۴۴ | زلزلہ در الیوان کی کسر | ۳۸۴ |
| ۳۴۴ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۵ | ۳۴۵ | فتاد | ۳۸۵ |
| ۳۴۵ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۶ | ۳۴۶ | اہل بنگال کی دلجوئی | ۳۸۶ |
| ۳۴۶ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۷ | ۳۴۷ | رسالہ "تشیخ الان" کا اجراء | ۳۸۷ |
| ۳۴۷ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۸ | ۳۴۸ | پادی احمد سیح کا مبارک | ۳۸۸ |
| ۳۴۸ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۸۹ | ۳۴۹ | سماکار | ۳۸۹ |
| ۳۴۹ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۰ | ۳۵۰ | شادی حضرت صاحبزادہ | ۳۹۰ |
| ۳۵۰ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۱ | ۳۵۱ | مرزا بشیر احمد صاحب | ۳۹۱ |
| ۳۵۱ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۲ | ۳۵۲ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۲ |
| ۳۵۲ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۳ | ۳۵۳ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۳ |
| ۳۵۳ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۴ | ۳۵۴ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۴ |
| ۳۵۴ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۵ | ۳۵۵ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۵ |
| ۳۵۵ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۶ | ۳۵۶ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۶ |
| ۳۵۶ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۷ | ۳۵۷ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۷ |
| ۳۵۷ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۸ | ۳۵۸ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۸ |
| ۳۵۸ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۳۹۹ | ۳۵۹ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۳۹۹ |
| ۳۵۹ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۰ | ۳۶۰ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۰ |
| ۳۶۰ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۱ | ۳۶۱ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۱ |
| ۳۶۱ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۲ | ۳۶۲ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۲ |
| ۳۶۲ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۳ | ۳۶۳ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۳ |
| ۳۶۳ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۴ | ۳۶۴ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۴ |
| ۳۶۴ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۵ | ۳۶۵ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۵ |
| ۳۶۵ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۶ | ۳۶۶ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۶ |
| ۳۶۶ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۷ | ۳۶۷ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۷ |
| ۳۶۷ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۸ | ۳۶۸ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۸ |
| ۳۶۸ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۰۹ | ۳۶۹ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۰۹ |
| ۳۶۹ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۰ | ۳۷۰ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۰ |
| ۳۷۰ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۱ | ۳۷۱ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۱ |
| ۳۷۱ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۲ | ۳۷۲ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۲ |
| ۳۷۲ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۳ | ۳۷۳ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۳ |
| ۳۷۳ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۴ | ۳۷۴ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۴ |
| ۳۷۴ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۵ | ۳۷۵ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۵ |
| ۳۷۵ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۶ | ۳۷۶ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۶ |
| ۳۷۶ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۷ | ۳۷۷ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۷ |
| ۳۷۷ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۸ | ۳۷۸ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۸ |
| ۳۷۸ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۱۹ | ۳۷۹ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۱۹ |
| ۳۷۹ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۰ | ۳۸۰ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۰ |
| ۳۸۰ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۱ | ۳۸۱ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۱ |
| ۳۸۱ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۲ | ۳۸۲ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۲ |
| ۳۸۲ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۳ | ۳۸۳ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۳ |
| ۳۸۳ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۴ | ۳۸۴ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۴ |
| ۳۸۴ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۵ | ۳۸۵ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۵ |
| ۳۸۵ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۶ | ۳۸۶ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۶ |
| ۳۸۶ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۷ | ۳۸۷ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۷ |
| ۳۸۷ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۸ | ۳۸۸ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۸ |
| ۳۸۸ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۲۹ | ۳۸۹ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۲۹ |
| ۳۸۹ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۰ | ۳۹۰ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۰ |
| ۳۹۰ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۱ | ۳۹۱ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۱ |
| ۳۹۱ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۲ | ۳۹۲ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۲ |
| ۳۹۲ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۳ | ۳۹۳ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۳ |
| ۳۹۳ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۴ | ۳۹۴ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۴ |
| ۳۹۴ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۵ | ۳۹۵ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۵ |
| ۳۹۵ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۶ | ۳۹۶ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۶ |
| ۳۹۶ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۷ | ۳۹۷ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۷ |
| ۳۹۷ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۸ | ۳۹۸ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۸ |
| ۳۹۸ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۳۹ | ۳۹۹ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۳۹ |
| ۳۹۹ | زلزلہ کی شکار وقت بھی کر دے گی | ۴۴۰ | ۴۰۰ | ڈاکٹر محمد الحکیم خان کا بیعت | ۴۴۰ |

| نمبر | موضوع | صفحہ | نمبر | موضوع | صفحہ |
|------|--|------|------|--|------|
| ۳۸۸ | ڈاکٹر ایگزیکٹو ڈیڑھ کی بات | ۱۰۶ | ۳۸۸ | ڈاکٹر ایگزیکٹو ڈیڑھ کی بات | ۱۰۶ |
| ۳۸۹ | ڈوئی کا انجام | ۱۲۵ | ۳۸۹ | ڈوئی کا انجام | ۱۲۵ |
| ۳۹۰ | ڈوئی کی موت پر حضرت اقدس کے اثرات | ۲۹۰ | ۳۹۰ | ڈوئی کی موت پر حضرت اقدس کے اثرات | ۲۹۰ |
| ۳۹۱ | ڈاکٹر ڈوئی کی موت پر امریکی اخبارات پر تبصرو | ۲۲۸ | ۳۹۱ | ڈاکٹر ڈوئی کی موت پر امریکی اخبارات پر تبصرو | ۲۲۸ |
| ۳۹۲ | میں نے حرم لایم کا حرم | ۲۹۹ | ۳۹۲ | میں نے حرم لایم کا حرم | ۲۹۹ |
| ۳۹۳ | میں نے حرم لایم کا حرم | ۲۹۹ | ۳۹۳ | میں نے حرم لایم کا حرم | ۲۹۹ |
| ۳۹۴ | کی ملازمت | ۴۰۰ | ۳۹۴ | کی ملازمت | ۴۰۰ |
| ۳۹۵ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۳۹۵ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۳۹۶ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۳۹۶ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۳۹۷ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۳۹۷ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۳۹۸ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۳۹۸ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۳۹۹ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۳۹۹ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۰ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۰ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۱ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۱ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۲ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۲ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۳ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۳ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۴ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۴ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۵ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۵ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۶ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۶ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۷ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۷ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۸ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۸ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۰۹ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۰۹ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۰ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۰ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۱ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۱ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۲ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۲ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۳ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۳ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۴ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۴ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۵ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۵ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۶ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۶ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۷ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۷ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۸ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۸ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۱۹ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۱۹ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |
| ۴۲۰ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ | ۴۲۰ | کتاب صابروں کی ایک اور | ۴۰۰ |



والٹا سے بحیرہ فارس تک اور افغانستان و بلوچستان سے بخارا تک پھیلا ہوا ہے۔ فارس کہہ تا تھا۔
بلکہ بقول بعض اکثر حصہ افغانستان و بلوچستان موجودہ اور دریائے گندھ کے منبع سے شمالی علاقہ جو
کہ شخر کی طرف پیسہ ہوا ہے ان میں داخل تھا اور کش بھی انہی حدود کے اندر ہے۔ لیکن خفائے
عباسیہ کے زمانہ میں یہ علاقہ ماوراء النہر کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا۔

مرزا ہادی بیگ | جب کش کی حکومت سے تیمور نے اپنے چچا حاجی برلاس کو نکال دیا تو انہوں
نے خراسان میں پناہ لی اور وہیں فوت ہو گئے۔ تیمور نے بد زل خراسان
کا علاقہ فتح کر کے ایشیہ چچا کی اولاد کو جاگیر میں دے دیا۔ اس لئے انہوں نے وہاں ہی رہائش اختیار
کر لی۔

مگر کچھ عرصہ بعد خاندان کے ایک بزرگ مرزا ہادی بیگ صاحب نے اپنے بچے کے نام اور دیگر رہائے ہوئے
علاقہ مقبوضہ واپس آئے۔ دیکھتے ہیں کہ یہاں کے لوگ جو کہ ہادی کی پڑاوی ہیں اور جو بد زل کو عزم ہندوئے
حضرت اقدسؑ ان کی ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بادشاہ کے وقت میں (یعنی بد زل کی سلطنت کا عرصہ) علی تھا۔ بزرگ اجداد اس نیاز مندابی
کے خاص تھے۔ یہ ایک جماعت تھی کہ ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار
کے آئے ہیں پہنچے۔ اور دراصل یہ بات ان کاغذات سے ابھی طرح واضح نہیں ہوتی کہ کیا وہ مار
کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوئے تھے یا بعد اس کے بلا توقف اس ملک میں پہنچ گئے۔
لیکن یہ امر اکثر کاغذات کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساتھ ہی پہنچے ہوں یا کچھ دن
بعد آئے ہوں۔ مگر انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا خاص تعلق تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس
کورنٹ کی فہم میں سوز و گداز میں شمار کئے گئے۔ تھے چنانچہ بادشاہ وقت سے بہت سے
دیہاتہ امور جو گیارہ کے انہیں ملے۔ اور ایک بڑی زمینداروں کے وہ تعقدار ٹھہرائے گئے۔ ”راہ“

حضرت اقدسؑ کے خود نوشت خاندانی حالات | اس موقع پر مناسب معلوم ہونا
ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنی بعض

کتب میں اپنے خاندان کے متعلق جو حالات خود اپنے قلم سے درج فرمائے ہیں۔ انہیں نقل کر دیا جائے

منور فرماتے ہیں :-

سماری قوم مغل رہا ہے اور مہرے بزرگوں کے پرانے کائنات سے جو بے تکلفوہ ہیں
 مظلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سم قند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً سو تہائی
 ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال ہیں سے تھے۔ درودہ ایک معزز رئیس کی حبشیت سے
 اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصہ کی مدد جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو اب دور سے
 تمبنا بجاس کوں بگوشہ شمال مشرقی واقع ہے فرونش ہو گئے۔ جس کو انہوں نے آباد کر لیا
 کا نام اسلام پور رکھا جو چھپے اسلام پور تھائی ماہی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور
 کا لفظ ہٹوں کو بھول گیا اور قاضی مہدی کی شہر قاضی رہا۔ وہ پھر آخر قاضی بنا اور اس سے بڑے
 کر قادیان بن گیا۔ اور قاضی مہدی کی وجہ سے یہ زبان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا علاقہ ان کے
 قریباً ساٹھ لاکھ ہے ان دنوں میں مسابہ سبب ابھرا ہوا تھا غائب اس دھرتی سے کا نام
 ماجھ تھا کہ اس ملک میں کھینسیں بکثرت ہوتی تھیں۔ اور ماجھ زبان ہندی میں میناس کہلاتے
 ہیں اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو غلامی کی حالت چاہیے تھی اس لئے ان کی کشتی ہماری تھی
 اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ ان اور کس وجہ سے ماجھ بزرگ
 سم قند سے اس ملک میں آئے مگر غنائات سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک میں کسی وہ معزز اور
 اور خاندان قادیان ریاست میں سے تھے۔ ان میں کسی قوی خصوصیت اور ترقی دہ سے اس
 ملک کو چھوٹا کر دیا تھا پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات لٹوا
 جاگیران کوئے چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہوئی

مرزا فیض محمد صاحب | مرزا ہادی بیگ کی وفات کے بعد ان کے خاندان کی عظمت و جلال
 میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان میں ملک کے ان کی نویں پشت میں مرزا فیض محمد

صاحب کے عہد اقتدار میں اس خاندان کے سلطنت کا یہ ساتھ اور بھی گہرے تعلقات قائم ہو
 گئے چنانچہ ۱۸۶۷ء میں شاہنشاہ فرخ سیر نے مرزا فیض محمد صاحب کو ہفت ہزاری کا عہدہ عطا
 کر کے "عضد الدولہ" کا خطاب دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خود اپنے طور پر ریاست ہزارہ نوجوانوں کی

۱۷ مئی ۱۸۶۷ء، ۲۶ مئی ۱۸۶۷ء سے شریل دور ہے، مکتبہ کتاب اسلامیہ حیدرآباد

نہج رکھ سکتے تھے اور یہ اعزاز اس زمانہ میں معتد ترین افراد سلطنت کو دیا جاتا تھا۔

حضرت اندلس علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان مندرجہ بالا کتب الہیہ
مرزا گل محمد صاحب میں بیان کرتے ہیں۔

"سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا مرزا گل محمد صاحب ایک نامور اور مشہور رئیس
اس نواح کے تھے جس کے پاس اس وقت دس گھوڑے گھڑائے گئے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے
مستور عملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ تاہم ان کی جو انفرادی اور یا منی کی حیثیت
تھی کہ اس قدر قریب میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفریق و انداز میں
زمینوں کو دے دیئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں غرض وہ طوائف الملوکی کے زمانہ میں
اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ
ان کے دسترخوان پر روٹی لگاتے تھے اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن تھے
ان کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر اہل اللہ اور
قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا اور نام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جو
تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں اور گرد و
نواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے۔ قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا۔ مکتے کہتے
تھے۔ کیونکہ اس پُر مشرب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارک پناہ کی جگہ تھی۔ اور
دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت
اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے خود اس زمانہ کے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ
اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک پارٹ تھا۔ جس میں
حامیان دین و صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صد ہا پٹے پائے جاتے
تھے۔ اور اس نواح میں یہ واقعات مشہور ہیں۔ کہ مرزا گل محمد صاحب مرحوم مشائخ وقت کے
بزرگ لوگوں میں اور صاحب خواق اور کرامات تھے جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے
اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہو گئے تھے اور عجیب تریہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی
مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفان دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ غرض وہ علاوہ

ریاست اور ماریت کے اپنی دینت اور تقویٰ اور مردانہ سمیت اور دلو اعظمی اور حمایت
 دین اور بہمد دی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے
 والے سب کے سب متقی اور یک چلن اور اسامی غیرت رکھنے والے اور فنی و فخور سے
 دور رہنے والے اور بہادر اور بارگاہی تھے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب
 رحمہ سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک وزیر مہمست مغلیمہ کا قادیان میں آیا جو ضیاء
 اللہ کے نام سے مشہور تھا اور اس نے مرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی
 اور بہت اور اولوالعزمی اور استقامت اور عقل اور ذہن اور حمایت مسلم و دہوش سیرت دین
 اور تقویٰ اور طہارت اور دیندار کے دل کو دیکھا، ان کے محققہ و بہا کو عقل اور ایک چلن
 اور بہادری سے پُر پایا، وہ شہید بہادر پڑا کہ اگر مجھ پہلے خبر نہ ملتی کہ میں کل
 میں خانہ ان مغلیمہ میں سے ایک ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات یہ وزیر مہمست کے ملے
 جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ یہ مسل اور
 ناپائیدی اور بدوصفی مورخہ میں سے اس کو توت دہلی پر بھیجا جائے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی ناگزیر ہے کہ وہاں کے میرے پردادا صاحب موصوف
 یعنی مرزا گل محمد نے پٹلی کی یہ رانی سے جس کے ساتھ در خواست بھی تھے۔ وقت پانی تھی
 یہاں کے غلام کے وقت اہلباء نے اتفاق کو کہہ کر اس مرض سے لئے، اپنے وزیر
 کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ نہ مہمست نہیں رکھنے تھے کہ ان کی خدمت میں
 عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریب میں عرض کر دیا تب انہوں نے کہا کہ اگر
 خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بہت سی دوائیں ہیں میں نہیں جانتا
 کہ اس پلید پیز کو استعمال کروں و میں خدا کے قضا و قدر پر رانی ہوں۔ آخر چند روز کے
 بعد اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو قدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کیسے
 یادگار رہا کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ اختیار نہیں
 کرتا۔ لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ غسوس ان نوابوں اور امیروں

نے مرزا گل محمد صاحب کا انتقال غائبانہ میں ہوا بحوالہ میرت المہدی صفحہ اول صفحہ ۱۲۹

اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس پسند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بالکل لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھوں کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں۔ اور شب کو پانی کی طرح پینے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پمید اور نپاک کر کے اور عمر طبعی سنہ بھی برباد کر دیتے ہیں بعض ہوساک موارض میں مبتلا ہو کر جلد مر جاتے ہیں اور زندہ نسلوں کے لئے نہایت حدیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

مرزا عطاء محمد صاحب [ب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے

تو بچائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی میرزا عطاء محمد صاحب فرزند شہید ان کے گدی نشین ہوئے۔ ان کے وقت میں خدا تعالیٰ کی سکرت اور معلومت سے لڑائی میں سکوت غالب آئے دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں مگر قضا و قدر ان کے ابادہ کے حوائق نہ تھی اس لئے ماکام رہے یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس ایک قادیان رہ گئی اور قادیان اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قبضہ تھا اور اس کے چاروں طرف تھے۔ اور بڑوں میں فوت کے آدمی رہتے تھے اور بندگان تو ہیں یقیں اور تحصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھترے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل پر اس پہ جا سکتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو زم گڑھیہ کہلاتا تھا اول فریب کی راہ سے بیازت لے کر قادیان میں داخل ہوا۔ اور پھر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور ان کے مال و متاع سب لوٹی گئی کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسما کئے گئے اور جہالت اور تعصب سے باغلوں کو کاٹ دیا گیا۔ اور بعض مسجدیں جن میں اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھڑلہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلا یا گیا جس میں پانسون نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا جو نہایت بے ادبی سے جلا یا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے

سلحہ قادیان کے طے میں آمد و رفت کیلئے چار دروازے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ بٹانی دروازہ۔ پہاڑی دروازہ۔

موری دروازہ اور تکی دروازہ "قادیان" مرتبہ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم صفحہ اول۔ سلحہ تخمیناً ۱۸۵۷ء میں قادیان

اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہونے پھوڑے عرصہ کے بعد انہی دشمنوں کے

منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی پھر

مرزا غلام مرتضیٰ صاحب

رجحیت سنگہ کے تخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرزا

غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات

میں ست پانچ گاؤں واپس لے گئے۔ کیونکہ اس عرصہ میں رجحیت سنگہ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی

ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنائی تھی۔ سو ہمارے تمام دیہات بھی رجحیت سنگہ

کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ اور لاہور سے پشاور تک اور دوسری طرف لودھیانہ تک اس کی ملک

داری کا سلسلہ پھیل گیا تھا۔ غرض ہماری پانی ریاست خاک میں مل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ

میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پرانے ساندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح

میں مشہور رئیس تھے۔ گورنر کے دربار میں رُمرہ کر سی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلوائے

جدا کرتے تھے۔ چنانچہ میرے پس کرغین صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ

نویس پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہرولہ پڑتے تھے۔ اور

بسا اوقات ان کی بلوائی کے لئے مقام وقت ڈیڑی لائے۔ کشتہ ان کے مکان پر ان کی ملاقات

کرتے تھے۔

میرے خیال میں اگر اس موقع پر میرے پس کرغین ۵۵ نوٹ

سر پیل کرغین کی شہادت

درج کر دیا جائے جو انہوں نے اپنی محولہ بالا کتاب "تذکرہ

روسائے پنجاب" میں حضرت احمد قادیانی کے زمانہ ان کے حالات کے متعلق لکھا ہے تو فائدہ بہت

نہ ہوگا۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

"شہنشاہ بابر کے عہد حکومت کے آخری سال یعنی ۱۵۵۵ء میں ایک مغل مستثنیٰ آدمی بیگ

باشیر سمرقند اپنے وطن کو چھوڑ کر پنجاب میں آیا اور ضلع گورداسپور میں بودو باش اختیار کی

یہ کسی قند لکھا پڑھا آدمی تھا اور قادیان کے گرد و نواح کے ستر مواضع لاقاضی یا مجاہدیت

لے کر ریاست کو بچھڑا۔ کتاب البرہہ طبع اول ماشیہ صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۲۶۔

یہ ہے کہ پچاسی گاؤں تھے۔ میرے دادا پر گن چھا ہے۔ (رتب)

مقرر کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ قادیان اُس نے آباد کیا اور اس کا نام اسلام پور قادیان رکھا۔ جو بدلتے بدلتے قادیان ہو گیا۔ کئی پشتوں تک یہ خاندان شاہی عہد حکومت میں وزیر عہدوں پر متنازع رہا۔ اور محض سکھوں کے عروج کے زمانہ میں یہ انکس کی حالت میں ہو گیا تھا۔ گل محمد اور اس کا بیٹا عطا محمد مگر ٹھہرے اور کنہیا مسلوں سے جن کے قبضہ میں قادیان کے گرد و نواح کا علاقہ تھا۔ ہمیشہ لڑتے رہے۔ اور آخر کار اپنی تمام جاگیر کھو کر عطا محمد بیگوالی میں سردار فتح سنگھ اہلووالیہ کی پناہ میں چلا گیا اور باہر سالانہ اس و امان سے زندگی بسر کی۔ اس کی وفات پر رنجیت سنگھ نے جو رام گروہیہ مسل کی تمام جاگیر پر قابض ہو گیا تھا۔ غلام مرتضیٰ کو قادیان واپس بلا لیا اور اُس کی جدی جاگیر کا ایک بہت بڑا حصہ اُسے واپس دے دیا۔ اس پر غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی محض میں داخل ہوا۔ اور کشمیر کے سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔ تو نہال سنگھ شیر سنگھ و دربار لاہور کے دوروں سے میں غلام مرتضیٰ ہمیشہ فوجی خدمت پر مامور رہا۔ ۱۸۴۳ء میں جرنیل و پھر اسے ساتھ سیدی اورنگو کی طرف بھیجا گیا اور ۱۸۴۳ء میں بک پیادہ محف کا کیدان بنا۔ پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارہ کے قصد میں اس نے کا۔ اُسے تمیز کئے اور جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو یہ اپنی سرکار کا نمک حلال رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔ اس موقع پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اچھی خدمات دیں۔ جب بھائی مہاراج سنگھ اپنی فوج سے دیوان مولراج کی امداد کے لئے ملتان کی طرف جا رہا تھا۔ تو غلام محی الدین اور دوسرے جاگیر داران تنگ خان ساہیوال اور صاحب متھل ٹوانہ نے مسلمانوں کو بھڑکایا۔ درمصر صاحب دال کی فوج کے ساتھ یاغیوار سے مقابلہ کیا اور ان کو شکست فاش دی۔ ان کو سولے دینار چناب کے کسی ویران بھنگنے کا رامنہ نہ تھا۔ یہاں چھ سو سے زیادہ آدمی ڈوب کر مر گئے۔

الحاقی کے موقع پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہو گئی۔ مگر سات سو روپیہ کی ایک پاشن غلام

۱۷۰ تذکرہ رؤسائے پنجاب۔ میں اس نوٹ کے حاشیہ پر ہے کہ پنجابی زبان میں جسے شہادہ بولتے ہیں اکثر عربی میں دال سے بدل جاتا ہے چنانچہ گنبد گنبد۔ استاد استاذ۔

۱۷۱ یہ شہادہ کا واقعہ ہے بحوالہ کتاب "تہذیب و تمدن" صفحہ ۷۹ +
۱۷۲ یعنی جب پنجاب کا الحاق انگریزی عملداری کیساتھ ہو گیا

مرتضیٰ اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اس کے گرد و نواح کے مواضعات پر ان کے حقوق مالکانہ رہے۔ اس خاندان نے ۱۵۵۷ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب بہادر کی فوج میں اس وقت تھا۔ جبکہ افسر موصوف نے ترمیو گھاٹ پر نمبر ۱۴ مینٹو انفنٹری کے باغیوں کو جو ساکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا۔ جنرل نکلسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ ۱۵۵۷ء میں خاندان قادیان ضلع کوٹہ کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال۔

خاندان احمد کے قادیان سے
جلال وطنی کے مختصر حالات

اوپر کسی جگہ ماثبہ میں درج کیا جا چکا ہے کہ مرزا اعلیٰ صاحب کا انتقال سنہ ۱۸۱۲ء میں ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد مرزا عطاء محمد صاحب کے زمانہ میں سکھوں نے دور ملاقات کے بہانہ سے اندر داخل ہو کر قادیان پر قبضہ کر لیا اور مرزا صاحب موصوف اپنے خاندان سمیت ریاست کپور تھلہ میں بمقام بیگ وال پناہ گزین ہونے پر مجبور ہو گئے یہ سنہ ۱۸۱۲ء کا واقعہ ہے۔ یہ ان ایام کا ذکر ہے جبکہ ریاست کپور تھلہ کے والی راجہ فتح سنگھ صاحب کے۔ راجہ فتح سنگھ صاحب آپ کے ساتھ فراخ دلی سے پیش آئے اور آپ کے گزارہ کے لئے دو گاؤں کی پیش کش کی لیکن مرزا صاحب موصوف نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر ہم نے یہ گاؤں لے لئے تو ہماری اولاد کی ہمت پست ہو جائے گی۔ اور اپنی خاندانی روایات کو قائم رکھنے کا طویل ان کے دل سے جاتا رہے گا۔

مرزا عطاء محمد صاحب اس جلال وطنی کے زمانہ میں ستواتر گیارہ سال سختیاں بھیلنے کے بعد تخمیناً ۱۸۱۲ء میں کیونڈیہ میں ہی انتقال فرما گئے۔ آپ کے فرزند مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کا جنازہ راتوں رات قلعیان آئے اور سکھوں کی مزاحمت کے باوجود اسے بڑی دلیری سے اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کیا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ خاندان نظاہر بالکل بے سہارا رہ گیا اور بحالت کم و بیش بیس برس تک قائم رہی لیکن اب چونکہ حضرت اقدس سرہ کی ولادت کا وقت قریب آتا جا رہا ہے۔

۱۸۱۲ء میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی ولادت ہوئی۔ اس معاملہ پر بعد میں بتاؤں گا۔ اس نے بھی سکھوں کا مظاہرہ کیا تھا۔

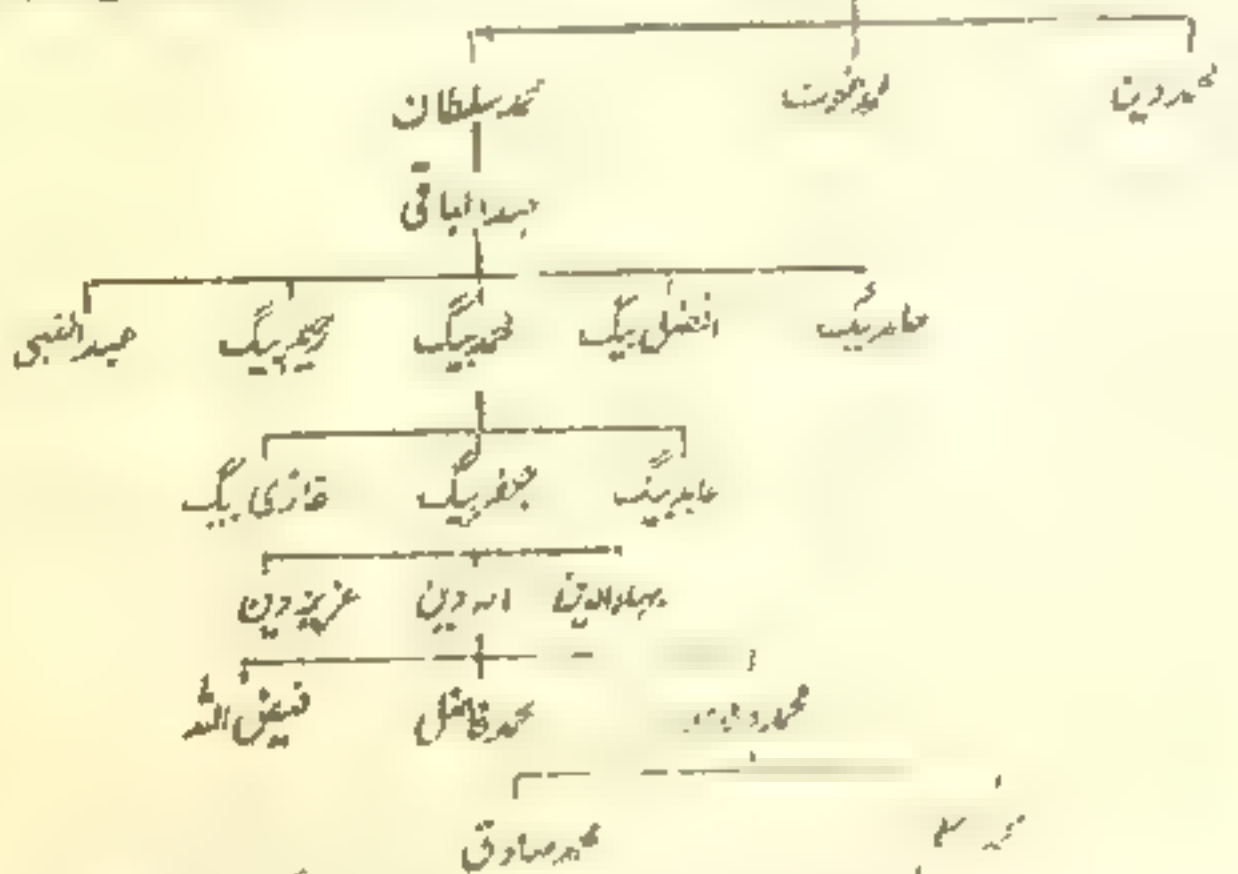
۱۸۱۲ء میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی ولادت ہوئی۔

رہا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کی واپسی کا غیب سے سامان کر دیا، اور وہ اس وقت کے لئے
 ۱۸۳۵ء میں بہار جہ رنجیت سنگھ نے آپ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو قادیان کی
 ریاست کے پانچ گزوں واپس کر دئے جو سکھوں کی عملداری تک یعنی متواتر چودہ سال آپ کے قبضہ
 میں رہے۔ مگر جب ۱۸۴۹ء مارچ ۱۸ء کو پنجاب کا صدر تہ نگار نذیر سی عمر لدی میں شامل کر لیا گیا۔ تو بعض باغی
 دور کی جاگیروں کے ساتھ قادیان کی جاگیر بھی چھین لی گئی اور شاہک شونی کے طور پر سات سو
 بیس لے ایک معمولی سی پنشن اس خاندان کے لئے مقرر کر دی گئی۔ یہ پنجاب میں امیرزوں کا تسلط
 قائم ہونا تو عجیب کہ اور گناہ چوک ہے، آپ نے اپنی یہ بھول کے ماتحت لای کی طرف اس نئی حکومت
 کے ساتھ میں تعاون کیا کہ اس کے بغیر وہ یہ شہر آئندہ موقوفات میں حضرت اقدس کے سوانح
 کے ساتھ ساتھ بیان ہوتے رہیں گے۔

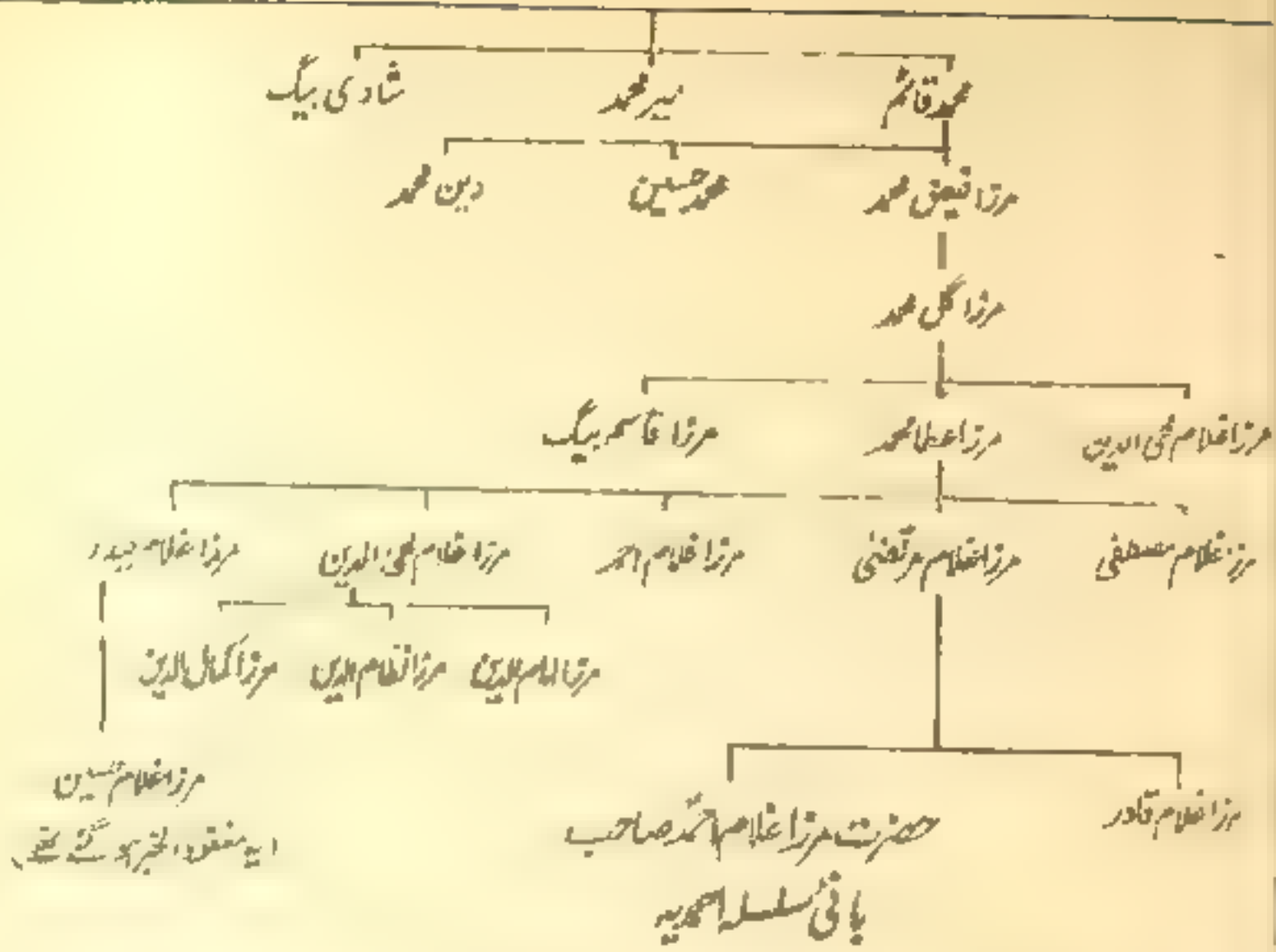
بنا حضرت اقدس کے سوانح کا خلاصہ اس سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت
 پر گھٹنے بند یہ خاندان ماسٹر دہلی میں رہ کر دیا جائے

شیخ ہاشم سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام

مرزا بادی بیگ رموت علی جو ۱۸۳۵ء میں عمر قند سے قادیان میں آئے،



ان کے صفحہ ۶۰ کا حوالہ فرمائیں،



نوٹ ۱۔ حضرت اللہ سے جو کہ محمد سلطان کی نسل سے تھے اس لشکر بہان نبی کی اولاد کا شجرہ نسب درج کیا گیا ہے اور وہ بھی اختصار کے ساتھ تفصیل کے لئے دیکھئے سیرۃ المہدی حصہ اول طبع اول صفحہ ۱۱۶ مولفہ حضرت صاحبزادہ 'البشیر احمد صاحب' ایہ اللہ بنصرہ العالیہ۔

نوٹ ۲۔ مرزا فیض محمد صاحب کے بعد کے حالات چونکہ اسی قدر تفصیل سے ملتے ہیں اس لئے اس کے بعد کا شجرہ عمل درج کیا گیا ہے۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی شادی

حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی شادی ائمہ شیعہ ہوشیار پور کے ایک معزز مغل خاندان میں ہوئی تھی حضرت اقدس کی والدہ محترمہ 'نام چراغ بی بی' تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ میں سیر چشمی، مہمان نوازی اور غیاپری کی صفات کو شاد کر بھری ہوئی تھیں۔ آپ غربا اور مساکین کو خاص شہم سے کھانا کھایا کرتی تھیں ورموت جوں کی ضروریات کو خاص خیال رکھا کرتی تھیں۔ یہ بات آپ کے معمولات میں سے تھی کہ جب کوئی غریب فوت ہو جاتا تو آپ فوراً اس کے لئے کفن تیار کروا کر اس کے گھر بھجوا دیتیں۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی اولاد | حضرت چراغ بی بی صاحبہ کے بطن سے
پانچ بچے پیدا ہوئے۔

۱۔ مراد بی بی۔ ان کی شادی مرزا محمد بیگ ہوشیار پوری سے ہوئی تھی۔ یہ خاتون صاحبہ دویا و
کشت تھیں۔

۲۔ مرزا غلام نور۔ صاحب۔ یہ حضرت اقدس کے بڑے بھائی تھے۔ گریزی حکومت میں کئی عرصہ
مہر دل پر مامور رہے۔ اپنے ضلع اپنی گورداسپور۔ دفتر ضلع کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے ہیں۔ ان کا
تذکرہ آئندہ صفحات میں موقعہ بہ موقعہ ہوتا رہے گا۔

۳۔ ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو جلد فوت ہو گیا۔

۴۔ بنت بی بی۔ وہ لڑکی جو حضرت اقدس کے ساتھ توام پیدا ہوئی اور جلد ہی فوت ہو گئی۔

۵۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ جن کے وجود
سے اب دنیا کی تقدیریں وابستہ ہیں۔

آپ کی پیدائش | آپ کی پیدائش سکھوں کے زمانہ میں ہوئی جبکہ پیدائش وغیرہ کا کوئی صحیح ریکارڈ
نہیں رکھا جاتا تھا اور آپ کا خاندان تو تھا بھی پریشانی کی حالت میں۔ اس نے

کوئی مستند دست ویرانی نہیں ملتی جس کی بناء پر تاریخ ولادت کی صحیح تعیین کی جاسکے۔ البتہ کچھ عرصہ
گزر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے آپ کی بعض تحریرات اور روایات کی بناء پر یہ

اندازہ لگایا تھا کہ آپ ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۴ اشوال ۱۲۵۵ھ بروز جمعہ بوقت نماز فجر پیدا ہوئے
تھے۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کے خاندان پر جو غریب و غنی

اور تنگ دستی کا دور تھا وہ قادیان کے واپس مل جانے کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا۔

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ توام پیدا ہوئے تھے اور وہ لڑکی جو آپ سے پہلے پیدا ہوئی تھی وہ
چند روز کے بعد فوت ہو گئی تھی۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے آپ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے کہ

”میں خیال کرتا ہوں کہ میں طرح پر خدا تعالیٰ نے انیت کا مادہ مجھ سے نکلی الگ کر دیا۔ آپ کے توام پیدا
ہونے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اس سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو بعض اسلامی نوشتوں میں کی گئی

تھی کہ مہدی معبود تو اُم پیدا ہوگا۔

آپ کی پیدائش سے چند برس پیشتر تیرہویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلویؒ اور حضرت اسماعیل شہید بالا کوٹ ضلع ہزارہ میں جام شہادت نوش فرما چکے تھے اور انگریزی حکومت کے اقتدار کی وجہ سے عیسائیت کا سیلاب پنجاب کو چھوڑ کر باقی سارے ہندوستان کو اپنی پلٹ میں لے چکا تھا۔ اب پنجاب کی باری تھی۔ پنجاب میں سب سے پہلے عیسائیوں نے ٹھیک ۱۸۳۵ء میں یعنی حضرت اقدسؒ کی پیدائش کے ساڑھے لودھیانہ میں اپنا پہلا تبلیغی مشن قائم کیا پس یہ کیا ہی عجیب خدائی تصرف ہے کہ ادھر صلیبی مذہب نے پنجاب میں اپنا تبلیغی نظام قائم کیا اور ادھر خدا تعالیٰ نے اس اٹھتے ہوئے قمر کا سر کچلنے کے لئے "کامر صلیب" کو قریب ہی کے ایک ضلع میں پیدا کر دیا۔ اور پھر جب وہ کامر صلیب بیعت لینے کے لئے مامور ہوا تو اس نے بیعت اولیٰ کے لئے لدھیانہ کے مقام کو ہی چنا۔

مثلاً مشہور ہے ہونہر بردا کے چکنے چکنے پات۔ بالکل اس مثل

حضرت اقدسؒ کا بچپن کے مطابق حضرت احمد قادیانیؒ کا بچپن بھی نہایت ہی پاکیزہ اور

دشمنہ تھا۔ نہ آپ کو دوسرے بچوں کے ساتھ فضول کھیلنے کو دینے کی عادت تھی اور نہ شوخی و شرارت میں آپ دوسرے بچوں کا ساتھ دیتے تھے۔ آپ کو ایک دن اپنے عہد طفولیت میں سنت انبیاء کے مطابق کچھ وقت بکریاں چرانے کا بھی موقع ملا۔ اور یہ قریب اس طرح پیدا ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ گاؤں سے باہر ایک کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کو گھر سے کسی پیز کے سنگوانے کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے ایک شخص کو قریب ہی بکریاں چرا رہا تھا۔ فرمایا کہ مجھے گھر سے یہ چیز دو۔ اس نے کہا میاں میری بکریوں کی نگہداشت کون کرے گا؟ آپ نے فرمایا تم جاؤ! میں ان کی حفاظت کروں گا چنانچہ آپ نے اس کی بکریوں کی نگرانی کی۔ اور اس طرح سے خدا تعالیٰ نے ایک رنگ میں آپ سے سنت انبیاء پوری کر دیا۔

آپ کے سوانح نگار اور مشہور مؤرخ سلسلہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ نے آپ کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ کہ آپ چھٹی عمر میں ہی اپنی ایک ہم عمر سے (جو بعد میں

لے فصوص الحکم مصنفہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ صفحہ ۳۶) حوالہ نامہ افاضل احمد مبارک علی مبدوعہ مشتمل۔

۱۰۰ سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۲۵۰ طبع ثانی

۱۰۰ لکھنؤ جون ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰۔

سب کے ساتھ مائی مائی فرمایا کرتے تھے۔ "یہ لڑکے اندام بہرے نماں خجیب کر رہے۔"

سبالی کینہ مدت اور عمدہ عادات و خصائل کی کا پختہ حاکم جس شخص نے ہو آپ کویت کی لکھ دے۔ یہ وہ آپ کا والد و شہ اموں۔

ایک دفعہ یحییٰ میاں محمد سیں صاحب سکھ بلو پستان کی اہیت ہے کہ۔

"مجھے مولوی سزاں الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

و السلام دہلی کے رستم صاحب قند بہرہاں سلمہ کے پاس گئے اور اس وقت حضور بھی وہاں

تھے۔ اس میں کچھ باتیں ہوئی تھیں باتوں میں مولوی خدام رستم صاحب سے جو

کہ الی اللہ صاحب کرمات تھے فرمایا کہ

"اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔"

انہوں نے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام پر محبت سے ادا نہ بھیجتے ہوئے کہی

مولوی سزاں الدین صاحب کتبہ میں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔"

حضرت اقدس کی تعلیم | انگریزی حکومت سے قبل پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی۔ اور

ایک حکومت کی تعلیم کی طرف مطلقاً توجہ نہ تھی۔ رؤسائے ملک

اپنے گھروں پر ہی اساتذہ کو بطور مالین رکھ لیتے تھے۔ انگریزوں کے ابتدائی زمانہ میں بھی کم و بیش یہی

نظم قائم رہا۔ اسی طرح پر حضرت اقدس کی تعلیم کے لئے بھی انتظام کیا گیا چونکہ حضرت نے اپنی ابتدائی

تعلیم کا خود ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور ہی کے الفاظ میں اسے دہرایا جائے

حضور فرماتے ہیں۔

"بہار میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن

شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الہی تھا اور جب میری عمر تین

دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام

فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم پڑی

تھی اس لئے ان استادوں کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دین دار

اور بزرگ آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد خوان سے پڑھے اور بعد میں کے جب میں سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا۔ تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اور ان کا نام شیخ علی شاہ تھا۔ ان کو کھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اور ان آخر ذکر مولوی صاحب سے میں نے خواہر سہلی اور محنت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کا کرس بھی بیٹھے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب بن گئے۔

اس اقتباس میں جن تین اساتذہ کا ذکر ہے ان میں سے پہلے استاد یعنی مولوی فضل الہی صاحب فاضل کے باشندہ اور مذہب حنفی تھے۔ دوسرے استاد یعنی مولوی فضل احمد صاحب فاضل کے باشندہ اور مذہب شیعہ کے باشندہ اور تیسرے استاد مولوی شیخ علی شاہ بٹالہ کے باشندہ اور مذہب شیعہ تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیم کے لئے ایسے اساتذہ بھیجے جو مسلمانوں کے مشہور فرقوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اور ایسا اس لئے ہوا کہ آپ کے لئے مستقبل قریب میں تمام مسلمانوں کی اصلاح کا ایک عظیم الشان کام سپرد کیا جانے والا تھا اور اس انتظام کی وجہ سے آپ کو ہر فرقہ کے علماء اور اساتذہ کی وجہ سے کچھ نہ کچھ واقفیت پیدا ہو گئی۔

اس زمانہ کی مرتبہ کھیلوں میں آپ کا حصہ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس زمانہ میں عام طور پر کشتی ریکی میگلدر اور

موگری اٹھانے کے کھیل مروج تھے۔ اور آوارہ مزاج لوگوں میں ڈیہاڑی اور مرغ بازی کا بھی عام رواج تھا۔ مگر حضرت اقدس مؤخر الذکر قسم کی تمام کھیلوں سے طبعاً متنفر تھے۔ تاہم اعتدال کے ساتھ اور مناسب حد تک آپ ورزش اور تفریح میں حصہ لیتے تھے۔ آپ نے بچپن میں تیرا سیکھا تھا اور کبھی کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں تیرا کرتے تھے۔ اسی طرح ادراں میں کھوڑے کی سواری بھی سیکھی تھی اور اس فن میں اچھے ماہر تھے۔ مگر آپ کی زیادہ ورزش بدل چلتا تھا جو آخر تک قائم رہی۔ آپ کئی کئی میل تک سیر کے لئے جانا کرتے تھے اور خوب تیز چلا کرتے تھے۔

تالیف: ۱۵۰ تا ۱۵۱ء حیات النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵۲ء مسند احمد ۱۵۳ء مسند صحیحہ و تواتر





حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رحمہ

کسی کو بھیج کر مرزا صاحب کو بلواتے تھے چنانچہ آپ آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور والد صاحب کے پاس ذرا فاصلہ پر بیٹھ جاتے۔ دیر بعد عادت بنتی کہ بایاں باتہ اکثر منہ پر رکھ لیا کرتے تھے۔ اور کچھ نہ بولتے۔ اور نہ کسی کی طرف دیکھتے۔ بڑے مرزا صاحب فرماتے کہ "اب تو آپ نے اس ذہن کو دیکھ لیا" بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا مسیحا ہے نہ تو کوری کرتا ہے نہ کھانا سے اور کچھ دینے سے کچھ نہیں کھاتا کسی مسجد میں ملتا کہ ویتا ہوں۔ اس میں اسے کوئی کام نہ تھا۔ آج وہ زندہ موتے تو دیکھتے کہ کیا بادشاہ بن بیٹھا ہے اور بنگالہ دہلی اس کے در کی غلامی کے لئے دور در سے آتے ہیں۔

کثرت مطالعہ | مطالعہ کے حوالے سے زیادہ آپ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے حتیٰ کہ بعض ایسے ایسے دلوں کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں تمام لوگ آپ کو جب بھی دیکھا قرآن کریم ہی پڑھتے دیکھا۔

آپ کے بڑے فرزند حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت ہے کہ آپ کے پاس آپ قرآن مجید تلاوت اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ شاید اس ہزارہ نبی اس کا پڑنا ہو کتابوں کے مطالعہ میں آپ کو اس قدر انجم تھا کہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے نیاز ہو کر آپ یہ کام کرتے تھے آپ کا اپنا بیان ہے کہ "ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا نہ تھا میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہایت عمدی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے۔"

مقدمات کی پیروی | آپ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام قاسمی صاحب دیکھ رہے تھے کہ آپ کو دینی کتب کے مطالعہ اور نماز روزہ وغیرہ احکام الہی کو بکا

لانے کا تو شغف ہے لیکن دنیاوی امور سے جو انہیں ایسی زمیندارانہ حیثیت میں پیش آتے تھے آپ اسے یہ ایک نجابی نقطہ جس کے معنی ہیں ایسا شخص جو اپنے وقت کا اکثر عرصہ مسجد میں گزارنے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں گزارے۔ ۱۰۰ ۱۰۰ تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۰ ۱۰۰ حیات النبی صہد اول صفحہ ۱۰۰ ۱۰۰ حاشیہ کتاب جبرہ طبع دوم صفحہ ۱۰۰

بالکل غافل ہیں۔ اس نے اس خیال سے کہ میرا یہ بیٹا کہیں میرے بعد اپنے بڑے بھائی کا دست نگرانہ رہے آپ کو حکم مقامات کی پیروی کے لئے ارشاد فرما دیتے تھے۔ آپ اپنے والد صاحب کی اطاعت کی خاطر ان مقامات کی پیروی میں مصروف تو ہو جاتے تھے لیکن باسطیح آپ کو اس شغل سے نفرت تھی۔ چنانچہ آپ کا بیان ہے کہ

”میرے والد صاحب اپنے بعض آثار و اجداد کے دیہات کو دوبارہ بیٹے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے انہوں نے اپنی حضرات میں مجھے بھی لگایا۔ اور ایک عرصہ درزنگ میں ان کاؤں میں مسکوں رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سادقت عزیز میرا ان یہودہ جھگڑوں میں منافع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری مور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا تھا۔ ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیا داروں کی طرح مجھے رو بخلق بناویں اور میری طبیعت اس طریق سے سخت میزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کشنرے قادیان آتا چلا۔ میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہیئے۔ مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا۔ پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے ایک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا۔ اور ان کے لئے دعائیں بھی مشغول رہتا تھا۔ ورنہ مجھے دلی یقین سے بڑا مالوالدین جانتے تھے اور لسا اوقات کہا کرتے تھے کہ میں صرف ترختم کے لئے پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف۔ صحیح در سچی بات یہی ہے۔ ہم تو اپنی غرضات کر رہے ہیں“

۱۵ رسالت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ص ۵۷۰ تا ۵۷۱ مندرجہ احکم مشیرت مسیح موعود نمبر صفحہ ۵

پہلے مئی جون ۱۹۳۳ء + ۱۵ کتاب لبریرہ صفحہ ۵۰ تا ۵۲ ح ۱۰

تاریخ اذیان کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن وجودوں کے ذمہ اصلاح خلق کا کام کرنا چاہتا ہے۔ انہیں ان کے زمانہ ماموریت سے قبل ایسے حالات میں سے گذرنا ہے جن کی وجہ سے انہیں اصلاح خلق کے کام میں بہت مدد ملتی ہے۔ مثلاً حضرت اقدس کے حالات کو ہی دیکھ لیجئے۔ آپ کے زمانہ میں انصاف کے حصول کے لئے انگریزی عدالتیں قائم تھیں جن میں فریقین مقدمہ اور وکلاء عموماً سچائی امانت اور دیانت کو خیر باد کہہ کر مقدمات کی پیروی کرتے تھے آپ نے اس کے خلاف مقدمات کی پیروی کر کے اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ایسا بے نظیر نمونہ قائم کیا کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے فلاں مقدمہ میں ذرہ بھر سچائی سے انحراف کیا۔ بلکہ جیسا کہ آئندہ صفحات سے ظاہر ہوگا آپ نے ایسے عدیم النفرہ نمونے پیش کئے ہیں کہ مخالفت سے محاف کو بھی یہ اقرار کرنے کے بخیر رہ نہ رہا کہ آپ نے اس بارہ میں شاندار مثال قائم کی ہے۔

فی اجل اس سلسلہ میں آپ کے زمانہ ماموریت سے قبل کی میں صفت چند مثالیں پیش کرتا ہوں
اول۔ ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے آپ کو لاہور جانا پڑا وہاں آپ سید محمد علی شاہ صاحب کے ہاں فروکش تھے تو قادیان کے ایک معزز رئیس بھتہ مگر محکمہ جنگلات میں ملازمت کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے چیف کورٹ میں مقدمہ تھا۔ شاہ صاحب کا ملازم آپ کے لئے چیف کورٹ میں کھانا لے جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ کھانے کے واپس آیا تو شاہ صاحب نے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب نے کھانا نہیں کھایا؟ تو کہنے لگا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ گھر پر ہی آکر کھانا ہوں چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد آپ بشاش بشاش شاہ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ شاہ صاحب نے پوچھا کہ آج آپ اتنے خوش کیوں ہیں؟ کیا فیصلہ ہوا؟ فرمایا۔ مقدمہ تو ختم ہو گیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آئندہ اس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ شاہ صاحب کو تو اس خدا سے سخت تکلیف ہوئی مگر آپ کو کچھ ملا نہ ہوا۔ کوئی دنیا دار ہوتا تو آخری عدالت میں مقدمہ مارنے کی وجہ سے سخت حزن و دکھ محسوس کرتا مگر آپ خوش ہیں کہ شکر ہے مقدمہ سے خلاصی ہوئی اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ارمیکہ لئے فرصت مل گئی۔

دوم۔ آپ فرماتے ہیں۔

۱۵ حیات النبی بعد اول صفحہ ۵۷

”میں شانہ میں ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور میں نماز پڑھنے لگا۔ چپہ اسی نے اونٹنی کے گریں نماز میں تھا، اذیق ثانی پیش ہو گیا۔ اور اس نے مکلفہ کا ردائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور اس بات پر دیا۔ مگر عدالت نے پرواہ نہ کی۔ مقدمہ اس کے خلاف کر دیا اور مجھے ڈگری دے دی۔ میں تب نماز سے فارغ ہو کر گیا تو مجھے خیال تھا کہ تیسرا مقدمہ کا نوٹی ہو رہا ہے۔ یہی فیہ حاضری کو دیکھا ہو مگر جب میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں تو آپ کو ڈگری دے چکا ہوں۔“

موسم۔ ایک دفعہ کہہ آیا لی عمر چیس تیس برس کے قریب تھی آپ کے والد بزرگوار کا اپنے موروثیوں سے درخت کاٹنے پر ایک تنازعہ ہو گیا۔ آپ کے والد بزرگوار کا اندیشہ یہ تھا کہ زمین کے مالک ہونے کی حیثیت سے درخت بھی ہماری ملکیت ہیں۔ ان لئے انہوں نے موروثیوں پر دعویٰ دائر کر دیا اور دستوراً مقدمہ کی پیروی کے لئے گورنمنٹ بھیجی۔ آپ کے ہمراہ دو گواہ بھی تھے۔ آپ جب اس سے گذر کر ایک گاؤں پہنچا تو راستہ میں ذرا سستانے کے لئے بیٹھ گئے اور ساتھیوں کو ”خا“ بنا کر کے فرمایا۔ وہ صاحب یونہی فکر کرتے ہیں۔ درخت کھیتی کی طرح ہوتے ہیں یہ غریب لوگ ہیں اگر کاٹ لیں تو کیا ہرج ہے بہ حال میں تو عدالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً یہ ہمارے ہی ہیں اس ہمارا حصہ ہو سکتے ہیں۔“ موروثیوں کو بھی آپ پر بے حد اعتماد تھا چنانچہ جب جج جج نے موروثیوں سے اصل معاملہ پوچھا تو انہوں نے بلا تامل جواب دیا کہ نو، مرزا صاحب سے دریافت کر لیں۔ چنانچہ مجسٹریٹ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ ”میرے نزدیک تو درخت کھیتی کی طرح ہیں جس طرح کھیتی میں ہمارا حصہ ہے ویسے ہی درختوں میں بھی ہے چنانچہ آپ کہہ دیں۔ بیان پر مجسٹریٹ نے موروثیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ واپسی پر جب آپ کے والد صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوئے۔“

آپ کی منسلک المزاجی اور حسن خلق کے چند نمونے | آپ کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا

۱۰ حیات النبی جلد اول صفحہ ۵۶ + ۱۰ روایت میاں الیاء صاحب ٹھیکیدار، روایات

معاہدہ حصہ نہم صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳ +

کرتے تھے کہ ”والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری“

قادیان کے کنبیا محل صراف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ خود حضرت مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کرا دیا جائے۔ حضور جب نہ پر پہنچے تو آپ کو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکے والے کو وہاں چھوٹا اور خود پیدل واپس تشریف لائے۔ یکے والے کو پل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا اور مرزا صاحب غائب پیدل ہی شاملہ گئے تو میں نے یکہ والے کو بلا کر پٹیا اور کہا کہ کم بخت! اگر مرزا نظام دین موتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھتا پڑتا تو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے اس لئے تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو سن ہوا تو آپ نے مجھے ٹاک فرمایا ”وہ یہی خطر کیستہ بیٹھا رہتا ہے مرزا کی لگائی چھڑکی۔“

آپ کے خادم مرزا اسماعیل بیگ محرم کی شہادت ہے کہ جب حضرت اقدس اپنے مددگار کے ارشاد کے ماتحت لغت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے تو وہاں لے لے لکھوڑا بھی رہتے ہوئے تھا اور میں بھی عموماً کتاب ہوتا تھا۔ لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھڑے پر سوار کرا دیتے۔ میں بار بار ”کار کرتا“ عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے آپ فرماتے کہ

”بم کو پیدل چیتے شرم نہیں آتی۔ تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے“

جب حضرت قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کراتے جب اُسف سے کم یا زیادہ اُسٹے ہو جاتا تو میں اتر پڑتا اور آپ سوار ہو جاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کراتے اور بعد میں آپ سوار ہوتے۔ جب آپ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا۔ اُسی چال سے چلنے دیتے“

مرزا دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ

۱۔ میرٹ آبادی حصہ اول طبع دوم سنہ ۲۱۹ھ - ۲۔ حکم بدست میں موعود مہر مئی جون سنہ ۱۹۳۲ء

۳۔ الحکم ۱۱ مئی سنہ ۱۹۳۵ء

سام کا جواب دیا۔ آپ کا حسن و جمال اور ملاحت اور آپ کی پُر شفقت و پُر محبت نگاہ مجھے
اب تک یاد ہے اور مجھے کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپ کی محبت نے مجھے فریفتہ کر لیا اور آپ
کے حسین و جمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس وقت آپ نے مجھے فرمایا۔ اے احمد!
تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ جب میں نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف دیکھا تو معلوم
ہوا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور وہ مجھے اپنی ہی ایک تصنیف معلوم ہوئی۔ میں نے
عرض کیا حضور! یہ میری ایک تصنیف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا۔ کہ تو نے اس کتاب
کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کتاب کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔
عرض آنحضرتؐ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے
ہاتھ میں آئی تو آنجنابؐ کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن
گئی کہ جو امروہ سے مشابہ تھا مگر بقدر تریبوز تھا۔ آنحضرتؐ نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے
کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہدہ نکلا کہ آنجنابؐ کا ہاتھ مبارک مرنق
تک شہدہ سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ جو دروازے سے باہر پڑا تھا۔ آنحضرتؐ کے معجزہ سے زندہ
ہو کر اس عجز کے پیچھے آکھڑا ہو اور یہ چیز آنحضرتؐ کے سامنے کھڑا ہوا جیسے ایک
سستی حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال اور حاکم نہ شان سے
ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔

پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس عرض سے
دی کہ تائیں اس شخص کو دوں کہ جو تھے سرے سے زندہ ہوا۔ اور باقی تمام قاشیں میرے
دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں
کھالی پکڑ چب وہ بنہ زندہ اپنی قاش کھ چکا تو

”میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرسی اونچی ہو گئی ہے حتیٰ کہ چھت کے

کے ماتحت آپ کے والد صاحب خاموش ہو گئے۔ ورنہ ان کے دل کی اندرونی آویزی تھی کہ خاندان کی وجاہت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کسی نہ کسی جگہ ملازمت کر کے دنیوی وقار حاصل کریں چنانچہ بعض مقامات پر آپ ملازمت کے لئے بھجوائے بھی گئے مگر آپ کا دل کہیں بھی نہیں لگا ہاں آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے سپرد جو عظیم الشان کام کیا جانے والا تھا اس کے سلسلہ میں آپ کو بہت سے تجربات حاصل ہو گئے۔

سیالکوٹ میں ملازمت | آپ کو ۱۸۹۳ء کے قریب سیالکوٹ میں بکراہت چند سال بکراہی ملازمت کرنی پڑی اور اس ملازمت کی وجہ سے آپ چار سال

سیالکوٹ میں رہے۔ وہاں جو تجربہ آپ کو حاصل ہوا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-
 ”اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری ہمیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں بہت کم ایسے ہونگے جو پورے طور پر صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں اور جو ان ناجائز خطوط سے اپنے نہیں بچ سکیں جو ابتلا کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہوں یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں۔ اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اس مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں۔ میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے خلاق فاضلہ، حلم و کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور بھد دی خلق اور پاک باطنی اور آل حلال اور صدق مقال اور پرہیز گاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں بلکہ بہتوں کو تکبر اور بدسلوکی اور لاپرواہی دین اور طرح طرح کے اخلاق مذبیہ میں شیطان کے بھائی پایا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا“

ملازمت قید خانہ ہے | چنانچہ سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران میں ایک مرتبہ آپ کی والدہ محترمہ نے قادیان کے ایک مجام حیات نامی کے ذریعہ آپ کو چار

ہوڑے کیڑوں کے بھجوائے آپکی فیاض طبیعت نے ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا اس حجام کے حوالہ کر دیا حالانکہ وہ خاص اہتمام سے آپ ہی کے لئے تیار کروائے گئے تھے۔ اس حجام نے برسبیل تذکرہ آپ سے ملازمت کے متعلق عرض کیا کہ کیا آپ کو یہ ملازمت پسند ہے۔ فرمایا۔

”قید خانہ ہی ہے“

حفاظت الہی کا مجرمانہ واقعہ | سیالکوٹ آشریف لے جانے پر سب سے پہلے آپ کو

محکمہ جہنہ نورد میں ایک چوبارہ میں رہنا پڑا۔ اس چوبارہ کے گریں اور مجرمانہ طور پر آپ کے طفیل اس کے اندر کے تمام ذرا کے محفوظ رہنے کے واقعہ کا ذکر کرنے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

”ایک رات میں ایک مکان کی دوسری منزل پر سویا ہوا تھا اور سہی کمرہ میں میرے ساتھ چند یاسوہ نامی اور سی تھے۔ ات کے وقت شہتیر میں ٹاک ٹاک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو بکایا کہ شہتیر خوفناک ہو رہا ہے یہاں سے حل جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی چوبارہ گاؤں کی بات نہیں اور یہ کہہ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی آواز آئی تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر یہ بھی انہوں نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا۔ اور سب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور دوسری چھت کو ساندھے کر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے۔“

قیام سیالکوٹ کے بعض حالات | چوبارہ کے گرنے کے بعد آپ کچھ عرصہ کشمیری محلہ میں رہے اور پھر آخر تک سیالکوٹ کی جامع مسجد

کے سامنے حکیم منصب علی صاحب دثیقہ نویس کے ہمراہ ایک بیٹھک میں وقت گزارا۔ کشمیری محلہ میں آپ میاں فضل دین صاحب کے چھوٹے بھائی عمر نامی کشمیری کے مکان پر رہا کرتے تھے۔ خود انہیں اطراف کو غالباً ۱۹۲۰ء میں اس مکان کو دیکھنے کا موقع ملا۔ میاں فضل دین صاحب کے عزیزوں میں سے کسی نے مجھے بتایا کہ حضرت صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ آپ جب پجری سے واپس تشریف

تے تھے تو دروازہ میں داخل ہونے کے بعد دروازہ کو پیچھے ڈک کر بند نہیں کرتے تھے تاکہ گلی میں چالاک
سی نا اطمینان عورت پر نظر نہ پڑے بلکہ دروازہ میں داخل ہوتے ہی دونوں ہاتھ پیچھے کر کے پہلے دروازہ
بند کر لیتے تھے اور پھر پیچھے مڑ کر زنجیر لگایا کرتے تھے۔ گھر میں سوائے قرآن مجید پڑھنے اور نمازوں
میں لمبے لمبے سجدے کرنے کے اور آپ کا کوئی کام نہ تھا۔ بعض بیات لکھ کر دیواروں پر لٹکا دیا کرتے
تھے اور بچہ ان پر غور کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات دفتری کاموں کے لئے بعض زمیندار مکان پر آ
کر بیٹنے کی خواہش کرتے تو آپ میاں فضل دین صاحب کو فرمایا کرتے کہ میاں فضل دین۔ ان کو کھڑ
اے میں تمہارا کام کچری میں ہی کر دیا کروں گا یہاں آکر یاد کروانے کی ضرورت نہیں۔

خدمت خلق کا جذبہ سی آپ کے دس میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ مہینہ بھر ملازمت کرنے کے بعد
جو تنخواہ آپ دفتہ سے لاتے۔ اس میں سے ٹرک وغیرہ کا معمولی خرچ رکھ کر باقی رقم میں سے محلہ کی
یونٹوں اور محتاجوں کو کپڑے بنو دینے یا نقدی کی صورت میں تقسیم فرما دیتے تھے علم طب سے بھی آپ
لو کافی واقفیت تھی جو بعض مقامات پر اس کا علاج بھی کرتے اور اس کی شفا کے لئے جناب الہی میں
مدا د بھی فرماتے۔

ہندوستان کو عیسائی بنانے کے سہرا
اور سیالکوٹ کا اس میں حصہ

۱۸۵۷ء کے اندر کے بعد انگریزوں نے اس
حکومت اور پریگنڈے کے زور سے اس
ملک کے باشندوں کو عیسائی نہیں بنائے گئے تو اس ملک میں پھر صدر کے سے حالت پیدا ہونا کچھ
مشکل نہیں پتا۔ پتا اس مقصد کے لئے لندن میں بی بی ٹی سکیمیں تیار کی جانے لگیں۔ برطانیہ
پارلیمنٹ کے ایک پارلیمانی ممبر مسٹر ٹنگلس نے ان دنوں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

خداوند قہار نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت، ہندوستان کے لوگوں کے
تاکہ عیسائی مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا ہے۔
برطانیہ کو اپنی نیا نیا قوت، ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی عیسائی
دست کرنی چاہیے۔

۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے اس
حکومت اور پریگنڈے کے زور سے اس
ملک کے باشندوں کو عیسائی نہیں بنائے گئے تو اس ملک میں پھر صدر کے سے حالت پیدا ہونا کچھ
مشکل نہیں پتا۔ پتا اس مقصد کے لئے لندن میں بی بی ٹی سکیمیں تیار کی جانے لگیں۔ برطانیہ
پارلیمنٹ کے ایک پارلیمانی ممبر مسٹر ٹنگلس نے ان دنوں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

خداوند قہار نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت، ہندوستان کے لوگوں کے
تاکہ عیسائی مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا ہے۔
برطانیہ کو اپنی نیا نیا قوت، ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی عیسائی
دست کرنی چاہیے۔

۱۸۹۲ء میں انگلستان کے وزیر اعظم لارڈ پارسون اور وزیر ہند چارلس وڈ کی خدمت میں ایک وفد پیش ہوا جس میں درلعوام اور دارالامراء کے رکن اور دوسرے بڑے بڑے لوگ شامل تھے انگلستان کے سب سے بڑے پادری آرج بشپ آف کنٹریری نے اس وفد کا تعارف کر دیا۔ وزیر ہند نے اس وفد سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

میرزا ابان ہے کہ وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے۔ انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنا رہا ہے اور ایمپائر کے استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے۔ عیسائیت کے سربراہ اور وہ حضرات کی توجہ سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کا یہ خیال تھا کہ اگر ہم نے عیسائیت کی اشاعت کے لئے پورے پورے صرف کیا تو تھوڑے ہی عرصہ میں ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور ملک کے بیشتر حصہ کو عیسائی بنا کر اپنی سلطنت کو مستحکم کر لیں گے۔ پنجاب کے مشنوں میں سے سیکرٹ مشن کو ایک نمایاں خصوصیت حاصل تھی کیونکہ یہ مشن ملک کی ایک خاص ذمہ داری کی اشاعت جاری ہوا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کسر علیہ کا کام لینا تھا۔ اسلئے اس نے آپ کی عزت میں یہ ثابت کیا کہ ایک غیر معمولی ہوس پیدا کر دیا تھا۔ اور اس کے مواقع بھی ابتدائی سے پیدا کر دیئے

پادری بٹر صاحب ایم۔ اے پر آپ کی شخصیت کا اثر اپنا بیچہ جن پادری صاحبان سے ملے ہیں میں سے بٹر صاحب ایم۔ اے ممتاز تھے۔ آپ کی تقریر اور دلائل نے پادری صاحبان کے دل پر گہرا اثر کر لیا کہ کئی روز دفتر کے آخری وقت میں حضرت قدس کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور آپ سے باتیں کرتے کرتے آپ کی فرود گاہ تک پہنچ جاتے اور بڑی خوشی سے اس چھوٹے سے مکان میں بیٹھ جاتے جس میں آپ کی سکونت تھی۔ بعض تنگ ظرف عیسائیوں نے پادری صاحبان سے یہ روکا بھی کہ اس حرم میں آپ کی ہتھکڑیاں اور مش کی خفت ہے مگر پادری صاحب نے بڑے حلم اور ممانعت سے جواب دیا کہ

میں یہ کہتا ہوں کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس کو تیرا سمجھتے ہیں غیب سمجھتے ہوں گے

9. Clock London 1904
The Mission 124, 125, 126, 127, 128, 129, 130, 131, 132, 133, 134, 135, 136, 137, 138, 139, 140, 141, 142, 143, 144, 145, 146, 147, 148, 149, 150, 151, 152, 153, 154, 155, 156, 157, 158, 159, 160, 161, 162, 163, 164, 165, 166, 167, 168, 169, 170, 171, 172, 173, 174, 175, 176, 177, 178, 179, 180, 181, 182, 183, 184, 185, 186, 187, 188, 189, 190, 191, 192, 193, 194, 195, 196, 197, 198, 199, 200, 201, 202, 203, 204, 205, 206, 207, 208, 209, 210, 211, 212, 213, 214, 215, 216, 217, 218, 219, 220, 221, 222, 223, 224, 225, 226, 227, 228, 229, 230, 231, 232, 233, 234, 235, 236, 237, 238, 239, 240, 241, 242, 243, 244, 245, 246, 247, 248, 249, 250, 251, 252, 253, 254, 255, 256, 257, 258, 259, 260, 261, 262, 263, 264, 265, 266, 267, 268, 269, 270, 271, 272, 273, 274, 275, 276, 277, 278, 279, 280, 281, 282, 283, 284, 285, 286, 287, 288, 289, 290, 291, 292, 293, 294, 295, 296, 297, 298, 299, 300, 301, 302, 303, 304, 305, 306, 307, 308, 309, 310, 311, 312, 313, 314, 315, 316, 317, 318, 319, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329, 330, 331, 332, 333, 334, 335, 336, 337, 338, 339, 340, 341, 342, 343, 344, 345, 346, 347, 348, 349, 350, 351, 352, 353, 354, 355, 356, 357, 358, 359, 360, 361, 362, 363, 364, 365, 366, 367, 368, 369, 370, 371, 372, 373, 374, 375, 376, 377, 378, 379, 380, 381, 382, 383, 384, 385, 386, 387, 388, 389, 390, 391, 392, 393, 394, 395, 396, 397, 398, 399, 400, 401, 402, 403, 404, 405, 406, 407, 408, 409, 410, 411, 412, 413, 414, 415, 416, 417, 418, 419, 420, 421, 422, 423, 424, 425, 426, 427, 428, 429, 430, 431, 432, 433, 434, 435, 436, 437, 438, 439, 440, 441, 442, 443, 444, 445, 446, 447, 448, 449, 450, 451, 452, 453, 454, 455, 456, 457, 458, 459, 460, 461, 462, 463, 464, 465, 466, 467, 468, 469, 470, 471, 472, 473, 474, 475, 476, 477, 478, 479, 480, 481, 482, 483, 484, 485, 486, 487, 488, 489, 490, 491, 492, 493, 494, 495, 496, 497, 498, 499, 500, 501, 502, 503, 504, 505, 506, 507, 508, 509, 510, 511, 512, 513, 514, 515, 516, 517, 518, 519, 520, 521, 522, 523, 524, 525, 526, 527, 528, 529, 530, 531, 532, 533, 534, 535, 536, 537, 538, 539, 540, 541, 542, 543, 544, 545, 546, 547, 548, 549, 550, 551, 552, 553, 554, 555, 556, 557, 558, 559, 560, 561, 562, 563, 564, 565, 566, 567, 568, 569, 570, 571, 572, 573, 574, 575, 576, 577, 578, 579, 580, 581, 582, 583, 584, 585, 586, 587, 588, 589, 590, 591, 592, 593, 594, 595, 596, 597, 598, 599, 600, 601, 602, 603, 604, 605, 606, 607, 608, 609, 610, 611, 612, 613, 614, 615, 616, 617, 618, 619, 620, 621, 622, 623, 624, 625, 626, 627, 628, 629, 630, 631, 632, 633, 634, 635, 636, 637, 638, 639, 640, 641, 642, 643, 644, 645, 646, 647, 648, 649, 650, 651, 652, 653, 654, 655, 656, 657, 658, 659, 660, 661, 662, 663, 664, 665, 666, 667, 668, 669, 670, 671, 672, 673, 674, 675, 676, 677, 678, 679, 680, 681, 682, 683, 684, 685, 686, 687, 688, 689, 690, 691, 692, 693, 694, 695, 696, 697, 698, 699, 700, 701, 702, 703, 704, 705, 706, 707, 708, 709, 710, 711, 712, 713, 714, 715, 716, 717, 718, 719, 720, 721, 722, 723, 724, 725, 726, 727, 728, 729, 730, 731, 732, 733, 734, 735, 736, 737, 738, 739, 740, 741, 742, 743, 744, 745, 746, 747, 748, 749, 750, 751, 752, 753, 754, 755, 756, 757, 758, 759, 760, 761, 762, 763, 764, 765, 766, 767, 768, 769, 770, 771, 772, 773, 774, 775, 776, 777, 778, 779, 780, 781, 782, 783, 784, 785, 786, 787, 788, 789, 790, 791, 792, 793, 794, 795, 796, 797, 798, 799, 800, 801, 802, 803, 804, 805, 806, 807, 808, 809, 810, 811, 812, 813, 814, 815, 816, 817, 818, 819, 820, 821, 822, 823, 824, 825, 826, 827, 828, 829, 830, 831, 832, 833, 834, 835, 836, 837, 838, 839, 840, 841, 842, 843, 844, 845, 846, 847, 848, 849, 850, 851, 852, 853, 854, 855, 856, 857, 858, 859, 860, 861, 862, 863, 864, 865, 866, 867, 868, 869, 870, 871, 872, 873, 874, 875, 876, 877, 878, 879, 880, 881, 882, 883, 884, 885, 886, 887, 888, 889, 890, 891, 892, 893, 894, 895, 896, 897, 898, 899, 900, 901, 902, 903, 904, 905, 906, 907, 908, 909, 910, 911, 912, 913, 914, 915, 916, 917, 918, 919, 920, 921, 922, 923, 924, 925, 926, 927, 928, 929, 930, 931, 932, 933, 934, 935, 936, 937, 938, 939, 940, 941, 942, 943, 944, 945, 946, 947, 948, 949, 950, 951, 952, 953, 954, 955, 956, 957, 958, 959, 960, 961, 962, 963, 964, 965, 966, 967, 968, 969, 970, 971, 972, 973, 974, 975, 976, 977, 978, 979, 980, 981, 982, 983, 984, 985, 986, 987, 988, 989, 990, 991, 992, 993, 994, 995, 996, 997, 998, 999, 1000

عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام | عرصہ قیام سیالکوٹ میں عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو آپ

نے اس خوبی، متانت اور سنجیدگی سے اپنے پُر زور دلائل کے ساتھ روکا کہ اپنے اور بیگانے سب آپ کی قابلیت کا لوازمات گئے۔ ذیل میں ہم شمس العلماء مولانا سید میر حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی کی دو فصل شہادتیں درج کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ زندگی گزارنے اور اسلام کی طرف سے دفاع کرنے میں آپ نے کس قدر اہم پارٹ ادا فرمایا۔

حضرت اقدس کے قیام سیالکوٹ کے متعلق | شمس العلماء جناب مولانا سید میر حسن صاحب مرحوم جو شاعر مشرق، کٹر مولانا سید میر حسن صاحب کا پہلا بیان | سر محمد اقبال صاحب کے، شاندار فرمائے ہیں

حضرت مرزا صاحب مٹلہ میں بمقرب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ چونکہ آپ عزالت پسند اور پارسا اور فنسول و خوشی سے بچنے والے تھے۔ اس لئے عام لوگوں کی ملاقات جو کثرت تصبیح اوقات کا باعث ہوتی ہے۔ آپ پسند نہیں دیتے تھے تاہم بصیرت مند صاحب دیکھ کر ان کے نام نہ سمجھنے وال صاحب بڑا ہی اطمینان سے سٹٹ تھے ان کے بڑے رفیق تھے اور چونکہ ٹالہ میں مرزا صاحب اور ان صاحب آپس میں تفریق رکھتے تھے اس لئے سیالکوٹ میں بھی ان سے نہاد کمال رہا۔ اس سبب سے کمال دوست مرزا صاحب کے مگر اس قہر میں تھے تو ماہ صاحب ہی تھے۔ اور چونکہ ماہ صاحب سلیمہ بیگم اور لیاقت نواں فارسی اور ذہن رسا رکھتے تھے۔ اس سبب سے بھی مرزا صاحب کو علم و دست ہونے کے باعث ان سے بہت محبت تھی۔

مرزا صاحب کی علمی باقت سے کھری وائے آگاہ نہ تھے مگر چونکہ اسی سال کے اوائل گرمیاں ایک عرب نوجوان محمد صالح نام شہر میں وارد ہوئے اور ان پر جاسوسی کا شبہ ہوا تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے جن کا نام ہرکسن تھا (اور پھر وہ آٹھ میں کمشنر پولیٹڈ کی کٹری کے ہو گئے تھے) محمد صالح کو اپنے محکمہ میں جبریں تعینات حالات طبع کی وجہ سے وہ اکثر تھکی رہنے صاحب کو کہ عربی میں کمال استعداد رکھتے تھے اور عربی زبان میں تھوڑا سا پختہ

کر سکتے تھے۔ اس واسطے مرزا صاحب کو بلا کر حکم دیا کہ جو جو بات ہم کہیں عرب صاحب سے
پوچھو اور جو جواب وہ دیں اردو میں ہمیں لکھواتے جاؤ۔ مرزا صاحب نے اس کام کو کما حقہ
ادا کیا اور آپ کی بہت توفیق پر منکشف ہوئے۔

اس زمانہ میں مولوی الہی بخش صاحب کی سچی سے جو چیف مخبر مدارس تھے۔ رب اس
عہدہ کا نام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہے، کچھ ی کے ملازم منشیوں کے لئے ایک مدرسہ قائم
ہوا کہ رات کو کچھ ی کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب جو اس
وقت اسسٹنٹ رجسٹرار تھے، امتحان مقبول ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع
کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔

مرزا صاحب کو اس زمانہ میں مذہبی مسائل کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ پادری صاحبوں
سے کثرتاً رہتا تھا۔ ایک دفعہ پادری امام صاحب سے جو ایسی عیسائی پادری
تھے وہاں بول رہے تھے، انہوں نے کہا کہ میں ایک کونسل میں رہا کرتے تھے۔ مسلمان
مواہد صاحب نے کہا کہ غصوں مذہب قبول کرنے کے بعد نجات نہیں ہو سکتی۔
مرزا صاحب نے ان کے پاس مل جل کر رہا ہے، وہ نجات سے آپ کہا مردہ تھے ہیں
مفسر بیان ہے۔ پادری صاحب سے کچھ مفصل گفتگو کی اور مباحثہ ختم کر بیٹھے۔ اور
کہا کہ میں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا۔

پادری بلر صاحب ام۔ نے سے جو اعلیٰ و اشرافیہ تھے۔ مرزا صاحب کا مباحثہ
بہت دفعہ ہوا۔ یہ صاحب موضع گوہر پور سے قریب رہتے تھے، ایک دفعہ پادری صاحب
فرمانے لگے کہ مسیح کو بے باپ پیدا کرنے میں یہ برہمن تھا کہ وہ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے
اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا بری رہا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ مریم بھی تو آدم کی
نسل سے ہے۔ پھر آدم کی شرکت سے بریت کیسے؟ اس پر وہ زور عورت ہی نے تو آدم کو
تغیب دیا جس سے آدم نے درخت ممنوع کا پھل کھایا اور گنہگار ہو گیا۔ میں چاہئے تھا کہ

اس زمانہ میں میرزا صاحب کی شہرت اور دہلی میں اس کی کتابوں میں عروت بڑھ کر تھی۔
اس کی کتابوں میں سے ایک کتاب "آلہ بیع و سود" ہے۔

مسیح عورت کی شرکت سے بھی بُری رہنے۔ اس پر بادری صاحب خاموش ہو گئے۔

بادری بٹلر صاحب مرزا صاحب کی بہت عزت کرتے تھے، در بڑے ادب سے اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ بادری صاحب کو مرزا صاحب سے بہت محبت تھی چنانچہ بادری صاحب ولایت جانے لگے تو مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے پکھری میں تشریف لائے، لڑائی کشتہ صاحب سے بادری صاحب سے تشریف آوری کا سبب پوچھا۔ تو بادری صاحب نے جواب دیا کہ میں مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آیا تھا۔ چونکہ میں وطن جانے والا ہوں اس لئے اُن سے تخری ملاقات کروں گا۔ چنانچہ جہاں مرزا صاحب بیٹھے تھے وہیں چلے گئے اور فرش پر بیٹھے رہے اور ملاقات کر کے چلے گئے۔

چونکہ مرزا صاحب پادریوں کے ساتھ مباحثہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس واسطے مرزا شکستہ تخلص نے جو بعد ازاں موت شعلہ کی کرتے تھے، وہ وہ ایک نام جاننے والے رہنے والے تھے مرزا صاحب کو کہا کہ سید احمد خاں صاحب نے تو رات و انجیلی کی تفسیر لکھی ہے آپ ان سے شرط و کتابت کریں میں مدد میں آپ کو بہت مدد ملے گی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے سید کو علی میں نہ لکھا۔

پکھری کے منشیوں سے شیخ احمد صاحب مرحوم سابق فیض دہلی سے بہت اُنس تھا اور نہایت پکی اور سچی محبت تھی۔ شہر کے بزرگوں سے ایک وہی صاحب محبوب عالم نام سے جو عزت گزں اور بڑے عابد و پرہیزگار و قشربندی طریق کے صوفی تھے مرزا صاحب کو دلی محبت تھی۔

چونکہ جس بٹھاک میں مرزا صاحب مدد حکیم منسوب علی کے جو زمانہ میں وقتہ نویس تھے رہتے تھے اور وہ نہ پاؤں رہتے اور اس زمانہ کے بہت قریب تھے جس میں حکیم حسام الدین صاحب مرحوم سلطان دوا سازی اور دوا دہشی اور طب رکھتے تھے اس سبب سے حکیم صاحب اور مرزا صاحب میں تعارف ہو گیا چنانچہ حکیم صاحب مرزا صاحب سے قانونیہ اور وجہ بھی کچھ حصہ پڑھا۔

حکیم صاحب تخت پیرجام شاہ صاحب سیالکوٹی کے والد بزرگوار تھے۔

چونکہ مرزا صاحب سازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے تختاری کے
امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا پر امتحان میں
کامیاب نہ ہوئے اور کیونکر ہوتے وہ دنیوی اشغال کے لئے بنائے نہیں گئے تھے۔
ہے ۵ ہر کسے را بہر کار سے ساختند

ان دنوں نجاب یونیورسٹی کی شیخ فیلم ہونی تھی اس میں بی اے کی استعداد تھی جس کی
تجوہ یہ ایک سو ویدہ ماہ تھی جس میں ان کی خدمت میں عرض کی۔ کیا درخواست بھیج دیں
یہ نہ آپ نے لیا کہ انہی نے بنانی کے واسطے سے نہت کار ہے آپ نے اس عمدہ پر مقرر ہو جائیں گے
ذرا میں مدد کی کو پسند میں کرنا بہ کہ اکثر لوگ پڑھ کر بعد اس بہت شہرت کے کہ کرتے ہیں
اور علم کو ذلیل و راند جائز کا ہوں کہ ان تھے میں اس آفت کی وحید سے بہت ڈرتے ہوں۔
احمد شاہ اندین ظالم و ادا رہم۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کثرت نیک باطن تھے
ایک وقتہ سی لے چھا کہ نسیا کو، مثلاً کہوں نہیں سوتا آپ نے فرمایا ریچرچ کیا سوتے
جاگتے رات بے خیالوں کے سو اچھے نہیں کھتے اور پاک خیالوں کو دل میں آئے نہیں دیتے اس واسطے
ان نجاب میں بھی اختتام نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ اس کے بارہ میں ذکر ہوا تھا۔ ایک کہتا کہ بہت کھلی اور وسیع موہری ہوتا ہے
تھا ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ بلحاظ ستر عورت تنگ موہری کا پاجامہ بہت اچھا اور فاضل
ہے۔ اور میں پودہ زیادہ ہے کیونکہ اس کی تنگ موہری کے باعث زمین سے بھی ستر عورت
ہو جاتا ہے۔ سب نے اس کو پسند کیا۔

آخر مرزا صاحب نوکری سے دبا برداشت ہو کر استعفاء دے کر سن ۱۸۶۵ء میں یہاں سے
تشریف لے گئے ایک دفعہ سن ۱۸۸۰ء میں آپ تشریف لائے اور لالہ بھیم سین صاحب کے مکان
پر قیام فرمایا اور منقریب دعوت حکیم میر حسام الدین صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔

اس امتحان میں کامیاب نہ ہونے کی ایک ظاہری وجہ یہ پیدا ہوئی کہ مائیس امیدوار امتحان میں شامل ہوئے تھے۔
جن میں سے ایک نرن سنگھ نامی امیدوار امتحان میں شرکت کرتے پکڑا گیا جس کی وجہ سے سبھی امیدوار فیل کر دئے
گئے۔ (میرت امجدی حصہ سوم صفحہ ۱۷۹ بروایت پٹن دیوی رام)

اسی سال سرسید احمد خاں صاحب غفرلہ نے قرآن شریف کی تفسیر شروع کی تھی۔ تین رکوع کی تفسیر یہاں میرے پاس پہنچی تھی جب میں در شیخ استاد صاحب مزا صاحب علی مدنی کے سے راہ حکیم سبین صاحب کے مکان پر گئے تو شاہ لعلگوہاں سرسید صاحب کا اگر شائع ہوا تھے میں تفسیر کا ذکر بھی آگیا۔ قرآن لکھا کرتیں رکوعوں کی تفسیر لکھی ہے جس میں یہ نزول قرآن کی بحث آئی ہے۔ فرمایا کہ جب آپ تو تفسیر لکھتے توں عرب و عربستان وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سنئے، در ضمن رنجوش نہ ہوئے، ورنہ تفسیر کو سبب مرگیا۔
راقرم پیر میں ملے

مولانا سید میر حسن صاحب کا حضرت
اقدس کے متعلق دوسرا بیان

”حضرت مزا صاحب پہلے محلہ شہر پان میں تھے اس عاصی پر مہا عاصی کے، سب نامہ کے سن تو ہے عمر انامی کشمیری کے مکان پر گراہ پر راکھ تھے کچھری سے سب تشریف لائے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر اکھڑے ہو کر ٹھپتے ہوئے تلاوت کرتے تھے۔ زار زار روپ کرتے تھے۔ یہی سادہ اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ ان کی تفسیر نہیں ملتی حسب عادت زمانہ صاحب صاحبات جیسے ہنگاموں کے پاس جاتے ہیں ان کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے۔ ان کو مالک مکان کے بڑے بھائی فضل دین نامہ کو جو فی الجملہ محلہ میں مودت تھا آپ لکھ کر زمانے میں ان کو دینا ان لوگوں کو سمجھا، وہ کہہ رہے تھے کہ ان کو کریم نہ پنا وقت ضائع کرے۔ نہ میرے وقت کو برباد کریں میں کچھ نہیں کر سکتا میں عمامہ نہیں ہوں حقنا کام میرے متعلق وہ کچھ ہی میں ہی کرتا ہوں۔ فضل دین ان لوگوں کو سمجھا کہ انہیں دہتے ہوئے میرا نام صاحب بھی اسی محلہ میں پیدا ہوئے اور ان کو سنئے جو سحر میں مزا صاحب کے خاص مقربین میں شمار ہوتے اس کے بعد وہ جامع مسجد کے رشتے ایک بیٹھا میں بعد منصب علی علیہ کے رہا کرتے تھے۔ وہ دینی منصب علی، وثیقہ لوہس کے عہدہ پر متاخر تھے۔ بیٹھا کے قریب ایک شخص فضل دین نامہ پڑھے دہندہ تھے تو ان کو بھی ان پر زور سے تھے ان کے

اکثر اجاب شام کے بعد آتے سب چھ سی آدمی آتے تھے۔ کبھی کبھی مرزا صاحب بھی تشریف لایا کرتے تھے اور کاکا ۵۵ نصر الدین نام عیسائی جو ایک مشن سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے آجایا کرتے تھے مرزا صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی اکثر بحث مدہبی امور میں ہوجاتی تھی۔ مرزا صاحب کی تقریر سے حاضرین مستفید ہوتے تھے۔

مولوی محبوب عام صاحب ایک برگ نہایت پارسا اور صالح اور مزانف شخص تھے مرزا صاحب ان کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے اور لالہ بھیہ حسین صاحب کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرو چنانچہ وہ بھی مولوی صاحب کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب کبھی بیعت اور پیروی میری کا ذکر ہوتا تو مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو خود سعی اور محنت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دَلِّیْنَ سَاحِدُوْا فِیْ نَآلِہِمْ سَبُّکُنَا۔ مولوی محبوب عام صاحب اس سے کشیدہ ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کے بغیر راہ نہیں ملتی۔

دینیات میں مرزا صاحب کی سبقت اور پیش روی تو عیاں ہے مگر ظاہری جہانی دوڑ میں بھی آپ کی سبقت اس وقت کے حاضرین پر صاف ثابت ہو چکی تھی۔

اس کا مفصل حال یوں ہے کہ ایک دفعہ کچہری برخواست ہونے کے بعد جب اہل کار گھروں کو واپس ہونے لگے تو اتفاقاً تیز دوڑنے در مسابقت کا ذکر شروع ہو گیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر ایک شخص بلا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لے جاتا ہوں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو۔ تو ثابت ہو جائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ ابوالصاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حد فاصل ہے نیگے پاؤں دوڑو جوتیاں یک آدمی نے اٹھالیں اور پہلے ایک شخص اس پل پر بھیجا گیا۔ تاکہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا۔ در پہلے پل پر پہنچا۔ مرزا صاحب اور بلا سنگھ ایک ہی وقت دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے جب پل پر پہنچے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے گئے۔ اور بلا سنگھ

پہچے رہ گیا۔ ۱۰

غاکسار عرض کرتا ہے کہ اس قسم کا غیرت دینی سے متعلق ایک واقعہ حضرت مولوی اسماعیل شہید
رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پیش آیا تھا جو ایک سکھ سے تیراکی کے مقابلہ کی بابت ہے کہ آپ نے اس کو تیرنے
میں شکست دی تھی۔

منشی سراج الدین صاحب کی شہادت | مشہور مسلم لیڈر مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر
زمیندار کے والدہ جہد منشی سراج الدین

صاحب مرحوم کی شہادت ہے کہ

”مرزا غلام احمد صاحب سنہ ۱۸۶۶ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں مہر تھے۔ . . .
اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور
متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا
تھا۔ عوام سے کم ملے تھے۔“ ۱۱

والد صاحب کی طرف سے ملازمت | حضرت قدس سیالکوٹ سے ملازمت چھوڑنے کی وجہ
چھوڑ کر قادیان پہنچنے کا ارشاد | بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔
”آخر چونکہ میرا عدار سنا میرے والد صاحب

پر بہت گراں تھا۔ اس لئے اُن کے حکم سے جو عین میری منشا کے مطابق تھا میں نے اتفاقاً
دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی۔ سبکدوش کر دیا۔ یہ پھر
والد صاحب کی خدمت میں حواضہ ہو گیا۔ . . . بقول صاحب مشنری رومی وہ
تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے

میں بہر جیسے نہاں شدم | جفتہ تھو تھاں وہ جاں شدم

ہر کسے از خن خود شد بار من | و ز دامن من

۱۰ سیرۃ المہدی حصہ اول طبع ثانی صفحہ ۲۰۰-۲۰۲ + ۱۱

۱۲ کتاب الہیہ طبع ثانی صفحہ ۱۵۲-۱۵۵ + ۱۳

۱۴ کتاب الہیہ طبع ثانی صفحہ ۱۵۲-۱۵۵ + ۱۵

۱۸۶۸ء

آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال

جب آپ کے والد ماجد نے آپ کو استعفیٰ دے کر واپس آنے کا ارشاد فرمایا تو آپ کی والدہ ماجدہ قادیان میں سخت

بیمار تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیماری کی حالت میں آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی جنہیں آپ سے بہت محبت تھی آپ کے والد ماجد سے آپ کو واپس بلانے کا تقاضا کیا ہوگا۔ اور آپ خود بھی چار سال کا بچہ تھے۔ اپنے خدارسیدہ لخت جگر سے جدا رہنے پر اس ہو گئے ہوں گے چنانچہ جب آپ اتر کر پہنچے تو قادیان کے لئے یہ کارانتظام کیا تو اس اثنا میں قادیان سے ایک درآمی بھی آپ کو لینے کے لئے آئے۔ وہ پہنچ گیا اس آدمی نے یکہ بان سے کہا کہ مکہ صمدی چلے۔ آپ کی والدہ کی حالت بہت نازک تھی مگر آپ کے بعد کہنے لگا۔ بہت ہی نازک تھی صمدی کرو کہیں فوت نہ ہو گئی ہوں آپ کو یہ سنئے ہی یقین ہو گیا کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے چنانچہ جب قادیان پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ کا یہ گمان درست تھا۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ واقعی انتقال کر چکی تھیں۔ **فان الله وانا به راحون**۔

آپ کے لئے اگرچہ اپنی والدہ ماجدہ کی جدائی کا زخم شدید تھا مگر آپ نے پورے صبر اور سکون سے اس صدمہ عظیم کو برداشت کیا۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ آپ کے والد ماجد آپ کو دیوبند میں مشاغل میں مصروف نہ لینے اور دینی کتب کے مطالعہ میں مصروف رہنے کی وجہ سے 'ماں' کہہ کر پکارا کرتے تھے مگر اس کے برعکس آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کی نیکی، تقویٰ اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے شدید محبت تھی اور وہ ذرا ذرا سی بات پر آپ پر سوجان سے قربان ہو جایا کرتی تھیں۔ اور آپ کی ہر قسم کی ضرورتوں کا خیال رکھتی تھیں حضرت اقدس کی اپنی والدہ ماجدہ سے محبت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد آپ جب کبھی ان کا ذکر فرماتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ آپ کے مورخ بکا حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ حضور علیہ السلام بہک مرنہ سیر کی غرض سے اپنے پرانے خاندانی قبرستان کی طرف نکلے گئے راستہ سے ہٹ کر آپ ایک جوش کے ساتھ اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر آئے اور اپنے خدام سمیت ایک لمبی دعا فرمائی اور چشم پریم ہو گئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت چراغ بی بی صاحبہ کی تاریخ وفات کی ابھی تک تعبیر نہ ہو سکا۔

وقت یا غوث وقت ہوتا۔ در اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

غم گزشت و نماند است جز اباے چند یہ کہ در یاد کے صبح کف شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہوا شعر رقت کے ساتھ پڑھتے تھے اور وہ یہ

از درے تو اے کس ہر سیکے نیست امیدم کہ روم نا امید

اور کبھی درو دل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے۔

باب دہدہ عشاق و خاکپائے کسے مراد لے ست کہ درخوں تپد بجائے کسے

ریاست کی پور قتلہ کے سر رشتہ آپ کی سیالکوٹ سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد آپ کو ریاست کی پور تعلیم کی افسری سے انکار کی طرف سے سر رشتہ تعلیم کی افسری کی پیشکش کی گئی جس سے انکار کرتے ہوئے آپ نے اپنے والد صاحب کی خدمت میں عرض

کی کہ :-

”میں کوئی نوکری کرنی نہیں چاہتا ہوں۔ دو جوڑے کھد کے کپڑوں کے بنا دیا کرو اور روٹی جیسی

بھی ہو بھجھ دیا کرو۔“

آپ کے والد ماجد نے جن کی زندگی میں اب نمایاں تغیر پیدا ہو چکا تھا۔ اپنے بیٹے کا یہ جواب سنا تو ایک شخص میاں غلام نبی کو نہایت رقت بھرے دس کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”میاں غلام نبی! میں خوش تو اسی پر ہوں۔ سچی راہ تو یہی ہے۔ جس پر یہ چل رہا ہے“

والد صاحب کی خدمت میں دنیوی مشاغل سے کلیتہً فراغت کی درخواست والد صاحب کے قلبی تغیر اور دین کی طرف رجوع کو دیکھ کر آپ نے یہ محسوس کیا کہ اب اگر میں آپ کی خدمت میں دنیوی مشاغل سے کلیتہً فراغت کی درخواست کروں تو

ممکن نہ آپ اسے منظور فرمائیں۔ لہذا اس موقع کو غنیمت جان کر آپ نے اپنے والد عہد روم کی خدمت میں بڑا ہی غریبی ایک عریضہ لکھا جو درج ذیل ہے :-

”حضرت والد! میں نے اس وقت امر سمجھا لیا کہ تو اعدائے دین ہوں اور وہ عرض حضرت والا

سے کتاب پر ۱۵۰۰ روپے ملے

۱۵۰۰ روپے ملے

میکند چونکہ دریں ایام برای العین مے عینم و بچشم سر مشاہدہ مے کنم کہ در ہر ممالک و بلاد ہر سال چنان و بانے مے افتد کہ دوستاں را از دوستاں و خویشاں را از خویشاں جدا مے کند۔ و ایسے سارے نئے عینم کہ اس نازہ عظیم و چنین حادثہ لیم در آں ساں شور قیامت نیگندہ نظر بر آں دل از دنیا سرد شدہ است درو از خوف جاں زرد و اکثر اس دو مصرعہ شیخ مصحح الدین شیرازی بیاد مے آیند و اشک حسرت ریختہ میشود سہ

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار میاش این از بازی روزگار

و نیز اس دو مصرعہ ثانی از دیوان فرخ ناریانی نمک پاش جراحت دل میشود۔

بدنیائے دوں دل مبندے جواں کہ وقت اجل مے رسد ناگہاں

لہذا میخوانیم کہ بقیہ عمر در گوشہ تنہائی نشینم و امن از صحبت مردم بچینم و بیاد از سبھا مشغول شوم مگر گذشتہ را عذر مے و مافات را تدارک مے شود۔

عمر بگذشت و نماند است جزایا مے چند بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیا را اساسے حکم نیست و زندگی را اعتبار مے نے۔ ومن خاف علی نفسہ اومن
من افة غیرہ۔ و السلام

ترجمہ اس خط کا یہ ہے کہ :-

مخدومی حضرت والد صاحب سلامت ! غلامہ مراسم و فدیائہ آداب کی بجا آوری کے بعد آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان دنوں میں یہ امر مشاہدہ میں آ رہا ہے اور ہر روز یہ بات دیکھی جا رہی ہے کہ تمام ممالک اور قطعات زمین میں ہر سال اس قسم کی ب بھوٹ پڑتی ہے جو دوستوں کو دوستوں سے اور رشتہ داروں کو رشتہ داروں سے جدا کر دیتی ہے اور ان میں ٹمی مفارقت ڈال دیتی ہے اور کوئی سال بھی اس بات سے خالی نہیں گذرتا کہ یہ عظیم الشان و المناک حادثہ ظاہر نہ ہوتا ہو یا اس کی تباہی کی وجہ سے شور قیامت پانہ ہوتا ہو۔ یہ حالات دیکھ کر میرا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہے اور چہرہ فم سے زرد۔ اور اکثر حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو مصرعے زبان پر جاری رہتے ہیں۔ اور حسرت و افسوس کی وجہ سے آنکھوں

میں آنسو بہہ پڑتے ہیں۔۔۔

ناپائدار کم ہر دوسرے نہ کر۔ اور زمانے کے کھیل سے بے خبر نہ ہو۔

نیز فتح قادیانی کے دیوان سے یہ دو مصرعہ بھی میرے زخموں پر نمک پاشی کرتے رہتے ہیں۔
 سے اپنے دل کو اُنہی کے دُور میں نہ لگا کیونکہ موت کا دقت ناگہاں پہنچ جاتا ہے
 میں نے میں جاہتا ہوں کہ باقی کم گشتہ تنہائی و رنج عزت میں بسر کروں۔ اور عموماً ورنہ
 کی پالس سے عابد کی خشتیا کروں، ورنہ لعلِ سبحانہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤں تا
 تلافیِ مافات کی صورت پیدا ہو جائے۔

عمر کا آٹھ حصہ گزر چکا ہے ورنہ چند دن باقی رہ گئے ہیں۔ پتہ ہے کہ زندگی

کی جو چند راتیں باقی ہیں ان کو میں خدا کی یاد میں صبح کر دوں۔

کیونکہ دنیا کی کوئی پختہ بنیاد و زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور حیاتِ مستعار پر کوئی اعتماد
 نہیں جس شخص کو اپنا فکر ہو، اسے کسی آفت کا کیا غم۔

یہ امر کہ آپ کے والد صاحب نے اس مرد کا کیا جواب دیا ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن
 قیاس غالب یہ ہے کہ ان قیمتی جذبات کی جن کا اس خط سے اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے یقیناً قدر
 کی ہوگی۔

موجودہ تحقیق کی رو سے سب سے پہلا
 الہام اور شاندار مستقبل کی بشارت

مسئلہ ۱۸۶۸ یا ۱۸۶۹ء کا واقعہ ہے پنجاب میں المحدث
 فرقہ کی شدید مخالفت تھی جس مسجد کے ملاں کو پتہ
 لگتا تھا کہ اس میں کسی المحدث رہنما ان کے کسی
 والی اسے نماز پڑھتی ہے بعض اوقات اس کا فرقہ تک اٹھ کر دبتا تھا یا دھلوا دیتا تھا۔ اُن یام میں
 مولوی محمد حسین صاحب بڑوی، مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی سے نئے نئے تحصیل علم کر کے
 واپس شہر آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلافت شدید جذبات پائے جاتے تھے حضرت اقدس
 جو کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ تشریف لے گئے تو ایک شخص امداد کے ساتھ آپ کو توبہ خیارات کے
 لئے رلوتی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب بھی موجود تھے اور سامعین

۱۔ اُن یام میں حضرت اقدس علیہ السلام عرض فرمایا کرتے تھے اور یہ مصرعہ خود بخود حضور ہی کا ہے۔

ایک ہجومِ مباحثہ منصفانہ کے لئے بیتاب تھا آپ مولوی صاحب موصوف کے سامنے بیٹھ گئے اور
 وہی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن
 بہ سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد قوال رسول کا درجہ ہے اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور
 پیٹ رسول اللہ کے مقابل کسی انسان کی بات قابلِ توجہ نہیں ہے مضمون نے یہ سن کر بے اختیار
 رہا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور ناقابلِ اعتراض ہے ہذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں
 محض مضمون کا یہ فرمانا تھا کہ لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ شور مچا دیا کہ بارگاہِ گیتی بارگاہِ نبوت
 تھلے گیا تھا وہ بھی سنتِ طہیش سے بھر گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمیں دسل و رسوا کیا۔ مار
 پاتھے کہ کوہِ وقربانے ہوئے تھے اور آپ کو لوگوں کے شور شرابی مطلقاً پس نہ تھی۔ آپ نے
 بلکہ یہ ترکِ بحث حاصل کیا تھا۔ اس سے راستہ کو اللہ تعالیٰ نے اس پر خاص اظہار
 شہود می کرتے ہوئے الہاماً فرمایا۔ کہ

”خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں
 تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔“

اس کے بعد آپ کو عام کشف میں وہ بادشاہ بھی دکھائے گئے جو تھ سات سے کم نہ تھے۔ اور
 سوڑوں پر سوار تھے حضور علیہ السلام اپنی تاب کی تاب میں اس کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 ”میں نے ایک مہینہ خواب میں مجلسِ مومنوں اور عادل بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی۔
 جن میں سے بعض اسی ملکِ ہند کے تھے اور بعض عرب کے بعض فارس کے اور بعض
 شام کے بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے جن کو میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد
 مجھے خدا تعالیٰ کی عزت سے بتایا گیا کہ یہ لوگ تیری تصدیق کریں گے اور فخرِ برائے مائیں کے
 اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے اور میں تجھے بہت برکتیں دوں گا۔
 یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔“

پس اس الہام پر اپنی طرف سے کوئی تبذیر نہیں کرنا چاہتا۔ صرف تنہا اس کو ضروری سمجھا

۱۰۰ براہینِ حمیدہ حصہ پہلے صفحہ ۵۲۰۔ ۵۲۱ مائیں درجہ اول و دہرہ اول

۱۰۰ ترجمہ انگریزی عبارت بحمد النور صفحہ ۳۴۴

ہوں کہ یہ سزا فتنے کا الہام ہے جبکہ آپ بالکل ایک گوشہ گمانی میں بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ آپ کا مستقبل کیسا شاندار ہوگا۔

اب چونکہ حضور کی بعثت کا زمانہ قریب آ رہا تھا۔ جبکہ خالق و مصلح دسما آپ کو بھولی بھٹکی مخلوق کی زندہ مائیت کے مقام پر مقرر کرنا چاہتا تھا اس لئے

رویا و کشوف کی کثرت اور قادیان کے ہندوؤں کے لئے نشانات

آپ کو رویہ اور کشوف بکثرت ہونے لگے اور کبھی کبھی البسات اہلبہ سے بھی آپ نوازے جانے لگے۔ قادیان کے دو ہندو لالہ شرمیت اور لالہ طر دامل کثرت سے آپ کے پاس آیا کرتے تھے کئی نشانات ان کے متعلق بھی آپ پر ظاہر کئے گئے

چنانچہ نشانہ میں قادیان کے ایک آریہ لالہ شرمیت کے ایک عزیز لالہ بشمیر دس اور ایک اور ہندو خوشحال چند نامی ایک مقدمہ میں قید ہو گئے۔ عدالت عالیہ میں ان دونوں کی پیل دائر تھی لالہ شرمیت نے آپ سے اس مقدمہ کا انجام معلوم کرنے کی درخواست کی۔ کیونکہ آپ کے لئے اس ہندو پر اسلام کی صداقت اور برتری ثابت کرے گا یہ بہترین موقع تھا۔ اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ رات کے وقت آپ کو بندیدہ کشف بتایا گیا کہ اس مقدمہ کی مسل چیف کورٹ سے سیشن کورٹ میں واپس آئے گی جہاں اس کے بھائی کی تو نصف قید معاف ہو جائے گی۔ لیکن اس کا دوسرا ساتھی بوری سزا بھگنے گا۔ جب یہ الہی خبر قادیان کے ہندوؤں کو سنائی گئی تو اتفاق کی بات ہے کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ہر ہندو و زبیدیہ افوہ مشہور ہو گئی کہ پیل منظور ہو گیا ہے اور لالہ بشمیر دس بری ہو گئے ہیں۔ حضرت کو یہ خبر سن کر سخت صدمہ ہوا۔ اور قادیان کے ہندوؤں نے گھٹی کے چراغ جلائے اور مشہور کیا کہ آپ کی پیشگوئی غلط نکلی بلکہ باز رہیں یہ خبر بھی پھیل گئی کہ طر دامل جو کرگاؤں میں واپس آ گئے ہیں جب آپ کو یہ خبر پہنچی۔ تو عیش کی نمائش کی تیاری ہو رہی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ

”اس غم سے میرے پروردگار کو خدا جانتا ہے۔ اس غم سے میں محسوس نہیں

کر سکتا تھا کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا ہوں۔ تب اس حالت میں سارے دروازے کھلیے۔ جب میں

سیدھا نکلا۔ تب مجھے یہ الہام ہوا۔ کہ

لَا تُخْزِيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

یعنی علم نہ کر تجبی کو غلبہ ہوگا تب میں نے شریعت کو اس سے افلاح دی اور حقیقت یہ تھی کہ میں
مرب داخل کیا گیا ہے یہ نہیں کہ بشہد اس بری کیا گیا ہے۔

چنانچہ بعد میں جب کہ مصطفیٰ غیب میں بتلایا گیا تھا اسی طرح ظہور میں آیا اور ہندوستان و
ریشان رہ گئے۔

مولانا کی مناسبت کی وجہ سے میں لالہ ملاوٹل کے متعلق بھی ایک نشان کا ذکر کئے دیتا ہوں۔
عندہ تاریخ کے لحاظ سے وہ رقعہ سلسلہ کا ہے۔ لالہ ملاوٹل ایک مدت سے مرضِ دق میں مبتلا
تھے جب مرضِ بینی انتہا کو پہنچ گئی اور آثارِ مایوسی ظاہر ہو گئے تو ایک دن وہ حضرت کی خدمت میں
حاضر ہو کر بے قاری سے رو پڑے۔ حضور فرماتے ہیں کہ:-

”میرا دل اس کی عاجزانہ حالت پر ٹھہر گیا اور میں نے حضرت - نبوت میں اس کے حق میں
دعا کی۔ چونکہ حضرت احدیت میں اس کی صحت مقدس تھی اس نے دعا کرنے کے ساتھ ہی اہم
ہوا۔ قَدْ نَافَا نَا، کَذِبَتْ نَزْوَا، مَسْلَا مَ۔ یعنی ہم نے تپ کی ٹگ کو کہا کہ تو سرد اور سلاحتی
ہو۔ چنانچہ اسی وقت اس ہندو اور نیوگنی اور ہندوؤں کو کہ تو اب تک اس قصہ میں موجود
ہیں اور اس بنگہ کے باشندہ ہیں۔ اس اہم سے افلاح دی گئی اور خدا پر کامل ہر دہ کر کے
دعوے کیا گیا کہ وہ ہندو ضرور نجات پا جائے گا اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مرے گا۔ چنانچہ
بعد اس کے ایک ہفتہ نہیں گزرا، وہ کہ ہندو مذکور اس جاگہ از دہس سے بکلی صحت پائی
خامد لشد علی ذلک۔“

لالہ ملاوٹل قادیان کے ایک شریف آریہ تھے۔ گوانہوں نے اور لالہ شریعت نے سب شریعتوں
نشان دیکھ کر بھی اسلام قبول نہیں کیا۔ لیکن دنیوی رنگ میں شریعتِ زندگ کی گزاری۔ لالہ ملاوٹل
نے پچانوے سال کی بھی عمر پا کر تقسیم ملک کے چند سال بعد قادیان میں وفات پائی اور اپنی اولاد
کو نصیحت کر گئے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق ان کا خاندان قادیان میں ضرور واپس آئے گا۔
ابنہ تم قادیان میں موجود احمدیوں کی مخالفت نہ کرنا۔ خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ لالہ ملاوٹل
قادیان کے ہندو بازار میں اپنی دوکان پر اکثر بیٹھے رہتے تھے اور حضرت اقدس کے بیان فرمودہ بعض

مرض کے نسخوں کی دوائیاں تیار کر کے بیچا کرتے تھے جسے احمدی احباب بھی کثرت سے خریدتا
کہتے اور ان سے حضرت کے ادنیٰ عمر کے واقعات بھی سنا کرتے تھے۔

کشف میں گذشتہ بزرگوں سے ملاقات | ۱۸۵۲ء میں آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی
خواب میں ایک ہی برتن میں کھانا کھایا اور بے تکلفی
سے آپس میں باتیں کیں۔ ۱۸

قریباً اسی زمانہ میں حضرت بابائنا ملک صاحب سے خواب میں ملاقات کی۔ اور انہوں نے اپنے
تین مسلمان بھائیوں سے

۱۸۵۵ء میں حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے خواب میں ملاقات
کی اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ کی روح اور سید عبد القادر کی روح کو خیر فطرت میں باہم ایک مناسبت ہے
۱۸۵۷ء کے آخر یا ۱۸۵۸ء کے شروع میں ایک بزرگ عمر پاک صوفی
آپ کو خواب میں ملا۔ اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے
اور انوار سماوی کا نزول +
انوار سماوی کی شیشوائی کے لئے رکھنا مدت خاندان نبوت سے۔

ساتھ کی طرف اشارہ کیا کہ ہر صفت اہل بیت رسالت کو سب لاؤں "چنانچہ آپ نے آٹھ یا نو
ماہ تک غصہ طور پر روزے رکھنے کا مجاہدہ کیا جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"سو میں نے کچھ مدت تک الترام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو
نفعی طور پر بھانا بہتر ہے۔ پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ شست گاہ میں پنا
کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے
وقت حاجت کے لئے تاکید کر دی تھی۔ دے دیتا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گزارتا اور
بجز خدا جاننے کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ
ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں بہتر
ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو میں اس روزے کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ میں

۱۸۵۷ء میں احمدیہ صوم صفحہ ۲۵۳۔ حاشیہ در حاشیہ + ۱۸۵۸ء نزول المسیح صفحہ ۲۰۴

۱۸۵۹ء۔ تبیینہ برائین احمدیہ صوم، پنجم صفحہ ۶۵۔ حاشیہ +

تمام، ان رات میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا۔ اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے، ٹھٹھہ پر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا۔ اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے چنانچہ بعض گذشتہ بیویوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے ادیباء اس امت میں گذرے میں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع خسنیہ و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی غرض اسی طرح یہ کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اور علاوہ اس کے، نور روحانی تمثیلی طور پر بزرگ ستون ہیز و سرخ ایسے دلکش و داستان نواز آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سب سے آسمان کی طرف گئے ہوتے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سُرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تسلی تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل و روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا۔ اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچانتی لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں۔ جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

غرض اس حد تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے۔ وہ انواع و اقسام کے مکاشفات تھے۔ ۱۔

حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی | اس زمانہ میں حضرت اقدس نے بعض بزرگوں
اور بعض دوسرے بزرگوں سے ملاقات

ہو گئی ذیل میں انصار کی خاطر چند صرف ایک بزرگ کا ذکر کرتے ہیں اور وہ حضرت مولوی عبداللہ
صاحب غزنوی تھے یہ بزرگ ضلع غزنی (افغانستان) کے ایک گاؤں گیر و نامی میں پیدا ہوئے۔ چونکہ
عبادت گزار اور ذکر لہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور عاشقِ رسول تھے۔ اس لئے ایک خواب میں
انہوں نے صحیح بخاری کو غبار آلود دیکھا اور خوب میں ہی اسے صاف کرنا شروع کیا اس خواب کے
بعد آپ نے صحیح بخاری کا کثرت سے مطالعہ کرنا شروع کیا۔ غزنی کے ظالم علماء نے آپ کی یہ حالت
دیکھ کر آپ کو فانی مشہور کر کے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور منہ کا مار کر کے گدھے پر سو رک کر کے جلد وطن
کر دیا جس پر آپ ہجرت کر کے آتش شریف آئے۔ اس بزرگ سے حضرت اقدس کی ملاقاتیں
آتش اور اس کے ذریعے گاؤں خبر دی میں ہوئیں۔

حضرت ان ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اجاب وہ زندہ تھے ایک دفعہ مقام خیر دی میں اور دوسری دفعہ امرتسر میں ان سے میری
ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ مہم ہیں۔ ہمارا ایک مدعا ہے۔ اس کیلئے آپ دعا کرو
مگر میں آپ کو نہیں تلاؤں گا کہ کیا مدعا ہے۔ انہوں نے کہا کہ در پوشیدہ داشتن برکت
است ومن انشاء اللہ دعا نواہم کرد والہام اہم بغتیا۔ ہی نیست۔ اور میرا مدعا یہ تھا کہ
دین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام روز بروز تنزل میں ہے۔ خدا اس کا مددگار ہو بعد اس کے
میں قادیان میں چلا گیا قحطی سے دنوں کے بعد بذریعہ ڈاک ان کا خط مجھ کو ملا جس میں لکھا تھا
کہ "ابن عاجز برے شاہد ہا کر وہ بود۔ القاسم۔ والحقنا علی القوم الکفرین تقرکم اتفاق
مے فترکہ بدیں بعدی القاسم۔ میں از خلاص شامے بینم"۔

یہ تو ابتدائی انگشت فات تھے ورنہ اس کے بعد تو انہوں نے اپنے ایک مخلص ارادتمند (منشی
محمد یعقوب صاحب کو باذن الہی یہاں تک بتلادیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب میرے بعد ایک عظیم انسان

م کے بٹے مامور کئے جائیں گے۔ نیز اپنی وفات سے چند دن قبل (فروری ۱۸۸۱ء میں) استدعا سے بذریعہ کشف خبر یا کر یہ پیشگوئی کی کہ :-

”ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا ہے مگر انفسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی“

چنانچہ حضرت مولوی صاحب کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور نہ صرف یہ کہ آپ کی اولاد حضرت قدس کو قبول کرنے سے محروم نہ رہ گئی بلکہ اس نے حضور کی محافت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت مولوی صاحب نے ۱۵ فروری ۱۸۸۱ء کو وفات پائی اور امرتسر میں بیرون دروازہ سلطان دہلوی پ کو سپرد خاک کیا گیا۔ فائنڈ وانا الیہ راجعوں۔

پ کے والد ماجد کی وفات جون ۱۸۷۶ء کا ذکر ہے۔ آپ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے گئے۔ اسی آپ لاہور میں ہی تھے کہ ایک خواب کے ذریعہ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کے والد صاحب کی وفات کا وقت قریب سے نہ سچے آپ فرماتے ہیں :-

”جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیان پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے۔ کیونکہ مرض کی شدت کہ ہو گئی تھی اور وہ بڑے استعجال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ مرزا صاحب نے ہم پانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرا آرام کرو۔ کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور سخت گرمی پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پر دبائے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے ابھام ہوا۔ والسماء والطارق یعنی قسم ہے سمان کی جو قضا و قدر کا منبع ہے وہ قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھا با گیا کہ یہ ابھام شور غرا پر سی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور حادثہ یہ ہے کہ سچ ہی تھا والد آفتاب کے نازل کے بعد فوت ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر

صانع ہونے پر سرت کرنا ہوا فوت ہو رہا ہے۔ اس کی وفات کو عز پر سی کے طور پر بیان فرمایا ہے اس بات سے کہ لاؤ، تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عز پر سی کیا معنی رکھتی ہے مگر یہ ہے کہ حضرت عز و جل شانہ جب کسی کو فرحت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کی حالت جیسے بات اس سے کہتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا سننا بھی حدیثوں میں آیا ہے۔ وہ انہی معنوں کے لحاظ سے ہے۔" لے

چنانچہ آپ کے والد جد اسی دن غروب آفتاب کے بعد وفات پا گئے۔ قسماً قیامتاً قیامتاً لست راجعون۔ آپ کو مسجد اقصیٰ قادیان کے ایک گوشہ میں دفن کیا گیا۔ جس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

والد کی وفات کے بعد خدائی کفالت | پدری سایہ کے اٹھ جانے کا صدمہ۔ تو طبیعت ہٹا۔ مگر ساتھ ہی بشریت کے تقاضا کے ماتحت

ایک لحظہ کے لئے آپ کے دل میں یہ بھی خیال گذر کہ وہ آدمی کے ذرائع جو مغفرت و اہم صاحب کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھے۔ ان کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے نہ معلوم کیا کیا مشکلات پیش آئیں۔ اس خیال کا دل میں پیدا ہونا تھا کہ یکدم آپ کو یہ دوسرا اہم ہوا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ

”اس اہم نے بحیب سکینت اور اطمینان بخشا۔ درخواد میخ کی طرح میرے دل میں جس گیا۔ پس مجھے اس خدائے عز و جل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے مشن کو اہم کو ایسے طور سے مجھے سچا کر دکھایا کہ میرے خیال و گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز متکفل نہیں ہوگا۔ میرے پر اس کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں۔“ لے

یہ الہام چونکہ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل تھا۔ اس لئے آپ نے اسی وقت لایہ طواہل صاحب کو تفصیلات سے آگاہ فرما کر مرتبہ میں حکیم محمد نوری صاحب کل نوری کے پاس بھیجی کہ ان کی معرفت یہ الفاظ کسی گستاخ میں کندہ کر کے انگوٹھی بنوائیں چنانچہ لایہ طواہل امرتسر گئے اور مسند پر

جہیہ میں انگشتی تیار کر لے آئے اور اس طرح سے ایک ہندو اور ایک مسلمان ہندوستان کی
 نوں بڑی بڑی قوموں کی طرف سے بطور نمائندہ ہو کر اس عظیم الشان نشان کے گوہر بن گئے۔
 خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ انگشتی اب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی علیہ
 السلام کے پاس سے یعنی قرعہ اندازی کے ذریعہ ان کے حصہ میں آچکی ہے۔ اس انگوٹھی
 کے علاوہ دو انگوٹھیاں حضرت اقدس کے پاس آ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک ۱۸۹۲ء میں نوائی کنی
 جی جس پر حضرت قدس کا الہام اذکر نعمتی منی النعمت عینک غرض سن لک بی بی جمعی
 قدرتی درج تھا دوسری سن ۱۸۹۶ء میں تیار ہوئی۔ بن باجوہ منہ سب لکھٹ کے ایک نخلص زرگر
 ندان نے حضرت اقدس سے درخواست کی کہ ہم ایک انگوٹھی حضور کے لئے ماننا چاہتے ہیں۔ اس پر کبیا
 عہ جہلے حضور سے فرمایا "مولا بس"۔ حضرت قدس کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت امیر مومنین نے
 مینوں انگوٹھیاں قرعہ اندازی سے تقسیم فرمائیں اور عجیب بات ہے کہ کئی مہینہ کی قرعہ اندازی سے ایک
 نیا بات ظاہر ہوئی۔ یعنی پہلی انگوٹھی جس پر الیس لکھا تھا جبکہ درج ہے "نعمت امیر مومنین خلیفۃ
 المسیح الثانی علیہ السلام" کے نام لکھی۔ اور دوسری جس پر الہام اذکر نعمتی منی النعمت اور درج ہے حضرت
 ماجدہ میں بشیر احمد صاحب کے نام لکھی اور تیسری جس پر "مولا بس" درج ہے حضرت صاحبزادہ مرزا
 رفیع احمد صاحب کے حصہ میں آئی۔

الد ماجد کی تدفین | مسجد اقصیٰ جس کے پہلو میں آپ کے والد ماجد اپنی نشان زدہ جگہ میں
 دفن کئے گئے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعمیر کی مختصر تاریخ بھی بیان
 کر دی جائے کیونکہ اس کے ساتھ بھی سلسلہ کی بہت سی روایات والستہ
 ۱۔ سو گزشتہ صفحہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ زمینداری کے مقدمات میں مسلسل ناکامیوں کی وجہ
 سے آخری عمر میں آپ کا رجوع بڑے زور کے ساتھ خدائے کی رضا حاصل کرنے کی طرف ہو گیا تھا۔
 مانچہ آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ دنیا کے لئے دولہا کھڑے کر دیئے مگر سواست کے اور کچھ حاصل
 میں ہوا۔ اب کیوں نہ خدا تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لئے ایک مسجد تعمیر کی جائے یا عجب کہ یہی
 چہ مغفرت ہو جائے چنانچہ اس غرض کے لئے آپ نے گاؤں کے وسط میں سات سو روپیہ خرچ
 کیے سکھ کارداروں کی ایک افتادہ حویلی خریدی اور بڑے خاص و نہایت بھرپور دل کے ساتھ ایک

مسجد کا سنگ بنیاد رکھا

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس مسجد کا پس منظر بیان کیا ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اسے درج کیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ جل شانہ کے سامنے غانی اٹھ جائے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں اُن والدہ صاحبہ ابرغلہ رتی گٹی بھٹی با افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے یہود و خنثیوں کے لئے میں نے بیٹی عمرنا حق ضائع کر دی۔ ایک مرتبہ حضرت والدہ صاحبہ نے یہ خوب بیان کیا کہ میں نے بھول نہ سہی، اللہ علیہ وسلم دیدیہ نہ ایک بڑی تان کے ساتھ بہرے مکان کی طرف چھے آتے میں جیسا کہ ایک عظیم استان بادشاہ آتا ہے تو میں اس وقت آپ کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا جب قرب بھی تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیے۔ یہ کہہ کر جیب میں اٹھ ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا، اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کھوٹا ہے یہ دیکھ کر میں ہشتم پُر آب ہو گیا اور پھر آگے کھل گئی۔ اور پھر آپ ہی جبر فرماتے لگے کہ دنیا داری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپے کی طرح ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخری حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گہرا۔ اور جہاں اٹھ ڈال کر خاناہ می بھٹی دراپنے والد صاحب یعنی میرے دادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرعہ راقم کو بھول گیا ہے اور دوسرا یہ ہے۔ کہ ع

”حب تمیز کرتا ہوں تو پھر تقدیر منستی ہے“

اور یہ غم اور درد ان کا پیرائہ سالی میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والدہ صاحبہ نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی جو اس جگہ کی حب مع مسجد ہے اور وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو تا خدا نے عز وجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہرہ وجود مکمل ہو گئی اور شاید فرش کی چند ٹٹلیں باقی تھیں کہ حضرت والدہ صاحبہ فریاد روز بیمارہ کر مرض پچش سے فوت ہو گئے اور اسی مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کب تھا دفن کئے گئے۔ اللہم ارحمہ داد غلہ الجنة آمین۔ قریباً اسی

پچاسی برس کے قریب مہربانی۔ سلسلہ

اب گو اس مسجد میں سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق کافی توسیع ہو چکی ہے لیکن اصل
حصہ اب تک اسی صورت میں محفوظ ہے اور نقشہ سامن جو پرانی قسم کی چھوٹی اینٹوں کا بنا ہوا تھا وہ
بھی اسی طرح قائم ہے۔ حضرت اقدس کے والد ماجد کی قبر چونکہ اب مسجد کے صحن میں چکی ہے۔ اس
سے اس کے اوپر چاروں طرف دیوار بنا کر، سے مستقیم بنا دیا گیا ہے تا مارش وغیرہ کے پانی سے محفوظ
رہے۔ آپ کے والد ماجد کی خوش قسمتی دیکھئے کہ وہ تو اس وقت کے حالات کے ماتحت زیادہ سے
زیادہ اس امر کے خواہشمند تھے کہ اذان کی آواز میرے کان میں پڑتی رہے لیکن اللہ جل شانہ نے آپ
کو بیٹے کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کی بنیاد رکھ کر ذکر الہی کو اس قدر کثرت اور بندگی عطا کی کہ اس وقت
سے بیکر اب تک اس میں متواتر ذکر الہی ہو رہا ہے اور نشاد اللہ قیامت تک ہوتا چلا جائے گا بنجوتہ
تازوں اور نوافل کے علاوہ قادیان کی جامع مسجد بھی وہی ہے جس میں خطبات جمعہ اور مجلسوں کے
علاوہ قرآن کریم کا درس بھی باقاعدگی کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ عموماً اس دینے
والے حضرات اس قبر کے قریب ہی کھڑے ہوتے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولیٰ کے متعلق بھی
ایسے ٹک ٹکتے ہیں کہ یہیں کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اور حضرت حافظ روشن علی صاحب اور امیر ذی المکرّم
حضرت مولانا سید مسعود شاہ صاحب کو تو میں نے خرد ایک مہمانہ دہاں درس دیتے دیکھا ہے حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی امیرہ اللہ تعالیٰ نے تو پورا قرآن کریم اسی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کسی سال تک
درس دے کر ختم کیا اور دوسری بار درس قرآن شروع ہی تھا کہ چند سال بعد سن ۱۹۴۰ء کا سر
پیش آگیا۔

خاندانی عزت اور وجاہت کے ایسے بکایت عمدہ ایسے عظیم الشان اہام کا ذکر
فائدہ سمجھنے کے متعلق بعض روایات

نہایت میں آپ کو بعض نظارت بھی رکھائے گئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

”بعض اوقات خواب یا کشف میں، یا اور جیسے ذیل پر متشکل کر مانی اند

یہ بڑا بچہ جو کچھ کھانے اور پینے کو مل جاتا۔ اسے اپنے بھائی کا احسان سمجھ کر قبول فرما لیتے۔ در کبھی
 روت شکایت زبان پر نہ لاتے۔ آٹھ نو ماہ کے متواتر روزے رکھنے کی وجہ سے قلیل خوراک پر گزارہ
 لے کر عادی تو آپ ہو ہی چکے تھے۔ اس لئے ان ایام میں بھی آپ نے اس بچہ پر پورا فائدہ
 ٹھایا۔ اکثر اوقات پڑا کھانا عرابا میں تقسیم فرمادیتے۔ در خود ایک پیسے کے چنے منگوا کر گزارہ کر لیتے۔
 اور جب یہ بھی نہ ہوتا تو فاقہ سے ہی وقت گزار دیتے۔ آپ کے متعلق آپ کے بڑے بھائی کے تاثرات
 آپ کے والد ماجد کے تاثرات سے ملتے جلتے ہی تھے یعنی وہ بھی آپ کو زمانہ کے تقاضوں سے غافل
 خیال کر کے کبھی کبھی فحاشیاں کرتے رہتے تھے۔ مگر ان دونوں زمانوں میں نمایاں فرق یہ تھا کہ باپ
 کی پیری محبت، کثرتِ بخشش آپ کو جیا کرتی تھی اور وہ کبھی کبھی آپ کی نیکی اور تقویٰ کو دیکھ کر دل و
 جان سے آپ پر فخر جو بیا کرنے لگتے۔ مزید رآن والد صاحب کا سایہ تو شد نعمائے کئے سب پایاں
 احسانوں میں سے ایک ضلیہ اشان احسان تھا۔ لیکن آپ کے بڑے بھائی کے زمانہ میں اس وجہ سے
 آپ کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا۔ کہ آپ کے بھائی خود تر گورد پور میں ڈبھی کشن کے در میں یہ بٹنڈ
 تھے۔ راتہ رات وہاں ہی رہتے۔ ورگہ کا تاس انتظام آپ کی عیادت کے سپرد تھا۔ جن کا سبب
 آپ کے مت سخت تھے۔ اخراج یہ زمانہ آپ کے سنے انتہائی طور پر صبر آزمایا تھا۔ لیکن آپ نے صبر و
 تحمل کا وہ نعل فرزند دکھا کہ اس کی شاں اہلئے کرم کی پاکیزہ نندگیوں میں ہی مل سکتی ہے۔ بچہ
 بہ اند تھا۔ نے آپ کو بقا سے موریست فائز فرمایا اور سینکڑوں ہزار دل آدنی آپ کے دستِ ناز
 سے نکالنے کے ترجیح اوقات و کج بد وقت آپ کو یاد آجاتا تھا اور آپ اس کو دیکھ کر ہنستے
 ہنستے پڑ چہ یک نظر میں یہ تہہ ہی سی۔ میں فریاد نہ

لفظانہ الموبی کات انی وصوت البومعہ الہدی

ہمیں اس زمانہ وہ تھا کہ دستہ ہوا کے بچے کے گیسے مہری خورک تھی۔ رات اندھنی نہ تھیر رہا
 کہ سینکڑوں ہزاروں فراموش۔ رات سے کھانا کھا تھیں۔ حامد اللہ علی ذلت۔
 مگر وہ پاد یہ آپ کے لئے اس قدر ندید ہو چکا کہ سکن تھے۔ بہ وہ آپ کے سامنے
 ضرورت کے پیش آئے ایک اپنا مگروفے کے۔ یہ نہیں فرماتے بھائی سے ملنا تو ہوا۔
 اسے یہ کہہ کر کہ اگر چہ ایک اور وقت ہے۔

بھی ہو گئی۔ لیکن خدائے عالم لغیب کی وحی کے برخلاف کس طرح ہو سکتا تھا۔ بالآخر چیف کورٹ میں میرے بھائی کو شکست ہوئی اور اس طرح اس الہام کی صداقت سب پر ظاہر ہو گئی۔
 خدائے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی علیہ السلام کے زمانہ میں وہ جائداد پھر خرید لی گئی اور اس طرح آپ کے خاندان کی کھوئی ہوئی جائداد پھر واپس آ گئی۔
مقدمہ ڈاکخانہ مسئلہ میں امرتسر کے ایک عیسائی رلیا رام وکس نے آپ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ۔

”اس عاجز نے اسلام کی تائید میں آیوں کے مقابل پر ایک عیسائی کے مطبع میں جس کا نام رلیا رام تھا اور وہ وکیل بھی تھا۔ اور امرتسر میں رہتا تھا اور اس کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا۔ ایک مضمون بغرض بلج ہونے کے ایک پکیٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں۔ بھیجا۔ اور اس پکیٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ چونکہ خط میں ایسے الفاظ تھے جن میں اسلام کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بظلمات کی طرف اشارہ تھا۔ اور مضمون کے چھاپ دینے کے لئے تاکید بھی تھی۔ اس لئے وہ عیسائی نوعیت مذہب کی وجہ سے فروختہ ہوا۔ اور اتفاقاً اس کو دشمنانہ حملہ کی وجہ سے یہ موقع ملا کہ کسی علیحدہ خط کا پکیٹ میں رکھنا قانوناً ایک جرم تھا جس کی اس عاجز کو بھی اطلاع نہ تھی اور یہ جرم کی سزا میں قوانین ڈاکخانہ کی رو سے پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک قید ہے سو اس نے مخبر بن کر افسانہ ڈاک سے اس عاجز پر مقدمہ دائر کر دیا

اور قبل اس کے جو مجھے اس مقدمہ کی کچھ اطلاع ہو۔ رویا میں اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ ”رلیا رام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کے لئے بھیجا ہے اور میں نے اُسے پھیلی کی طرح تل کر واپس کر دیا ہے۔“

میں جانتا ہوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آخر وہ مقدمہ جس طرز سے عدالت میں فیصلہ پایا وہ ایک ایسی نظریہ ہے جو وکیلوں کے کام آ سکتی ہے۔

۵۔ نزول المسیح صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳ + ۵۔ ڈاک خانہ ۵ یہ قانون آج کل نہیں ہے مگر جس زمانہ کا ہم
 کر رہے ہیں۔ اُس زمانہ میں یہ قانون تھا۔ دیکھئے۔ ایکٹ نمبر ۱۸۸۶ء دفعہ ۱۳، ۵۶ نیز گورنمنٹ
 آف انڈیا نوٹیفکیشن نمبر ۲۴۲ مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۸۶ء دفعہ ۲۴۲

غرض میں اس حرم میں صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا۔ اور جن جن دکلا سے مقدمہ کے لئے مشورہ طلب کیا گیا۔ انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغگوئی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اس طرح اظہار دے دو کہ ہم نے میکٹ میں خط نہیں ڈالا۔ رلیا رام نے خود ڈال دیا ہوگا۔ اور نیز بطور تسلی دہی کے کہا کہ ایسا بیان کرنے سے شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا۔ اور دو چار جھوٹے گواہ دے کر پریت ہو جائے گی۔ ورنہ صورت مقدمہ سخت مشکل ہے اور کوئی طریق رانی نہیں۔ مگر میں نے ان سب کو جواب دیا کہ میں کسی حالت میں راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ جو ہوگا۔ سو ہوگا۔ تب سی دی یاد دہرے دن مجھے ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور میرے مقابل پر ڈاکٹار جات کا انسر بحیثیت سرکاری مدعی کے حاضر ہوا۔ اس وقت حاکم عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا یہ خط تم نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا؟ اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے؟ تب میں نے بلا توقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے۔ ورنہ میں نے اس خط کو پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا۔ مگر میں نے گورنمنٹ کی نقصان رسائی محصلوں کے لئے بددیتی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ میں نے اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کوئی سچ کی بات تھی۔ اس بات کو سنتے ہی خدا تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر ڈاکٹر انجمنات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی میں کیں جن کو میں نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس قدر میں سمجھتا تھا کہ ہر ایک تقریر کے بعد زبان انگریزی میں وہ حکم دے گا (No - No) کہ اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔ انجمنات کا رجب وہ انسر مدعی اپنے تمام دہرہ پیش کر چکا اور اپنے تمام سفارشات نکال چکا تو حکام نے فیصلہ لکھنے کی طرف توجہ کی اور شاید سطر یا دو پڑھ سطر لکھ کر مجھ کو کہہ کہ اچھا۔ آپ کے لئے رخصت! بہنیں کر میں عدالت کے کمرے سے باہر ہوا۔ اور اپنے محسن حقیقی کا شکریا ادا جس نے ایک انگریز انسر کے مقابل پر مجھ کو ہی فتح بخشی۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت صدق کی حرکت سے خدا تعالیٰ نے اس بلا سے مجھ کو نجات دی۔

میں نے اس سے پہلے یہ خوب بھی دیکھی تھی کہ ایک شخص نے میری ٹوپی اتارنے کے لئے ہاتھ ماما۔ میں نے کہا کیا کرنے کا ہے۔ تب اس نے ٹوپی کو میرے سر پر ہی رہنے دیا۔ اور

کہا کہ خیر ہے خیر ہے۔" ۱۷

غور فرمائیے۔ اس مقدمہ میں آپ کے لئے کتنا سخت، متحان تھا۔ اگر آپ کو جگہ کوئی اور ہوتا۔ تو
 بد اس مشکل امتحان میں ثابت قدم نہ رہ سکتا۔ مگر آپ جو صدقت مجسم تھے اپنے موقت پر نہایت استقلال
 ساتھ قائم رہے اور اپنے دکلا کے مشورہ کو قبول نہ کرنا کہ عدالت میں صحیح صحیح بیان دیا۔ اللہ تعالیٰ
 علی محمد وعلی ابی محمد +

پ کا تھناک بیماری | ۱۸ | میں آپ پر تو لہج کا ایک سخت حملہ ہوا۔ بار بار عانت ہو کر خون
 آتا تھا۔ در یہ حالت کم و بیش سو دن تک برابر رہی۔ آپ کے دشمنان
 نے معجزانہ طور پر شفا پاتا۔ دفعہ یہ کو سورہ یس میں سنا پکے تھے اور آخری مرتبہ تو انہیں پختہ یقین
 آیا کہ آج شام تک آپ قبر میں اتار لئے جائیں گے غرض یہ حالت یا س دنا، مید کی رہی تھا کہ پہنچ
 فی اور آپ کے عزیزوں نے دیواروں کے چھپے کھڑے ہو کر رونا بھی شروع کر دیا۔ تو آپ کو شافی مصلحت
 صحت سے الہامیہ دعا سکھائی گئی کہ

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

۱۹ | سادہ ہی آپ کے دل میں یہ عقار ہوا کہ دریا کے پانی میں بس کے ساتھ بریت بھی ہوا تھا۔ اس اور بہ کلمات
 بات پڑھ اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیرا۔ اس سے تو شفا
 ملے گا۔ آپ فرماتے ہیں۔

۲۰ | جلدی سے دیا کا پانی مع بیت منگوایا گیا اور میں نے اسی طرح مال کرنا شروع کیا جیسا کہ مجھے
 تعلیم دی گئی تھی۔ اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے کب ایک ماں سے آگ نکلتی تھی
 ۲۱ | تمام بدن میں خطرناک جلن تھی و بے اختیار صیبت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت
 بھی تو بہتر رہتا اس حالت سے بچت، مگر جب وہ غسل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم تہ
 جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ ایک دفعہ ان کلمات طیبات کے پڑھنے اور پانی کو بدن
 پر پھینکے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے اور بجائے اس کے ٹھنڈک
 اور آرام پیدا ہوتا تھا ہے۔ یہاں تک کہ صبح سالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دھوا بہ بیماری

بکلی مجھے جھوڑ گئی اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے بجا بیدار ہوئی
تو مجھے یہ الہام ہوا۔

وَرَأَى كُنُتَهُ فِي رَيْبٍ قَمَازٍ نَاسِي عَبْدًا نَاقًا تَوَلَّى شَفَاءً مِّنْ مِّثْلِهِ

یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو شفاء دے کر مجھ نے دکھلایا تو تم اس کی تخی کوئی اور تفسیر نہ کرنا۔

نواب سردار محمد حیات خالص صاحب جج | انہی ایام میں آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر
صاحب نے نواب سردار محمد حیات خالص صاحب جج
کے لئے جو گورنمنٹ کی طرف سے کسی الزام کی بنا پر
معطل کئے گئے تھے اور زمانہ معطلی کے لمب ہونے کی وجہ سے گونا گوں مشکلات میں مبتلا تھے آپ کو
کے لئے کہا جب آپ نے یہ سنا تو خواب میں آپ کو دکھلایا گیا کہ نواب صاحب آپ کے سامنے کھڑے
ہیں اور آپ انہیں کہہ رہے ہیں کہ

"تم کچھ خوف مت کرو خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے وہ تمہیں بھلا دے گا۔"

چنانچہ باوجود اس کے کہ ان کی ملازمت پر بحالی کو فوری حالات کی بناء پر محال سمجھا جاتا تھا وہ اپنی ملازمت
پر بحال کئے گئے۔ فالحمد للہ علی ذلک !

ایک بے مثال روحانی انقلاب کی رات | حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی وفات

کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اور یہ بتایا جا چکا ہے
کہ آپ کی وفات پندرہ فروری ۱۳۸۸ء کو ہوئی تھی اس سے کچھ عرصہ قبل حضرت اقدس کو جبکہ آپ
ایک سفر کے دوران گورناپور میں تشریف فرما تھے ایک رات خوب میں بتلایا گیا کہ حضرت
مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا زمانہ وفات قریب ہے آنکھ کھلنے پر آپ نے یہ محسوس کیا کہ ایک
سہ ماہی شخص آپ کے اندر کام کر رہی ہے یہاں تک کہ الہام الہی کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ آپ اس رات
کے روحانی انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"دہی ایک رات بختی حس میں شدتاً نے تمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں ایک

ایسی تبدیلی واقع ہو گئی جو انسان کے ساتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہو سکتی تھی۔"

۱۔ تریاق قلب صفحہ ۲۸۸ + ۲۸۹
۲۔ براہین احمدیہ جلد سوم صفحہ ۲۵۲ حاشیہ درماتیبہ ۱ و ۲ حکم جلد ۲۲ مورخہ ۱۳۸۸ھ
۳۔ نزول المسیح صفحہ ۲۳۷

دوسرا باب

تصنیف براہین احمدیہ سے لے کر بیعت اولیٰ تک

براہین احمدیہ کا پس منظر | قبل اس کے کہ آپ کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ کا ذکر کیا جائے اس کا پس منظر پیش کرنے کے لئے ہم ناظرین کو اس زمانہ کی مذہبی تحریکات کے مطالعہ کی رت توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ عیسائی تحریک کا تو گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہی جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ اب میں آریہ سماج اور برہم سماج کی دو مشہور تحریکیں اور بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ ورنہ تینوں کا مقصد اسلام کے خلاف عصبانہ ہو کر اسلام پر مسلسل حملے کر کے مسلمانوں کو مذہب کی رُو سے مٹانے کی جہد تھی۔

اور اس کی تقریباً یوں پیدا ہوئی کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں جو ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو آکر اگر انگریزی حکومت کے خلاف برپا کیا گیا تھا۔ انگریز تو مسلمانوں سے پہلے ہی بدھن تھے ہندوؤں نے ہی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنی اس تحریک کے ذریعہ سے جس کی بنیاد چند ماہ قبل بمبئی کے قدم پر سوامی دیانند صاحب آریہ سماج کے نام سے رکھ چکے تھے۔ چند سرکردہ ہندو لیڈروں کے مشورہ سے یہ پروگرام تجویز کیا کہ اسلام اور باقی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دلائل ارجح کر کے مسلمانوں کے خلاف منافرت کی فضا قائم کی جائے۔ اور حب الوطنی اور قومی ترقی کے نام سے ہندوؤں کی وسیع پیمانہ پر تنظیم کی جائے۔ ایک مشکل اس سلسلہ میں پنڈت جی کو یہ پیش آئی کہ وید جو ہندو تنظیم کی بنیاد بنا سکتے تھے۔ اول تو ہندوؤں کی اکثریت ان کی زبان (سنسکرت) سے بالکل ناواقف تھی۔ دوسرے میں مرور زمانہ کی وجہ سے اس قدر تغیر و تبدل ہو چکا تھا کہ ان کا ترجمہ بھی اگر کر دیا جاتا۔ تو اس دینی کے زمانہ میں اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے پنڈت دیانند

صاحب نے "ستیا رتھ پرکاش" کے نام سے ایک نئی تصنیف ہندوؤں کے سامنے پیش کی۔ جس میں ویدوں کی تعلیمات اور عقائد کی دور از کار تاوہرت کر کے ایک نئے ہندو نظریہ کی بنیاد رکھی گئی جسے اس زمانہ کے تعلیمیافتہ طبقہ نے اپنا نام شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریک آہستہ آہستہ پھیلتی شروع ہوئی اور گوبندوستان کے مختلف شہروں میں بھی اس کا چرچا ہوا لیکن پنجاب کے بعض شہروں اور ہوا اور ورہولپنڈی میں تو اس کی مضبوط شاخیں قائم ہو گئیں۔ اس نئی تحریک پر ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ حضرت اقدس نے اس کا مقابلہ شروع کر دیا اور آپ نے اس کے سر پر ایسی کاری کر دی کہ اس کا نشانہ بن کر دیں کہ آریہ سماج کا بانی اور اس کے پیرو بول کھلا گئے تفصیل اس کی یوں ہے کہ دہلیہ ششہ کے وکیل ہنستان "دغیرہ اخبارات میں پنڈت دیانند صاحب مانی آریہ سماج نے روح کے متعلق یہ عقیدہ شائع کیا کہ

"روح بہ انت ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ پریشہ کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں اس واسطے ہمیشہ کتنی پاتے رہتے ہیں" ہاتے ہیں گے مگر سچی تم نہیں ہو دینگے

اس باطل عقیدے کا شائع ہونا ہی تھا کہ حضرت اقدس نے اس کی تردید میں دماغ کا ایک انداز لگایا۔ آریوں کی طرف سے بکے بعد دیگرے بایا نرن سنگہ سکر ٹری آریہ سماج امرتسر پنڈت کھڑک سنگہ یک پر جوش مہر آریہ سماج امرتسر آپ کے مقابلہ کے لئے میدان میں اتر آئے مگر دونوں کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ پھر مرتے دم تک انہوں نے اسٹھنے کا نام نہ لیا۔ پنڈت کھڑک سنگہ تو ویدوں سے ایسے بغض ہوئے کہ آریہ سماج کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی اور مختلف اخبارات میں صفات لکھا کہ وید علوم الہی و رستی سے بے نصیب ہیں اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتے۔ دغیرہ دغیرہ۔ اور دوسرا آپ کے مقابلہ میں ایسا سمجھو ہوا کہ خود ہندو علماء نے اس کے جوابات کو محض اثر خانی قرار دیا۔ اوروں کو تو جانے دیجئے تو پنڈت دیانند صاحب پر حضرت کے مضامین کا ایسا اثر پڑا کہ ان کے چھکے چھوٹ گئے حضرت اقدس ان کو بار بار مقابلہ کے لئے لاکارتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یہ قریح چھا ہی نہیں چڑھتے تو تین آریہ سماجیوں کو آپ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ

"اگر یہ ارواح حقیت میں ہے انت نہیں ہیں لیکن تاسیخ اس طرح پر ہمیشہ بنا رہتا ہے کہ

جب سب روح مکتی پا جاتی ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی سے باہر نکالی جاتی ہیں" لے
ظاہر ہے کہ پنڈت دیانند صاحب کی یہ کھلی شکست مکتی اور حضرت اقدسؒ کی نمایاں فتح جب
لوگوں میں اس مقابلہ کا خوب چرچا ہوا تو پنڈت جی نے اپنی خفت کو مٹانے کے لئے آپ کو مباہلہ کا
چیلنج دیا جسے آپ نے فوراً منظور فرما لیا۔ لیکن پنڈت جی پھر خود ہی مباہلہ سے فرار اختیار کر گئے۔ اس
مقابلہ سے فرار کی ایک مصنوعی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک آریہ سماجی مہاشہ لکھتے ہیں۔

"آریہ سماج کے اندر فی اختلافات کی وجہ سے مرزا غلام احمدؒ قادیانی کو موقع مل گیا اس نے یہ
سماج کے خلاف "سفیر ہند" امرتسر میں مہاتمین کا ایک لمبا سلسلہ شروع کیا اور اس میں سوامی
دیانند جی، باراج کو مہی چیلنج دیا چونکہ سوامی دیانند جی مہاراج ان دنوں راجستھان کا دورہ کر
رہے تھے اس لئے انہوں نے (دور رس) دور نشی امرتسر میں مراد آبادی سے کہا کہ وہ ان کا چیلنج منظور
کر لیں لیکن افسوس ہے کہ انہی بام میں بعض وجوہ کی بنا پر سوامی جی نے مراد آبادی کو
آریہ سماج سے ملاں دیا۔ اس لئے سانفر نہ ہو سکا (حضرت) مرزا غلام احمدؒ صاحب نے اس
درگشتا سے پورا فائدہ اٹھایا اور آریوں کے خلاف ایسا زہر پلا لیا کہ لکھا کہ جس نے مسلمانوں
کے دلوں میں آریہ دھرم کے متعلق نفرت پیدا کر دی" لے

اسلام کے خلاف دوسری زبردست تحریک برہموسماج کی تھی۔
برہموسماجی تحریک کی ناکامی لیکن آپ نے اس پر بھی اعتراضات کی ایسی بوچھاڑ کی کہ اس کو
بھی کچھ بن نہ پڑی چنانچہ ایک برہموسماجی لیڈر لکھتے ہیں۔

"راجہ رام موہن رائے کی زبردست شخصیت نے انگلستان اور امریکہ میں برہموسماج کو یونیورسٹی
پرچ کی شکل میں قائم کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ بھارت کے مسلمانوں پر کلانی سمیروائے (فرقہ) کی
وجہ سے بہت بڑا پر بھاد پڑا اور مسلمانوں میں سے تر دھالو جو برہموسماج کے نیووں کی وجہ سے
پر بھادت ہو چکے تھے قریباً قریباً پیچھے ہٹ گئے" لے
ایک اور برہموسماجی لیڈر دیوندر ناتھ مہائے لکھتے ہیں

"برہموسماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آنا نانا نہ صرف ہندوستان بلکہ

۱۔ کتاب "آریہ سماج اور پرچار کے سادھنا" صفحہ ۱۲، مؤلف پنڈت دیوت ۲۔ "ہندو نو" صفحہ ۹۸۲، مصنف رام لال گوڈ (ہندی ست) ۳۔

۱۔ "ہندو نو" صفحہ ۹۸۲، مصنف رام لال گوڈ (ہندی ست) ۲۔

غیر مالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ ہی اس سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ روزانہ بیسیوں مسلمان برہمہ سماج میں یرویش یعنی داخل ہوئے۔ اس کی دیکھنا چاہتے ہی معلوم ہے کہ بنگال کے بڑے بڑے مسلم حاذقین برہمہ سماج کے ساتھ نہ صرف بہت تھے بلکہ اس کے باقاعدہ ممبر تھے۔ لیکن عین انہی دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور مسلمانوں کے خلاف کتبیں لکھیں اور ان کو مناظرے کیلئے چیلنج کیا۔ افسوس ہے کہ برہمہ سماج کے کسی دور ان نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو کہ برہمہ سماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہمہ سماج میں داخل ہونے والے مسلمان بھی ہستہ ہستہ اُسے چھوڑ گئے۔ ۱۷

براہمن احمدیہ کی تصنیف اور اشاعت | جب حضورؐ نے دیکھا کہ ان اسلام دشمن تحریکوں کا مضامین لکھ کر اخبارات میں شائع کرنے سے مستقل

فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اخبارات زیادہ دیر تک محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تقویر عرصہ چرچا رہتا ہے۔ اور پھر اصل مضامین لوگوں کے ذہنوں سے اُتر جاتے ہیں تو حضورؐ نے ایک مستقل تصنیف ”براہمن احمدیہ“ کے نام سے تیار کرنا شروع کی اس کتاب میں آپؐ نے قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ایسے ایسے زبردست دلائل دیئے کہ دنیا دنگ رہ گئی۔

آریہ سماجی ویدوں کے بعد کسی الہام الہی کے قائل نہ تھے اور برہمہ سماج والے تو مسے ہی سے الہام کے منکر تھے اور نجات کے حصول کے لئے مجرد عقل ہی کو کافی سمجھتے تھے۔ مغربی فلسفہ سے متاثر مسلمان بھی یورپ کی مادی ترقیات کو دیکھ کر الہام الہی سے انکار کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ صمد اسلام ذرا ذرا سی باتوں پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے تھے اور اسلام نہایت ہی بے بسی اور یکسای کی حالت میں تھا۔ کچھ لوگ عیسائیت کی آغوش میں جا رہے تھے اور کچھ آریہ سماج اور برہمہ سماج کا شکار ہو رہے تھے۔ ان حالات میں قادیان کی گنم بستی سے خدا کا ایک پہلوان اٹھا اور اس نے قرآن مجید کی تفصیلات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، الہام کی ضرورت اور اس کی حقیقت پر مشتمل

۱۷ رسالہ ”کوہی“ مکتبہ اگست سنہ ۱۹۱۰ء (ہندی سے ترجمہ)

بسیار عظیم النظیر کتاب لکھی کہ جس سے جہاں دشمنان اسلام کے چھکے چھوٹ گئے وہاں مسلمانان ہند
 نے جوصلے بھی بند ہو گئے۔ اس کتاب کا پہلا حصہ سنہ ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا۔ اس حصہ میں آپ نے جملہ
 اہل عالم کے لیڈروں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کی حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 صداقت کے ثبوت میں جو دلائل ہم نے اپنی الہامی کتاب یعنی قرآن کریم سے نکال کر پیش کئے ہیں۔
 کوئی غیر مسلم ان سے نصف یا تیسرا حصہ نہ یا چوتھا یا پانچواں حصہ ہی اپنے مذہب کے عقائد کی قسماً
 ثبوت میں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھا دے یا اگر دلائل پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے دلائل
 ہی نمبر وار توڑ کر دکھا دے تو میں بلا تامل اپنی دس ہزار روپیہ کی جائداد اس کے حوالہ کر دوں گا۔ مگر یہ
 سزا لازمی ہوگی کہ تین مسئلہ جوں کا ایک بورڈ یہ فیصلہ دے کہ جواب شرائط کے مطابق تحریر کیا گیا ہے۔
 اس چیلنج کے جواب میں بعض مخالفین اسلام نے اس کتاب کا رد لکھنے کے پر جوش اعلانات کئے
 اس پر آپ نے فوراً لکھا کہ

”سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جادیں۔ بیکین کا
 انکار دھاریں۔ ارسطو کی نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خدوؤں سے آگے استمداد کے لئے ہاتھ
 جڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے آہنہ باطلہ“۔

ایسے موقع پر عیسائیوں آریہ سماجیوں اور برہمن سماجیوں کا فرض تھا کہ وہ اس کتاب کے جواب
 اپنی طرف سے کوئی کتاب شائع کرتے مگر سوامی دیانند صاحب بھی جو براہمن احمدیہ کی اشاعت کے
 مہین برس تک زندہ رہے بالکل خاموش ہی رہے اور برہمن سماجیوں نے بھی چپ ہی سادھ لی۔ البتہ
 یہ سماج پشاور کے ایک شخص پنڈت لیکھرام نامی نے جو بعد میں آپ کے مقابلہ میں آکر ہمیشہ کیلئے
 یہ دھرم کی شکست پر ٹہر لگا کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ ایک کتاب ”تکذیب براہمن احمدیہ“ کے
 اسے شائع کی جن لوگوں کو پنڈت مذکور کی تحریرات دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ
 کی تحریریں سوائے سب دشمن اور ہزلیات کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ یہ کتاب بھی جیسا کہ اس کے نام
 عطا ہے ایسی ہی ایسی باتوں کا مجموعہ تھی۔ مگر سے بھی بغیر جواب کے نہیں چھوڑا گیا۔ آپ کے
 درمید حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے جو بعد میں آپ کے خلیفہ اول قرار پائے

”تصدیقِ براہین احمدیہ“ کے نام سے اس کا جواب شائع کیا جو قابلِ دید ہے۔ آپ کے علاوہ بعض ایسے لوگوں نے بھی جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں تھے۔ تائیدِ براہین احمدیہ اور ردِ تکذیبِ براہین احمدیہ میں کت میں لکھی ہیں۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ اس بیش قیمت کتاب کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوصلے براہین احمدیہ پر ریلو لو بڑھ گئے۔ اور انہوں نے اس کو نعمتِ غیرِ مترقبہ سمجھ کر اس کی بہت ہی قدر کی چنانچہ چند ایک فاضل مسلمانوں کے ریلو کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مشہور محدث لیڈر مولوی | مشہور اہلِ حدیث لیڈر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی رائے نے لکھا۔

’ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں درموجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں نالیفت نہیں ہوئی، درآئندہ کی خبر نہیں نعلی اللہ محدث بعد ذلتِ مراد اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلبی و لسانی و قافی نصرت میں اب ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے

سارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ باغی مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمن سماج سے من زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشان دہی کرے۔ جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلبی و لسانی کے علاوہ جانی نصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو، اور مخالفینِ اسلام اور مشرکین الہیہ کے مقابلہ میں مردانہ تہمتی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کر لے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقرار حیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔“

صوفی احمد جان صاحب | لدھیانہ کے مشہور و معروف صوفی حضرت حاجی محمد جان صاحب آف لدھیانہ کا ریلو نے جن کے عقیدت مندوں کا حلقہ دور دور تک پھیل سکا تھا لکھا کہ

”عالیجناب فیضِ رساں عام۔ معدنِ جود و کرم۔ حجتہ الاسلام۔ برگزیدہ خاص و عام حضرت میرزا غلام احمد

صاحب دہم برکتا ہم رئیسِ اعظمِ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب نے ایک کتاب ”براہین احمدیہ“ سلیس

اُردو زبان میں جس کی ضخامت تین سو تہذو کے ہے چاروں دفتروں کو تقریباً ۳۵ جلدوں میں نہایت خوشخط چھپ بھی گئے ہیں اور باقی وقتاً فوقتاً چھپتے جائیں گے اور خیر یاروں کے پاس پہنچتے رہیں گے۔

یہ کتاب دین اسلام اور نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کی حقانیت کو تین سو مضبوط دلائل عقلی اور نقلی سے ثابت کرتی ہے۔ درمبسانی، آریہ، نیچریہ، ہنود اور برہمن سماج وغیرہ جہنم مذہب مخالف اسلام کو از روئے تحقیق رد کرتی ہے۔ حضرت مسیح نے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام یا مذہب اسلام تمام دلائل یا نصف یا حسن تک بھی رد کر دے تو مصدق صاحب اپنی جائیداد دس ہزار روپیہ کی اس کے نام منتقل کر دیں گے۔ . . .

. . . اس پڑھو، صدی کے زمانہ میں کہ ایک مذہب دعت یہ ہے کہ ہونے سے پہلے ہی ہوا ہے بقول شیعہ، کاذب نے نئے میں مسدود ہے۔ ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی جیسی کہ کتاب برائین التمدید اس کے مؤلف جناب محمد مولانا میرزا غلام احمد صاحب دامت برکاتہم ہیں جو بطرح سے دعوئی اسلام کو مخالفین پر ثبات فرماتے کے لئے موجود ہیں۔ . . . سن تشریف حضرت کا چالیس بائیس تالیس کا ہو گا۔ اصلی وطن اجداد

کا قدیم ملک فاریں معلوم ہوتا ہے نہایت خلیق صاحب مروت و حیا، جوان رعنا، چہرہ سے محبت الہی شکتی ہے۔ بے ناظرین میں بھی بہت اور حال جو جس مدت سے تماس کرتا ہوں کہ بے شک و شبہ جناب میرزا صاحب موصوف نجد وقت اور طالبان سلوک کے لئے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضر اور منکرین اسلام کے واسطے سیف قاطع، درحاسدوں کے واسطے جھت بانہ میں یقین جانو کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اور حجت الہی قائم ہو چکی ہے۔ اللہ آفتاب عالمناں کی طرح بدلائل قطعہ ایسا باری کامل بھیج دیا گیا کہ سچوں کو نور بخشے اور ظلمات و ضلالت سے نکالے اور جھوٹوں پر حجت قائم کرے۔ "۔

حضرت صوفی احمد جان صاحب جن کا ریویو اوپر درج کیا گیا ہے ایک کامل صوفی تھے۔ ہزاروں فیدت مند بیعت کر کے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر جب "برائین احمدیہ" آپ کی نظر سے گزری تو ناظرین کتاب کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت کو تو مخاطب کر کے آپ نے یہ فرمایا کہ

ہم فیوض کی ہے تمہیں پہ نظر تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اور اپنا طریق یہ مقرر کیا کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس مرید ہونے کو آتا تو آپ فرماتے

"سورج نکل آیا ہے اس نادر کی ضرورت نہیں جاوے حضرت صاحب کی بیعت کو" ۱۷

مشہور ہے کہ آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت لینے کی درخواست بھی کی مگر حضور نے فرمایا کہ
مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب تک ٹکڑہ نہ ہو میں بیعت لینے کے لئے تیار نہیں۔

مواوی محی شریف صاحب مکتوبہ می کارلویو | مرید نامہ محمد شفیع صاحب مشہور مسلمہ اخبار "مشہور محمدی"

مکتوبہ کے مدیر تھے۔ آپ نے "ہا، احق درہن الباطل ان الساطن کان زھوفا" کے عنوان سے لکھا کہ

"مدت سے ہماری برادری کہ علمائے اہل اسلام میں سے کوئی حضرت جن کو خدا نے دین کی تائید

اور وحدیت کی توفیق دی ہے کوئی کتاب ایسی تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے

موافق ہو اور جس میں دلائل قلوبہ دربرائین نقدہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر وہ حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے نبوت پر قائم ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ آئندہ بھی برآئی" ۱۸

کئی ماہ کے بعد پھر لکھا کہ ۔

"اس کتاب کی یادہ تالیف کرنی حد ۵۰۰ مان سے باہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق و تفریق

سے اس کتاب میں مؤلفین اسلام پر حجت اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی تالیف و تصنیف کی

محتاج نہیں۔ ج حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را

مگر تا تو پہنچے سے ہم بھی نہیں رک سکتے کہ بلاشبہ کتاب ناجوہ ہے اور جس قدر دشو

ر سے دلائل حقہ بیان کئے گئے ہیں اور مصنف مدظلہ نے اپنے مکشوفات و ابہات کو بھی مخالفین

اسلام پر ظاہر کر دیا ہے اس میں اگر کسی کو شک ہو تو مکاشفات الہی اور انوار نامہ معنای جو علیہ الہی

ہیں ان سب کو فیض صحبت مصنف سے مستفیض ہو کر پاوے اور عین یقین حاصل کرے۔

اثبات اسلام و حقیقت نبوت و قرآن میں یہ جواب کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ . . .

. . . یہ وہ عالی مضامین اور قاطع دلائل ہیں جن کے جواب کے لئے مخالفین کو دس ہزار کی

تحریریں لکھنی ہے۔ اس اشتہار دئے ہوئے عرصہ ہو چکا۔ مگر کسی کو قسمل اٹھانے کی ابتک

نہ لکھا کہ خداوند کا یہ مولف بہ افتخار احمد صاحب + ۱۷ مشہور محمدی مکتوبہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ

طاقت نہیں ہوئی ہے

برائین احمدیہ کے مختلف حصوں کی اشاعت کا زمانہ
برائین احمدیہ کے پہلے دو حصوں کی
اشاعت ۱۹۸۲ء میں۔ تیسری

کی ۱۹۸۲ء میں اور چوتھے کی ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔

اشاعت برائین احمدیہ
کھیلے آپ کی جدوجہد
ملک کے مشہور اخبارات کے ذریعہ برائین احمدیہ کا تعارف تو ملک کے
طول و عرض میں ہو ہی چکا تھا۔ لیکن اکثر مسلمان اسرار ایسے بے حس تھے
کہ کتاب کی خریداری کے لئے انہیں حضرت اقدس کو مسلسل خطوط لکھنے پڑے

اس زمانہ میں آپ کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ آپ خود اپنے ہاتھ سے چیکٹ تیار فرماتے اور خود ہی پتے لکھتے تھے

نواب صدیق حسن خاں
صاحب کا عجیب طرز عمل
نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم ذریعہ البیروت کے ایک مشہور
عالم تھے اور ولایت بھوپال نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ سے
شادی کر لینے کی وجہ سے ان کی شہرت میں خاصہ اضافہ ہو گیا

تھا۔ آپ نے دینی کتابوں کی اشاعت کے لئے بھی خاص جدوجہد کی تھی اس لئے حضرت اقدس نے
آپ کو ایک درود دل سنے والا مسلمان سمجھ کر برائین احمدیہ کی اشاعت میں حصہ لینے کی سزا توجہ دلائی

حضرت کی تحریک پر پہلے تو انہوں نے چند ہی جلدوں کی خریداری کی کہ اظہار کیا۔ مگر پھر دوبارہ یاد دہانی پر
گورنمنٹ انگریزی کے خوف کا بہانہ بنا کر صاف انکار کر دیا۔ اور برائین احمدیہ کا پیکر بھی جو انہیں بھیج چکا تھا

اُسے چاک کر کے واپس بھیج دیا۔ آپ کے ایک مرید حافظ حامد علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کتاب واپس
آئی تو اس وقت حضرت اقدس اپنے مکان میں پہل قدمی کر رہے تھے کتاب کی یہ حالت دیکھ کر کہ وہ کھٹی

ہوئی ہے اور نہایت بری طرح اس کو خواب کیا گیا ہے۔ حضرت کا چہرہ مبارک متغیر اور غصہ سے ترشح
ہو گیا۔ عمر بھر میں حضرت کو ایسے غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا گیا۔ آپ کے چہرہ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا

تھا کہ آپ میں غیر معمولی ناراضگی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آپ بہ ستور ادھر ادھر ٹھہرتے رہے، درخاش تھے
کہ کیا ایک آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔

” اچھا۔ تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کر لو“

نیز یہ دعا کی کہ ان کی عزت چاک کر دی جائے۔ اس کے بعد جب برائین احمدیہ کا ہفتوا حصہ حضور نے تحریر فرمایا تو اس میں بھی حضرت نے نواب صاحب کے اس خلاف اخلاق فعل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

"ہم بھی نواب صاحب کو امید ہے کہ انہیں بناتے بلکہ امید ہے کہ خداوند کریم ہی ہے۔ اور وہی کافی ہے (خدا کرے) گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی ہے" ۱

حضرت اقدس کی اس تحریر کے چند ہی ماہ بعد اسی گورنمنٹ انگریزی نے جس کی "خوشنودی کی خاطر" نواب صاحب نے برائین احمدیہ کی خریداری سے انکار کیا تھا۔ آپ پر ایک سیاسی مقدمہ بنایا۔ نوابی کانفرنس آپ سے پھینک دی۔ جس کی وجہ سے نواب صاحب کو اس حد تک پریشان ہونا پڑا کہ الامان و احفیظ ان مصائب سے نکلنے کے لئے انہوں نے بہتر سے اچھے پاؤں مارے۔ لیکن کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اس کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"نواب صاحب صدیق حسن خطاب پر جو یہ ابتدا پیش آیا وہ بھی میری ایک پیشگوئی کا نتیجہ ہے۔ جو برائین احمدیہ میں درج ہے۔ انہوں نے میری کتاب برائین احمدیہ کو چاک کر کے بھیج دیا تھا۔ میں نے دعاں بھی کہ ان کی عزت چاک کر دی جائے۔ سو، ایسا ہی طور میں آیا" ۲

نواب صاحب کو جب اپنے اس قصور کا احساس ہوا تو انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بڑے انکسار کے ساتھ بذریعہ خط دعا کی درخواست کی۔ حضرت فرماتے ہیں:-

"تب میں نے اس کو قوی رحم سمجھ کر اس کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "میر کو بی سے اس کی عزت بچائی گئی" آخر کچھ مدت کے بعد ان کی نسبت گورنمنٹ کا حکم آگیا کہ صدیق حسن خاں کی نسبت نواب کا خطاب قائم رہے" ۳

برائین احمدیہ کا حصہ چہارم ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا۔ اس حصہ کے آخر میں آپ نے یہ اطلاع شائع فرمائی کہ

"ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی۔ اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ پھر بعد اس کے تہذیب الہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی۔ جس

سے پہلے خبر نہ تھی یعنی بہ عاجز بھی حضرت ابن عمرؓ کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں فرو کر رہا تھا کہ ایک دفعہ رد غیب سے اسی انادریات کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی صفائی نہ تھی سو اب اس کتاب کا ستویں اور ہفتم ظاہر و باطن حضرت رب العالمین ہے۔" ۱۷

چنانچہ دعویٰ مجددیت اور ماموریت کے بعد الہی منشاء کے ماتحت تیس سال تک براہین احمدیہ کے اگلے حصوں کی اشاعت معضالتوں میں رہی۔ آخر صفحہ ۹ میں اس کا پانچواں اور آخری حصہ شائع ہوا جو گویا سابقہ مضمون کے تسلسل میں نہیں تھا۔ لیکن اس بابے غرض میں براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں میں درج شدہ پیشگوئیاں جو پوری ہوئی تھیں ان کا ذکر کے حضور نے یک رنگ اس سے سالانہ حصص سے مربوط بھی کر دیا۔

مجددیت اور ماموریت کے بارہ میں پہلا الہام | براہین احمدیہ کے چاروں حصوں کا ذکر درمیان فی واقعات کو بھیوڑ دیا تھا۔ لہذا اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

”شہد کا واقعہ ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

”یک مرتبہ الہام ہوا کہ ملا اعلیٰ کے لوگ قصودت میں ہیں۔ یعنی ردہ الہی احیاء دین کیلئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملا اعلیٰ پر شخص ٹھی کی قیاس نہیں ہوئی۔“ ۱۸

اس کے اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں۔

”اسی شان میں جواب میں دیکھا کہ لوگ ایک ٹھی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا۔ اور اشارہ سے اس نے کہا

هَذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُولَ اللَّهِ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔

اور اس قول سے مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔“ ۱۹

۱۷۔ ”ہم اور ہماری کتاب“ آخری صفحہ براہین احمدیہ حصہ چہارم، ۱۸۔ براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲، ۱۹۔ ”ہم اور ہماری کتاب“ آخری صفحہ براہین احمدیہ حصہ چہارم، ۵۰۲۔

انہی پیام میں حضور نے یکساں روایا دیکھا۔ کہ

”ایک رات میں لگا رہا تھا کہ اسی اثنا میں مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔ اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپ کا پیر، بدنام کی طرح ویشٹاں تھا۔ آپ میرے قریب ہوئے اور میں نے یہ محسوس کیا۔ آپ مجھ سے معاف کرنا چاہتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر وہ غل ہو گئیں میں ان نور کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی ہلکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں اور اس معاف کے بعد نہ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد مجھ پر السلام الہی کے دروازے کھول دئے گئے اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔“

”يَا أَحْمَدُ بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ. مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ
رَمَى الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ لِيُثْبِتَ رُكُومَاتِ الْإِنْدِمْ أَلَمْ هُمْ
وَيَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ مَنْ إِنْ أَصْرَتْ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ“

یعنی ”اے احمد! اللہ نے تجھے برکت دی ہے پس تو درتوںے دین کی خدمت کے لئے مخالفوں پر کیا ہے وہ تو نے نہیں کیا بلکہ اللہ نے کیا ہے۔ خدا نے تجھے قرآن کریم کا صلہ عطا فرمایا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادے ہوشیار نہیں کئے گئے تھے۔ اور تاج موں کا رستہ واضح ہو جائے۔ لوگوں سے کہہ دے۔ کہ مجھے خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے ایمان لایا ہوں“

دوسرے مقام اور خوابوں سے یہ امر صاف طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ آسمان پر ماموریت کے عہدہ بیلیدہ پر فائز کئے جانے والے شخص کے لئے شرط اعظم یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت کرنے والا ہو کہ جس کی نظیر دنیا میں کہیں نہ مل سکے چنانچہ جب یہ شرط آپ میں پائی گئی تو آپ کے حق میں فیصلہ ہو گیا اللہ صلی علی محمد و آل محمدؑ

یہ وہ پہلا ایہام تھا جو ماموریت کے متعلق آپ پر ہوا لیکن چونکہ ابھی تک آپ کو بیعت لینے کا حکم

ہں ملا تھا اس نے آپ نے بیعت کا اعلان کر کے باقاعدہ کسی جماعت کی بنیاد نہیں رکھی۔ بلکہ عام رنگ
یہی خدمات اسلام سہرا انجام دیتے رہے۔

اسی زمانہ میں آپ کو بعض ایسے الہامات ہوئے جن سے یہ ظاہر تھا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا
ہے جبکہ بے شمار مخلوق تجھ سے فیض حاصل کرنے کے لئے تیرے پاس قادیان آئے گی۔ دیکھنا۔ لوگوں
کثرت سے آکر ملاقات کرنے کی وجہ سے کہیں گھبر نہ جانا۔ غرض جوں جوں مصطفیٰ غیب پر آگاہ کرنے کے
آپ پر الہامات کا نزول شروع ہوا۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اور بھی ترقی کرتے
گئے۔ کیونکہ آپ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ ان سب انوار الہی کا نزول آنحضرت صلی اللہ
وسلم کی پیروی اور برکت سے ہی ہوتا ہے۔ اس لئے آپ سے کثرت سے اپنے ہی متبوع صلی اللہ
وسلم پر وہ بھیجتا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ۱۸۳ھ میں آپ پر نظر ہوا کہ آپ کو وہ حضرت عیسیٰ
بہ السلام کو ایک ہی جوہر سے پیدا لیا گیا ہے اور تم دونوں ایک ہی شے کی مانند ہوئے۔

ان اہم میں آپ کو درود شریف پڑھنے کی تلقین ہوئی اور یہ اہام ہوا کہ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ سَبْدًا دَائِمًا وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

یعنی آج صلی اللہ علیہ وسلم پوسیدہ آدم اور خاتمہ نبیوں میں ان پر اور ان کے آئینہ پر درود ہیں۔
پچھلے اس کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا شروع کر دیا کہ آپ فرماتے ہیں۔
"اس مقام پر مجھ کو یاد آیا کہ ایک حالت اس عازم سے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دائر
جہان اس سے مسلط ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آپ ان کی نعل پر نور کی شکلیں اس
حالت کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برہات ہیں۔ جو تو
نے محمد کی طرف بھیجے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔" ۱۸۴ھ

ان زمانہ میں آپ کو یہ بھی الہام ہوا کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمُ اللّٰهُ

یعنی تو لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میں ایک ہی درویش ہے اور وہ یہ

ترجمہ از بریں حمید جلد سوم صفحہ ۲۲۲ + ترجمہ از بریں حمید جلد سوم صفحہ ۲۲۲ + ترجمہ از بریں حمید جلد سوم صفحہ ۲۲۲

ترجمہ از بریں حمید جلد سوم صفحہ ۲۲۲ + ۵۰۳ + ۵۰۲ + ۵۰۲ + ۵۰۲

کہ میری پیروی کرو۔

سبحان اللہ اب مجیب اسماں خداوندی ہے کہ آپ ان لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ اگر آپ میرے تصور اعلیٰ درجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اخلاقیات صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنے نفا سے درود بھیجیں اور آپ کے نام کی غلوں کو یہ علم دینا کہ جس زمانہ میں اگر مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اس شخص کی پیروی کرو سبحان اللہ و محمدہ سبحان اللہ اعظم اللہ من محمد و آل محمد و

مرزا غلام قادر صاحب کی وفات

مرزا غلام قادر صاحب آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب شیشہ میں نے سو خواب میں نبیاً تھا کہ آپ کے ایک خوراندہ بزرگ انہیں دیکھے ہیں اس خواب کی آمد چوہہ موت ہوا کرتی ہے اس کے بعد اس سے شہید بن گیا اور آپ نے گریہ و زاری سے ان کی صحت کے لئے دعا کی، رہنے والے میں دسائی کچھ دن کے بعد خوب میں دیکھ رہا تھا کہ وہ ایک اور تندرست کی طرح میرے پاس کے مکان میں چل رہے ہیں جب خدا تعالیٰ نے ان کو شفا دینی فلاح اللہ سی قیام و بعد کے چند سال بعد شیشہ میں جب حضور و قدس من لسی ہم کے ساتھ میں تشریف فرما تھے آپ کو خواب میں دیکھا کہ اب نصی مور برس کی زندگی کا جوار لہیزہ جیسا ہے اور وہ موت جب فوت ہونے والے ہیں یہاں تک آپ نے وہ خواب دیکھا ہے ہی صمیم محمد شریف صاحب کو دسائی اور اپنے بھائی کو بھی بذریعہ اطلاع دی کہ آپ اور آخرت کی طرف متوجہ ہوں بہتہ مجھ دکھایا ہے کہ آپ کی زندگی کے دن ہوا سے رہ گئے ہیں۔ مرزا غلام قادر صاحب نے تمام گھوڑوں کو بھی حضور کی اس خواب سے مطلع کیا اور یہ چند ہفتہ میں ہی اس جہان فانی سے گذر گئے فلاح اللہ وان بدلائون۔

مرزا سلطان احمد صاحب کا امتحان
تخصیص لاری میں پاس ہونا۔
تخمیناً فروری ۱۳۱۰ء میں آپ کے بڑے بیٹے مرزا سلطان صاحب نے تخصیص لاری کا امتحان دیا۔ اور آپ کی خدمت میں پاس ہونے کے لئے بذریعہ خط آپ کی درخواست کی حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’مجھ کو وہ خط پڑھا کہ مجھے کہتے ہیں کہ اس شخص کو دنیا کے بارے میں کس قدر غم اور

لے تریاق القلوب صفحہ ۳۹

یعنی جو کچھ وہیں کے لئے فراہم ہونا چاہیئے وہ میں فراہم کروں گا اور تہمدی ہر ایک ضرورت کو پورا کروں گا۔
حضور فرماتے ہیں:-

”اس پیشگوئی کو دوسرے اہل سنت میں اور بھی تصدیق سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس شہر کا نام بھی
لگا گیا تھا جو دہلی ہے۔ اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی۔ اور جیسا کہ
کھانا کیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ بغیر سابق تعلقات و اقربت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف
اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہو گئی۔ سوچو کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا
کہ ان نسل میں سے ایک بڑی نیا رحلت اسلام کی ڈالے گا۔ اور میں اس سے وہ شخص پیدا کریں
جو انسانی روح پرستہ اندر رکھتا ہو گا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑائی میرے نواح
میں، رستہ اور اس سے ۵۰ اور دینیہ کرے جو ان نوروں کو جس کی میرے ہاتھ سے مختاری ہوئی ہے
دیا اس نواہ سے زیادہ پر ملاوے۔ وہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی وادی کا نام
شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم
ہے یہ تفاد کے طور پر اس بات کی حالت اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہاں کی مدد کے
لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں
بھی اس کی پیشگوئی معنی ہوتی ہے۔“

مندرجہ بالا واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت میرزا ناصر آباد صاحب رضی اللہ عنہ جو دہلی کے ایک شہر
خاندان سادات کے روشن گوہر تھے۔ آپ کا تعلق آبائی سلسلہ میں تو قریب کے ایک بزرگ امیر امیر احمد
الدولہ نوسرہ دارین خان بہادر میر بخش منصور جنگ کی نڈر انچیف افواج مغلیہ کے ساتھ تھا اور پنجابی
سلطنت میں آپ کا تعلق حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ جن کا خاندان بقوی اور پرہیزگار
تھا۔ ہندوستان بھر میں مشہور تھا۔ اس سلسلہ کا رشتہ جیسا کہ میں مفید تھے تعلق گو دہلی میں تو وہاں کے قریب بلکہ
خمس قدین میں حضرت فدس کے گھر میں بھی آپ کو کچھ مدت رہنے کا موقع مل چکا تھا۔ پھر آپ حضرت
ابو زینی تھوڑی دیر پر جو بگاری سے بخوبی آگاہ تھے۔ سال سے تبدیل ہو کر لکھی جگہ عازمت کرتے
رہے۔ آپ کو اپنی صاحبزادی سے نہایت بہت جہاں بیگم کے لئے رشتہ کی ضرورت

ش. آئی. رشتہ کی تلاش کے لئے آپ فرلو رخصت لے کر دہلی پہنچے۔ نیک رام دہلی کے لئے بہت عافیت
 میں اور حضرت اقدس کی خدمت میں بھی دعا کے لئے لکھا۔ حضرت کو تو خود رشتہ کی ضرورت تھی حضرت
 صاحب کا بیان ہے کہ

”اس کے جواب میں مجھے حضرت میرزا صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرا تعلق میری (پہلی) ناکل
 بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے اور میں اود نکاح کرنا چاہتا ہوں اور مجھے عقد نکاح لے
 ابھام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عہدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات کے عالی شان خاندان میں
 سے زوہب عطا کروں گا اور اس نکاح میں برکت ہوگی اور اس کا سب سا مان میں خود بہرہ منجاؤں
 تمہیں کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ یہ آپ کے خط کا خلاصہ ہے۔

اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور تعلق
 اس امر کو مخفی رکھیں اور رد کرنے میں ہلکی نہ کریں۔ لے
 حضرت میرزا صاحب فرماتے ہیں :-

”پہلے تو میں نے تامل کیا کیونکہ میرزا صاحب کی عمر کچھ زیادہ تھی اور بیوی بچہ موجود تھے۔ اور
 ہماری قوم کے بھی نہ تھے۔ مگر پھر حضرت مرزا صاحب کی نیکی اور نیک مزاجی پر نظر کر کے جس کا
 میں دل سے خواہاں تھا۔ میں نے اپنے دل میں مقرر کر لیا کہ اسی نیک مرد سے اپنی دختر نیک اختر
 کا رشتہ کر دوں۔ نیز مجھے دلی کے لوگ اور وہاں کے عادات و اطوار بالکل ناپسند تھے“ لے
 آپ کی زوجہ محترمہ المعروف نانی اماں کو یہ روک تھامی کہ

”اول تو دل نہیں مانتا تھا۔ دوسرے عمر کا بہت فرق تھا۔ تیسرے دہلی قانون میں پنجابیوں
 کے خلاف سخت تعصب تھا۔“ لے

حضرت نانی اماں کا اپنا بیان ہے کہ

”جب حضرت صاحب نے حضرت میرزا صاحب کو اپنے لئے لکھا تو میرزا صاحب نے اس ڈر سے
 کہ میں ہندو مانوں گی مجھ سے ذکر نہ کیا۔ اس عرصہ میں اور بھی کئی جگہ سے ہیفات آئے مگر میری
 کسی جگہ تسلی نہ ہوئی۔ آخر ایک دن میرزا صاحب نے ایک لڑھکیا نے

کے ہاشمہ کے متعلق کہا کہ اس کی طرف سے بہت اصرار کی درخواست ہے اور ہے بھی وہ
 اچھا آدمی اسے رشتہ دسہ دو میں نے اس کی ذات وغیرہ حقیقت کی تو مجھے شرح صدر نہ
 ہوئی ہے اور میں نے انکار کیا۔ اس پر میرا صاحب نے کچھ ناراض ہو کر کہا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی
 ہوئی ہے کیا ماری عمر سے بچہ نہ بٹھا جائے گا۔ میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے تو پھر

غلام احمد ہی ہزار درجہ اچھا ہے

جب نے جو میں ایک ڈھنگال کر سامنے رکھ دیا کہ لو پھر میرے غلام احمد کا بھی خط آیا
 ہوا ہے جو کچھ بھی ہو میں اب جلد فیصلہ کر چاہیے میں نے کہا: اچھا یہ غلام احمد کو لکھ دو اسے
 اس پر حضرت نے یہ جواب دے کر اسی وقت قلم دوات لے کر منظوری کی اطلاع دیدی۔ حضرت میر صاحب
 کا خط وصول ہونے کے آٹھ دن بعد حضرت اقدس اپنے خادم حضرت حافظ حامد علی 'لاہ ملاد اعلیٰ اور ایک
 در اور آدمیوں کو ساتھ لے کر دہلی گئے حضرت میر صاحب کی برادری کے لوگوں کو جب علم ہوا۔ تو
 وہ بہت ناراض ہوئے کہ ایک بوڑھے شخص کو اور بچہ پنجابی کو رشتہ دے دیا۔ حضرت اقدس اپنے ساتھ کافی
 زیورادر کپڑا نہیں لے گئے تھے۔ صرف اڑھائی سو روپیہ نقد تھا۔ اس پر بھی رشتہ داروں نے طعن کیا۔ کہ
 اچھا نکاح کیا ہے نہ کوئی زیورہ ہے نہ کپڑا۔

الغرض ۱۸۸۵ء کو خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بین العصر والمغرب گیارہ سو
 روپیہ مہر پر اس مبارک نکاح کا اعلان مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے کیا۔ حضرت میر
 صاحب کے رشتہ دار تو دست پیس کر رہ گئے۔ حضرت میر صاحب نے رخصتانہ دہلی میں ہی نکاح کے بعد
 دسے دیا تھا۔ دوسرے دن حضرت اقدس عازم قادیان ہوئے۔ اور اس طرح سے اس مبارک شادی کا
 کام انجام پذیر ہوا۔ قافلہ اللہ علی دیک !

۱۸۸۵ء کو وہ عجیب و غریب نشان ظاہر ہوا۔ جسے

سرخی کے پھینٹوں والا نشان کہا جاتا ہے اور تفصیل اس اجمال

سرخی کے پھینٹوں کا نشان

۱۰ جولائی ۱۸۸۵ء

کہا یہ ہے کہ ۱۲ رمضان المبارک کو جمعہ کے روز فجر کی نماز پڑھ کر آپ حسب معمول آرام فرمانے کے لئے
 اس حجرہ میں جا کر چارباٹی پر لیٹ گئے جو مسجد مبارک کے ساتھ مشرق کی طرف واقع ہے۔ حضرت مولوی

عبداللہ صاحب ستودی ضحیٰ کا بیان ہے کہ

”میں اس وقت حضورؐ کے پاؤں دبائے لگ گیا جتنی کہ قناب نکل آیا اور حجرہ میں بھی روشنی ہو گئی حضرت اقدس اس وقت کروٹ کے بل بیٹے ہوئے تھے۔ اور منہ مبارک پر اپنا ہاتھ کہنی کی جگہ سے رکھا ہوا تھا۔ میرے دل میں اس وقت بڑے سرور اور ذوق سے یہ خیالات موجزن تھے کہ میں کیا خوش نصیب ہوں کیا ہی عمدہ موقعہ اللہ صبیحہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے کہ بہینوں میں بہید مبارک رمضان شریف کا ہے اور تاریخ بھی جو ۲۷ ہے مبارک ہے اور عشرہ بھی مبارک ہے اور دن بھی جمعہ ہے جو نہایت مبارک ہے اور جس شخص کے پاس میٹھا ہوں وہ بھی نہایت مبارک ہے اللہ اکبر کس قدر برکتیں آج میرے لئے جمع ہیں۔ گویا خداوند کریم اس وقت کوئی نشان حضرت اقدسؑ کا مجھے دکھا دے تو کیا بعید ہے۔ میں سہی سرور میں تھا اور پاؤں ٹخنہ سے قریب سے دبار با تھا کہ یکایک حضرت اقدسؑ کے بدن مبارک پر لرزہ سا محسوس ہوا اور اس لرزہ کے ساتھ ہی حضورؑ نے اپنے ہاتھ مبارک منہ پر سے اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو بہتے ہوئے تھے۔ شاید جاری بھی تھے اور پھر اسی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے جب میری نظر ٹخنہ پر پڑی تو ایک قطرہ سہی کا ہو پھیلا ہوا نہیں بلکہ مستہ تھا۔ مجھے دکھائی دیا میں نے اپنی شہادت کی اعلیٰ دہائی اس قطرہ پر رکھا تو وہ پھیل گیا اور سرخی میری، نگلی کو بھی لگ گئی اس وقت میں یہ ان ہوا اور میرے دل میں یہ تیت گذری **صَبَّحَةَ الْمَلِکِ وَفَتَنَ الْاَشْمَسُ** میں **الْمَلِکِ صَبَّحَةَ** نیز یہ بھی دہلی گذر کہ اگر یہ اللہ کا رنگ ہے تو اس میں شاید خوشبو بھی ہو چنانچہ میں نے اپنی نگلی سونگھی مگر خوشبو وغیرہ کچھ نہ تھی۔ پھر میں ٹخنہ کی طرف سے مکر کی طرف دھانے لگا۔ تو حضرت اقدسؑ کے کرتے پر بھی چند داغ سرخی کے گیلے گیسے دیئے۔ مجھ کو نہایت تعجب ہوا اور میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور حجرہ کی ہر جگہ کو نہایت اچھی طرح دیکھا۔ مگر مجھے سرخی کا کوئی نشان حجرہ کے اندر نہ ملا آخر حیران سا ہو کر بیٹھ گیا اور بدستور پاؤں دبائے لگ گیا حضرت صاحب منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؑ اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر مسجد مبارک میں آکر بیٹھ گئے۔ یہ عاجز بدستور پھر کہ وغیرہ دہانے لگ گیا۔

اس وقت میں نے حضورؑ سے عرض کی کہ حضورؑ یہ سرخی کہاں سے گری۔ پہلے تو مانا دیا

پھر اس عاجز کے صبر پر وہ سارا واقعہ بیان فرما دیا جس کو حضرت اقدس تفصیل کے ساتھ پنی کتابوں میں دست فرما چکے ہیں مگر بیان کرنے سے پہلے اس عاجز کو رویت باریتھانے کا مسئلہ اور کئی امور کا خلاصہ میں وجود پڑا حضرت محمد الدین ان عربی کے واقعات سنا کر خوب اچھی طرح سے دہن نشین کر رہا تھا کہ میں تمہاں میں کامیاب کو بعض صفات الہیہ جمالی یا جلالی متمثل ہو کر رکھانی جاتی ہیں۔ پھر حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ کے کپڑوں پر بھی کوئی قطرہ گرا میں نے اپنے ایڑے اٹھ اٹھ کر سے لیکھ کر عرض کیا کہ حضرت میرے پر تو کوئی قطرہ نہیں ہے۔ فرمایا اپنی ٹوپی پر عرض فرمائی کہ ہنسی دیکھو میں نے ٹوپی اتار کر دیکھی تو ایک قطرہ اس پر بھی تھا۔ مجھے اس وقت بہت سی خوشی ہوئی کہ میرے پر بھی ایک قطرہ خدا کی روشنائی ہ کر اس عاجز نے وہ کرتہ جس پر نمرخی لری تھی تبرک حضرت اقدس سے باصرار سے لیا۔ اس عہد پر کہ میں وصیت کر جاؤں گا کہ میرے کفن کے ساتھ دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت اقدس اس وجہ سے اُسے دینے سے انکار کرتے تھے کہ میرے اور آپ کے بعد اس سے شرک پھیلے گا اور لوگ اس کو زیارت گاہ بنالیں گے اور اس کی پوجا شروع ہو جائے گی غرض کہ بہت بد وقت کے بعد دیا۔ جو میرے پاس اس وقت تک موجود ہے اور نمرخی کے نشان میں وقت تک بد کامت بعینہ موجود ہیں۔

۱۹۲۶ء کو ہوئی جب آپ کو غسل دیا گیا۔ تو وہ کرتہ آپ کی وصیت کے مطابق پہنا دیا گیا اور خاکسار بھی ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہے جن کو وہ کرتہ دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی فالحمد للہ علیٰ ولک دعوت نشان نمائی اور ۱۸۸۵ء کے شروع میں آپ نے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور پیشوؤں اعلان مجددیت و ماموریت کو اسلام کی تازہ بتازہ برکات اور آیات کے دیکھنے کی دعوت دی اس فرض کے لئے آپ نے اپنے دھونی پر مشتمل ایک اشتہار بھی انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع فرمایا۔ جس کا ضروری اقتباس یہ ہے۔

”اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجتہد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے

کلمات مسیح بن مریم کے کلمات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت اور

سے دیکھیں جو سیم ۱۳۱ ۱۳۲ وغیرہ وغیرہ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹۴۳ ۱۹۴۴ ۱۹۴۵ ۱۹۴۶ ۱۹۴۷ ۱۹۴۸ ۱۹۴۹ ۱۹۵۰ ۱۹۵۱ ۱۹۵۲ ۱۹۵۳ ۱۹۵۴ ۱۹۵۵ ۱۹۵۶ ۱۹۵۷ ۱۹۵۸ ۱۹۵۹ ۱۹۶۰ ۱۹۶۱ ۱۹۶۲ ۱۹۶۳ ۱۹۶۴ ۱۹۶۵ ۱۹۶۶ ۱۹۶۷ ۱۹۶۸ ۱۹۶۹ ۱۹۷۰ ۱۹۷۱ ۱۹۷۲ ۱۹۷۳ ۱۹۷۴ ۱۹۷۵ ۱۹۷۶ ۱۹۷۷ ۱۹۷۸ ۱۹۷۹ ۱۹۸۰ ۱۹۸۱ ۱۹۸۲ ۱۹۸۳ ۱۹۸۴ ۱۹۸۵ ۱۹۸۶ ۱۹۸۷ ۱۹۸۸ ۱۹۸۹ ۱۹۹۰ ۱۹۹۱ ۱۹۹۲ ۱۹۹۳ ۱۹۹۴ ۱۹۹۵ ۱۹۹۶ ۱۹۹۷ ۱۹۹۸ ۱۹۹۹ ۲۰۰۰ ۲۰۰۱ ۲۰۰۲ ۲۰۰۳ ۲۰۰۴ ۲۰۰۵ ۲۰۰۶ ۲۰۰۷ ۲۰۰۸ ۲۰۰۹ ۲۰۱۰ ۲۰۱۱ ۲۰۱۲ ۲۰۱۳ ۲۰۱۴ ۲۰۱۵ ۲۰۱۶ ۲۰۱۷ ۲۰۱۸ ۲۰۱۹ ۲۰۲۰ ۲۰۲۱ ۲۰۲۲ ۲۰۲۳ ۲۰۲۴ ۲۰۲۵ ۲۰۲۶ ۲۰۲۷ ۲۰۲۸ ۲۰۲۹ ۲۰۳۰ ۲۰۳۱ ۲۰۳۲ ۲۰۳۳ ۲۰۳۴ ۲۰۳۵ ۲۰۳۶ ۲۰۳۷ ۲۰۳۸ ۲۰۳۹ ۲۰۴۰ ۲۰۴۱ ۲۰۴۲ ۲۰۴۳ ۲۰۴۴ ۲۰۴۵ ۲۰۴۶ ۲۰۴۷ ۲۰۴۸ ۲۰۴۹ ۲۰۵۰ ۲۰۵۱ ۲۰۵۲ ۲۰۵۳ ۲۰۵۴ ۲۰۵۵ ۲۰۵۶ ۲۰۵۷ ۲۰۵۸ ۲۰۵۹ ۲۰۶۰ ۲۰۶۱ ۲۰۶۲ ۲۰۶۳ ۲۰۶۴ ۲۰۶۵ ۲۰۶۶ ۲۰۶۷ ۲۰۶۸ ۲۰۶۹ ۲۰۷۰ ۲۰۷۱ ۲۰۷۲ ۲۰۷۳ ۲۰۷۴ ۲۰۷۵ ۲۰۷۶ ۲۰۷۷ ۲۰۷۸ ۲۰۷۹ ۲۰۸۰ ۲۰۸۱ ۲۰۸۲ ۲۰۸۳ ۲۰۸۴ ۲۰۸۵ ۲۰۸۶ ۲۰۸۷ ۲۰۸۸ ۲۰۸۹ ۲۰۹۰ ۲۰۹۱ ۲۰۹۲ ۲۰۹۳ ۲۰۹۴ ۲۰۹۵ ۲۰۹۶ ۲۰۹۷ ۲۰۹۸ ۲۰۹۹ ۲۱۰۰ ۲۱۰۱ ۲۱۰۲ ۲۱۰۳ ۲۱۰۴ ۲۱۰۵ ۲۱۰۶ ۲۱۰۷ ۲۱۰۸ ۲۱۰۹ ۲۱۱۰ ۲۱۱۱ ۲۱۱۲ ۲۱۱۳ ۲۱۱۴ ۲۱۱۵ ۲۱۱۶ ۲۱۱۷ ۲۱۱۸ ۲۱۱۹ ۲۱۲۰ ۲۱۲۱ ۲۱۲۲ ۲۱۲۳ ۲۱۲۴ ۲۱۲۵ ۲۱۲۶ ۲۱۲۷ ۲۱۲۸ ۲۱۲۹ ۲۱۳۰ ۲۱۳۱ ۲۱۳۲ ۲۱۳۳ ۲۱۳۴ ۲۱۳۵ ۲۱۳۶ ۲۱۳۷ ۲۱۳۸ ۲۱۳۹ ۲۱۴۰ ۲۱۴۱ ۲۱۴۲ ۲۱۴۳ ۲۱۴۴ ۲۱۴۵ ۲۱۴۶ ۲۱۴۷ ۲۱۴۸ ۲۱۴۹ ۲۱۵۰ ۲۱۵۱ ۲۱۵۲ ۲۱۵۳ ۲۱۵۴ ۲۱۵۵ ۲۱۵۶ ۲۱۵۷ ۲۱۵۸ ۲۱۵۹ ۲۱۶۰ ۲۱۶۱ ۲۱۶۲ ۲۱۶۳ ۲۱۶۴ ۲۱۶۵ ۲۱۶۶ ۲۱۶۷ ۲۱۶۸ ۲۱۶۹ ۲۱۷۰ ۲۱۷۱ ۲۱۷۲ ۲۱۷۳ ۲۱۷۴ ۲۱۷۵ ۲۱۷۶ ۲۱۷۷ ۲۱۷۸ ۲۱۷۹ ۲۱۸۰ ۲۱۸۱ ۲۱۸۲ ۲۱۸۳ ۲۱۸۴ ۲۱۸۵ ۲۱۸۶ ۲۱۸۷ ۲۱۸۸ ۲۱۸۹ ۲۱۹۰ ۲۱۹۱ ۲۱۹۲ ۲۱۹۳ ۲۱۹۴ ۲۱۹۵ ۲۱۹۶ ۲۱۹۷ ۲۱۹۸ ۲۱۹۹ ۲۲۰۰ ۲۲۰۱ ۲۲۰۲ ۲۲۰۳ ۲۲۰۴ ۲۲۰۵ ۲۲۰۶ ۲۲۰۷ ۲۲۰۸ ۲۲۰۹ ۲۲۱۰ ۲۲۱۱ ۲۲۱۲ ۲۲۱۳ ۲۲۱۴ ۲۲۱۵ ۲۲۱۶ ۲۲۱۷ ۲۲۱۸ ۲۲۱۹ ۲۲۲۰ ۲۲۲۱ ۲۲۲۲ ۲۲۲۳ ۲۲۲۴ ۲۲۲۵ ۲۲۲۶ ۲۲۲۷ ۲۲۲۸ ۲۲۲۹ ۲۲۳۰ ۲۲۳۱ ۲۲۳۲ ۲۲۳۳ ۲۲۳۴ ۲۲۳۵ ۲۲۳۶ ۲۲۳۷ ۲۲۳۸ ۲۲۳۹ ۲۲۴۰ ۲۲۴۱ ۲۲۴۲ ۲۲۴۳ ۲۲۴۴ ۲۲۴۵ ۲۲۴۶ ۲۲۴۷ ۲۲۴۸ ۲۲۴۹ ۲۲۵۰ ۲۲۵۱ ۲۲۵۲ ۲۲۵۳ ۲۲۵۴ ۲۲۵۵ ۲۲۵۶ ۲۲۵۷ ۲۲۵۸ ۲۲۵۹ ۲۲۶۰ ۲۲۶۱ ۲۲۶۲ ۲۲۶۳ ۲۲۶۴ ۲۲۶۵ ۲۲۶۶ ۲۲۶۷ ۲۲۶۸ ۲۲۶۹ ۲۲۷۰ ۲۲۷۱ ۲۲۷۲ ۲۲۷۳ ۲۲۷۴ ۲۲۷۵ ۲۲۷۶ ۲۲۷۷ ۲۲۷۸ ۲۲۷۹ ۲۲۸۰ ۲۲۸۱ ۲۲۸۲ ۲۲۸۳ ۲۲۸۴ ۲۲۸۵ ۲۲۸۶ ۲۲۸۷ ۲۲۸۸ ۲۲۸۹ ۲۲۹۰ ۲۲۹۱ ۲۲۹۲ ۲۲۹۳ ۲۲۹۴ ۲۲۹۵ ۲۲۹۶ ۲۲۹۷ ۲۲۹۸ ۲۲۹۹ ۲۳۰۰ ۲۳۰۱ ۲۳۰۲ ۲۳۰۳ ۲۳۰۴ ۲۳۰۵ ۲۳۰۶ ۲۳۰۷ ۲۳۰۸ ۲۳۰۹ ۲۳۱۰ ۲۳۱۱ ۲۳۱۲ ۲۳۱۳ ۲۳۱۴ ۲۳۱۵ ۲۳۱۶ ۲۳۱۷ ۲۳۱۸ ۲۳۱۹ ۲۳۲۰ ۲۳۲۱ ۲۳۲۲ ۲۳۲۳ ۲۳۲۴ ۲۳۲۵ ۲۳۲۶ ۲۳۲۷ ۲۳۲۸ ۲۳۲۹ ۲۳۳۰ ۲۳۳۱ ۲۳۳۲ ۲۳۳۳ ۲۳۳۴ ۲۳۳۵ ۲۳۳۶ ۲۳۳۷ ۲۳۳۸ ۲۳۳۹ ۲۳۴۰ ۲۳۴۱ ۲۳۴۲ ۲۳۴۳ ۲۳۴۴ ۲۳۴۵ ۲۳۴۶ ۲۳۴۷ ۲۳۴۸ ۲۳۴۹ ۲۳۵۰ ۲۳۵۱ ۲۳۵۲ ۲۳۵۳ ۲۳۵۴ ۲۳۵۵ ۲۳۵۶ ۲۳۵۷ ۲۳۵۸ ۲۳۵۹ ۲۳۶۰ ۲۳۶۱ ۲۳۶۲ ۲۳۶۳ ۲۳۶۴ ۲۳۶۵ ۲۳۶۶ ۲۳۶۷ ۲۳۶۸ ۲۳۶۹ ۲۳۷۰ ۲۳۷۱ ۲۳۷۲ ۲۳۷۳ ۲۳۷۴ ۲۳۷۵ ۲۳۷۶ ۲۳۷۷ ۲۳۷۸ ۲۳۷۹ ۲۳۸۰ ۲۳۸۱ ۲۳۸۲ ۲۳۸۳ ۲۳۸۴ ۲۳۸۵ ۲۳۸۶ ۲۳۸۷ ۲۳۸۸ ۲۳۸۹ ۲۳۹۰ ۲۳۹۱ ۲۳۹۲ ۲۳۹۳ ۲۳۹۴ ۲۳۹۵ ۲۳۹۶ ۲۳۹۷ ۲۳۹۸ ۲۳۹۹ ۲۴۰۰ ۲۴۰۱ ۲۴۰۲ ۲۴۰۳ ۲۴۰۴ ۲۴۰۵ ۲۴۰۶ ۲۴۰۷ ۲۴۰۸ ۲۴۰۹ ۲۴۱۰ ۲۴۱۱ ۲۴۱۲ ۲۴۱۳ ۲۴۱۴ ۲۴۱۵ ۲۴۱۶ ۲۴۱۷ ۲۴۱۸ ۲۴۱۹ ۲۴۲۰ ۲۴۲۱ ۲۴۲۲ ۲۴۲۳ ۲۴۲۴ ۲۴۲۵ ۲۴۲۶ ۲۴۲۷ ۲۴۲۸ ۲۴۲۹ ۲۴۳۰ ۲۴۳۱ ۲۴۳۲ ۲۴۳۳ ۲۴۳۴ ۲۴۳۵ ۲۴۳۶ ۲۴۳۷ ۲۴۳۸ ۲۴۳۹ ۲۴۴۰ ۲۴۴۱ ۲۴۴۲ ۲۴۴۳ ۲۴۴۴ ۲۴۴۵ ۲۴۴۶ ۲۴۴۷ ۲۴۴۸ ۲۴۴۹ ۲۴۵۰ ۲۴۵۱ ۲۴۵۲ ۲۴۵۳ ۲۴۵۴ ۲۴۵۵ ۲۴۵۶ ۲۴۵۷ ۲۴۵۸ ۲۴۵۹ ۲۴۶۰ ۲۴۶۱ ۲۴۶۲ ۲۴۶۳ ۲۴۶۴ ۲۴۶۵ ۲۴۶۶ ۲۴۶۷ ۲۴۶۸ ۲۴۶۹ ۲۴۷۰ ۲۴۷۱ ۲۴۷۲ ۲۴۷۳ ۲۴۷۴ ۲۴۷۵ ۲۴۷۶ ۲۴۷۷ ۲۴۷۸ ۲۴۷۹ ۲۴۸۰ ۲۴۸۱ ۲۴۸۲ ۲۴۸۳ ۲۴۸۴ ۲۴۸۵ ۲۴۸۶ ۲۴۸۷ ۲۴۸۸ ۲۴۸۹ ۲۴۹۰ ۲۴۹۱ ۲۴۹۲ ۲۴۹۳ ۲۴۹۴ ۲۴۹۵ ۲۴۹۶ ۲۴۹۷ ۲۴۹۸ ۲۴۹۹ ۲۵۰۰ ۲۵۰۱ ۲۵۰۲ ۲۵۰۳ ۲۵۰۴ ۲۵۰۵ ۲۵۰۶ ۲۵۰۷ ۲۵۰۸ ۲۵۰۹ ۲۵۱۰ ۲۵۱۱ ۲۵۱۲ ۲۵۱۳ ۲۵۱۴ ۲۵۱۵ ۲۵۱۶ ۲۵۱۷ ۲۵۱۸ ۲۵۱۹ ۲۵۲۰ ۲۵۲۱ ۲۵۲۲ ۲۵۲۳ ۲۵۲۴ ۲۵۲۵ ۲۵۲۶ ۲۵۲۷ ۲۵۲۸ ۲۵۲۹ ۲۵۳۰ ۲۵۳۱ ۲۵۳۲ ۲۵۳۳ ۲۵۳۴ ۲۵۳۵ ۲۵۳۶ ۲۵۳۷ ۲۵۳۸ ۲۵۳۹ ۲۵۴۰ ۲۵۴۱ ۲۵۴۲ ۲۵۴۳ ۲۵۴۴ ۲۵۴۵ ۲۵۴۶ ۲۵۴۷ ۲۵۴۸ ۲۵۴۹ ۲۵۵۰ ۲۵۵۱ ۲۵۵۲ ۲۵۵۳ ۲۵۵۴ ۲۵۵۵ ۲۵۵۶ ۲۵۵۷ ۲۵۵۸ ۲۵۵۹ ۲۵۶۰ ۲۵۶۱ ۲۵۶۲ ۲۵۶۳ ۲۵۶۴ ۲۵۶۵ ۲۵۶۶ ۲۵۶۷ ۲۵۶۸ ۲۵۶۹ ۲۵۷۰ ۲۵۷۱ ۲۵۷۲ ۲۵۷۳ ۲۵۷۴ ۲۵۷۵ ۲۵۷۶ ۲۵۷۷ ۲۵۷۸ ۲۵۷۹ ۲۵۸۰ ۲۵۸۱ ۲۵۸۲ ۲۵۸۳ ۲۵۸۴ ۲۵۸۵ ۲۵۸۶ ۲۵۸۷ ۲۵۸۸ ۲۵۸۹ ۲۵۹۰ ۲۵۹۱ ۲۵۹۲ ۲۵۹۳ ۲۵۹۴ ۲۵۹۵ ۲۵۹۶ ۲۵۹۷ ۲۵۹۸ ۲۵۹۹ ۲۶۰۰ ۲۶۰۱ ۲۶۰۲ ۲۶۰۳ ۲

مشابہت ہے اور اس کو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض یہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و
 فضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس کے
 پسے گندھکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اس کے برخلاف چلنا
 - موجب الجحیم و حرمان ہے۔ ۱۷

یہ انتہائی بے ہزار کی آمد میں شائع کیا گیا اور دنیا بھر کے بادشاہوں، وزیروں اور مذہبی لیڈروں
 کو بھیجا گیا اور انہیں دعوت دی گئی کہ اگر نہیں اسلام کی حقانیت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت
 کے بارے میں کوئی شبہ ہو یا الہام یا ہستی باری تعالیٰ کے متعلق کوئی اعتراض ہو یا قرآن کریم کی فضیلت
 کے متعلق کوئی بات دن میں کھٹکتی ہو تو وہ آپ کے پاس کر یا بذریعہ خط و کتابت اپنی تسلی کر لیں۔
 ساتھ ہی "اعلان دعوت" کے نام سے یہ نئے نئے شائع فرمایا جس میں ہندوستان و پنجاب
 کے مختلف مذاہب کے پیروں کو نشان نمائی و دعوت دی گئی جس میں لکھا کہ
 "اگر آپ وہیں دریا کے کنارے رہ کر مرنی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسروں پر یہ باہر کے
 حساب سے آپ کو ہر جانہ یا حرمان دیا جائے گا۔" ۱۸

حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

"ہرچند ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب کے ہر مذہبی صاحبان و سربراہان کی خدمت میں
 اس مضمون کے خط رجسٹر کر کے بھیجے مگر کوئی صاحب ذریعہ میں تشہیت نہ دے بلکہ منستی
 اندر من صاحب کے لئے ترجمان چھوڑیں سو وہ یہ نقد لاہور میں بھیجا گیا۔ تو وہ لٹا کر کے ذرا
 کوٹ چلے گئے اس ایک صاحب پرست نے ہم نامہ پیشوا کی قادیان میں ضرور آئے تھے۔ وہ
 اس کو بار بار کہتا رہا کہ ایسی بات سے موافق ملکہ میں تنخواہ سے دوپہنہ چویشاد میں نوکری کی
 حالت میں پانے پختہ ہوں۔ یہ کہہ کر اس کے دل میں ایک ٹکٹا اور اس پر یہ بھی
 کہہ گیا کہ اگر ایک سال تک میں اس کی خدمت میں رہوں تو وہی ٹکٹا نہیں دے گا۔ ان دنوں

۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳

اپنے چچا زاد بھائیوں کے اہل و عیال
کی نسبت پیشگوئی۔ ۵ اگست ۱۸۸۵ء
جاوے حضرت اقدس نے ۵ اگست ۱۸۸۵ء کو

اپنے چچا زاد بھائیوں کے اہل و عیال
کی نسبت پیشگوئی۔ ۵ اگست ۱۸۸۵ء

یہ پیشگوئی کی۔ کہ

”مرزا امام الدین و نظام الدین کی نسبت مجھے امام ہوا ہے کہ کچھ تیس ماہ تک ان پر ایک سخت
مصیبت پڑے گی یعنی ان کے اہل و عیال میں سے کسی مرد یا کسی عورت کا انتقال ہو جائیگا
جس سے ان کو سخت تکلیف اور فراق پہنچے گا۔ سچ ہی کی تائید کے حساب سے جو تیس سالوں
میں ۱۹۴۲ء مطابق ۵ اگست ہے یہ واقعہ ظہور میں آئے گا۔“

اس پیشگوئی پر حسب ذیل ہندوؤں کے بطور گواہ دستخط ہیں۔ پنڈت بھدرا مل ساکن کا دیان تلیم
خود۔ پنڈت بیجا تلیم خود۔ بٹنداس برہمن بقدر خود۔ بٹنداس کھتری لکھنؤ۔

چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوگا یعنی عین اکتیسویں مہینہ کے درمیان مرزا نظام الدین کی دختر
یعنی مرزا امام الدین کی بھتیجی عمر پندرہ سال ایک بہت چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ ۵

۲۸ اور ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید میں
شہب ثاقبہ کا نشان آسمان پر ستاروں کے ٹوٹنے کا ایک غیر معمولی نشان دکھایا۔ چنانچہ

آپ فرماتے ہیں۔

”۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی رات کو یعنی اس رات کو جو ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کے دن سے پہلے آتی ہے
اس قدر شہب کا تماشا آسمان پر تھا۔ جو میں نے اپنی تمام عمر میں اس کی نظیر کبھی نہیں دیکھی۔
اور آسمان کی فضا میں اس قدر ہزار ہا شعلے ہر طرف چل رہے تھے جو اس رنگ کا دنیا میں کوئی
بھی نمونہ نہیں تا میں اس کو بیان کر سکوں۔ مجھ کو یاد ہے کہ اس وقت یہ الہام کثرت ہوا تھا۔ کہ
مَا زَمَيْتَ إِذْ أَقْبَمْتَ وَأَيْسَرَ اللَّهُ رَحْمِي ۝

اور میں نے کہی شہب سے بہت مناسب قسمی

۵ شہر ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء مندرجہ بالا رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۰ + ۲۱ سے لے کر ۲۲ تک
بلکہ خود۔ چنانچہ حقیقتہً لاجی صفحہ ۲۰ + ۲۱

یہ شہب ثاقبہ کا تھا شاہجہان ۲۸ نومبر ۱۶۵۸ء کی رات کو یسوع صلیب پر چڑھا۔ جو یورپ اور امریکہ اور ایشیا کی تمام خبروں میں بڑی حیرت کے ساتھ چھپ گیا لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ یہ بے فائدہ تھا لیکن خداوند کریم جانتا ہے کہ سب سے زیادہ غور سے اس تماشے کے دیکھنے والے اور پھر اس سے حظ اور لذت اٹھانے والے میں سے کبھی کسی تکلیف بہت دیر تک اس تماشا کے دیکھنے کی طرف لگی رہیں اور وہ مسلسل رومی شہب کا شام سے ہی شروع ہو گیا تھا جس کو میں صوفی الہامی بشارتوں کی وجہ سے بڑے سحر و کے ساتھ دیکھتا رہا کیونکہ میرے دل میں الہامی ڈال گیا تھا کہ یہ تیرے لئے نشان ظاہر ہوا ہے کیونکہ اسے پہلے الہامی وحشتوں میں نمبر مسیح کی بہت بڑی علامت قرار دیا گیا تھا۔

ستارہ نکلنے کا نشان | چہ اس کے بعد یورپ کے لوگوں کو وہ سارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیح کے ظہور کے وقت نکلا تھا۔ مہرے دل میں ڈال گیا۔ کہ یہ ستارہ بھی میری صداقت کے لئے ایک دوسرا نشان ہے۔

ہمارا جہ دلپس سنگھ اور سرسید
نومبر ۱۸۸۵ء میں حضرت اقدس نے سرسید مرحوم اور
ہمارا جہ دلپس سنگھ کے متعلق بعض متوحش خبریں سنیں
جو ہم کے متعلق بعض متوحش خبریں
پیشگوئی ہندو مسلمانوں کو سنائیں پھر بعد میں ۲۰ فروری
۱۸۸۸ء کو ایک اشتہار بھی شائع فرمایا جس میں لکھا کہ:-

”ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدی افسر کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے فرائض قومی بھائوں کی نسبت کہ یہ نجم الہند میں ایک ایسی امیر نور پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلا اور کسی کی موت و فوت و غیرت اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو استاد الشہادت پر بعد تصفیہ لکھی جائیں گی۔ منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔“

نجم الہند سے مراد سرسید مرحوم تھے۔ اور نور پنجابی الاصل سے مراد ہمارا جہ دلپس سنگھ تھے جو راجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے تھے جنہوں نے فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ سو کے قریب ہندو مسلمانوں کو

ان خبروں سے آگاہ کیا تھا۔ ہم حال سرسید مرحوم کو یہ حادثہ پیش آیا کہ انہیں "اخیر عمر میں ایک جوں بیٹے کی موت کا جانکاہ صدمہ پہنچا۔" اور علیگڑھ کالج کی عمارت کی تکمیل کے لئے جو انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ چندہ فراہم کیا تھا۔ اس میں سے ایک شریہ النفس انسان ڈیڑھ لاکھ روپیہ کھا گیا۔ سرسید مرحوم نے اس نقصان کو اس قدر محسوس کیا کہ غم کی وجہ سے تین دن کھانا نہیں کھایا اور بعض اوقات یہوش بھی ہو گئے۔ ان کے فرزند سید محمود صاحب نے کہا کہ "اگر میں اس نقصان کے وقت علیگڑھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اس غم سے مر جاتے۔"

مہاراجہ دلیپ سنگھ انگریزوں نے چونکہ پنجاب سکھوں سے لڑ کر حاصل کیا تھا اس لئے انہوں نے سنا سمجھا کہ دلیپ سنگھ کو جو تخت کا وارث ہے اور ابھی بچہ ہی ہے پنجاب سے لے ہی جائیں چنانچہ وہ دلیپ سنگھ کو لندن لے گئے وہاں اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ ادھر وہ جوان ہوا وہ ادھر انگریزوں کے قدم پنجاب پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے۔ سکھوں نے مطالبہ کیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو واپس پنجاب لایا جائے انگریزوں نے یہ محسوس کر کے کہ ب خطرہ تو کوئی ہے نہیں واپس لانے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اور بحری جہاز پر اسے سوار کر دیا۔ جب یہ خبر پنجاب میں مشہور ہو گئی کہ مہاراجہ صاحب واپس آ رہے ہیں تو سکھوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت اقدس کو خدائے عظام الغیوب نے بتایا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ پنجاب میں سکونت نہیں اختیار کر سکیں گے بلکہ اس سفر میں ان کی عزت آسائش یا جان کا خطرہ ہے چنانچہ ایسا ہی ہو جب ان کا جہاز عدن پہنچا۔ تو انگریزوں نے ان کے پنجاب وارد ہونے سے خطرہ محسوس کر کے ان کے جہاز کو واپس کر دیا اور اس طرح سے خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی خبر بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ایوں تو حضرت اقدس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بڑا سفر ہوشیار پور اور پیشگوئی مصلح موعودؑ قیمتی تھا اور آپ نے دینی خدمات کے سلسلہ میں

کاروائے نمایاں سر انجام دئے۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ کی تعریف میں فرماتا ہے۔ انت الشیخ المسلمین الذی لا ینزع وقتہ کہ تو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا چنانچہ آپ نے اپنی زندگی میں جو کام سر انجام دئے میرا خیال ہے کہ اگر نہیں تفصیل کے ساتھ قلمبند کرنے کی کوشش کی جائے تو ہزاروں صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک وقفہ ہمارے لئے بیش بہا سبق

رکھتا ہے مگر آٹھ سال عجیب و غریب واقعات اور آسمانی تائیدات کا سال تھا۔ اوپر حضرت کے ایک اشتہار کا اقتباس درج کر کے بتایا جا چکا ہے کہ اس سال اللہ تعالیٰ کی خاص، الخاص تجلیات کے نظارے آپ نے دیکھے۔ آپ کو مختلف مور کے متعلق جناب الہی کی طرف سے آئندہ ہونیوالے واقعات سے مطلع کیا گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت اقدس کا مدت سے ارادہ تھا کہ آپ کسی ایسی جگہ جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح متواتر پچیس دن عبادت الہی اور دعا میں گزاریں جہاں آپ کو کوئی جانتا نہ ہو۔ چنانچہ اس غرض کے لئے آپ نے پہلے ۸۸۴ھ میں سو جان پور ضلع گورداسپور جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر مشیت الہی کے ماتحت یہ سفر ملتوی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔

چنانچہ جنوری ۱۸۸۵ء میں آپ عارم ہوشیار پور ہوئے اس سفر میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنورتی حضرت شیخ محمد علی صاحب اور مہاراجہ فتح علی صاحب آپ کے ساتھ بطور خادم تھے۔ ہوشیار پور پہنچ کر جنمو نے تیغ مہر علی صاحب رئیس کے طویلہ کے باغخانہ میں قیام فرمایا۔ چونکہ برہمن احمدیہ کی اشاعت کی وجہ سے آپ کی شہرت کافی ہو چکی تھی اور لوگ آپ کی ملاقات کے مشتاق تھے۔ اس لئے حضور نے بذریعہ دستی شہبازات یہ اعلان فرمادیا تھا کہ پچالیس دن تک کوئی صاحب محمد سے ملنے کے لئے نہ آویں۔ بعد میں بیس دن اور بہاں رہوں گا۔ نایام میں ہر شخص کو ملاقات کی اجازت ہوگی۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

”ہماری رالیش کا انتظام نیچے تھا اور ہمیں حضرت اقدس نے ناکیری حکم دے رکھا تھا کہ مجھ سے نہ خود کوئی شخص کلام نہ کرے اگر میں کوئی بات پوچھوں تو صرف میری بات کا جواب دے دیا جائے نہ نہایت نہ کیجاٹے میرا کھانا پرہینچا یا جاوے اور برتن واپس لینے کیلئے قطع نہ کیجاٹے نماز میں اللہ رکھا روٹکا البتہ کھیلنے دیا کوئی دین سی مسجد تلاش کرو جہاں ہم صبحی میں نماز ادا کر سکیں چنانچہ شہ کے ہاں ہر ملک ماع میں جھوٹی سی مسجد تھی ہم لوگ

۱۔ سیرت المہدی جلد اول روایت ۸۸ *

تھے کہ رٹوف غریب کرنا ہے کہ وہ مکان جس میں حضور نے قیام فرمایا تھا۔ اب ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ قابض ہندوؤں نے سارے مکان میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ مگر اس کو وہ جس میں حضور نے چلہ کشی کی تھی بغیر کسی تبدیلی کے یوں ہی رہتے ہیں اور کبھی کبھی اس میں اپنے طور پر دعا کیا کرتے ہیں۔ *

جمعہ کے لئے وہاں جاتے تھے۔ حضرت اقدس غفرلہ عنہم بڑھتے اور نماز پڑھا کر واپس نشہ لے آتے۔
حضرت مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جب میں کھانا پہنچانے کے لئے اُپر گیا۔ تو
حضرت نے فرمایا "سیاں عبد اللہ! ان دنوں مجھ پر بڑے بڑے خدا کے فیصلے کے دروازے کھلے
میں اور بعض اوقات میری دیر تک خدا تجھے سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر ان کو لکھا جائے تو کئی
درج ہو جائیں۔" ۱۰

چالیس دن گزرنے کے بعد حضور نے ۲۰ فروری کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں اپنی نسبت اپنی
اولاد کی نسبت، اپنے اقارب کی نسبت، اپنے دوستوں کی نسبت، سرسید اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کی
نسبت، نئی ایک پیشگوئیاں درج فرمائیں۔ مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی بھی اسی اشتہار میں درج
فرمائی جس کی تفصیل سنار احمد اٹھی بیان کی جائے گی۔ چلہ کشی کے بعد کئی لوگ باہر سے بھی ملاقات کے
لئے حاضر ہوئے۔ بعض لوگوں نے آپ سے مذہبی طور پر مبالغہ آمیز خیالات بھی کیا جن میں خاص طور پر نڈرت
مرید پھر کے ساتھ مباحثہ مشہور ہے۔ جس کی روئے چھوڑ کی کتاب "سرسید چشم آریہ" میں درج ہے۔ جب دو
ماہ کی مدت پوری ہو گئی تو حضرت اسی رستہ سے واپس قادیان تشریف لائے جس رستہ سے گئے تھے۔ حضرت
مولوی عبد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

"ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر ہے جہاں کچھ باغیچہ سالک ہوا ہے۔ وہاں
پہنچ کر حضور حقوڑی دہلی کے لئے پہلی سے اُتر آئے۔ اور فرمایا یہ عمدہ سایہ دار جگہ ہے۔ یہاں تھوڑی
دیر ٹھہر جاتے ہیں اس کے بعد حضور قمر کی طرف تشریف لے گئے۔ میں پیچھے پیچھے ہو گیا اور شیخ
حامد علی اور فتح خاں بھلی کے پاس رہے۔ آپ مقبرہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھول کر اندر گئے
اور قبر کے سر پرانے کھڑے ہو کر صاحب قبر کے لئے ہاتھ اٹھائے اور حقوڑی دیر تک دعا فرماتے
رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو
جس بزرگ کی یہ قبر ہے وہ قبر سے نکل کر دوڑا نو ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئے اور اگر آپ ساتھ نہ ہوتے
تو میں ان سے باتیں بھی کر لیتا۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی ہیں اور رنگ سالوٹا ہے۔"

لے بہت اہمیت کے حامل روایات سرمد سیاں عبد اللہ صاحب ۱۱
اس کتاب میں حضرت نے قانون قدرت، معجزات اور روح کی حقیقت پر نہایت ہی لطیف اور مدلل بحث کی ہے (شاہکار مکتب)

یہ فرمایا کہ دیکھو، اگر یہاں کوئی مجاور ہے تو اس سے ان کے حالات پوچھیں چنانچہ حضور نے مجاور سے دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے ان کو خود نہیں دیکھا۔ کیونکہ ان کی وفات کو قریباً ایک سو سال گزر گیا ہے اہل پنہ باپ یا دادا سے سنا ہے کہ سالوہ رنگ تھا اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔ اور اس علاقہ میں ان کا بہت اثر تھا۔ اے

شانِ رحمت یعنی اب میں پسرموعود کے متعلق حضور کی وہ مشہور و معروف پیشگوئی درج کرتا ہوں جو حضور نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع فرمائی۔ حضرت شیگوئی مصلح موعود اقدس فرماتے ہیں۔

”خدا نے رحمِ دیکریم بزرگ دہر ترے جوہ چیز پر قدرت بیش شانہ و غنا منہ نے بیتہ الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ

”میں تجھے ایک رحمت کا لسان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تعزیمات کو مٹا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے۔ یہ قبولیت جگہ دی و تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور مدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قہر کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے نظمِ تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پتھر سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دسے بڑے ہیں باہر آویں۔ ورنہ دین اسلام کا شرف، اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو ورتا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آسمانے اور باطن اپنی تمام غنیمتوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں ورتا، نہیں جو خدا کے دھود پر ایمان نہیں ماتے اور خدا کے دین و راہ کی کتاب و راہ کے رسول پاک محمد مصطفیٰ کو انکار اور کذب کی راہ سے دیکھتے ہیں ایک کھسی نستانی ملے اور عیسویں کی راہ ظہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجہ اور پاک لڑنا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زک کی غم تجھے ملیگا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی دریت و نسل ہوگا۔

خوبصورت پاک رُکاو تہرا مہمان آتا ہے اس کا نام عنواٹیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ جس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بہاریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمہ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیور نے اسے کلمہ تجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہم ہوگا اور دین کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) در شنبہ ہے مبارک دوست بہ۔ فرزند دیندار می رجند۔ مظهر الحق والعدلا کانت اللہ نور من امتحان جس کا نزد بہت مبارک در حلال الہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے قطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا ہا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور امیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ امْرَأًا قُضِيًّا۔ ۱۰

اپنی، اپنے خاندان اور اپنے
 دلی محبوبوں کی نسبت پیشگوئی

پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ
 ”تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری
 کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس

کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری درمیت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا
 مگر بعض بات میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل
 جائے گی اور ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لادلہ رہ
 کر تیرے ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پڑے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابو
 ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بھڑوں سے بھر جائیں گے اور ان کی دہروں پر غصہ نازل ہوگا۔
 لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائے گا

اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤن گھر برکتوں سے بھر دے گا تیری دیریت
منقطع ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس مدت تک جو ذنب
منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا
میں تجھے اٹھائوں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا بدتر انام مسخر زمین سے کبھی نہیں اٹھیکگا۔ اور ایسا ہوگا
کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں گئے ہونے ہیں، ورتیرے ناکام رہنے کے درپے اور
تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے، اور ناکامی اور ناراضی میں مر جائیں گے
لیکن خدا تجھے نکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرزیاں تجھے دے گا۔ میں تیرے خاص و رومی
مجتوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و امور میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشنے لگاؤں
اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تبار و زلفیاست غالب رہیں گے جو حاسدوں اور منافقوں
کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں حوالے دے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علی حسب احوال اپنے اپنا
اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر ان سے مشابہت
رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت
ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں و راجوں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک
کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے شکر و اور حق کے انی افوا اگر تم میرے بندے
کی نسبت شک میں ہو اگر تمہیں اس فضل اور احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے
پر کیا تو اس نعمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی یہ نشان پیش کرو اگر تم بچے ہو اور
اگر تم کبھی پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس گت سے ڈرو کہ جو، فہانوں
اور کھنڈوں، ورحہ سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔ ۱۷

اس کے بعد ۲۲ مئی ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں حضرت قدس نے مصلح موعود کی پیدائش کیلئے دعا
سے اطلاع پا کر نو سال کی مدت بھی مقرر فرمادی جینا بخیر الہی وعدہ کے مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۹۰ء کو مصلح
موعود کی پیدائش ظہور میں آگئی۔ فالحمد للہ علی ذلک:

یہ سن اس امر کو ظاہر کر دینا ہے محل نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالند کے مطابق مصلح موعود

کی پیشگوئی کے بعد حضرت قدس کو پہلے ایک لڑکی عطا فرمائی اور پھر ایک لڑکا عنایت فرمایا جو بعد میں اپنے
اوس کہلایا اور تقریباً سو اس سال کی عمر پا کر وفات پا گیا۔ فائدہ دانا لبراجیون !

ان دونوں بچوں کی پیدائش پر معتد ضمیمہ اور ضمیمہ الاعتقاد لوگوں کو سخت ٹھوکر لگی اور انہوں نے
یہ اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ پیشگوئی کے مطابق مصلح موعود پیدا نہیں ہوا حالانکہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے
اشہد میں حضرت اقدس نے صاف طور پر فرمایا تھا کہ مصلح موعود کی پیدائش کے متعلق اللہ تعالیٰ نے
نوسال کی مہینہ شمار کر دی ہے اور اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ نوسال کے عرصہ میں مصلح موعود
کے علاوہ حضرت اقدس سے اُن کوئی بچہ پیدا یا فوت نہیں ہوگا۔ مقصد و صرف یہ تھا کہ نوسال کی مدت
کے اندر مصلح موعود پیدا ہوگا۔ سو وہ پیدا ہو گیا۔

حضرت اقدس کی اولاد | اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی ساری اولاد کا کچھ
طور پر ذکر کر دیا جائے۔ آپ کی پہلی بیوی جو آپ کے رشتہ فارغان میں
سے ہی تھیں۔ ان سے آپ کے اُن صرف دو لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد
اور مرزا فضل احمد۔ اول الذکر ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنے چھوٹے بھائی
حضرت مہر البشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی علیہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے کچھ عرصہ
بعد ۱۹۲۱ء میں فوت ہوئے۔ اور ثانی الذکر غالباً ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۲ء میں فوت ہو گئے
یہ حضرات اقدس کے بہت ہی فرمانبردار رہے۔ مگر آخری ایام میں اپنے دوسرے رشتہ داروں کے زیر اثر آ گئے تھے
آپ کی دوسری بیوی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ جو حضرت میرزا ناصر نواب صاحب دہلی
کی بیٹی تھیں اُن سے آپ کے اُن دس بچے پیدا ہوئے۔ پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں۔
تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ عصمت۔ ۱۵ اپریل ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئیں اور ۱۸۹۱ء میں فوت ہو گئیں۔

۲۔ بشیر اول۔ ۱۰ اگست ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے والد ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو فوت ہو گئے۔

۳۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ اور

۱۹۱۲ء میں خلیفۃ المسیح الثانی ہوئے

1
 2
 3
 4
 5
 6
 7
 8
 9
 10
 11
 12
 13
 14
 15
 16
 17
 18
 19
 20
 21
 22
 23
 24
 25
 26
 27
 28
 29
 30
 31
 32
 33
 34
 35
 36
 37
 38
 39
 40
 41
 42
 43
 44
 45
 46
 47
 48
 49
 50
 51
 52
 53
 54
 55
 56
 57
 58
 59
 60
 61
 62
 63
 64
 65
 66
 67
 68
 69
 70
 71
 72
 73
 74
 75
 76
 77
 78
 79
 80
 81
 82
 83
 84
 85
 86
 87
 88
 89
 90
 91
 92
 93
 94
 95
 96
 97
 98
 99
 100





حشراف صاحبزادہ - میراج احمد - حشراف صاحبزادہ - میراج احمد - حشراف صاحبزادہ - میراج احمد - حشراف صاحبزادہ
 و - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ
 میراج احمد صاحبزادہ

میراج احمد - حشراف صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ
 میراج احمد صاحبزادہ - حشراف صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ - میراج احمد صاحبزادہ

موتا ہو کر نہ شیا کو بے شفا نہ ہیں وفات پا گئے۔ ان کی موت نے ان کے اہل و عیال پر گہرا رشتہ داروں
 ایک بیعت کی رو سے کیا نہ پیشگوئی کی خاطر اب نہ سلطان محمد کی موت کی باری تھی مگر وہ
 نے اپنے اہل و عیال اور اساتذہ کی طرف سے اپنے خدمت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے خطوط بھیجے
 اس وقت سے لے کر اب تک وہ سب کو ہمہ نوا و یلیم صاحبہ کے خاوند سے ملانے دیے۔
 کریموں کو، تہہ کا خاوند مندوب و اتم، ارکے بھاتا تو یقیناً محمدی بنیم صاحبہ یہ وہ ہو کر حضرت
 اندس کے نکاح میں آجائیں۔ مگر چونکہ وہ تہہ و استغفار کی وجہ سے موت سے محفوظ رہے اس لئے محمدی
 صاحبہ آپ کے نکاح میں نہیں آئیں۔ ان کی شہادت مشروط ہے

تیسرا باب اعلان بیعت نالوئیں مسجد مبارک

اعلان بیعت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مصلح موعود کی پیدائش سے قبل حضرت اقدس سے ہاں
 ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو شیرادل کے نام سے مشہور ہے اور لوگوں کا یہ خیال تھا
 کہ پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہی لڑکا ہے مگر جب وہ سو سال کی عمر پر
 وفات پائی تو مخالفین کی طرف سے اعتراضات کئے گئے تب اللہ تعالیٰ کی حکمت باری نے یہ ارادہ کیا کہ
 آپ سے بیعت کا اعلان کرے چنانچہ آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو جو اشتہار بشیرِ دل کی وفات پر شائع فرما
 اس کے آخر میں "تبلیغ" کے عنوان سے تحریر فرمایا کہ :-

"میں سب کے ایک و پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں
 کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان و سچی ایمانی پاکیرگی اور محبت میں
 رو سیکھنے کے لئے و گندی زلیست اور کاپانہ اور غدارانہ زندگی کو چھوڑنے کے لئے مجھے سے بیعت کریں
 پس جو لوگ اپنے افسوس میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں۔ کہ

لکھنؤ کے لئے دیکھئے "پیشگوئی دوبارہ نزا احمد بیگ" مصنفہ قاضی محمد نذیر صاحب ٹائپویری لکھنؤ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۲ء

میں ان کا معزاز ہو گا اور ان کا بار ملک کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور
میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار
ہوں۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں سن رہا ہوں یہاں ہے اس بارہ میں عربی لہجہ میں ہے اِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَصَلَّى لَفُتْ بِأَمْرٍ ذَا قُوَّةٍ كَلَّا إِنَّ يَبْأُوعُونَكَ إِنَّمَا يُسَارِعُونَ
لِللَّهِ يَدْرَأُكَ فَمَنْ شَاءَ لَهُمُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِنْ بَعْدِ لَهْمَا "مسلخ ناک ص ۳۸۸
عفی عنہ" یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔

اس اعلان میں جن شرائط بیعت کا ذکر ہے وہ آپ نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کے شہرہ
شرائط بیعت "تکمیل تبلیغ" میں شائع نہائیں۔ جو بد میں

اول بیعت کنندہ تپیل سے عہد میں بات کا کرنے کہ آئندہ اس وقت تک کہ تیر میں دخل
ہو جائے شرک سے بچنا رہے گا۔

دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور و ظلم و رخیات اور مسادہ و رنج
کے طریقوں سے بچنا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی
جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا ورنہ حتمی و سحر نماز تہجد
کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے
اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے اسماء کو یاد
کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ و روہنا لے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو سونا اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی
تلمیذ لکین نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے

یہ سمجھنا کہ یہاں سچ و حقیقت اور سراسر نفعت اور مصلحت خدا تعالیٰ کے ساتھ وفادار
کرنے کا اور بہ جہالت ضعیف ہونا اور ہر ایک الف اور د کو قبول کرنے کے لئے اس کی
داد میں سنا رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے دندنہ نہیں بھرے گا بلکہ
آئے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اتبوع رسم، متابعت ہوا، ہوس سے باز آئے گا۔ ورفان شریف کی حکومت کو بکلی اپنے نہ بھول کرے گا اور فال اللہ ورفال الرضوں کو اپنی سر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتہ یہ کہ رخنہ ریز کو بکلی مہوڑ نہ لگے۔ ورفوہنی اور عارضی اور خوش خلقی و رحیم و مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم کہ دین اور دین کی عزت و ہمدردی سلام کو اپنی جان و اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی امواد اور اپنے ہر غریب سے زیادہ تر فریست،

نہم کہ عامہ شایع اللہ کی ہمدردی میں محنت لے کر مشغول رہے گا۔ اور یہاں تک بس چل سکتا ہے، اپنی خدا و طاقتوں اور انہوں سے بنی فائدہ پہنچائے گا۔

دہم کہ اس عاجز سے عقد اخوت میں محض اللہ باقرار طاعت و معرفت ہاندہ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا ورنہ عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی شتوں اور تحقیقات و تمام نمودار ہالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

شرائط بیعت کے اعلان شرائط بیعت کے اعلان میں تانیہ کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

میں تانیہ کا سبب

یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں۔

جن کی تفصیل یکم و سبب شریعت کے اشتہار میں نہیں ملے گی۔ در واقع ہے کہ اس دولت بیعت کا حکم خلیا دس ماہ سے حدائق کی طرف سے ہر پر کا ہے لیکن اس کی تاقیر استاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے زبردست کرنی رہی کہ ہر شہم کے رطب و یا ہوس لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں۔ اور اس میں چہ سنا رہا کہ اس سبب سلسلہ میں وہی مسارک لوگ داخل ہوں جن کی نظیر میں وفاداری کا مادہ ہے اور برکت و سرور و سنجیدہ و مخلص و مشک نہیں ہیں اس وجہ سے ایک ایسی تہذیب کی نگاہ رہی کہ جو سچوں اور مخلصوں اور منافقوں میں فرق کر کے دکھلا دے۔ یہ اللہ عزوجل شانہ ہے یعنی کمال عکس اور عزت سے وہ تقریب بتیر احمد کی نسبت

الحمد للہ تعالیٰ جو کہ بعد میں ہو کر یکم و سبب شریعت کو دعوت پائے گا۔



حضرت مولانا محمد رفیع صاحب موعود دہلی صاحب امتیاز

کو قادر سے دیا اور خام خیال اور کچھوں اور یہ ظنوں کو لنگ کر کے دکھا دیا اور یہی ہمارے ساتھ ہو گئے جن کی فطرتیں ہمارے ساتھ رہنے کے لائق تھیں ورجہ نظر ناقویٰ لایمان نہیں تھے۔ اور بھٹکے اور ہلکے تھے وہ سب پاک ہو گئے اور شکوک و شبہات میں پڑ گئے پس اسی وجہ سے ایسے موقع پر دعوتِ جمعیت کا مضمون شائع ہوا نہایت جہاں معلوم ہوا تا جس کم جہاں پاک کا نام نہ ہم کو حاصل ہوا اور مستوشین کے بد انجام کی تلخی اٹھانی نہ پڑے اور تا جو لوگ اس ارتدادی حال میں اس اعلیٰ بیعت کو قبول کر کے اس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو جائیں وہی ہماری جماعت سمجھے جائیں اور وہی ہمارے خالص درست منظور ہوں اور وہی ہیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے مجھے محض کر کے فرمایا کہ میں انہیں ان کے غیروں پر قیامت تک فوٹت دوں گا اور برکت و رحمت ان کے تمام حال و سب کی اور مجھے فرمایا کہ تم میری اجازت سے ورمیرے انکسوں کے بیرون لشتی رہو۔ تو لوگ مجھ سے بیعت کریں گے وہ خدا سے بیعت کریں گے خدا کا نام لے کر اٹھوں پھر ہو گا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں نئی تمام طاقتوں کے ساتھ حاضر ہو جاؤ اور اپنے رب کریم کو اکسار جموڑو جو شخص اسے اکیلا چھوڑتا ہے وہ کیدا جھوڑا ہو جائے گا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ خدائی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے کہ ۱ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود پیدا ہوئے اور اسی روز جمعہ ت اقدس نے شہادتِ بیعت کا

سلسلہ کی بنیاد اور مصلح موعود کی شہادت کے اجتماع میں مخفی شاہ

فرما کر سلسلہ کی بنیاد رکھی اور مخلصین کو بیعت کے لئے مدعو فرمایا۔ ان دونوں باتوں کے اجتماع میں یہ مخفی اشارہ تھا کہ اس سلسلہ کی اشاعت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کا نام ہو گا چنانچہ واقعات بھی نہایت صفائی سے گراہی سے چکے ہیں کہ یہ بات درست تھی وہیں دستِ آغوش کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آتوا لے مسیح کے لئے یہ پیشگوئی فرما چکے تھے کہ یقیناً جو دنیا میں وہ ایک اعلیٰ صفات رکھنے والا ہو گا وہ اس کی اولاد میں دینی کا نام لے گا۔ یاد رہے کہ یہاں کسی عام عورت کے ساتھ شادی اور کسی عام دل کے یہ نہ ہو سکتا۔

۱۰ اکتوبر ۱۸۸۹ء

ہم مریضوں کی ہے تمہیں یہ نظر تم مسیح بنو خدا کے لئے

وقت حضرت اقدس نے انہیں یہ جواب دیا تھا کہ میں ابھی بیعت لینے کے لئے مامور نہیں کیا گیا ہوں۔
 جب حضرت قدس نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو وہ قوت ہو چکے تھے۔ **فَاتَا قَدْرُوْنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ** حضرت
 مانا سکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی شادی بھی حضرت اقدس نے کوشش کر کے انہی کی صاحبزادی
 خرمی بیگم صاحبہ سے کروائی تھی۔

اُرْالْبَيْعَتِ حضرت منشی صوفی احمد جان مرحوم کے مکان کے جس حجرہ میں حضرت اقدس نے
 سب سے پہلے بیعت کی وہ درالبیعت کے نام سے موسوم ہوا حضرت منشی صاحب

موم کی اولاد خدا کے فضل سے ساری کی ساری احمدیت میں شامل ہوئی اس نے مکان سلسلہ کیلئے
 وقف کر دیا تھا کین انیسویں کے عشرہ کے اعتبار میں عارضی طور پر وہ جماعت کے قبضہ سے نکل گیا مگر
 شاد اللہ بہت جلد واپس مل جائے گا۔

بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کے روز متروک ہوئی حضرت اقدس کا منشا تھا کہ بیعت کنندگان
بِحَمْلِ الْبَيْعَتِ کے اسماء مکمل ہوں گے ساتھ ایک حسبہ میں محفوظ کر لئے جائیں اس لئے حضور نے حکم
 دیا کہ بیعت کرنے والا اپنا نام معہ مکمل بہ یک کاغذ کے پڑھ کر دیکھ کر دیدے چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل
 گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک رجسٹر تیار کیا گیا جس پر لکھا گیا۔

بیعت تو بہ برائے حصول تقویٰ و طہارت

اس رجسٹر میں بعض ابتدائی نام تو حضرت اقدس نے خود درج فرمائے
بیعت کنندگان کی ترتیب لیکن پھر جلد کو مختلف ذوات میں بعض درواؤں نے بھی ان

چیوں سے کر نام درج کئے۔ چونکہ پرچوں پر نام ہونے کی وجہ سے بیعت کرنے والوں کی ترتیب محفوظ نہ
 ہو سکی اس لئے اس بار میں کچھ اختلاف سا پیدا ہو گیا ہے کہ صحیح ترتیب کیا ہے؟ بہر حال اس میں کچھ
 شک نہیں کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت حاجی الحرمین مولانا نور الدین صاحب بھیروی اور
 دوسرے نمبر پر میر عباس علی صاحب لودھیانوی تھے جو بعد میں دعویٰ مسیح موعود کے وقت علیحدہ ہو
 گئے تھے ان کے بعد بیعت کرنے والے معروف آدمیوں کے نام بغیر کسی ترتیب کے درج ذیل ہیں۔

حضرت اقدس نے ان کو سائیں میں شامل فرمایا بلکہ ۳۱۳ صحابہ میں بھی لکھیں رجسٹر بیعت داغنامہ ختم

حضرت میاں محمد حسین صاحب ملا آبادی خوشنویس حضرت مولوی عبد اللہ صاحب سنوری حضرت قاسم
خواجہ علی صاحب حضرت میر عنایت علی صاحب حضرت جوہری رستم علی صاحب حضرت مولوی عبد اللہ
صاحب ساکن شکی علاقہ چارسدہ حضرت منشی نذیر احمد صاحب حضرت منشی اردو خان صاحب
حضرت منشی محمد خاں صاحب حضرت منشی حبیب الرحمن صاحب حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب حضرت
شیخ عبدالغنی و مسلم بلخی ایم سنگھ۔ رضوان علیہمجمعین

حضرت مولوی نذیر احمد صاحب کے اس روز بیعت کرنے کے بارہ میں اختلاف ہے۔ مگر حضرت
شیخ یعقوب علی صاحب تریب کے نزدیک حضرت مولوی صاحب نے پہلے دن سے بیعت کی تھی۔ یہ
تصنیع بھی حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے گو پہلے دن بیعت نہیں کی تھی۔ مگر نہیں یا مگر
بیعت نہ ہو کی تھی اور یہ ذرا سا وقف بھی اس لئے ہو گیا تھا کہ مجھے اس وقت حضور کے دعویٰ مثیل میں
ہونے کے متعلق شریعت صد نہ تھا۔ اس لئے رسالہ "فتح اسلام" پڑھ کر لاہور میں دوبارہ بیعت کی۔

فہموس ہے کہ اصل جیسے حضرت صاحبزادہ رابعیہ احمد صاحب علیہ اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے
اس کا وہ ورق بس میں ابتدائی آٹھ ناموں کی فہرست تھی ضائع ہو گیا ہے۔ ورنہ ترتیب بیعت کنندگان
کے متعلق تاریخ ذرا زیادہ محفوظ ہو جاتی۔

حضرت مولوی عبد اللہ صاحب سنوری فرماتے ہیں کہ پہلے دن جب حضور نے
بیعت کے الفاظ بیعت لی تو اس وقت بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

"آج میں حمد کے لئے پراپنے تمام ان گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں
مستغرق اور پستے رہا۔ وہ پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے
آخری دن تک ترک گناہوں سے پتہ رہوں گا۔ ورنہ کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذت پر مقدم
رکھوں گا۔ ورنہ سنوری کی دس شرطوں پر حتمی اوسح کا بند رہوں گا اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں
کی خدا تعالیٰ سے معافی جانتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی۔ استغفر اللہ ربی۔ استغفر اللہ
ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد
ان محمدا عبدا ورسولہ۔ رب فی خلعت نفسی واعترف بذنوبی و اغفر لی ذنوبی
فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔"

فر علی گڑھ آخر مارچ تک حضور لدھیانہ میں مقیم رہے اپریل کے شروع میں حضور نے مولوی سید
 افضل حسین صاحب مہر رشتہ دار کلکڑی علی گڑھ کی درخواست پر ایک مختصر ماسٹریٹ
 علی گڑھ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ وہاں کے مولوی محمد اسماعیل صاحب نے آپ سے وعظ کہنے
 اور خواست کی جسے حضور نے بخوشی قبول فرمایا۔ یمن بعد اس کے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامی روک
 نے گئے اس پر مولوی اسماعیل صاحب کو حضور کے رخصانہ پر اپیل کرنے کا ایک بہانہ ملتا تھا اکیلا اور انہوں
 جیسے کے بعد آپ کی مخالفت میں ایک تقریر کر دی اور اسے چھاپ کر بڑی شہرت شائع بھی کر دیا حضرت
 نے ان کے اعتراضات کا جواب رسالہ "فتح اسلام" میں دیا ہے جو قابل دید ہے بہ حال ہی روک
 مقابلہ میں مولوی محمد اسماعیل صاحب اور دوسرے لوگوں کے استہزاء کی آپ نے ذرا دانہ کی در تقریر اپنے
 صفات نکار کر دیا۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو اشتہار تائع کیا تھا۔ اس میں جو نیک حضرت قدس
 جو مہر سے کامیت کا ازم کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ان کے پاس آلات نجوم ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے
 سندہ کی خبریں بتلائے ہیں اور اس کا نام اب ہم رکھ لیتے ہیں۔ اس سے اس کے رد میں حضرت اقدس نے
 نئے رسالہ "فتح اسلام" میں آیت مبارکہ پیش کر دی۔ جسے مولوی صاحب موصوف نے حیران دلوں ایک کتاب
 رہے تھے اس میں مظلوم لکھا ہے کہ وہ کتاب فتنہ بونی تھی کہ مولوی صاحب فوت ہو گئے اور بعد میں
 نے والوں کے لئے ایک نشان چھوڑ گئے۔

قریباً ایک ہفتہ علی گڑھ میں قیام فرمانے کے بعد آپ واپس لدھیانہ تشریف لے
لدھیانہ واپسی آئے۔ ۱۰ چند دن قیام فرما کر اپریل ۱۸۸۹ء کے دوسرے ہفتے کے شروع میں واپس
 دیا گیا گئے اکتوبر ۱۸۸۹ء کو آپ پیر حضرت ام المؤمنینؑ کی والدہ محترمہ کی بیماری کی وجہ سے لدھیانہ
 مزین لے گئے کیونکہ ان ایام میں آپ کے خسر حضرت میرزا مرزا صاحب لدھیانہ میں ہی بسید
 رمت مقیم تھے۔ وہاں سے ۱۲ نومبر ۱۸۸۹ء کو واپس نادان تشریف لائے۔

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب حضرت پیر سراج اسی صاحب نعمانی جمالی جو حضرت
 چہار قطب انسوی کی اولاد میں سے تھے۔ در خود بھی
 صاحب بیعت و ارشاد تھے آپ کی صداقت کے

قائل تو شروع میں سی ہو چکے تھے مگر وہ لودھیانہ میں بیعت کرنے کی بجائے قادیان کی مسجد مبارک میں بیعت کرنا یا جتنے تھے اس لئے وہ قادیان شریف لائے اور ۲۳ دسمبر ۱۸۸۹ء کو مسجد مبارک میں بیعت کی

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس
حضرت نواب محمد علی خاں صاحب مالیر کوٹہ کے نواب
خانان کے اراکین میں سے اور تھیں شیعہ تھے۔ بعد
حضرت علی کوٹہ نے شام سے افضل مانتے تھے۔ اور

کے بھی تھے۔ اس میں بیعت کی ایک خاندان یا ستائیس پروردہ و جوان جو شیعہ خیالات سے تھے
کھینچے گئے آپ کے ذخیرہ میں سے اوتھلا سے بڑے واپس آئے آپ کا حلقہ بگوش ہو جانا اللہ تعالیٰ
کے خاص اہل تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور تقویٰ شہادت کا شاہ

حضرت نواب صاحب ۱۸۹۰ء کے شروع میں قادیان شریف کے گئے اور ستمبر۔ اکتوبر ۱۸۹۰ء
میں لودھیانہ جا کر حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ پھر ۹ نومبر ۱۸۹۰ء کو بڑے خطہ فضا اقدس کی بیعت
کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ الحمد للہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا ذخیرہ ۱۲ ہے۔

۱۸۹۰ء کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس امر کا نکتہ
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح بن مریم کے

آنے کی خبر دی تھی وہ تو جی سے پہلے مسیح آسمان پر چلا گیا جس کے ساتھ ہرگز زندہ نہیں بلکہ وہ دیگر انبیاء و
کرام فوت ہو چکا ہے۔ اور گو اس سے قبل بھی کئی ایک الہامات اور بشارات کے ذریعہ آپ مسیح موعود
نار دئے گئے تھے مگر اب تک آپ پر صراحت کے ساتھ انکشاف نہیں ہوا۔ آپ اپنے پرانے عقیدے

پر قائم رہے اور عام مسلمانوں کی طرح حضرت مسیح موعود کو جسد عنصر ہی کے ساتھ آسمان ہی پر سمجھتے
مانتے رہے مگر جب انکشاف ہو گیا تو آپ نے اس کے ظہار میں ایک لمحہ کیلئے بھی توقف نہیں فرمایا۔

رسالہ "فتح اسلام" اور "توضیح مہرام" کی اشاعت
اور آپ نے دعویٰ مسیحیت کے اعلان کیلئے
ایک مختصر رسالہ "فتح اسلام" شائع فرمایا۔

جس کے نام پر یہ الہامی رباعی درج ہے۔
کیا شک ہے مانتے میں تمہیں اس مسیح کو
جس کی مہمالت کو خدا نے بتا دیا
عاذق طیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا



حضرت ابوبکر محمد بنی حنیف و حب و

مولوی محمد حسین کی خواہش مناظرہ

افزوری ۱۸۹۱ء کے آخر یا مارچ کے شروع میں آپ لودھیانہ

آئے تھے۔ مولوی صاحب کے ساتھ خط و کتابت برابر جاری تھی۔ مولوی صاحب نے آپ کے ساتھ مناظرہ کی طرح ڈالنی چاہی جسے حضرت اقدس پسند نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ حضورؐ نے سماں میں مناظرہ سے چنداں فائدہ نہیں ہو سکتا تھا مگر اس خیال سے کہ شاید حاضرین میں سے کوئی صاحب فائدہ اٹھالیں۔ آپ نے اس شرط کے ساتھ مناظرہ منظور فرمایا کہ مناظرہ تحریری ہونا چاہیئے کیا اگر زبانی باتیں آخر خیر فتنہ ہوتی ہیں ایک مرتبہ منظور نے یہ قرار دی کہ

”اس مجمع بحث میں وہ اپنی گڑھی غور شامل ہونا چاہیئے نہوں نے اسے اہیات کے ذریعہ سے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے اور ایسا فخر و ہدایت پذیر نہیں ہو سکتا درمیانہ کی درجہ امت کی ہے لہذا لی ٹو سے کافر اور محمدؐ ٹھہرے وہ تو یہاں عدد رتوں لکھو کے لئے ہیں اور جہنمی ٹھہرے۔ لے میاں عبد علی غازی ہیں جس کے اہیات کے مصدق و پیرو میاں مولوی عبد جبار ہیں۔ وہ ان تینوں کا جلسہ میں حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مباحثہ کا بھی ساتھ ہی تصفیہ ہو جائے۔“

حضرت اقدس کی پہچانی کے اس اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ ام تسر کا غزنویؒ روہ بھی حضورؐ کی مخالفت میں تشدد پر اتر آیا تھا اور مصالحت کرنے کے لئے بھی تیار تھا اس کے بعد مولوی محمد حسین صاحب کیسے خط و کتابت کا سلسلہ دراز ہونا لیا جس میں سے چند باتیں ناظرین کے فائدہ کے لئے عرض کرتا ہوں۔

خط و کتابت میں سے چند باتیں

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بطور عرض اپنے ایک خط میں برائین احمیہ میں سے حضرت اقدس کی اس عبارت کو بھی پیش کیا جس میں آپ نے مسلمانوں کے معروف عقیدہ کی بنا پر یہ لکھ دیا تھا کہ حضرت مسیحؑ جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ اس کا جواب حضرت اقدسؒ نے بڑی وضاحت کے ساتھ دیا جس کا خلاصہ حضورؐ کے اسنے الفاظ میں یہ ہے کہ

”میں نے خدا تعالیٰ سے لہام پاک کر لیا میں محمدؐ بن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک شہرہ غیبی کے طور سے ذکر کر دیا تھا۔ آپ کو اس جملہ پر مبنی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔“

لے مکتوب: نام مولوی محمد حسین بٹالوی۔ ۵۔ ۵۔ ۱۸۹۱ء

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اعمال میں جنگبہ جی نازل نہیں ہوتی تھی انبیائے نبی
اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتدہ کیا کرتے تھے ورنہ جی کے بعد جب کچھ مناعت پاتے تھے تو پھوڑ دیتے
تھے۔ اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔" ۱۰

مولوی محمد حسین صاحب یہ چاہتے تھے کہ مناظرہ میں اپنے دعویٰ کے اثبات اور وفات مسیح ثابت کرنے
لئے پہلے حضرت اقدس پرچہ لکھیں۔ مگر حضرت اقدس کا موقف یہ تھا کہ

"میں نے ہدیہ" فتح سلام" و "توضیح مرام" اور نیز بزرگیہ اس حصہ ازالۃ الامام کے جو قول فصیح^{۱۱}
میں شائع ہو چکا ہے اچھی طرح اپنا دعویٰ بیان کیا ہے اور وہ دعویٰ یہی ہے کہ میں لہام کی بنا
پر مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح بن مریم درحقیقت فوت
ہو گئے ہیں

سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ "اثبات السنہ" میں اسکا فی طور پر مان چکے ہیں اور میں
اس سے نیلہ، پیاسے سلیم بھی نہیں کرتا۔ اگر میں حق پر ہوں تو خود اللہ جل شانہ میری مدد کرے گا
اور میں نے زور آور حملوں سے مہری سچائی ظاہر کر دے گا۔

۱۱ ان سرگرم کا فوت ہونا سو قوت ہونے کے دلائل مآخذ میرے پر کچھ فرص نہیں۔ کیونکہ میں
نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جو خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو۔ بلکہ مسائل طور پر بتانے
حضرت آدم سے یہی طریق جاری ہے جو یہ ہوا وہ آخر ایک دن جو فی کی حالت میں یا مریض ہو کر
مرے کا حیدر اک اللہ جل شانہ فرمائے ہیں۔ وَبَشِّرْهُمْ مِّنْ يُّتْرِكُ وَوَسَّكُم مِّنْ يُّتْرِكُ إِلَىٰ أَذَلِّ
الْعُمَرَاءِ لَكِنِّي لَا يَخْلُكُم بَعْدَ عَذَابٍ شَنِئًا۔ پس جبکہ میرے پر یہ فرص ہی نہیں کہ میں مسیح
کے فوت ہونے کے دلائل لکھوں۔ یہ آپ کا حق ہے کہ میرے بیان کے بطلان کے لئے پہلے آپ
قلم اٹھائیں و آیات اور احادیث سے بہ ثابت کر دکھائیں کہ سارا جہان تو اس دنیا سے بخلت
ہو گیا اور ہمارے نبی کریم بھی فوت ہو گئے۔ مسیح اپنا کس وفات پاتے سے، قیامت ہوانے
کسی زندہ کو یہ چھ کر دیکھ لیں کیا سب سناؤں؟

اب یہ بھی دیکھ لیں کہ آپ کے بیان میں کس طرح کا دھوکہ دیا گیا ہے

۱۲ "توضیح مرام" اور "فتح سلام" میں اسکا فی طور پر مان چکے ہیں اور میں

درع میں اگر آپ یہ ثابت کر دیں گے کہ مسیح زندہ بجسدہ النہضی آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ تو پھر آپ نے سب کچھ ثابت کر دیا۔ غرض چیلے قریر کرنا آپ کا حق ہے اگر اب بھی آپ مانتے نہیں۔ تو زندہ غیر قوموں کے آدمیوں کو منصف مقرر کر کے دیکھو۔

”بالآخر ایسا سناں بھی سنئے زندہ ایک مفقود الخبر ہے جس کے گم ہونے پر مثلاً دو سو برس گزر گیا۔ خالد اور ولید کا اس کی حیات اور وفات کی نسبت تنازع ہے اور خالد کو یکس خبر دینے والے نے خبر دینا کہ درحقیقت زندہ فوت ہو گیا لیکن ولید اس نہ کا منکر ہے۔ اب آپ کی کیا رائے ہے۔ بار ثبوت کس کے ذمہ ہے کیا خالد کو موافق ہے دعویٰ کے زندہ رہنا ثابت کرنا چاہیے۔ یا ولید زندہ کا اس حد تک زندہ رہنا ثابت کرے کیا فتویٰ ہے۔“

مولوی محمد حسین سے خط و کتابت بند | جب حضرت اقدس نے دیکھا کہ مولوی صاحب بھر پور ضروری خط و کتابت اور لاف و گزاف کے کسی معقول

بات کی طرف آتے ہی نہیں تو آخر اپریل ۱۹۹۱ء میں سند جوبیل خط کے ذریعہ آئندہ کیلئے خط و کتابت نہ کر دی۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم غفرہ وعلیہ۔ نبی، محمد، مولوی صاحب سلمہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا۔ اس عاجز کو کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوتی جس کا جواب لکھا جائے، اس عاجز کے دعویٰ کی سہا الہام پر تھی کہ آپ ثابت کرتے کہ قرآن اور حدیث اس دعویٰ کے مخالف ہیں اور پھر یہ عاجز آپ کے ان دلائل کو اپنی تحریر سے توڑ نہ سکتا تو آپ تمام حاضرین کے نزدیک کچھ ہو جانے والا بقول آپ کے میں اس الہام سے تو یہ کرتا۔ خیر اب ”ازالہ الامام“ کا رد لکھنا شروع کیجئے۔ لوگ خود دیکھ لیں گے۔ والسلام خاکسار غلام احمد علی عنہ۔“

مولوی محمد حسین صاحب نے جب دیکھا کہ میرے غیر معقول | مولوی محمد حسین صاحب نے جب دیکھا کہ میرے غیر معقول

کتاب بند کر دی ہے تو یہ الزام کا مولوی محمد حسین صاحب میں لوہو عیانہ کو بنایا۔ یعنی خط خود لکھتے تھے کہ وہ کہہ سکتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے لکھے ہیں و تمہان سے کہہ کر دیا ہے تھے۔ غفرہ وعلیہ و السلام۔ خیر اب ”ازالہ الامام“ کا رد لکھنا شروع کیجئے۔ لوگ خود دیکھ لیں گے۔ والسلام خاکسار غلام احمد علی عنہ۔“

بارہ ایک دوسرے پیر یہ میں شروع ہو گیا مگر باتیں وہی تھیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اس لئے ان کے مدللج کی چنداں ضرورت نہیں۔

ضروری اشتہار حضرت اقدس نے جب دیکھا کہ مولوی صاحبان مناظرہ کا چیلنج تو دیتے ہیں۔ مگر مقابلہ پر نہیں آتے اور دوسری طرف مخالفانہ پراپیگنڈہ کر کے عوام الناس کو آپ کے خلاف اکسار رہے ہیں تو آپ نے ضروری اشتہار کے عنوان سے تمام علماء اور پبلک پرائیٹم جہت کی رہنمائی سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

”علماء جو مجھ پر یہ الزم لگا رہے ہیں کہ گویا میں ملائک، یس، اقدس، و معجزات مسیح کا منکر ہوں۔ تو وہ ایک عام جلسہ کر کے میرے ساتھ تقریری طور پر مباحثہ کیوں نہیں کرتے تا کہ لوگوں پر حق ظاہر ہو جائے اس اشتہار کے آخر میں حضور نے ذکر فرمایا کہ

”میں باور پابند کرتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام و انوار سے حق کھولا دیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح بن مریم نون موعود ہے اور اس کی روح اہل خالہ زاد بھائی بھائی کی روح کے ساتھ دوسرے زمان پر ہے۔ اس زمانہ کے لئے جو وہیں طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں بہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو لوگوں کی نظروں میں مجیب اور تحقیق سے دیکھا جاتا ہے وہ میں ہوں رکھتا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف معنی براہم نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ ان کی صحت کی شاہد ہیں عقل و تدبیر بھی اسی کی موید ہے۔ اگر مولوی صاحبان کے پاس بخلاف طور پر شریعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں۔ بیشک حق کو غلبہ ہوگا میں بار بار کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں۔ مولوی صاحبان میرا یہ فیصلہ کی پردہ بازی کرتے ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ قرآن اور حدیث کے خلاف ہے

اے حضرات! اللہ جل شانہ آپ لوگوں کے دلوں کو نور بہ میت سے منور کرے یہ دعویٰ ہرگز قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف نہیں۔ بلکہ آپ لوگوں کو سمجھ کا بھی لگا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ جلسہ کر کے مقام و تاریخ مقرر کر کے ایک عام جلسہ میں مجھ سے تقریری بحث نہیں کریں گے تو آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک اور نیز راستبازوں کی نظر میں بھی مخالف، ٹھہریں گے اور مناسب

کہ جب تک میسے ساتھ بالوجہ تحریری طور پر بحث نہ کر لیں اس وقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مبالغہ نہ! نے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں اور اس آیت کریمہ لا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ سے ڈریں۔ ورنہ یہ حرکت حیا اور یمن اور خد ترسی اور منصفانہ طریق کے برخلاف سمجھی جائے گی اور وضع رہے کہ اس شہداء کے عام طور پر تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر چکے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی رشید احمد صاحب لنگوہی مولوی عبد الجبار صاحب غسنووی مولوی عبد الرحمن صاحب لکھنؤ کے دوست مولوی شیخ عبید اللہ صاحب تلمی مولوی عبد العزیز صاحب لودھیانوی معہ بردن اور مولوی غلام دستگیر قصوری۔

مولوی محمد حسن سے بھی خط و کتابت بند | ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کے بعد مولوی محمد حسن سے خط و کتابت شروع ہو گئی مگر اس کے پس پردہ بھی چونکہ مولوی محمد حسین صاحب ہی کام کر رہے تھے اس لئے اس خط و کتابت کے نتیجہ میں بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا اور یہ خط و کتابت بھی ۱۳ جون ۱۸۹۱ء کو بند کر دی گئی۔ مگر لوگوں میں منفرہ بننے کی شدید خواہش پائی جاتی تھی اور حضرت اقدس بھی چاہتے تھے کہ کسی طرح پروفاٹ میسج اور میسج مولود کے مسائل زیر بحث آجائیں۔

س کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیے جن کے نتیجہ میں مولوی محمد حسین صاحب

مباحثہ کرنے پر مجبور ہو گئے اور وہ اس طرح سے کہ جب ۱۳ جون کو مولوی محمد حسن صاحب کے ساتھ بمبئی میں ملاقات کا سلسلہ ختم ہو گیا تو حضرت اقدس اوائل جولائی ۱۸۹۱ء میں امرتسر کے بعض رؤسا کی خواہش پر امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں اہلحدیث کے دو گروہ بن چکے تھے۔ ایک فریق مولوی احمد اللہ صاحب کا تھا اور دوسرا غزنویوں کا۔ حضرت اقدس نے بتایا کہ جولائی ۱۸۹۱ء مولوی احمد اللہ صاحب کو بشرط قیام امن تحریری منانارہ کی دعوت دی۔ مگر مولوی صاحب اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مولوی احمد اللہ

لہ "رضوی استہدایہ" مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۱ء مندرجہ حیات احمد جلد سوم صفحہ ۸۴ تا ۹۰ + ۱۸۹۱ء مولوی احمد اللہ صاحب

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے شاگرد اور مولوی شاد اللہ صاحب امرتسری کے استاد تھے +

صاحب کی جماعت کے چند افراد حضرت اقدس کی بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ ان داخل ہونے
 میں حضرت مولوی محمد اسمعیل صاحب، حضرت میاں نبی بخش صاحب رفوگر اور حضرت مولوی عنایت
 صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کا سلسلہ میں داخل ہونا تھا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب
 احشہ کے لئے مجبور ہو گئے چنانچہ جب حضرت اقدس امرتہ سے لودھیانہ تشریف لے گئے۔ تو

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کو حضرت اقدس کی جائے قیام پر ہی مباحثہ کا آغاز ہوا۔ اس
 مباحثہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور منشی غلام قادر صاحب فیض
 مالکوتی کے علاوہ کچھ تعلقہ و ضلع لودھیانہ کی جماعتوں کے احباب خاص طور پر شریک تھے حضرت پیر
 شرت پیر سے اچ الحق صاحب نعمانی کا بیان | سراج الحق صاحب نعمانی ضی اللہ علیہ کا بیان ہے کہ

”میں حضرت اقدس کے تحریری مضمون کی سادہ سادہ نقل کرتا ہوں۔ جب مولوی محمد حسین صاحب
 مولوی محمد حسن صاحب، احمد نوسمہ و پنج سات، وراثت خاص کو لے کر حضرت کے
 مکان پر پہنچا۔ لوگوں نے بکواس لکھ کر حضرت اقدس کے گے رکھ دیا۔ حضرت اقدس نے جواب لکھ دیا
 اور مجھ سے فرمایا کہ ”نقل کرو میرے پاس رکھ دو اور جو ہم لکھتے جائیں اس کی نقل کرتے جاؤ چنانچہ
 میں نقل کرنے لگا اور آپ لکھتے گئے جب سو سو جواب میں دن کے لکھنے والے مولوی محمد حسین
 صاحب نے خلاف عہد زبانی دفعہ شروع کر دیا۔ اور بیان کیا کہ مرزا صاحب کا جو یہ عقیدہ ہے
 کہ قرآن کریم حدیث پر مقدم ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ چاہیے کہ حدیث قرآن شریف
 پر مقدم ہے۔ اور قرآن شریف کے متعلق مسائل کو حدیث کھولتی ہے اور یہی فیصلہ کن ہے۔
 خلاصہ مولوی صاحب کی تقریر کا یہی تھا۔ پھر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ ”پہلے چونکہ
 یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ زبانی تقریر کوئی نہ کرے۔ مولوی صاحب نے اس معاہدے کے خلاف تقریر
 کی ہے سو میرا بھی حق ہے کہ میں بھی کچھ تقریر زبانی کروں پھر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا
 کہ مولوی صاحب کا یہ عقیدہ کسی طرح صحیح اور درست نہیں ہے کہ حدیث قرآن شریف پر مقدم
 ہے۔ ناظرین! سننے کے لائق یہ بات ہے کہ چونکہ قرآن شریف وحی منلو ہے اور تمام کلام مجید
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمع ہو چکا تھا اور یہ کلام الہی تھا و حدیث شریف کا ایسا
 انتظام نہیں تھا اور نہ یہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھی گئی تھیں و روایتیں دور

درجہ جو قرآن شریف کو حاصل ہے وہ حدیث کو نہیں ہے کیونکہ یہ رعایت در روایت پہنچی ہیں۔ اگر کوئی شخص اس بات کی قسم کھا دے کہ قرآن شریف کا حرف حرف کلام الہی ہے اور جو یہ کلام الہی نہیں ہے تو میری بیوی پر طلاق ہے تو شرعاً اس کی بیوی پر طلاق وارد نہیں ہو سکتا اور جو حدیث کی نسبت قسم کھا دے اور کہے کہ لفظ لفظ حرف حرف حدیث کا وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا ہے گر نہیں ہے تو میری بیوی پر طلاق ہے تو بے شک و شبہ اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ یہ حضرت اقدس علیہ السلام کی زبانی تقریر کا خلاصہ ہے۔ اس بیان اور تقریر اور نیز اس پرچہ تحریری پر جو حضرت اقدس علیہ السلام سناتے تھے چاروں طرف سے واہ واہ کے اور سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے اور یہاں تک ہونا تھا کہ سوائے سعد اللہ اور مولوی صاحب کے ان کی طرف کے لوگ بھی سبحان اللہ بے اختیار بول اٹھتے تھے۔ دو تین شخصوں نے کہا کہ ہمارا خیال تھا کہ مرزا صاحب جو زبانی بحث نہیں کرتے اور تحریری کرتے ہیں وہ تقریر نہیں کر سکتے مگر آج معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کو زبانی تقریر بھی اعلیٰ درجہ کی آتی ہے اور ملکہ تقریر کرنے کا بھی اول درجہ کا ہے اور آپ جو تحریر کو پسند کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ آپ تقریر کرنے میں عاجز ہیں بلکہ اس واسطے کہ تحریر سے حق و باطل کا خوب فیصلہ ہو جاوے اور ہر ایک پوری طرح احقاق حق اور ابطال باطل میں تیز کر لے اور حاضر غائب پر پورا پورا سیج اور جھوٹ کھل جاوے۔ مولوی صاحب اس پر خفا ہوتے اور کہتے کہ لوگو! تم سننے کو آئے ہو یا واہ واہ اور سبحان اللہ کہنے کو آئے ہو۔ اور جو دونوں طرف کی تحریریں ہیں وہ طبع ہو چکی ہیں۔ ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اس مباحثہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے حدیث اور قرآن شریف پر سیر کن بحث کی ہے آئندہ کے لئے تمام بحثوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ چھ سات روز تک یہ مباحثہ حضرت اقدس علیہ السلام کے مکان پر ہوا۔ اب مولوی صاحب نے پیر پھیلائے اور چاہا کہ کسی طرح سے پیچھا چھوٹے بہانہ یہ بنایا کہ اتنے روز تو آپ کے مکان پر مباحثہ رہا اب میری جائے فروگاہ یعنی مولوی محمد حسن کے مکان پر مباحثہ ہونا چاہیئے حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ بھی منظور فرمایا اور باقی دنوں

سب یہ مباحثہ "الحق لدھیانہ" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ (مؤلف)

تک مولوی محمد حسن کے مکان پر مباحثہ صاحب حضرت اقدس علیہ السلام وہاں تشریف لے جاتے تو میں حاضر ہو جاتا۔ درنہ مجھے بلوالیتے۔ اور جب تک میں حاضر نہ ہو لیتا تو آپ تشریف نہ لے جاتے آخر کار یہ ہوا کہ چالاکیاں تو مولوی محمد حسین نے بہت کیں مگر کوئی چالاک نہ چلی لیکن ایک پرچہ پھر بھی چڑایا۔ جس کا مباحثہ میں حوالہ دیا گیا۔

مولوی محمد حسن کے مکان پر دو چار ہی لوگ ہوتے تھے۔ تیرہ روز تک یہ مباحثہ رہا۔ دروگ بہت سے تنگ آ گئے اور چاروں طرف سے خطوط آنے لگے۔ اور خاص کر لودھیانہ کے لوگوں نے غل مچایا۔ کہ کہاں تک اصول موضوعہ میں مباحثہ رہے گا۔ اصل مطلب جو وفات و حیات مسیح کا قرار پایا ہے وہ ہونا چاہیے۔ خدا کرے ان اصول موضوعہ مولوی صاحب کا ستیہ ناس ہووے۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام نے بھی بار بار فرمایا۔ مباحثہ تو وفات و حیات مسیح میں ہونا ضروری ہے تاکہ سب مسائل کا یکدم فیصلہ ہو جائے مگر مولوی صاحب اس اصل مسئلہ کی طرف نہ گئے پر نہ آئے۔ مولوی صاحب کے پاس چونکہ دلائل حیات مسیح کے نہ تھے۔ اس واسطے ہی بحث کو ٹالتے رہے۔ غرض جب تیرھواں روز مباحثہ کا ہوا۔ تو عیسائی 'مسلمان' ہندو وغیرہ کا بہت ہجوم ہو گیا حضرت اقدس علیہ السلام نے مضمون سناتے سے پہلے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ مباحثہ طول پکڑ گیا ہے۔ اس کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے اصل مطلب وفات و حیات مسیح میں بحث ہونی مناسب ہے مگر مولوی صاحب کب ماننے والے تھے۔ ان کے ہاتھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں کیا دھرا تھا۔ جب حضرت اقدس علیہ السلام نے پرچہ سنانا شروع کیا تو مولوی صاحب کا چہرہ سیاہ پڑ گیا اور ایسی گھبراہٹ ہوئی اور اس قدر ہوش و حواس باختہ ہوئے کہ نوٹ کرنے کے لئے جب قلم اٹھایا تو زمین پر قدم مارنے لگے۔ دوات جوں کی توں رکھی رہ گئی اور قلم چند بار زمین پر مارنے سے ٹوٹ گیا۔ اور جب یہ حدیث آئی کہ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ جو حدیث میری معارض قرآن ہو وہ پھوڑ دی جائے اور قرآن کو لے لیا جائے۔ اس پر مولوی محمد حسین کو نہایت غصہ آیا اور کہا کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے اور یہ حدیث بخاری میں ہو تو میری دونوں میوؤں پر طلاق ہے۔ اس طلاق کے غصے سے تمام لوگ ہنس پڑے اور مولوی صاحب کو مارے

شہر کے کچھ نہ بن پڑا۔ اور بعد میں کئی روز تک لوگوں سے مولوی صاحب کہتے رہے۔ کہ نہیں نہیں میری دونوں بیویوں پر طلاق نہیں ہوا۔ اور نہ میں نے طلاق کا نام لیا ہے۔ اب جو دس بیس سو دو سو کوئٹہ تھی تو مولوی صاحب نے بڑا بدل کو خبر دیدی۔ مولوی صاحب پر غضب اور مغلوب الغضب تو تھے ہی خدا جانے کیا کیا زبان سے نکلا۔ ۱۷

یہ مباحثہ متواتر بارہ روز جاری رہا۔ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کو شروع ہوا اور اکتیس جولائی ۱۸۹۱ء کو ختم ہوا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے "ازالہ اوہام" کے آخر میں اس مباحثہ کی مفصل روئداد شائع فرمائی ہے۔ نیز یہ مباحثہ "الحق لودھیانہ" کے نام سے چھپا ہوا بھی موجود ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب کا جوش غضب اور ڈپٹی کمشنر لودھیانہ کا اقدام

مولوی محمد حسین صاحب سے جب مباحثہ میں کچھ نہ بنا تو انہوں نے غضب آلود ہو کر اشتعال انگیز حرکات شروع کر دیں جن سے شہر میں فساد کا خطرہ پیدا ہونے کا احتمال ہو گیا جب ڈپٹی کمشنر صاحب لودھیانہ کو مولوی صاحب کی ان حرکات کی رپورٹ پہنچی تو انہوں نے مولوی صاحب کو شہر سے چلے جانے کا حکم دیدیا چنانچہ وہ لاہور چلے گئے۔ حضرت اقدس نے اس خیال سے کہ شاید ذریعین کے لئے لودھیانہ سے اخراج کا مساوی حکم جاری کیا گیا ہو۔ مورخہ ۵ اگست کو اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے ڈپٹی کمشنر لودھیانہ کو ایک چٹھی لکھی جس کا جواب ۶ اگست کو ڈپٹی کمشنر کی طرف سے یہ آیا کہ

”زیر پیش گاہ مسٹر ڈبلیو جیٹوس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لودھیانہ

میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان سلامت۔ چٹھی آپ کی مورخہ دیروزہ موصول ملاحظہ و سماعت ہو رہی ہے۔ آپ کو مباحثہ قانون سرکاری لودھیانہ میں ٹھہرنے کے لئے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر علما تابع قانون سرکار انگریزی کو حاصل ہیں۔“ المرقوم ۶ اگست ۱۸۹۱ء (دستخط ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر) ۱۷

مولوی نظام الدین صاحب کی بیعت

مباحثہ کے دوسرے روز ایک عجیب واقعہ پیش آیا مولوی نظام الدین صاحب ایک عاشق قرآن مولوی تھے

۱۷ تذکرہ اہدی صفحہ ۱۷۱ میرزا جی اتحق صاحب نعمانی ۱۸
۱۹ تجوید بیانات محمد عبد سوم صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱

دو چار اور اشخاص کی مصیبت میں مولوی محمد حسن کے مکان پر مقیم تھے۔ مولوی نظام الدین صاحب
 ۲ مولوی محمد حسین صاحب سے کہا کہ کیا قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر مشتمل آیات

موجود ہیں؟ مولوی صاحب نے فرمایا۔ اں! بیس آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ مولوی صاحب کا
 یہ جواب سن کر مولوی نظام الدین صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ
 مرزا صاحب آپ کے پاس دفات مسیح کا کیا ثبوت ہے؟ فرمایا۔ قرآن ہمارے ساتھ ہے۔ مولوی

صاحب نے عرض کی کہ اگر قرآن مجید سے میں حیات مسیح کی بیس آیات نکال کر دکھا دوں تو؟
 فرمایا۔ مولوی صاحب۔ آپ ایک ہی آیت لے آئیں میرے لئے کافی ہے۔ مولوی نظام الدین
 صاحب کہنے لگے۔ دیکھنا۔ پتے رہنا میں بیس آیات لائے ہوں۔ یہ کہہ کر مولوی صاحب مولوی

محمد حسین صاحب بٹالوی کے پاس گئے در کہنے لگے۔ مولوی صاحب میں مرزا صاحب کو منوا کر آیا
 ہوں۔ میں تو انہیں کہتا تھا کہ میں بیس آیات نکال کر لا دیتا ہوں مگر وہ یہی کہتے رہے کہ صرف ایک
 آیت ہی لے آؤ۔ اب آپ مجھے کچھ آیات حیات مسیح پر مشتمل نکال کر دیجئے۔ میں بھی مرزا صاحب

کے پاس لے جاؤں گا اور انہیں اپنے عقیدہ سے توبہ کرو کر آؤں گا سننے والے لوگ تو مولوی صاحب
 کی اس کامیابی پر بڑے خوش ہوئے مگر مولوی محمد حسین صاحب اس پر غضبناک ہو کر بولے کہ
 ”تو مرزا کو ہرا کے نہیں آیا۔ ہمیں ہرا کر آیا ہے اور ہمیں شرمندہ کیا۔ میں مدت سے مرزا کو حدیث

کی طرف ہار رہا ہوں اور وہ قرآن شریف کی طرف مجھے کھینچتا ہے قرآن شریف میں اگر کوئی آیت
 مسیح کی زندگی کی ہوتی تو ہم کبھی کی پیش کر دیتے۔ اسی لئے ہم حدیثوں پر زور دے رہے ہیں۔
 قرآن شریف سے ہم سرسبز نہیں ہو سکتے قرآن شریف تو مرزا کے دعوے کو سرسبز کر رہا ہے۔“

پیر۔ اچ الحق صاحب نعمانی مصنف ”تذکرۃ الہدی“ لکھتے ہیں کہ میں اللہ جل شانہ کی
 کھا کر کہتا ہوں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے یہ باتیں کہیں اس میں ذرہ بھی جھوٹ نہیں ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب کی یہ باتیں سن کر مولوی نظام الدین صاحب کی تو آنکھیں کھل گئیں کہنے لگے
 ”جب قرآن شریف ہمارے ساتھ ہیں ہے تو اتنا دعویٰ تم نے کیوں کیا تھا۔ اب میں کیا منہ

نے کر مرزا کے پاس جاؤں گا۔ اگر قرآن شریف ہمارے ساتھ نہیں ہے ورنہ تمہارا ساتھ نہیں

یتا بلکہ وہ مرزا صاحب کے ساتھ ہے اور اسی کا ساتھ دیتا ہے تو چہ میں بھی تمہارا ساتھ نہیں

دے سکتا۔ اس صورت میں میں مزا کا ساتھ دوں گا یہ دنیا کا معاملہ نہیں دین کا معاملہ ہے جہاں
قرآن شریف ادا ہے۔

اس پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے ساتھ وائے مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر بولے
کہ مولوی صاحب، یہ نظام الدین تو کم عقل آدمی ہے اس کو ابوہریرہ والی آیت نکال کر دھاوا دے۔
مولوی نظام الدین بولے کہ مجھ ابوہریرہ والی آیت نہیں چاہیے۔ میں تو خالص اللہ تعالیٰ کی آیت
لوں گا دو ذمہ مولوی بولے۔ اسے ہوتوں آیت تو اللہ تعالیٰ کی ہی ہے لیکن ابوہریرہ نے اس کی
تفسیر کی ہے مولوی نظام الدین صاحب بولے "کسی تفسیر کی ضرورت نہیں وہ تو ایک شخصی رائے
ہوئی مجھے زیادہ بکر کی رائے یا قیاس سے واسطہ نہیں۔ مزا کا مطالبہ آیات قرآنی کا ہے پس مجھے
تو قرآن کی صریح آیت حیات مسیح میں چاہیے۔"

جب کوئی آیت نہ ملی۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی کو حین ہو گیا کہ یہ شخص تو ہاتھ سے گبا اس
لئے مولوی محمد حسن صاحب کو جو غیر مقلد تھے درلودھیانہ کے رئیس تھے۔ مخاطب کر کے کہنے لگے۔
کہ آپ اس کی روٹی بند کر دیں۔ وجہ یہ تھی کہ مولوی نظام الدین صاحب کھانا مولوی محمد حسن صاحب
رئیس لودھیانہ کے ہاں سے کھایا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب کی یہ دھمکی سن کر مولوی نظام
الدین صاحب ازراہ غرافت ہاتھ جوڑ کر بولے کہ "مولوی صاحب! میں نے قرآن شریف چھوڑا روٹی
مست چھڑاؤ" یہ بات سن کر بٹالوی صاحب بہت شرمندہ ہوئے۔ باآخر مولوی نظام الدین صاحب
حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شرمندہ ہو کر سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ حضرت نے پوچھا کہ
ذمہ کیسے۔ بیس۔ انیس۔ دس۔ پانچ۔ دو چار ایک آیت لائے "مولوی صاحب پہلے تو چپ رہے۔
پھر سارا ماجرا عرض کر کے کہا کہ اب تو جہدہ قرآن شریف ہے ادا ہے میں ہوں۔ یہ کہہ کر حضور کی
بیعت کر لی۔ ان کا بیعت کرنا تھا کہ مولویوں میں شور مچ گیا اور مباحثہ کی تیاریاں پہلے سے بھی
زیادہ زور شور سے ہونے لگیں۔"

سائیں گلاب شاہ مجذوب کی شہادت | اللہ تعالیٰ کے مامورین کی آمد جب قریب ہوتی
ہے تو اس کی طرف سے اس کے فرشتے نیک و ب

جمع کرنے پر مامور کر دئے جاتے ہیں۔ انہیں نیک روحوں میں سے ایک صاحب میاں کریم بخش صاحب
 یوم بھی تھے۔ یہ صاحب بہت صالح، متقی، متبع سنت اور راست گوا انسان تھے انہوں نے جب
 سنت اقدس کی بیعت کی تو اپنی بیعت کا محرک ایک مجذوب شخص بنام سائیں گلاب شاہ کی شہادت
 دی۔ اس مجذوب کی کئی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

”اس بنگ نے یک دفعہ جس بات کو عرصہ قیس ساں کا گندرا ہوگا۔ مجھ کو کہا کہ عیسیٰ اب ہون
 ہو گیا ہے اور لودھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ اور قرآن کی رُود سے فیصلہ کرے گا اور کہا
 کہ مولوی اس سے انکار کریں گے۔ پھر کہا کہ مولوی... انکار کر جائیں گے۔ تب میں نے تعجب کی
 راہ سے پوچھا کہ کیا قرآن میں بھی غلطیاں ہیں قرآن تو اللہ کا کلام ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ
 تصبیہاں پر تفسیریں ہو گئیں اور تفسیری زبان پھیل گئی (یعنی مبالغہ پر مبالغہ کر کے حقیقتوں کو پھپھایا
 گیا جیسے شاعر مبالغہات پر زور دے کر اصل حقیقت کو چھپا دیتا ہے) پھر کہا کہ جب وہ عیسیٰ آئے گا
 تو فیصلہ قرآن سے کرے گا۔ پھر اس مجذوب نے بات کو دہرا کر یہ بھی کہا تھا کہ فیصلہ قرآن پر کرے گا
 اور مولوی رکار کر جائیں گے۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ انکار کریں گے اور جب وہ عیسیٰ لودھیانہ میں آئے گا
 تو ہمت توڑ پڑے گا۔ پھر میں نے پوچھا کہ عیسیٰ اب کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ پہنچنا دیوان
 کے یعنی قادیان میں۔ تب میں نے کہا کہ قادیان تو لودھیانہ سے تین سو سب سے دہاں عیسیٰ کہاں ہے
 لودھیانہ کے قریب ایک گاؤں ہے جس کا نام بھی قادیان ہے اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا
 اور مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ضلع نور داسپور میں بھی کوئی گاؤں ہے جس کا نام قادیان ہے۔ پھر
 میں نے ان سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ آسمان پر اٹھائے گئے اور کعبہ پر اتریں گے تب
 انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ تو مر گیا ہے۔ اب وہ نہیں آئے گا ہم نے اچھی
 طرح تحقیق کیا ہے کہ مر گیا ہے۔ ہم بادشاہ ہیں۔ جھوٹ نہیں بولیں گے اور کہا کہ جو آسمانوں سے
 صاحب ہیں وہ کسی کے پاس چل کر نہیں آیا کرتے۔ ”منستھار میاں کریم بخش بمقام لودھیانہ
 محلہ اقبال گنج۔ ۱۴ جون ۱۸۹۱ء مزار تہنہ“ سے

اس بیان کے بعد پھر میاں کریم بخش صاحب نے بیان کیا کہ ایک بات میں بیان کرنے سے
 دیا وہ یہ ہے کہ اس مجذوب نے مجھے صاف صاف یہ بھی بتلادیا تھا۔ کہ اس عیسیٰ کا نام

”عسلام احمد“ ہے:

اس بیان کے نیچے پچاس کے قریب ایسے آدمیوں کی گواہیاں درج ہیں جنہوں نے حلفاً بیان کیا ہے کہ میں کریم بخش ایک راست باز آدمی اور صوم و صلوة کا پابند ہے:

ازالہ اوہام کی تصنیف و اشاعت | ”فتح اسلام“ اور ”توضیح مرام“ دو رسالے تو آپ کی طرف سے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں شائع ہو ہی چکے تھے۔ اب

آخر میں ”ازالہ اوہام“ جیسی مذکورہ آثار تصنیف بھی دو حصوں میں شائع ہو گئی۔ اس احمد تصنیف میں آپ نے وفات مسیح اور اپنے دعوے کی تفصیل پر ایسی سیرکن بحث کی ہے کہ گویا دن ہی چڑھ دیا ہے پھر حیات مسیح کے عقیدہ کے نقصانات کو بھی نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائلہ بیان کرتے ہوئے آپ نے اپنے احباب کو ایسی قیمتی وصیت کی ہے جو آپ زر کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت سنو اور ملک رز کی بات کہتا ہوں۔ اس کو خواب یاد رکھو۔ کہ تم اپنے ان تمام منکرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پسو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح بن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صحت لیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے وقت عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح بن مریم کی وفات پر زور دو اور پُر زور دلائل سے عیسائیوں کو ناجواب اور ساکت کر دو جب تم مسیح کا فردوس میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقشِ ردِ گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ سچ عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہو۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک اس کا خدا خوف نہ ہو۔ ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو۔ پھر نظر بٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہو چلاوے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص امام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم

فوت ہو چکا ہے چنانچہ اس کا الہام یہ ہے۔

مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُ اللَّهِ مَفْعُولًا أَنْتَ مَعِي وَأَنْتَ عَلَى حَقِّ الْأَمِينِ۔ وَأَنْتَ مُصِيبٌ وَمُعِينٌ يَدْحِقُّ بِا

کاش کہ یہ علماء صاحبان اس نکتہ کو سمجھ لیتے اور اس عقیدہ کی اشاعت کر کے ہزار ہا بلکہ کھوا ناغین توحید کو عیسائیت کا شکار ہونے سے بچا لیتے۔

اے مسلمان قوم! تو کتنی بد قسمت ہے کہ تیرے اندر صلیبی فتنہ و پاش پاش کرنے کے لئے اللہ کے طرف سے عین وقت پر ایک زور دہنی جبریل آیا۔ اس نے اسلام کو سر بلند اور عیسائیت کو ٹکڑوں کرنے کے لئے تیرے سامنے مضبوط اور قوی دلائل کا ایک ابار لگا دیا۔ مگر تیرے علماء بچہ بھی ضد پر قائم رہے۔ اور انہوں نے کلمہ کھانا وفات مسیح کا اعلان نہ کیا۔ در اس طرح سے باوا مسئلہ غور بنی پرستی کی تائید کی اور مسلمانوں کو عیسائیت کے گڑھے میں دھکیلنے کا ذریعہ بن گئے۔ غانا اللہ والا ایہ بولے خدا! اے ادی۔ اے رہنما! تو مسلمان قوم کو سمجھ دے کہ اب بھی سلجھن چاہئے اور عیسائیت تائید سے ہٹکنا ہو کر اسلام کی تائید میں مکرستہ ہو جائے۔ آمین۔ اللہم آمین۔

اس جگہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت اقدس نے "زالہ اولام میں قرآن کریم کی تیس آیات وفات مسیح ثابت کی۔ اور بہت سی احادیث اور بکثرت دلائل عقلیہ اور نقلیہ اس کے علاوہ ہمیشہ اور ناجیہ اور تائید سے بھی بیسیوں کھیلے کھلے اور واضح ثبوت پیش کر کے اس کو یہ ثبوت تک پہنچی۔ مسیح بن مریم یقیناً یقیناً وہ ہے انبیاء کی طرح اس جہان فانی کو چھوڑ کر بہشت بریں میں قبہ فرما چکے ہیں۔ وہ اس خاک کی جسم کے ساتھ نہ آسمان پر گئے ہیں ورنہ آئیں گے مگر افسوس مسلمان علماء پر اب تک بھی وہ پرانی لکیر ہی پیٹے جا رہے ہیں۔

اس مسئلہ میں ان علماء کا یہ ناز جس پر وہ حیات مسیح کی کجی رکھتے ہیں اور تریں عمرت کو جسے بیٹھے تھے حیات روحانہ ارفع اور نزول تھے جن کی کبریاں حضرت قدس نے حکم حقہ تائید کی ہے اور بے شمار کی وہ مظلومہ عمارتیں جو مذہب خاک ہو چکی ہیں۔

لفظ توفی کے معنوں کے متعلق

چیلنج اور ایک ہزار روپیہ العام

قرآن کریم اور احادیث میں توفی کا لفظ ذوی العقول کے لئے

مسیحیوں بکدہ سینکڑوں مرتبہ استعمال ہوا ہے اور عزائم علماء

جگہ اس لئے معنی قبض روح اور وفات می لیتے ہیں لیکن جب

ہی افظاعت مسیح کے متعلق آئے تو اس کے معنی زندہ جسدہ انصاری آسمان پر اٹھانے جانے کے

کرتے ہیں حضرت اقدس نے اس لفظ پر صوبہ افروز بحث کر کے علماء کو چیلنج لیا ہے کہ

روایات صحیحہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا شعار و تصائد نظر

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

کرتے ہیں حضرت اقدس نے اس لفظ پر صوبہ افروز بحث کر کے علماء کو چیلنج لیا ہے کہ

روایات صحیحہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا شعار و تصائد نظر

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

میں ہوں تو میں سب سے پہلے آپ سے ملتا ہوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ فعل ہوئے یا غایا

زالہ اوہام کے بقیہ مباحث | "زالہ اوہام" میں حضور نے دجال اور یا جوج کا جوچ بھی یہ

ہے اور یا جوج یا جوج سے مراد روسی اور انگریز ہیں مہدی موعود کے متعلق بھی آپ نے کھول کر لکھا ہے نہ مہدی کا اگر کوئی الگ وجود ہوتا تو صحیحین میں اس کا یقیناً ذکر ہوتا۔ لیکن ان دونوں بزرگ مانوس یعنی حضرت محمد اسماعیل بخاری اور حضرت امام مسلم کا اپنی کتابوں میں امام مہدی سے متعلقہ احادیث کا درج نہ کرنا سنا بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ احادیث صحیح نہیں تھیں۔ البتہ آپ نے ابن ماجہ اور حاکم کی اس حدیث صحیح قرار دیا ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ یعنی بجز عیسیٰ کے اور کوئی مہدی نہیں ہوگا۔

حضرت میر ناصر نواب کا اعلان | مباحثہ دودھیانہ کے نوٹ میں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ یہاں اور بہت سی سفید روحوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔

ماں آپ کے خسر حضرت میر ناصر نواب جو آپ کے دعویٰ مسیح موعود کرنے پر مجبور اور مذہب دو گئے تھے۔ انہیں مکی نسبت اپنی بگوانی ترک کرنا پڑی۔ اور انہوں نے ایک اعلان کے ذریعہ اپنے گزشتہ افعال پر ملامت کا اظہار کیا اور مذہب کے لئے توبہ کی اور لکھا کہ

"اس سے بعد اگر کوئی شخص میری تحریر، تقریر کو چھپواوے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہے

تو میں عند اللہ بری ہوں اور اگر کبھی میں نے مرزا صاحب کی شکایت کی یا کسی دوسرے آپ

کی نسبت کچھ کہا ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی حساب میں معافی مانگت ہوں۔"

حضرت مولوی غلام نبی صاحب خوشابی کی بیعت | حضرت مولوی غلام نبی صاحب خوشابی جو متقی اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ ایک جید

عالم بھی تھے انہیں ایام میں لودھیانہ تشریف لائے ہوئے تھے مباحثہ دودھیانہ کی وجہ سے مخالفت خوب زوروں پر تھی علماً لودھیانہ کے جوش و خروش کو دیکھ کر وہ بھی آپ کی مخالفت میں دیوانہ ہو رہے تھے داعظ خوش بیان تھے۔ ان کے قبول احمدیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

"الفضل لودھیانہ تہر میں مولوی غلام نبی صاحب خوشابی کی دھوم مچ گئی اور صاحبان کے علم و عقل

کا خرچہ ہونے لگا۔ اور مولوی عبد ہی صاحب نے بھی حضرت اقدس کی مخالفت میں کوئی
 نشانہ نہیں رکھی۔ آیتوں پر آیتیں اور حدیثوں پر حدیثیں برو عظیمین سمیع علیہ السلام کی
 نسبت بڑھنے لگے۔ خدا کی قدرت کے قیام حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت سلی اللہ علیہ وسلم کے
 قیام کے لئے چاہے آپ ہی قس موگے اور پھر آپ کا وجود باوجود آیت اللہ ظہرا اور فاروقی اعظم ہونے
 اور اسطیٰ بسطہ من سن عمر اللہ کہ ہمارے نے فرمایا اور خود اللہ نے رضی اللہ عنہما
 اور عنہما رحمہما۔

ایک روز اتفاق سے سی محلہ میں کہ جس محلہ میں حضرت شریف فرما تھے مولوی (علامہ نبی
 صاحب جوتابی) صاحب کا وعظ۔ ہزاروں آدمی جمع تھے۔ اور اس وعظ میں انہیں جنتا علم تھا
 وہ سب ختم ہوا اور ان کے تسمین و آفرین کے نعرے لگنے لگے۔ اور مہربا۔ صلی علی کا پیاروں طرف
 سے شورا تھا۔ اس وعظ میں لکھنؤ کے تمام مولوی موجود تھے۔ اور ان کے دشمن بہان اور علم کی بار
 بار دہر دہرتے تھے۔ اور مولوی محمد حسن و مولوی شاہین اور مولوی عبدلہ عزیز اور مولوی محمد اور
 مولوی عبد اللہ دروچہ اور مولوی جوہر دین جات سے مولوی غلام نبی صاحب کے علم کی شہرت
 اور علمی لیاقت اور خداداد قابلیت کا دیکھنے کے شوق میں آئے ہوئے تھے۔ حاضر تھے۔ کیونکہ بہ خاص
 وعظ تھا۔ یہ سب نعرے اور شور ہمارے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔ اور ہم پانچ چار آدمی چپکے چپکے
 بیٹھے تھے۔ اور اندر سے کڑھتا تھا اور کچھ ہمارے لبس نہ چلتا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام زمانہ
 میں تھے اور کتاب ارالہ اوہام کا مسودہ تیار کر رہے تھے۔ مولوی صاحب وعظ کہہ کر اودھ پوری
 مخالفت کا نذر لگا کر چلے اور ساتھ ساتھ ایک جم غفیر اور مولوی صاحبان تھے۔ اور دھر سے دھر
 اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام زمانہ مکان سے باہر روانہ مکان میں جانے کے لئے نکلے تو مولوی صاحب
 سے بڑھ کر ہو گئی۔ اور خود حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کیلئے
 آتے بڑھایا۔ اور مولوی صاحب نے وعلیکم السلام جواب میں کہہ کر مصافحہ کیا۔ خدا جانے۔ اس
 مصافحہ میں کیا برقی قوت تھی اور کیسی مقناطیسی طاقت کی روحانی کشش تھی کہ یہ قدر سے
 آتے مارتے ہی مولوی صاحب ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ کچھ چوں و چرا نہ کر سکے اور سیدھے آتے
 میں آتے دیئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مردانہ مکان میں چلے آئے۔ اور حضرت

قدس علیہ السلام کے سامنے دو زبویہ بیٹھ گئے اور باہر مولوی ورنامہ سامعین و غلط حیرت میں کھڑے ہو گئے اور آپس میں یہ گفتگو ہوئی ایک۔ ارے میاں یہ کیا ہوا۔ اور مولوی صاحب نے یہ کیا حقیقت کی کہ مرزا صاحب کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ دوسرا۔ مرزا جادو گر ہے۔ خبر نہیں کیا حادو کر دیا ہو۔ ساتھ جانا مناسب نہیں تھا۔ تیسرا۔ مولوی صاحب دب گئے۔ مرزا کا رعب بڑا ہے۔ رعب میں آگیا۔ چوتھا۔ اجی۔ مرزا صاحب نے جو سن بڑا دعویٰ کیا ہے۔ مرزا خاں نہیں ہے۔ کیا یہ دعویٰ ایسے ویسے ہے۔ پانچواں۔ بات تو بہ معلوم ہوتی ہے کہ مرزا روپیہ در ہے۔ اور مولوی باپنی طامع ہوتے ہیں۔ مرزا نے کچھ لالچ دے دیا ہوگا۔ بعض۔ مولوی صاحب عالم فاضل ہیں۔ مرزا کو سمجھانے اور نصیحت کرنے گئے ہیں۔ مرزا کو سمجھا کے اور زبہ کر کے آویں گے۔ اور دوسرے۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ ایسا مقدمہ ملاقات ہا۔ در نصیحت کا بار بار نہیں ملتا۔ اب یہ موقع مل گیا۔ مرزا صاحب کو توبہ کر کے دھڑکے اور عام لوگ۔ مولوی پھنس گیا۔ اور پھنس گیا خوہ طمع میں خوہ علم میں خواہ اور کسی صورت سے۔ مرزا بڑا چالاک اور علم والا ہے۔ وہ مولوی کے گنڈوں پر ہیں ہے۔ مولوی۔ ایک زبان ہو کر مولوی صاحب مرزا کی خیر لینے لو گئے ہیں دیکھا تو ہی۔ مرزا کی کسی گت بنتی ہے۔ مولوی مرزا سے علم میں کہ نہیں ہے۔ طامع نہیں ہے۔ صاحب روزگار ہے۔ خفا اور رسوں کو پچھتا ہے۔ فاضل ہے۔ مرزا کو نیچا دکھا کے آئے گا۔ در سواد ان کے جو کچھ کسی کے منہ میں آتا تھا وہ کہتا تھا اور ادھر خدا کی قدرت کا تماشا اور مدد الہی میں کیا تھا؟ جب مولوی غلام نبی صاحب اندر مکان کے گئے تو چپ چاپ بیٹھے تھے

مولوی صاحب۔ حضرت آپ نے وفات مسیح کا مسئلہ کہاں سے لیا ہے۔ حضرت اقدس۔ قرآن شریف سے اور حدیث شریف سے، در علماء ربانیت کے اقوال سے۔ مولوی صاحب۔ کوئی آیت قرآن مجید میں وفات مسیح کے بارے میں ہو تو بتلائیے۔ حضرت اقدس۔ لو یہ قرآن تہ لیف رکھا ہے آپ نے قرآن شریف دو جگہ سے کھول کر پورن کھنڈکھ کر مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیا۔ ایک مقدمہ تو سورۃ آل عمران یعنی تیسرے پارہ کا تیسرا پارہ اور سورۃ مائدہ کا آخری رکوع ہر سال میں بارہ میں ہے۔ ول میں آیت یا عیسیٰ انی متوفیٰ۔ اور دوسرے میں قلما تو فیئتہ کنت انت رقیب عیہ۔ مولوی صاحب دونوں مقاموں کی دونوں آیتیں دیکھ

کر حیرن اور مستدر رہ گئے اور کہنے لگے **يَوْمَئِذٍ اُجُوزٌ رَهْطَةٌ** بھی تو قرآن شریف میں ہے۔ اس کے کیا معنی ہوں گے۔ حضرت قدس۔ ان آیتوں کے جو مجھ نے پیش کی ہیں۔ اُن کے اور معنی ہیں اور حواثیں آپ نے پیش کی ہیں۔ اُن کے اور معنی ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ اور باب ہے۔ اور وہ اور باب ہے۔ ذرا غور کریں۔ مولوی صاحب۔ دو چار منٹ سوچ کر کہنے لگے۔ معاون فرمائیے۔ میری خدمتی تھی جو آپ نے فرمایا وہ صحیح ہے۔ قرآن مجید آپ کے ساتھ ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ جب قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے تو آپ کس کے ساتھ ہیں۔ مولوی صاحب رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پچھلی بندھ گئی اور عرض کیا کہ یہ نفع کار۔ رانہ کار بھی حضور کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب روتے رہے اور سامنے منسوب بیٹھے رہے۔

جب دیر ہو گئی تو لوگوں نے زیادہ کرنی شروع کر دی اور لگے آواز پر آواز دینے کہ جناب مولوی صاحب باہر تشریف لائے۔ مولوی صاحب نے ان کی ایک ہلکت کا بھی جواب نہ دیا۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو وہ بہت چلائے۔ مولوی صاحب نے کہلا بھیجا۔ کہ تم جاؤ۔ میں نے حق دیکھ لیا اور حق پالیا۔ اب میرا تم سے کچھ کام نہیں ہے۔ تم اگر چاہو اور اپنا ایمان سلامت رکھنا چاہتے ہو۔ تو آجاؤ اور ناں ہو کر حد تقاضے سے نہ خرد ہو جاؤ اور اس امام کو مان لو۔ میں اس امام صادق سے کس طرح الگ ہو سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا موعود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا۔ چنانچہ وہ حدیث شریف یہ ہے **مَنْ ادْرَسَ مِنْكُمْ عَيْسَىٰ** اس مرید طبرقہ **مَنْ مَنِ التَّوَلَّى**۔ مولوی صاحب یہ حدیث پڑھ کر حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور آپ کے سامنے یہ حدیث دوبارہ بڑے زور سے پڑھی اور عرض کیا۔ کہ میں اس وقت موجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام کہتا ہوں اور میں بھی اپنی طرف سے اس حیثیت کا جو سلام کہنے والے سے سلام کہا اور جس کو جس حیثیت سے کہا گیا سلام کہتا ہوں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس وقت ایک عجیب سچہ اور عجیب آواز سے **عَلَيْكُمْ السَّلَام** فرمایا کہ دل سے کی تاب نہ آئے اور مولوی صاحب مرغ بمل کی طرح تڑپنے لگے اس وقت حضرت اقدس کے چہ مبارک کا بھی اور یہی نقشہ تھا۔ جس کو

میں پورے طور سے تحریر میں نہیں بیان کر سکتا۔ حاضرین و سامعین کا بھی ایک عجیب و غریب سے پر حال
 تھا۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ اولیاء و علماء امت نے سلام کہلا بھیجا۔ اور اس کے انتظار میں چل
 بسے۔ آج اللہ تعالیٰ کا نوشتہ اور وعدہ پورا ہوا۔ یہ غلام ہی اس کو کیسے چھوڑے یہ مسیح موعود ہیں
 ورنہ یہی ام مہدی موعود ہیں۔ یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ۔ اور مسیح بن مریم موعود مر گئے۔ مر گئے۔
 مر گئے۔ بلاشبہ مر گئے وہ نہیں آئیں گے۔ آنے والے آگئے آگئے آگئے۔ بے شک دشنہ آگئے۔ تم
 جو ایمان پر ہی طرح سے آپ کے مبارک قدموں میں گرو تاکہ نجات پاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور
 رسول تم سے خوش ہو۔

منتظرین بیرون در کو جب یہ پیغام مولوی صاحب کا پہنچا کیا مولوی ملا اور کیا خاص و عام
 سب کی زبان سے کفر کا ذکر کا شر بند ہوا۔ درگاہیوں کی بوچھاڑ پڑنے لگی۔ اور سب لوگ منتشر
 ہو گئے اور برا بھلا کہنے ہوئے اور ادھر ادھر ٹھہروں میں بھاگ گئے جو کہتے کہ مرزا جادوگر ہے ان کی پڑھ بنی۔ نہ

۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء | ۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء
 ۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء کو حضور مہد چاند خدام ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی میں جو
 علم و فضل کا بھی مرکز تھا پہنچے۔ اور کوٹھی تواب لوہارو میں قیام فرمایا حضور
 مہدیہ تھا کہ دہلی میں آپ کے دعویٰ کی اشاعت سے تمام ہندوستان میں پیغام پہنچ جائے گا چنانچہ حضور
 اپنے تین اشتہارات علمائے دہلی اور خصوصاً مولوی سید نذیر حسین صاحب الملقب شیخ اکمل کے نام سے
 فرمائے۔ پہلا اشتہار حضور نے ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف
 حضرات علماء و ائمہ کے عنوان سے شائع فرمایا۔ اس اشتہار میں حضرت اقدس نے اپنے عقائد تحریر فرما کر
 سید نذیر حسین صاحب اور مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کو مسئلہ حیات و وفات مسیح پر مباحثہ کے
 لایا۔ اور انہیں لکھا کہ اس مباحثہ کے لئے تین شرطوں کی پابندی لازمی ہوگی
 اول۔ امن قائم رکھنے کے لئے خود سرکاری انتظام کرا دیں یعنی ایک انگریز انسر مجلس بحث میں موجود ہو
 دوم۔ یہ بحث تحریری ہو اور سوال و جواب مجلس بحث میں لکھے جائیں۔

سوم تیسری شرط یہ ہے کہ بحث مسئلہ وفات و حیات مسیح میں ہو ورنہ کوئی شخص قرآن و حدیث سے
 بچائے۔

احدیہ بھی تحریر فرمایا کہ جس حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں اس بحث میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا جو چھوڑ دوں گا اور اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد ایک ہفتہ تک حضرت موصوف کے تو باصوبہ کا انتظار کروں گا۔

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد مولوی ابو محمد عبدالحق تو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر مدعا کر گئے کہ میں ایک نوٹیفکیشن آؤں ہوں اور ایسے جلسوں میں حاضر ہونے سے میری طبیعت کراہت کرتی ہے۔ چونکہ مولوی محمد حسین صاحب بھی دہلی پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت کے اشتہار کے مقابل میں ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں حضرت اقدس کے تعلق لکھا کہ۔

”بہ یہ اشاعت کہ بد قسمتی سے بد دہلی میں میرے بصرہ میں گیا۔ درمیان خوش قسمت ہوں کہ بھگتا ہوا شکار پھر مجھے مل گیا۔“

و خوب احتمال انکی لی لی اس لئے حضرت اقدس نے ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو یہ ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان یہ تھا۔ ”اشتہار مقابل مولانا سید نذیر حسین صاحب کہ روہ الحدیث“ اس اشتہار میں حضرت اقدس نے مولوی سید نذیر حسین صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دونوں کو مخاطب کر کے لکھا کہ اگر وہ مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح بن مریم کو زندہ کہنے میں راسخ ہیں تو میرے سامنے پہاڑی تہ نہ مدد رہے اشتہار ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء با اتفاق بحث کریں۔“

اور اتنا مبحث کی غرض سے بطور تنہا یہ بھی لکھ دیا کہ اگر مولوی سید نذیر حسین صاحب کسی انگریز افسر کو جلسہ بحث میں مامور کرانے سے ناکام رہیں تو اس صورت میں بذریعہ اشتہار حلفاً اقرار کریں کہ ہم خود قائمی امن کے ذمہ دار ہیں اور اگر کوئی شخص حاضرین میں سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب و ادب زبان سے نکالے گا تو ہم اسے فوراً اس مجلس سے نکال دیں گے۔ ایسی صورت میں بھی ہم مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کیلئے حاضر ہو سکتے ہیں اس دوسرے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد مولوی سید نذیر حسین صاحب کے شاگردوں نے خود ہی ایک مازعہ مقرر کر کے آداب اشتہار شائع کر دیا کہ فلاں مازعہ کو مزا صاحب میرے بحث ہوگی مگر حضرت اقدس سے قبل اس وقت کوئی تصنیف نہ کیا۔ بلکہ عین جلسہ کے وقت حضرت اقدس کی خدمت میں ایک آدمی شائع دیا کہ بحث کے لئے چلے۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب مباہلہ کے لئے آپ کے منتظر ہیں اور دوسری طرف ایک مشتعل جہو نے حضرت اقدس کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور حضرت اقدس باوجود تباہ ہو جانے کے

جلسہ کے لئے باہر نہ نکل سکے۔ اس پر لوگوں میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ مرزا صاحب شیخ انصاری سے ڈر گئے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک تیسرا اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان یہ تھا۔
 ”اللہ جل شانہ کی قسم دے کر مووی میدانِ حسین صاحب کیندیت میں بحث حیات و ممانِ مسیح
 بن مریم کے لئے درخواست“

اس اشتہار میں اُس جلسہ کا جس میں آپ جا نہیں سکے تھے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ
 ”بکثرت جلسہ میں شام ہونا اگرچہ میرے پر فرض نہ تھا۔ کیونکہ میری اتفاق رائے سے وہ جلسہ قرار نہ
 پایا تھا اور میری طرف سے ایک خاص تاریخ میں عائد ہونے کا ارادہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی میں نے
 حاضر ہونے کے لئے تیار ہی کر لی تھی لیکن عوام کے مفسدانہ تملوں نے جو یک ناگہانی طور پر کٹے گئے
 ہیں ان سے منع ہونے سے مجھے ردک دبا۔ صد اہلک اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت
 میں فساد و گوں کا اس قدر جھوم مہیب مٹاں پر ہو گیا کہ میں ان کی وحشیانہ حالت کو دیکھ کر دہر کے
 زمانہ میں پھا گیا۔ آخر وہ اس طرف آئے اور گھر کے کواٹر توڑنے لگے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض
 آہنی زنار مکان میں گھس آئے اور ایک جماعت کثیر نیچے اور گلی میں کھڑی تھی جو کایاں آتے تھے
 اور بڑے جوش سے بدزبانی کا کھارتے تھے۔ بڑی شکل سے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان سے لڑائی پائی
 آگے چل کر حضور فرماتے ہیں۔

”بس ایک طرف عوام کو درغلا کر اور ان کو جوش و ہوش دے کر یہیں ٹھنک کر مہیے گھر کے ارد گرد کھڑا کر دیا۔
 اور دوسری طرف مجھے بحث کے لئے بلایا اور پھر نہ آنے پر جو مونیج مذکورہ کی وجہ سے تھا۔ شونچا
 دیا کہ گریز نہ کیئے۔“

پھر حضور نے لکھا کہ

”اب میں بفضلہ تعالیٰ اپنی حفاظت کا انتظام کر چکا ہوں اور بحث کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔
 مصائب سفر اٹھا کر اور دہلی والوں سے رند کالماں اور لعن طعن کی برداشت کر کے محض آپ
 سے بحث کرنے کے لئے اسے شیخ لکل صاحب بیٹھا ہوں۔ حضرت جب کیلئے
 تشریف لائیں کہ میں بحث کے لئے تیار ہوں۔ پھر اللہ جل شانہ کی آپ کو قسم دے کر اس بحث کے
 لئے بلاتا ہوں۔ جس جگہ چاہیں حاضر ہو جاؤں۔ مگر بحث تقریری ہوگی۔“

بآثر حضور نے یہ بھی تحریر فرمادیا کہ

اگرچہ اس آیت سے کثرت رہا نہیں یہ جتنے تو ایک مجلس میں جسے تمام دلائل و قیاسات مسیح
 علیہ السلام نے لی ہیں اور قسود کیا ہے یہ وہ دلائل صحیح ہیں اور یقینی مر
 ہادی ہے کہ قطب مسیح ابن مریم علیہ السلام نے آسمان کی طرف اشارے کئے ہیں اور آیات
 قرآنیہ صریحہ سے اس سے واضح ہے اور اس میں صحیحہ مندرجہ فوری ہے کھلے کھلے منطوق سے اس پر
 شہادت دینی ہیں اور یہ قطب علیہ السلام ہے تب میں آپ کی اس گمانی اور حق پوشی اور مدیہ
 چھوٹی کو ہی کہ قبیلہ سے لے کر اب اسی میں تصریح و تہدیں ہوں گا اور چونکہ میری وجہ پر مجھے
 شاہد ہوتا ہے کہ اصرافی سنعت کم اور مجھے یقین دہا گیا ہے کہ آپ نقوی کا طریق چھوڑ کر
 یہ دعوائی کریں گے اور تب اس سے عدم کو نظر کریں گے تو ایک سال
 ملک گشتی کا آپ اب کا کھانا اٹھائے گا وہ دوسروں کے لئے ہوگا شاہد ہو جائے گا ہند
 منظر ہوں اور بہت سے کہہ رہے ہیں کہ اس کی صورت سے ملے گی وہ ایک ہفت روزہ میں سن کر تے
 ہیں ان کو کہہ لیں وہی سن کر دیکھ دیں وہ سب سب دیکھ دیں وہ سب دیکھ دیں وہ سب دیکھ دیں

دوبہ الامین

اور اسی اعتبار میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ

حیات مسیح کا قرآن و حدیث

بآثر مولوی سید نذیر حسین صاحب کہ یہ بھی صحیح ہے کہ

ثبوت دینے کا انعام

اگر وہ اپنے عقیدے کی تائید میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی

نہرہ آسمان پر نشانے کئے آیات صریحہ قطعیہ الہامیہ و احادیث صحیحہ مفصلہ مرفوعہ مجلس مباحثہ میں پیش
 کر لیں تب اس کا ایک کو عقیدہ قرار دینے کے لئے ضروری ہے یقینی و قطعی ثبوت صحت جسمانی مسیح
 ابن مریم علیہ السلام میں ہی زمانہ ساریک سے بیان فرماویں تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر قرار صحیح
 شرعی کرتا ہوں کہ فی ثبوت در فی حدیث پچیس روپیہ ن کی نذر کروں گا

اگرچہ حضرت اقدس نے بذریعہ اشہارت اس امر پر

بسیار بحث ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء کی مختصر و نداد

بھی نہایت زور دیا کہ مولوی محمد نذیر حسین صاحب

شعبہ ۱۱، سیدنا محمد و آلہ و صحبہ

پا کے ساتھ حیات و وفات حضرت مسیح علیہ السلام میں تحریری مباحثہ کریں اور اہل دہلی کی بھی یہ نئی
 بات تھی لیکن مولوی میمنہ زید حسین صاحب نے نہ تو حیات و وفات مسیح میں مباحثہ کرنا منظور کیا، وہ نہ
 پا کی یہ تجویز منظور کی کہ آپ دہلی وفات مسیح بیان فرمائیں اور ان کو سننے کے بعد مولوی صاحب حلفیہ
 بیان کر دیں کہ یہ دلائل از روئے قیامت قرینہ، اور احادیث صحیحہ درست نہیں ہیں تو حضرت اقدس نے
 سب خط حضرت منشی خفہ احمد کیور تھلوی اور حضرت خاں محمد خاں کیور تھلوی کو دے کر مولوی نذیر حسین صاحب
 پاس بھیجا۔ چنانچہ حضرت منشی خفہ احمد فرماتے ہیں۔

”اس خط میں حضور نے لکھا تھا کہ کل ہم جامع مسجد میں پہنچ جائیں گے۔ اگر آپ نہ آئے تو خدا
 کی لعنت ہوگی۔ ہم جب یہ خط لے کر گئے تو مولوی نذیر حسین صاحب نے کہا کہ تم باہر ہونی محمد حسین
 شاہی کے پاس چل کر بیٹھو۔ خط نہیں دے دو میں آتا ہوں۔ مولوی نذیر حسین نے وہ خط دکھایا۔ یہ
 پھر مولوی نذیر حسین صاحب آگئے اور انہوں نے مولوی محمد حسین سے پوچھا کہ خط میں کیا لکھا ہے مولوی
 محمد حسین نے کہا کہ میں نہیں مناسکتا آپ کو بہت گالیاں دی ہیں۔ اس وقت ایک دہلی کے رئیس بھی
 وہاں بیٹھے تھے اور انہوں نے بھی وہ خط پڑھ لیا تھا۔ انہوں نے کہ خط میں تو کوئی گالی نہیں مولوی
 میمنہ زید حسین صاحب نے ان سے کہا کہ کیا آپ بھی مرزا بنو گئے ہیں؟ وہ چپ رہ گئے۔ اس
 مولوی نذیر حسین صاحب سے بنا جو جواب دینا سوچا۔ وہ مولوی محمد حسین صاحب کو جواب
 نہیں دیتے۔ تم چلے جاؤ۔ تم اپنی ہو۔ خط تم نے پہنچا دیا ہے۔ ہم نے اب تم جواب لے رہے ہیں گے
 پھر لوگوں نے کہا کہ جانے دو۔ غرض انہوں نے جواب نہیں دیا۔ اور ہم نے ویسا کر سارا واقعہ حضرت
 اقدس کی خدمت میں عرض کر دیا۔ اگلے دن ہم سب جامع مسجد میں چلے گئے۔ ہم اگلے ہی غرض
 صاحب کے ساتھ تھے۔ ہمہاں جامع مسجد کے اعلیٰ درجہ میں بیٹھ گئے۔

بعد کے حالات حضرت پیر مراد علی صاحب نعمانی کی زمانی سنئے۔ وہ فرماتے ہیں۔

”اسی عرصہ میں مولوی نذیر حسین صاحب اور ساتھ اُس کے مولوی نذیر حسین در مولوی عبدالحی وغیرہ

”میں سے چند ایک کے نام۔ میں تمہارا صاحب۔ بیچ کر۔ صاحب منشی روضہ خان صاحب حاکم حاکم منشی صاحب
 مولوی عبدکرم صاحب۔ محمد معید صاحب۔ مولوی صاحب کے بھائی تھے۔ در منشی خفہ احمد صاحب روضہ روضہ
 میں یہاں پڑا ہے کہ میر علی صاحب در یہ صاحب علی سی کوٹی بھی تھے۔ صاحب احمد مدبر۔ صفحہ ۱۲۸۔ ۱۲۹

سب باتوں کا قائل ہوں۔ اور ان لوگوں نے میری کتابوں کا منشاء نہیں سمجھا اور غلط فہمی سے مجھ کو مسکر عقائد اہل سنت کا قرار دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ بہت اچھا! اگر فی حقیقت یہی بات ہے۔ تو مجھے ایک پرچہ پر سب باتیں لکھ دیں۔ میں ابھی صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو دینی پبلک کونسلاروں کا اور ایک اقل اس کی عیگندہ میں بھی لے جاؤں گا تب میں نے مفصل طور پر اس بارے میں ایک پرچہ لکھ دیا جو بطور نوٹ درج ذیل ہے۔ اور خواجہ صاحب نے وہ نام مضمون صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو باواز بندھ دیا۔ اور تمام معزز حاضرین نے جو نزدیکی تھے سن لی۔

پھر بعد اس کے خواجہ صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ جبکہ ان عقائد میں درحقیقت کوئی نزاع نہیں۔ ذلیقین بالآلفاق ماننے میں تو بھڑان میں بحث کیونکر ہو سکتی ہے۔ بحث کے لائق وہ مسئلہ ہے جس میں ذلیقین اختلاف رکھتے ہیں۔ یعنی وفات و حیات مسیح کا مسئلہ جس کے طے ہونے سے سارا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بصورت ثبوت حیات مسیح، مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سب ساتھ ہی باطل ہوتا ہے اور یہ بھی بار بار اس عاجز کا نام لے کر کہا کہ انہوں نے خود وعدہ کر لیا ہے کہ اگر نصوص بیحدہ قہر قرآن و حدیث سے حیات مسیح ثابت ہو گئی تو میں مسیح موعود کا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔

تحریر کی سیان اقدس۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی۔ واضح ہو کہ اخلاقی مسند جس پر میں بحث کی چاہا ہوں صرف ہے کہ یہ دعویٰ کہ مسیح بن مریم علیہ السلام زندہ بحمدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں میرے نزدیک ثابت نہیں ہے اور نصوص بدھتہ میں سے ایک بھی نایت حرجہ الدلائل اور قطعہ الدلائل یا ایک بھی حدیث صحیحہ درجہ متصل میں مل سکتی جس سے مسیح علیہ السلام ثابت ہو سکے بلکہ عاجز قرآن کریم کی آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ درجہ متصل سے وفات ہی ثابت ہوتی ہے اور اس صورت صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی سید محمد تقی حسین صاحب حیات مسیح علیہ السلام کی آیات صریحہ الدلائل اور قطعہ الدلائل و احادیث صحیحہ درجہ متصل سے ثابت کر دیں تو میں دوسرے دعویٰ مسیح موعود ہونے سے خود دست بردار ہوں گا اور وہ ہوں گا جو ہوں گا۔ لہذا میں نے انہوں کو اس شخص سے لکھائے جاتے ہیں کہ یہ شخص بے اختیار کہتا ہے کہ انہوں نے انکار اور معراج کا منکر دینی نہوت کا دعویٰ و رختہ ہوت کا انکار ہے۔ یہ سب نے ارمات، اطل اور درجہ متصل میں تمام امور میں یہاں مذہب وہی ہے ہر دیگر اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب تو صحیح مرم و اسلام اور اسلام سے جو من نکالے گئے ہیں یہ نکتہ جینوں کی سرسری غلطی ہے اب میں مفصل دینا اور کامیاب ہوں گے کہ سب سے صاف صاف قرآن میں حاتمہ اس حد تک کہ میں جناب خاتم النبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو یہ دین اور دائرہ

میں سے خارج محبت ہوں۔ لہذا یہی میں مانگا اور محضرت اور سیدہ و غیرہ کا قائل ہوں۔

تھیں تو اس قدر فریاد کرتے تھے۔

یہاں پر وہ سب لوگ جیسے کہ بات سنے ہوئے تھے، فوراً کھڑے ہو گئے اور صاحب کو
کھڑے کر دیا۔ صاحب نے کہا: "میں تو اس قدر بیمار ہوں کہ اس گروہ میں سے کوئی شخص بھی
اس صاحب کی اس قدر بات سنے سے جان ماتی نہیں ہوتا۔" انہوں نے صاحب کا کاروبار دیکھا
کے دامنوں میں سے سنا ہے کہ ایک شخص نے اسے درود سے دعا کی تھی کہ آج ہی اس کی بیماری
کو ختم ہو جائے۔ یہی حالت تھی کہ یہاں میں ڈلوایا۔ بعض کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا یہ مولوی سچ
ہو، تو اس شخص سے ضرور بحث کیا۔

حضرت فاضل خٹک صاحب کپور تھلوی بیان فرماتے ہیں۔

"دعوتِ نبویؐ میں تھیں اور احمد بیگم میں افریقہ کی بڑھری تھی۔ اسی دور میں پتہ چلا کہ
جو نگر نگر حضرت احمدؑ کے گھر آپ کے یہاں آئے گا یا قصد ہے، شیخ رحمت اللہ صاحب
نے نگرانی میں اسے خوب دیا کہ حضرت احمدؑ صاحب ۱۰۰۰ حضرت شیخ کے دلائل بیان
فرمائیں اور مولوی نذیر حسین۔ اس قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ میرے نزدیک اب بھی قرآن وحدیث سے
یہی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ پھر وہ مولوی نذیر حسین
صاحب کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں ایسی قسم منظور ہے؟ تو انہوں نے کہا میں قسم نہیں
کھاؤں گا اس نے کہ حضرت صاحب سے کہا کہ وہ آپ کے دلائل سن کر قسم کھانے پر تیار نہیں
اس سے اب کو رخصت ہو جانا چاہیے حضرت بہن کر جانے کے لئے کھڑے ہو گئے تھیں یعنی حضرت
فاضل خٹک صاحب کپور تھلوی۔ انہوں نے حضور کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ ابھی حضور ذرا ٹھہر جائیں ورنہ
نے شیخ رحمت اللہ صاحب سے کہا کہ آپ کپتان پولیس سے کہیں کہ پہلے فریق ٹانجا جائے۔ پھر وہ
جائیں گے پھر اس نے ان سے کہا تو وہ مصر ہوئے کہ پہلے انہیں جانا چاہیے غرض اس بارے میں
کچھ قیام دقاں ہوتی رہی پھر کپتان پولیس نے کہا کہ دونوں ایک ساتھ رخصت ہو جائیں غرض
اس طرح ہم اٹھے۔ ہم بارہ آدمیوں نے حضرت صاحب کے گرد حلقہ باندھ لیا۔ ورنہ ہمارے گرد
پولیس نے۔۔۔ ہم درجہ کی جانب و لے دوڑے سے باہر نکلے تو ہماری گاڑی جس
میں ہم تھے بھی ریلی والوں نے کھینچ لیا۔ کپتان پولیس نے ایک شکرم میں ہمیں سوار

کر یا کوچ کبس پر نیکٹر پولیس۔ دونوں پانڈانوں پر دو سب انسپکٹر درپچھے سپاہی گاڑی پر
تھے گاڑی میں حضرت صاحب محمد خاں صاحب۔ ملشی روڈ صاحب۔ ساکسہ در حافظ حامد علی
تھے۔ پھر بھی گاڑی پر کنگر پتھ پرستے رہے۔ جب ہم چلے تو مولوی عبد لکریم صاحب پیچھے رہ گئے
محمد خاں صاحب گاڑی سے کود پڑے اور مولوی صاحب کے گرد جو لوگ جمع ہو گئے تھے۔ وہ محمد
خاں صاحب کو دیکھ کر ہٹ گئے اور محمد خاں صاحب مولوی صاحب کو لے گئے۔

سارہ دہلی کا حربہ تنکفیر اور اشتعال انگیزی | علمائے دہلی کی اشتعال انگیزیوں کی وجہ سے شہر کے
غندے۔ در اوپاش وگ اس قدر مشتعل ہو گئے۔ کہ انہوں

مینکڑوں کی تعدد میں جمع ہو کر حضرت اقدس کے مکان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ زمانہ مکان کے کوڑوڑا میں
عزت اقدس کے جہاں شہر کے ایک بروقت دفاع کی وجہ سے ان کی کوئی پستیل نہ گئی تہہ کے گلی کوچوں
ایک شور بے تمیزی برپا تھا۔ مختلف قسم کے تسمیر آمیز نعرے لگائے جا رہے تھے یہودہ اور پیر اشتہارت
رہے۔ محل لاف و گزاف اور دروغ بے فروغ کی خوب شامت کی جا رہی تھی۔ علمائے دین سے حنف
کے خلاف کفر کا فتویٰ دہلی کے گلی کوچوں میں خوب تقسیم کیا گیا۔

مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے حضرت اقدس
کی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے مناسبت
۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء

دہلی میں لگ گیا کہ جس طرح بھی ہو مرزا صاحب سے مسند حیات و ممات بیست پرشور بخت ہوئی چاہت
س غرض کے لئے علی جان والاں نے جو ٹویوں کے سوداگر تھے مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی کو ٹیٹ۔
محمد بشیر صاحب دراصل سہسوان ضلع بدایون کے رہنے والے تھے۔ در بھوپال میں نور صدیق حسن خاں صاحب
ح علماد میں بہ سلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ اہاں ہی حضرت سید محمد حسن صاحب امدادی بھی ملازم تھے۔
نور کے پولیس میں بڑے گہرے تعلقات تھے۔ اب حضرت اقدس نے دعویٰ کیا تو نور نے باہمی مہرہ
نہ ہوئے لگا حضرت مولوی سید محمد حسن صاحب اتبات دعویٰ کا پہلو لیتے تھے اور مولوی محمد بشیر صاحب
عراض کرتے تھے۔ بالآخر دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضرت اقدس اپنے دعویٰ میں صادق ہیں۔

صاحب احمد علی چیمہ ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۲ - ۱۰۰۳ - ۱۰۰۴ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۰۷ - ۱۰۰۸ - ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ - ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۴ - ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ - ۱۰۱۷ - ۱۰۱۸ - ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ - ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ - ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ - ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ - ۱۰۲۸ - ۱۰۲۹ - ۱۰۳۰ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۳ - ۱۰۳۴ - ۱۰۳۵ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۷ - ۱۰۳۸ - ۱۰۳۹ - ۱۰۴۰ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳ - ۱۰۴۴ - ۱۰۴۵ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷ - ۱۰۴۸ - ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۵۲ - ۱۰۵۳ - ۱۰۵۴ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵۶ - ۱۰۵۷ - ۱۰۵۸ - ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰ - ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ - ۱۰۶۳ - ۱۰۶۴ - ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ - ۱۰۶۷ - ۱۰۶۸ - ۱۰۶۹ - ۱۰۷۰ - ۱۰۷۱ - ۱۰۷۲ - ۱۰۷۳ - ۱۰۷۴ - ۱۰۷۵ - ۱۰۷۶ - ۱۰۷۷ - ۱۰۷۸ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰ - ۱۰۸۱ - ۱۰۸۲ - ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ - ۱۰۸۵ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ - ۱۰۹۱ - ۱۰۹۲ - ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ - ۱۰۹۵ - ۱۰۹۶ - ۱۰۹۷ - ۱۰۹۸ - ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ - ۱۱۰۱ - ۱۱۰۲ - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۵ - ۱۱۰۶ - ۱۱۰۷ - ۱۱۰۸ - ۱۱۰۹ - ۱۱۱۰ - ۱۱۱۱ - ۱۱۱۲ - ۱۱۱۳ - ۱۱۱۴ - ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ - ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ - ۱۱۲۲ - ۱۱۲۳ - ۱۱۲۴ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۱۲۸ - ۱۱۲۹ - ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ - ۱۱۳۲ - ۱۱۳۳ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۵ - ۱۱۳۶ - ۱۱۳۷ - ۱۱۳۸ - ۱۱۳۹ - ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ - ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳ - ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵ - ۱۱۴۶ - ۱۱۴۷ - ۱۱۴۸ - ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ - ۱۱۵۱ - ۱۱۵۲ - ۱۱۵۳ - ۱۱۵۴ - ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ - ۱۱۵۷ - ۱۱۵۸ - ۱۱۵۹ - ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲ - ۱۱۶۳ - ۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۱۶۶ - ۱۱۶۷ - ۱۱۶۸ - ۱۱۶۹ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - ۱۱۸۰ - ۱۱۸۱ - ۱۱۸۲ - ۱۱۸۳ - ۱۱۸۴ - ۱۱۸۵ - ۱۱۸۶ - ۱۱۸۷ - ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ - ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ - ۱۱۹۳ - ۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ - ۱۱۹۶ - ۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۱۹۹ - ۱۲۰۰ - ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ - ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴ - ۱۲۰۵ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ - ۱۲۰۹ - ۱۲۱۰ - ۱۲۱۱ - ۱۲۱۲ - ۱۲۱۳ - ۱۲۱۴ - ۱۲۱۵ - ۱۲۱۶ - ۱۲۱۷ - ۱۲۱۸ - ۱۲۱۹ - ۱۲۲۰ - ۱۲۲۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ - ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ - ۱۲۲۸ - ۱۲۲۹ - ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ - ۱۲۳۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ - ۱۲۳۵ - ۱۲۳۶ - ۱۲۳۷ - ۱۲۳۸ - ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ - ۱۲۴۱ - ۱۲۴۲ - ۱۲۴۳ - ۱۲۴۴ - ۱۲۴۵ - ۱۲۴۶ - ۱۲۴۷ - ۱۲۴۸ - ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ - ۱۲۵۱ - ۱۲۵۲ - ۱۲۵۳ - ۱۲۵۴ - ۱۲۵۵ - ۱۲۵۶ - ۱۲۵۷ - ۱۲۵۸ - ۱۲۵۹ - ۱۲۶۰ - ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ - ۱۲۶۳ - ۱۲۶۴ - ۱۲۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۲۶۷ - ۱۲۶۸ - ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰ - ۱۲۷۱ - ۱۲۷۲ - ۱۲۷۳ - ۱۲۷۴ - ۱۲۷۵ - ۱۲۷۶ - ۱۲۷۷ - ۱۲۷۸ - ۱۲۷۹ - ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۲ - ۱۲۸۳ - ۱۲۸۴ - ۱۲۸۵ - ۱۲۸۶ - ۱۲۸۷ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۹ - ۱۲۹۰ - ۱۲۹۱ - ۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ - ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ - ۱۲۹۶ - ۱۲۹۷ - ۱۲۹۸ - ۱۲۹۹ - ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ - ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷ - ۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - ۱۳۱۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۱۲ - ۱۳۱۳ - ۱۳۱۴ - ۱۳۱۵ - ۱۳۱۶ - ۱۳۱۷ - ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹ - ۱۳۲۰ - ۱۳۲۱ - ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ - ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ - ۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ - ۱۳۳۰ - ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ - ۱۳۳۴ - ۱۳۳۵ - ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ - ۱۳۴۱ - ۱۳۴۲ - ۱۳۴۳ - ۱۳۴۴ - ۱۳۴۵ - ۱۳۴۶ - ۱۳۴۷ - ۱۳۴۸ - ۱۳۴۹ - ۱۳۵۰ - ۱۳۵۱ - ۱۳۵۲ - ۱۳۵۳ - ۱۳۵۴ - ۱۳۵۵ - ۱۳۵۶ - ۱۳۵۷ - ۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ - ۱۳۶۰ - ۱۳۶۱ - ۱۳۶۲ - ۱۳۶۳ - ۱۳۶۴ - ۱۳۶۵ - ۱۳۶۶ - ۱۳۶۷ - ۱۳۶۸ - ۱۳۶۹ - ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱ - ۱۳۷۲ - ۱۳۷۳ - ۱۳۷۴ - ۱۳۷۵ - ۱۳۷۶ - ۱۳۷۷ - ۱۳۷۸ - ۱۳۷۹ - ۱۳۸۰ - ۱۳۸۱ - ۱۳۸۲ - ۱۳۸۳ - ۱۳۸۴ - ۱۳۸۵ - ۱۳۸۶ - ۱۳۸۷ - ۱۳۸۸ - ۱۳۸۹ - ۱۳۹۰ - ۱۳۹۱ - ۱۳۹۲ - ۱۳۹۳ - ۱۳۹۴ - ۱۳۹۵ - ۱۳۹۶ - ۱۳۹۷ - ۱۳۹۸ - ۱۳۹۹ - ۱۴۰۰ - ۱۴۰۱ - ۱۴۰۲ - ۱۴۰۳ - ۱۴۰۴ - ۱۴۰۵ - ۱۴۰۶ - ۱۴۰۷ - ۱۴۰۸ - ۱۴۰۹ - ۱۴۱۰ - ۱۴۱۱ - ۱۴۱۲ - ۱۴۱۳ - ۱۴۱۴ - ۱۴۱۵ - ۱۴۱۶ - ۱۴۱۷ - ۱۴۱۸ - ۱۴۱۹ - ۱۴۲۰ - ۱۴۲۱ - ۱۴۲۲ - ۱۴۲۳ - ۱۴۲۴ - ۱۴۲۵ - ۱۴۲۶ - ۱۴۲۷ - ۱۴۲۸ - ۱۴۲۹ - ۱۴۳۰ - ۱۴۳۱ - ۱۴۳۲ - ۱۴۳۳ - ۱۴۳۴ - ۱۴۳۵ - ۱۴۳۶ - ۱۴۳۷ - ۱۴۳۸ - ۱۴۳۹ - ۱۴۴۰ - ۱۴۴۱ - ۱۴

اس پر حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امر دہلی نے توجہات کر کے حضرت اقدس کی بیعت کر لی مگر مولوی محمد بشیر صاحب کو یہی سوچ میں پڑ گئے۔ بھوپال سے ملازمت کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد دہلی آ گئے۔ یہاں اہل حدیث گروہ کی مات مل گئی۔ اور افسوس کہ یہی چیز ان کے لئے سلسلہ حقہ میں داخل ہونے سے روک کا باعث بنی۔ جب ان کی طرف سے مباحثہ کی تحریک ہوئی تو حضرت اقدس نے اسے بخوشی قبول فرمایا۔ مولوی محمد بشیر صاحب کا یہ اقدام حقیقت میں قابلِ صداستہرام ہے کہ انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹ لوی اور مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے رویہ کے خلاف اظہارِ اصول و مضامین کو چھوڑ کر اصل مسئلہ حیات و مسالت مسیح پر بحث کرنا منظور کر لیا اور گونہ ثقیلہ کی بحث میں ہی الجھ کر رہ گئے۔ مگر بہر حال طلبہ گارانِ حق کیلئے غور کرنے کی راہ صاف کر گئے۔

یہ مباحثہ ۳۱ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو بعد از جمعہ شروع ہوا۔ تین پرچے مولوی محمد بشیر صاحب نے لکھے اور تین ہی حضرت اقدس نے لکھے۔ ذہنین کے پرچے مباحثہ الحق دہلی کے نام سے چھپے ہوئے موجود ہیں۔ مسئلہ حیات و وفات مسیح ناصری کی تحقیق کے لئے شخص راہ کا کام دے سکتے ہیں۔

حضرت اقدس کا مولوی محمد بشیر صاحب سے خطاب

صاحب! اپنے رفقاء سمیت مباحثہ کرنے کی غرض سے غرہ اقدس کے مکان پر پہنچے اور حضور کے سامنے آ گئے تو حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”مولوی صاحب! مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ یہ ادعویٰ مسیح موعود ہونے کا سچا ہے جیسا کہ اور نبیاء کا دعویٰ نبوت و رسالت سچا ہوتا تھا۔ اس دعویٰ کی بنا وہ ہے کہ کئی ماہ تک مجھے متواتر الہام ہوتے رہے کہ مسیح ابن مریم رسولِ اشرفوت ہو گئے اور جس مسیح موعود کا نام قدر تقادہ ہے۔ مجھ کو کشف ہے۔ الہام سے روایا سے متواتر بتلایا گیا سمجھا یا گیا۔ تب بھی میں اس کو یقینی نہیں سمجھا لیکن کئی ماہ کے بعد جب یہ امر و اترا اور پورے یقین اور حق یقین کے مرتبہ تک پہنچ گیا۔ تو میں نے قرآن شریف کھولا و خیال کیا کہ اس اپنے الہام و خیر کو کتاب اللہ پر عرض کرنا چاہیے۔ قرآن شریف کے کھولتے ہی سورہ مائدہ کی آیت ”مَا تَوْفِيقِيْ هٰذَا“ میں نے اس پر غور و فکر کیا۔ تو اپنے الہامات و کشوف و روایا کو صحیح پایا اللہ مجھ پر کھل گیا، وراثت ہو گیا۔ کہ بے شک مسیح ابن

مریم علیہ السلام فوت ہو گئے۔ پھر میں نے اول سے آخر تک قرآن شریف کو خوب تدبر اور غور سے پڑھا۔ تو سوائے وفات مسیح کے حیات کا ثبوت مسیح علیہ السلام کی نسبت کچھ نہ نکلا۔ پھر میں نے صحیح بخاری کھولی۔ خدا کی قدرت! کھولتے ہی کتاب التفسیر میں دو آیتیں ایک رِأٰی مُتَوَدِّعَاتٌ اور دوسری قَدْ نَأْتُوا فِیْہِیْ ذٰلِکَ اٰیٰتِہِیْنَ اُنّٰی۔ ایک کا ترجمہ مُیْبِیْثَاتٌ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور دوسری کا ترجمہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود تھا۔ گویا بخاری نے دونوں آیتوں کو جو دو مختلف مقام پر ہیں۔ ایک جگہ جمع کر کے پسند مذہب ظاہر کر دیا کہ ان دونوں آیتوں سے مسیح کی موت ثابت ہے۔ اور کچھ نہیں۔ پھر تمام صحیح بخاری نوآدل سے آخر تک ایک ایک لفظ کر کے پڑھا۔ اس میں بھی سوئے موت کے حیات کا کوئی لفظ اتارہ یا کثایت نہ نکلا۔ پھر میں نے صحیح مسلم وغیرہ کل کتب احادیث لفظاً دیکھیں اور خوب غور سے یک ایک مصرور یک ایک حرف پڑھا لیکن کہیں بھی مسیح کی حیات نہ ملئی سوئے موت کے۔ رہی نزول کی حدیثیں۔ ان میں کہیں نزول من السماء نہیں سے نزدں سے حیات کو کیا تعلق جب حیات و رفع من السماء بت نہیں تو پھر نزدں کیسا ہے نزول مسافر کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ میں نے اب دلی میں نزول کیا ہے۔

ابھی آپ کی تقریر ختم نہ ہوئی کہ مولوی محمد شیعہ گھبرا کر بول اُٹھے کہ آب حیات دیں۔ تو میں اس والہانہ کے پرلے کو نے من صاحب مینٹوں در دہاں لچھ لکھوں حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ بہت اچھا۔ آپ جہاں چاہیں۔ بیٹھیں۔ پس مولوی صاحب ہمسے دہ میں جا بیٹھے اور مجدد علی خاں سے مضمون لکھوانے لگے حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ شیعہ یہ ٹھہری تھی کہ قریب بیٹھ کر خود اپنے قلم سے اسی وقت سواں و جواب کے طور پر لکھیں گے لیکن مولوی صاحب دُور جا کر کسی اور سے لکھوانے لگے میں نے عرض کیا کہ میں مولوی صاحب سے کہہ دوں۔ آپ نے فرمایا خیر جانے دو۔ وہ لکھے دیا لکھوانے دو۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کیوڑ تھلوی فرماتے ہیں۔

”پھر جب مولوی محمد بشیر صاحب مضمون لکھوا چکے۔ تو ہم نے (وہ مضمون) حضرت صاحب کے پاس پہنچی دیا۔ فرمایا کہ تم یہیں کھڑے رہو۔ دو ورقہ حرب نہا ہو جائے تو نفس کرنے کے لئے اوسلوں کو

کھولے جاتے ہیں۔

ان چاروں علامتوں سے مومن کامل نسبتی طور پر دوسروں پر غالب رہتا ہے۔

اس آسانی فیصلہ کے لئے آپ نے مولوی سید محمد حسین صاحب دہلوی۔ مولوی محمد حسین صاحب

بٹالوی۔ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی امرتسری۔ مولوی عبدالرحمن لکھو کے والے۔ مولوی محمد بشیر صاحب

بھوپالوی۔ مولوی رشید احمد صاحب لنگوہی کو خاص کر نام لے کر اور باقی تمام مولویوں، سجادہ نشینوں، صوفیوں

اور پیر زادوں کو عام طور پر چیلنج کیا کہ

”اگر تم کامل مومن ہو اور میں لعنہ باللہ کافر و ملحد اور دجال ہوں تو یقیناً ان تائیدات سماوی میں

اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا۔ ورنہ میری ہرگز تائید نہیں کرے گا۔ نیز اس کا ایک بڑا قاعدہ یہ بھی ہوگا کہ

تم نے جو دن رات شور مچا رکھا ہے کہ پہلے اپنا ایمان ثابت کرو۔ پھر ہمارے ساتھ بحث کرو۔ تو آؤ!

میں پناہیں ثابت کرنا ہوں اور اس طریق پر کرتا ہوں جو میں مطابق قرآن و حدیث ہے۔ لیکن میں

معیار پر تمہیں بھی اپنا ایمان ثابت کرنا ہوگا۔

لیکن آپ کے اس چیلنج کو کسی نے قبول نہ کیا۔

علماء نے جب دیکھا کہ ہم اس شخص کا مقابلہ کسی طرح بھی نہیں کر سکتے۔ نہ دلائل کے میدان

میں اور نہ تائیدات سماوی میں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ دن بدن اس کی بیعت میں شامل

ہوتے چلے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ایک کفر کا فتویٰ تیار کیا جائے جس پر ہندوستان

کے تمام سرکردہ علماء سے تصدیقی مہریں لگوائی جائیں۔ اور پھر اس کی خوب اشاعت کی جائے جب لوگ

دیکھیں گے کہ سارے مولویوں نے با اتفاق اسے کافر قرار دے دیا ہے تو پھر اس کی بات کی طرف کوئی

توجہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ یہ کام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے تمام ہندوستان

میں پھر کر دو سو مولویوں سے کفر کے فتوے حاصل کئے۔ اور غالباً اردو اور عربی کی لغات میں کوئی غلطی سے

غلطی گالی ایسی نہ ہوگی تو ان علماء کرام نے آپ کے لئے استعمال نہ کی ہوگی بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ بعض

ایسی گالیاں بھی ان لوگوں سے ایجاد کیں جس کا نام ان میں پہلے سے کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ تو بے جا نہ

ہوگا میں نے بھی اس فتوے کو بعض بعض جگہوں سے دیکھا ہے کوئی شریعت انسان ان کو بھینٹے ہوئے

میں ہو سکتا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو یہ غلط فہمی تھی کہ (حضرت اقدس) مرزا صاحب کو جو شہرت اور
ارج حاصل ہوا ہے۔ یہ ہمارے ان کی کتاب براہین احمدیہ پر ریویو لکھنے اور ان کی تعریف کرنے کی وجہ سے
اسے چنانچہ اسی بناء پر انہوں نے یہ بڑا بول بولا کہ

’میں نے ہی اس کو اُدنیچا کیا تھا اور میں ہی اس کو گراؤں گا۔‘

حضرت اقدس نے اپنی کتاب ”نشان آسمانی“ میں علماء کے ان فتوؤں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات
مذکورہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

”یہ عاجز اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس کفیل کے وقت میں کہ ہم ایک طرف سے
اس زمانہ کے علماء کی آدرشیں ہیں سُنَّتِ مُؤْمِنًا (یعنی تو مومن نہیں ہے ناقص)، اللہ حسناء کی
طرف سے یہ ندا آ رہی ہے۔ قُلْ اِنِّیْ اُھْدُوکُمْ وَاَنْ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (یعنی ہم نے مجھے ماورک کیا ہے
اور میں سب سے پہلے ایمان لانا ہوں۔ ناقص) ایک طرف حضرات مومنی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ
کسی طرح اس شخص کی بچکنی کرو اور ایک طرف ابہام ہوتا ہے یَا وَلِیُّوْکَ عَلَیْکَ الدِّیْنُ وَرِکْزُ
عَسَیْہِمُ ذَا بَیْنَہُ اسْتَوِی (یعنی وہ تمہارے رجووت کے بدل کا تمہارے کر رہے ہیں بڑی گردش ابھی پر
پڑے گی۔ ناقص) اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس شخص کو سخت ذلیل و رسوا کریں
اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے۔ اِنِّیْ مُہِیْئُ مِّنْ اٰرَآءِہَا سَلٰتْکَ۔ اِنَّہُ اَجْرُکَ اللّٰہُ
یُعْطِیْکَ جَلٰلًا لَّکَ۔ (یعنی جو نیر دلت جا ہے میں اُسے دیں کر دوں گا۔ اللہ ہزار ہے، اللہ مجھے
تیرا بدل عطا کرے گا۔ ناقص) اور ایک طرف مومنی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اس شخص
کی ہمہ بندی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس ابہام پر
مترزو دے رہا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ رُحٰمًا لِّلّٰہِ فَاَسْعَوْا فِیْ رِجْلِہِ لَعَلَّہُ یَرْحَمَہُ
اللّٰہُ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اس طرح وہ بھی قسٹ کر رہے ہیں۔
تمام مومنی صاحبان خدا تعالیٰ سے بڑا ہے ہیں۔ مجھے فتح کس کی ہوتی ہے“

بہاویہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ابہام ان مُہِیْئُ مِّنْ اٰرَآءِہَا سَلٰتْکَ جو حضرت اقدس کو بمقام

لاہور بھا تھا۔ گو یہ عام ہے لیکن اس وقت خاص طور پر اس کا پہلا نشانہ مولوی محمد حسین صاحب بٹاوی ہی تھے۔ یہ ابام بلبار کس کس رنگ سے پورا ہوا ہے اس کے بیان کے لئے ایک مبی تحریر چاہیئے۔ اختصار کے ساتھ اس کا کچھ ذکر آئندہ صفحات میں بھی آئے گا۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے جس مامور کی عزت کو بٹاوی صاحب بد کرنا چاہتے تھے اس پر تو آج اکناف عالم میں درود پڑھا جاتا ہے اور دنیا کی مشہور شخصیتیں اس کا نام آتے ہی ادب سے جھجک جاتی ہیں اور وقت دور نہیں بلکہ دروازے پر بے جبکہ دنیا کے بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ لیکن بٹاوی صاحب کا آج کوئی نام لیوا نظر نہیں آتا۔ یا تو یہ حالت تھی کہ ہندوستان کی تمام اقوام ان کا نام عزت سے لیتی تھیں اور جہاں سے وہ گزرتے تھے ان کے احترام کے لئے لوگ کھڑے ہو جاتے تھے اور یا اپنی زندگی میں ہی حضرت اقدس کو نعوذ باللہ زلیں کرنے کا ارادہ لے کر کھڑا ہونے کے بعد سے ہی ان کی عزت گھٹنی شروع ہوئی۔ اوماد سب کی سب برباد ہو گئی اور جہاں ساری تباہ ہو گئی اور جب وہ سالہ میں فوت ہوئے تو بٹار کے مسلمانوں نے ان کو اپنے قبرستان میں دفن کئے جہاں سے انکار کر دیا اور وہ ایک ایسے قبرستان میں دفن کئے گئے جس کے ذکر سے بھی زبان رک جاتی ہے۔ ۱۵

”فتویٰ کفر“ کے متعلق حضرت اقدس کا اظہار خیال | جس فتویٰ کفر کا، وپر ذکر کیا گیا ہے جب یہ فتویٰ حضرت اقدس کے پاس پہنچا۔ تو

آپ نے ذیل کا اعلان شائع فرمایا۔

”اس فتوے کو میں نے اس سے آخر تک دیکھا۔ جس الزامات کی بنا پر یہ فتویٰ لکھا ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط و خلاف رافع ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے جس کا نام دافع اوصادس ہوگا۔ میں ہمہ نجد کہ ان لوگوں کے لعن طعن پر کچھ اصول نہیں در نہ کچھ مذہبہ بلکہ میں خوش ہوں کہ مہاراجہ جیسے صاحب اور شیخ بٹاوی اور ان کے تبعین نے مجھ کو کافر اور ملعون اور دجال اور فضال در بے بیان اور جھٹھی، در کفر کہہ کر اپنے دبا کے وہ بھارت نکالے جو دیانت اور امانت و تقویٰ کے نام سے ہرگز نہیں کھل سکتے تھے اور جس قدر مہی امام حجت اور میری سچی کی جی سے اس حضرت کو زخم پہنچا اس صدمہ عجمہ کا غم غلط کرنے کے لئے کوئی در

۱۵۔ جس نے مولانا صاحب ”لہوری کا بیان“ ۱۵۔ جس کا دوسرا آئینہ کمالات اسلام بھی ہے (مؤلف)

طریق بھی تو نہیں تھا۔ بجز اس کے کہ لعنتوں پر آجاتے۔ مجھے . . . اس بات کو سوچ کر بھی ہوتی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں و مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح علیہ السلام کو تحفہ دیا تھا۔ وہ بھی تو یونہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہل کتاب کی ماریخ اور ہر چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثیل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سن کر بہت ہی خوش ہونا چاہیے۔ کیونکہ صبا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو حقیقت و جاہلیہ کے ہلاک اور فانی کرنے کے لئے حقیقت معلوم سے متصف کیا۔ ایسا ہی اس نے اس حقیقت کے متعلق جو جو لوازل و آفات تھے ان سے بھی خالی رکھا لیکن اگر کچھ افسوس ہے تو صرف یہ کہ بٹالوی صاحب کو اس فتویٰ کے تیار کرنے میں یہودیوں کے فقیہوں سے بھی زیادہ خیانت کرنی پڑی وروہ خیانت میں قسم کی ہے

اول یہ کہ بعض لوگ جو مولویت اور فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتے وہ صرف مکلفین کی حدود بڑھانے کے لئے مفتی قرار دئے گئے۔

دوسرے یہ کہ بعض ایسے لوگ جو علم سے خالی اور عداوت و بغض و نفور بلکہ نہایت بدکاریوں میں مبتلا تھے وہ بہت بڑے عام متشرع منظور ہو کر ان کی مہربان لگائی گئیں۔

تیسرے ایسے لوگ جو علم اور دیانت رکھتے تھے مگر وقتی طور پر اس فتویٰ پر انہوں نے مہربان لگائی بلکہ بٹالوی صاحب نے سراسر جلا کی اور آخر سے خود بخود انہوں میں میں جڑ دیا۔

ان تین قسم کے لوگوں کے بارے میں ہمارے پاس تحریری ثبوت میں۔ گر بٹالوی صاحب با کسی اور صاحب کو اس میں شک ہے تو وہ ماہر میں ایک جلسہ منعقد کر کے ہم سے ثبوت مانگیں۔ اس سلسلہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ یوں تو تکفیر کوئی نئی بات نہیں۔ مولویوں کا آئی حرن یہی چلا آتا ہے کہ یہ لوگ ایک باریک بات سن کر لی الفور کپڑوں سے باہر نوجا لے ہیں درجہ کہ خدا تعالیٰ نے یہ عقل و کودی ہی نہیں کہ مار کی نہ تک پہنچیں درامر عامضہ کی کبریٰ حقیقت کو دریافت کر سکیں۔ اس لئے اپنی ذہنی حالت میں غفیر کی طرف دوڑتے ہیں اور اویا نے کرام میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ ان کی کفیر سے ماہر ۲ نو یہاں تک کہ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ جب مہدی موعود آئے گا تو اس کی بھی ولوی لوں تکفیر کریں گے اور ایسا ہی حضرت عیسیٰ جب اتریں گے تو ان کی بھی تکفیر ہوگی۔ ان باتوں کا جواب یہ ہے کہ اے مغرب! آپ لوگوں سے خدا

کی پناہ! اللہ سبحانہ خود اپنے برگزیدہ بندوں کو آپ لوگوں کے شر سے بچاتا آیا ہے ورنہ آپ لوگوں سے تو
 دُشمن کی طرح انت محمدیہ کے تمام اولیائے کرام کو کھاپی جانا تھا اور اپنی بدزبانی سے نہ پہلوں کو چھوڑ
 نہ پھلوں کو اور اپنے ہاتھ سے اُن نشانیوں کو پورا کر رہے ہیں جو آپ بتلا رہے ہیں تبجب کہ یہ
 لوگ آپس میں بھی تو یک فن نہیں رکھتے۔ تھوڑا عرصہ گزرے کہ موحّدین کی بے دینی پر مدد راجح
 میں شاید تین سو کے قریب ہر لگی تھی۔ پھر جبکہ تکفیر ایسی سستی ہے تو پھر ان کی تکفیروں سے کوئی
 کیوں ڈرے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹاوی نے اس تکفیر میں جبل سازی
 سے بہت کام لیا۔ ہے و طرح مزح کے افتراء کر کے اپنی عاقبت "درست" کر لی ہے۔"

دعویٰ مسیحیت کے بعد کے ایام حضرت اقدس کے لئے پہلا سالانہ مجلسہ دسمبر ۱۸۹۱ء

نہایت ہی مصروفیت کے ایام تھے۔ مخالفت علماء نے چاروں
 طرف مخالفت کی، کبھڑا کبھی تھی۔ مگر حضور بڑے متفلال اور بہمت کے ساتھ کوہ وقار بن کر اس آگ کو
 بجھانے میں مصروف تھے اور اس غرض کے لئے آپ نے بعض جیسے لمبے سفر بھی اختیار کئے مگر جہاں حضور اس
 غصّہ کی تنگ میں شمتیہ برہنہ لیکر کھڑے تھے وہاں مبائعین کی ترمیت سے بھی غافل نہ تھے چنانچہ حضور
 نے ارشاد الہی کی بناء پر قادیان میں یک سمانہ جلسہ کی بنیاد رکھی اور اس کے لئے ۲۷ دسمبر تا ۲۹ دسمبر
 کی تاریخیں مقرر کیں۔ جہاں پہلے جلسہ میں جو دسمبر ۱۸۹۱ء میں ہو۔ پھر اجاب شریک ہوئے۔ اور جلسہ
 کے اعراس و مفاصلہ کے لئے آپ نے مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء کو حسب ذیل اعلان فرمایا۔

"نام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت میں عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرے سے غرض یہ ہے کہ تا نبی
 کی محنت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولّا رحیم در رسول مصلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت دس پر غالب آ
 جائے اور سبھی حالت نقطار پیدا ہو جائے جس سے سو آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض
 کے حصول کے لئے صحت میں رہنا اور یک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تاکہ اگر
 خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برائے یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری و ضعف اور کسل و درو ہو اور یقین
 کامل پیدا ہو کر ذوق و رتوت و دلولہ عشق پیدا ہو جائے۔ مومنات کے لئے محنت فکر رکھنا
 چاہیئے اور دعا کرنا۔ چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور
 ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا اسی بیعت صراحت

بے برکت و معرفت ایک رسم کے طور پر ہوگی درجہ ہر ایک کے لئے باعث ضعف فطرت یا کمی
مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف
اٹھا کر ملاقات کے لئے آئے کیونکہ کٹر دلوں میں بھی ایسا اشتغال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے
بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے خرچوں کو اپنے پر رو رکھیں۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے
کہ سال میں تین روز ایسے جسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے
بشریعت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے جیساں میں بہتر ہے کہ
وہ تاریخ ۱۲ دسمبر سے ۲۵ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے ۱۱ جنوری ۱۹۹۱ء ہے
آئندہ اگر سہاری زندگی میں ۱۲ دسمبر کی تاریخ اٹھائے تو حتیٰ الوسع تمام دوستوں و محض سدر بنی ہوتا
کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں
ایسے حقائق و معارف کے سننے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے
لئے ضروری ہیں۔ اور بنیاد دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص نوحہ ہوگی اور حقیقی توسعہ درگاہ
ارجمند رحمت کو شکر کی باتیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے
اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ الخ۔

اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ الخ۔

یہ جلسہ قادیان کی مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ اس کی تہذیب و تہذیب حضرت اقدس کی کتاب "سمانی فیصلہ"
میں درج ہے۔ اس میں اس مجمع کو اس وقت کے حالات کے لحاظ سے "جمع غفیر" قرار دیا ہے مگر اب وہی
جلسہ جس کی بنیاد مسیح پاک نے اپنے مقدس باپوں سے کھلی تھی اس میں تیار کیا گیا تھا جس میں تمام دنیا
سے عاشقانِ زجمع ہوتے ہیں اور سینکڑوں والٹیرز جلسہ کے انتظام پر مامور ہوتے ہیں۔ چنانچہ زمرہ جلسہ
میں ۱۵۵۸ء میں ہوا۔ اسی ہزار کے قریب مجمع تھا۔ درود وقت دور نہیں جبکہ لاکھوں نے تعداد میں احمدیت
کے تہذیبی دنیا کے تمام ممالک سے بڑے شوق و اشتیاق سے اس جلسہ میں شام ہو کر پکے انشاء اللہ تعالیٰ
رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام جو ۱۹۹۰ء کے آخر میں تصنیف کئے گئے
تھے۔ ۱۹۹۱ء میں ان کی شاعت ہوئی۔ اس سال ایک حکمت آباد کتاب

صنیفات ۱۸۹۰-۹۱ء

آزادہ دہلی شائع کی گئی جس کا مفصل ذکر اوپر کیا جا چکا ہے تصنیف و شاعت "سمانی فیصلہ" اس کتاب

۱۸۹۰ء میں اس کتاب "سمانی فیصلہ" کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

کا مضمون بھی فوہر کے اقتباسات سے ظاہر ہے۔

۱۳ جنوری ۱۸۹۲ء کو احاطہ مدراس کے ایک منصف انگریز مسٹر

ایک انگریز کا قبول اسلام

ویٹ جان خلف الرشید مسٹر جان ویٹ نے قادیان دارالامان حاض

۱۳ جنوری ۱۸۹۲ء

ہو کر بیعت کی۔ اس سے حضرت اقدس کو بہت خوشی ہوئی کیونکہ خدا

عوضہ قبل ہی آپ ایک رویہ میں دیکھ چکے تھے کہ

”میں نے دکھا کہ میں تہرمدن میں ایک ممبر پرکھڑ ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مقل
بہن سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو
چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیر کے جسم کے
موافق ان کا جسم ہوگا۔

سو میں نے اس کی تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلے گی۔

اور بہت سے مستبزر انگریز صداقت کا تکار ہو جائیں گے۔“

مسٹر ویٹ کا قبیلہ اسلام اس رویا کی تعبیر کا ایک عملی ثبوت تھا جس سے آپ کا خوش موذ بحال تھا۔

”آسمانی فیصلہ“ میں حضرت اقدس نے اعلان کیا تھا کہ اگر علم

سفر لاہور۔ ۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء

پیروں، فقیروں، درگاہی نشینوں میں سے کوئی صاحب تائید

سماوی میں میرے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیں تو اس مقصد کے لئے لاہور کا مقام نہایت موزوں ہے چنانچہ
اس وعدہ کے ایفا کے لئے آپ جنوری کے تیسرے ہفتہ میں لاہور پہنچ گئے اور منشی میراں بخش صاحب
حجوم کی کوٹھی واقعہ چوہہ منڈی میں قیام فرمایا۔

”۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء کو آپ نے بک عام پیکر منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی کے احاطے ہی

میں دیا۔ یہ مباحثہ ہزار آدمیوں جمع تھے ہر طبقہ کے لوگ تھے تعلیم یافتہ۔ شرفا شہر

عمدہ درن۔ تنظیم یومیں نے کیا ہو تھا حضرت قدس نے اپنے دھادی کو مبرمن کیا اور ان

نے متعلقہ ورمی دلائل پیش کئے دربار آخر آپ نے اس زام کے جواب میں کہ علما میرے مقابلہ

میں دلائل قرآنیہ سے عاجز کر مبرے خلاف کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ایک مومن کو کافر کہہ دینا اسان

ہے مگر اپنا ایمان ثابت کرنا آسان نہیں۔ قرآن کریم نے مومن اور غیر مومن کے لئے کچھ نشان مقرر کر دیئے ہیں۔ میں ان کا ذکر کہنے والوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ سہی راہوں میں میرے درپے رہنے ایمان کا قرآن مجید کے فیصلہ کے موافق فیصلہ کر لیں۔ ﷺ

حضرت حاجی الحرمین مولانا حافظ حکیم | حضرت حاجی الحرمین مولانا حافظ حکیم
بھیر دی جو بعد میں حضرت اقدس کے خلیفہ اداں قرار پائے
اس جلسہ میں موجود تھے حضور نے اپنی تقریر کے بعد ان

فرمایا کہ آپ بھی کچھ تقریر کریں۔ اس پر حضرت مولانا کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا
”آپ نے مرزا صاحب کا دعویٰ اور اس کے دہلی آپ کی زبان سے سنے ”راشد لغائے کے“
وعدوں و رہنماؤں کو بھی سنا جن مخالف دعوات میں سندھانی سے آپ کو ری میں نہا رہے
ہیں شہر والے لوگ مجھے اور میرے خاندان کو جانتے ہیں عدا بھی مجھ سے ناواقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے مجھے قرآن کا فہم دیا ہے۔ میں نے بہت غور مرزا صاحب کے دعویٰ پر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے
دعائیں کیں۔ ساری خدمت اسلامی کو دیکھا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کے حمارت پر غور
کیا تو قرآن مجید نے میری رہنمائی فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ ان سے پہلے آنے والوں کا مقابلہ جس
طرح کر کیا گیا۔ وہی اب ہو رہا ہے گویا سب برائی، ریشخ کو دوہرا یا جارہا ہے۔ میں کلمہ شہادت پڑھ
کر کہتا ہوں کہ مرزا حق پر ہے۔ در اس حق سے ٹکرانے والا باطل، پاش پاش ہو جائے گا۔ مومن حق
کو قبول کرنا ہے۔ میں نے حق سمجھ کر اسے قبول کیا ہے اور حضرت ہی کریم کے ارشاد کے موافق کہ
مومن جو اپنے لئے پسند کرنا ہے۔ پنے بھائی کے لئے پسند کرتا ہے۔ آپ دیکھی اس حق کی دعوت
دیتا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ۔

السلام علیکم یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور جلسہ برخواست ہو گیا۔ ﷺ

حضرت اقدس کے کمال ضبط کا ایک واقعہ | لوگوں کی بکثرت آمد و رفت اور دن بھر کے
ہجوم کو دیکھ کر آپ فحشی میرا بخش صاحب کی

نہی سے محبوب راہیوں کی ایک وسیع اور ذراخ کوٹھی میں منتقل ہو گئے گو حضور کے قیام لاہور کے دوران

حیات احمد علی صاحب مدظلہ ۲۰۰۸ حصہ ۱۰ ص ۱۰۰ علی صاحب مدظلہ ۲۰۰۸ حصہ ۱۰ ص ۱۰۰ علی صاحب مدظلہ ۲۰۰۸ حصہ ۱۰ ص ۱۰۰

میں لوگوں نے محنت کی لیکن یہ اس قسم کی ذیلی محنت نہیں تھی جیسی کہ دہلی والوں نے کی۔ لہذا واقعہ ایسا پیش آیا جس نے حضرت اقدس کی بردباری اور تحمل کا پورا نقشہ پیش کر دیا۔
حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ترازب لکھتے ہیں۔

”حضرت مجلس میں تشہید فرمایا، اور منشی شمس الدین صاحب مرحوم تہذیب سکرٹری و آفیسر آسمانی فیصلہ دیا کہ اسے پڑھ کر صریح و سنائی میں اس وقت کا پورا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے اس مجلس میں ابو موزدار جو برہمہ سماج کے دن دنوں منسٹر تھے اور یگزامنہ آفس میں ٹرے منسٹر تھے وہ اپنی نیکی و خوش اخلاقی کے بے معرفت تھے موشل کام میں آگے آگے رہتے وہ اس جلسہ میں موجود تھے ایک شخص جو مسلمان کہلاتا تھا۔ آیا اور اس نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار نہایت نامزدوار لفظ اور گہریوں کی صورت میں کیا۔ حضرت اپنی بیگمڑی کا شملہ منہ پر رکھے سنتے رہے وہ بالکل خاموش تھے آپ کے چہرہ پر کسی قسم کی کوئی علامت نفرت یا غصہ کا ظاہر نہیں ہوئی یوں معلوم ہوتا تھا گویا آپ کچھ سننے ہی نہیں۔ آخر وہ تھک کر آپ ہی خاموش ہو گیا اور چلتا ہوا۔ حاضرین میں سے اکثر کو غصہ آتا تھا۔ مگر کسی کو یہ جرأت حضرت کے ادب کی وجہ سے نہ تھی کہ اسے روکتا جب وہ چلا گیا تو ابو موزدار نے کہا۔ ”ہم نے مسیح کی بردباری کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور سنا ہے۔ مگر یہ کمال تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا۔ اور چونکہ ان کے دفتر میں ہماری جماعت کے اکثر اصحاب تھے۔ اور وہ ان سب کا احترام کرتے تھے۔ اور حضرت منشی نبی بخش صاحب پر تو ان کی خاص تفرعات تھیں۔ وہ کثر اس واقعہ کو بیان کرتے اور حضرت کے کمال ضبط کی تعریف کرتے۔“

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ترازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
انہوں کے بعض دوستوں کی بیعت کا ہی سنا ہے کہ

”اس مکان میں ابورکے اکثر دوستوں نے بیعت کی اور میں نے بھی تجدید بیعت کی۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب، حضرت عبدالعزیز صاحب مغل اور ان کے خاندان کے اکثر افراد نے اس موقع پر بیعت کی تھی۔ جن کے نام اس رجسٹر میں موجود

حیات احمد صوم سنہ ۲۰۱۰ء حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب سے چوتھے دستے میں نام لکھا گیا ہے بیعت کر چکے تھے۔ اور جو
میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اس وقت تک اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

۵ ازیسے آل محمد احسن را تارک روزگارے بینم

مولوی عبدالحکیم صاحب کلا نوری سے مباحثہ

مولوی عبدالحکیم صاحب سے آپ کا مناظرہ

و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں لکھے تھے کہ "محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے" مولوی صاحب کا موقف یہ تھا کہ ان الفاظ سے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن حضرت اقدس کے یہ فرمانے پر کہ ان الفاظ سے مہربی یہ مراد نہیں اور نہ ان کا یہ مطلب ہے کہ میں نے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ مضمون لکھ کر دے دینے پر مناظرہ ختم ہو گیا تھا کہ

"اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں۔ کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محسوس نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کہہ رہا ہوں نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۱۴ میں لکھ چکا ہوں۔ مبرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید مونی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح راجح ہنسائوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ماضی ہیں اور ان کے دلوں میں یہ لفظ شاق ہیں تو وہ اس الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ سہری طرف سے سمجھ لیں۔ اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خصل فرالیں۔" ۱۷

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے

اد پر ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت اقدس کے متعلق یہ لکھا کہ میں ہی نے اس کو ادسچا کیا تھا اور میں ہی اس کو گراؤں گا۔ تو

نظر خلاق سے گر جانے کی ابتدا

مبجز اور مذات خدا کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے حضرت اقدس کو مخاطب کر کے فرمایا:-

۱۸ خلافتِ ثانیہ کے عہد میں سولہ سید محمد احسن صاحب امروہی اپنے بل و عہد کے فتنہ کی وجہ سے غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔ سکس بعد میں ہوسے وہ کرنی تھی۔

۱۹ استبدادِ سردوری ۱۸۹۲ء

إِنِّي مُعِينٌ مَّنْ أَرَادَ إِهَانَتَكَ كَ إِنِّي مُعِينٌ مَّنْ أَرَادَ إِعَاثَتَكَ

یہ گویا اعلان تھا اس امر کا کہ مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت کی ابتدا ہو چکی ہے۔ سو پہلی ذلت مدھیانہ کے مباحثہ میں ہی مولوی صاحب اٹھا چکے تھے دوسرے جب وہ لاہور پہنچے تو چھینیا والی مسجد امامت سے علیحدہ کر دئے گئے۔ ۱۷

لاہور میں مولوی صاحب حضرت اقدس کے مقابلہ پر تو نہ آئے۔ البتہ یک مجلس مسجد وزیر خاں میں یہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تربت فرماتے ہیں۔

"میں اس جلسہ میں موجود تھا۔ جہاں تو ن سے متنفر تھے ہی اور اہل حدیث کو بھی ن سے جیسی نہ تھی۔" لائے "مولوی صاحب کے اس جلسہ میں کچھ لوگ کشمیری تھے اور چوک وزیر خاں کے جمع تھے مولوی صاحب نے یہ کھڑے ہو کر "توسیع" م "دغیرہ" پر اعتراض کرنے لگے۔ لوگوں نے کچھ نوحہ کی اور عام طور پر کہتے تھے کہ وہ دھبہ میں مباحثہ کر آیا ہے۔ دراب غر کا فتویٰ دیتا ہے یہ مجمع بمثل آدھ گھنٹہ رہا اور منتشر ہو گیا" ۱۸

ابھی حضور ماہور میں ہی تھے کہ سیالکوٹ کی جماعت نے آپ کو سیالکوٹ تشریف لے کر سیالکوٹ کی دعوت دی اور اس غرض کے لئے خاص طور پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو پناہ دے بنا کر بھیجا۔ حضور نے ان کی اس دعوت کو نبیوں ذریعہ اور فروری ۱۸۹۲ء کے دوسرے ہفتہ میں حضور سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور حضرت سکیم میر حسام الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ سیالکوٹ سے پانچ سو بھی مانوس تھے۔ کیونکہ ۱۸۹۲ء سے لے کر ۱۸۹۸ء تک یہ سلسلہ ملازمت آپ وہاں رہ چکے تھے اور سیالکوٹ کے لوگ بھی آپ کی پاکیزہ زندگی و غیرت اسلامی کے مظاہروں کو دیکھ چکے تھے۔ اس لئے وہ بھی آپ کو خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہم حضور کے بچپن کے حالات میں لایہ چکے ہیں کہ حضور کے مدائی اساتذہ میں سے ایک استاد مولوی فضل احمد صاحب مرحوم بھی تھے۔ ان کے قابل ذرا حضرت مولوی دیوسف مہاراج علی صاحب جو سیالکوٹ کے علماء میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ اور مسجد ارکی جامع مسجد کے امام تھے بیعت کر کے سلسلہ ملاحہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب

۱۹ رحمت جو شخص نہیں دینے کا ارادہ بھی کرے۔ میں اس کو دین کر دوں گا۔ درخویری صاحب ۵ ردہ بھی کرے۔ میں اس کی جانب کروں گا۔ ۱۹ بحوالہ جیات احمد جعفری ۲۰ نوٹ: مسجد حیدرآبی نے توفیق اس وقت میں عوب سے جوہر مسہر احمدی

دوست سید لاہور شاہ صاحب مرحوم کے ۱۹ سے درجن صاحب مرحوم نے بھی غائب سلسلہ میں بیعت کر لی تھی ۱۹ بحوالہ جیات احمد جعفری

سیالکوٹی جو سیالکوٹ کے مشہور خطیب اور غیرت اسلامی کے سیکر تھے وہ تو پہلے ہی آپ کے دعویٰ کو تسلیم کر چکے تھے۔ حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب کی شخصیت بھی لغات کی محتاج نہیں تھی۔ ان ہر سہ بزرگوں کی وجہ سے بھی سیالکوٹ کے لوگ آپ سے خاص طور پر متاثر تھے۔ حضرت حکیم صاحب کا سارا خاندان سلسلہ میں داخل ہو گیا اور عرصہ قلم سیالکوٹ میں انہیں شاندار خدمات سر انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد سمیع صاحب نابینا ہے کہ میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی تو حضرت اقدس کے دعوئے مسیحیت کی بت میں ہی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر ان کے ارشد حکیم میر حسام الدین صاحب جو بڑے طنطنہ کے آدمی تھے۔ وہ اعتقاد تو عمدہ رکھتے تھے مگر بیعت میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وہ بڑے تھے۔ اور سیالکوٹ کے زمانہ کے دوست بھی تھے۔ میر حامد شاہ صاحب ہمیشہ ان کو بیعت کے لئے کہتے رہتے تھے مگر وہ ٹار دیتے تھے۔ ان کو اپنی بڑائی کا بڑا خیال تھا ایک دن شاہ صاحب ان کو قادیان لے آئے۔ اور سب دوستوں سے ان پر زور دیا۔ کہ جب آپ سب کچھ جانتے ہیں تو یہ بیعت بھی کیجئے۔ بخیر نہیں مان لیا مگر یہ کہا کہ میں اپنی وضع کا آدمی ہوں۔ لوگوں کے سامنے بیعت نہ کروں گا مجھ سے خفیہ بیعت لے لیں۔ میر حامد شاہ صاحب نے اسے ہی غنیمت سمجھا حضرت صاحب نے ذکر کیا تو آپ نے منظور فرمایا۔ "علحدگی میں حکیم صاحب جو بیعت لے لیں۔"

مولوی محمد حسین بٹالوی بھی سیالکوٹ پہنچ گئے | اپنے مذموم مشن کو پورا کرنے کے لئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی سیالکوٹ پہنچ گئے

مگر پہنچے اس وقت جبکہ حضور واپسی کا سفر ذرا چکے تھے مولوی صاحب نے اپنی مدھیہ کی شکست کی لٹائی کے لئے چند لوگوں کو بھیج دیں مگر شیخ غلام حیدر صاحب تحصیلدار بھی شامل تھے۔ حضرت اقدس کے پاس مباحثہ کا پیغام دے کر بھیجی۔ حضرت اقدس نے ان کے سامنے مباحثہ لودھیانہ اور واقعات دہلی کا ذکر کیا۔ واما کہ اب تو مولوی صاحب مجھ پر کفر کا فتویٰ بھی نہ چکے ہیں اب ملاحظہ کیا فائدہ۔ اب تو انہیں جانے کہ ان کے لئے مقدّم کردہ معجزوں کے مطابق "آسمانی لیسلسہ" کے لئے اپنے معاون علم کی جبروت کو ساتھ لے کر میدان میں آئیں۔ اور پھر دیکھیں کہ نصرت الہی اور تائید الہی کس کا ساتھ دیتی ہیں۔ اگر

میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ خود مجھے ہلاک کر دے گا۔ لیکر اگر میں سچا ہوں تو ہمارا اپنے مقصد میں ناکامیاب ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر قدم پر میری نصرت کرے گا اور میری قبولیت کو قوی عالم میں پھیلا دے گا۔

کپور تھلہ کے احباب تو آپ سے خاص طور پر مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے بلکہ انہوں نے بھی اپنے کسی ناسازہ کے ذریعہ حضور کے کپور تھلہ تشریف لانے کا وعدہ حاصل کیا تھا وہاں حضرت اقدس اس سے پہلے بھی دو مرتبہ تشریف لے جا چکے تھے اب کے جو تشریف لے گئے تو برخلاف سابق معمولی سی مخالفت بھی ہوئی۔ مولوی محمد حسین صاحب شاہوی نے ایک اشتہار بعنوان "با دعائے مراد" کے مولویوں کے پاس بھیجا جب وہ اشتہار حضرت اقدس کے پاس پہنچا تو حضور نے دیکھا کہ اس میں مباشرہ کا چیلنج بھی ہے حضور نے فرمایا کہ یہ شخص لودھیانہ کے مباشرہ کی ذامت کو مٹانے لے لئے اس قسم کی حرکات کرتا رہتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے "اسما فی فیصد" کی طرف کیوں نہیں آتے۔

جماعت کپور تھلہ کی خصوصیات

بے محل نہ ہوگا۔ اگر اس جگہ جماعت کپور تھلہ کی بعض نمایاں خصوصیات کا ذکر بھی کر دیا جائے۔ یہ جب عدت حضور کے عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تھی اور اس کی زبانیاں بھی بے مثل تھیں۔ یہی ایک جماعت ہے جس کو حضرت اقدس نے تحریری بشارت دی تھی کہ

"کپور تھلہ کی جماعت دنیا میں بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اور قیامت (یا جنت) میں بھی ہمارے ساتھ رہے گی" لے

میرزا دل چاہتا ہے کہ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اس جماعت کے دو بزرگوں اسنی و غفرنا شہی طغواندا صاحب اور حضرت منشی روضہ ماں صاحب کے اختلاص و محبت کا ایک باب۔ خود غار میں آئے ہیں پیش کیا کروں حضرت منشی شفا و صاحب داد مخرم حساب شیخ محمد احمد صاحب انوار۔ یہ جماعت احمدیہ لہلہ پورہ کا بہانہ ہے کہ

"ایک ایک حضورؐ کے پیروں میں جانتے ہیں کہ میں حاضر ہوں۔" لے

روپے ایک شہر کی امتداد کے لئے برواشت کرے گی؟ میں نے اثبات میں جواب دیا اور
 کیونکہ اس نے اپنی بلبلہ کی سونے کی نلکی، فروخت کر دی اور احباب جماعت میں سے کسی سے
 ذکر نہ کیا اور ساٹھ روپے لے کر میں ٹرگبا اور لودھبارہ جا کر پیش خدمت کر دئے۔ چند روز بعد منشی
 محمد ارور صاحب بھی ودھیانہ آئے۔ میں وہیں تھا۔ ان سے حضور نے ذکر فرمایا کہ آپ کی جماعت
 بڑے اچھے موعود ہیں۔ منشی صاحب نے عرض کی کہ جماعت کو یا بھجے تو پتہ بھی نہیں۔
 اس وقت منشی صاحب جو موعود ہیں کہ میں یعنی ظفر احمد وہ روپیہ صرف اپنی طرف سے پیش
 کر چکا ہوں۔ منشی صاحب متوجہ بہت ہی ناراض ہوئے اور حضور سے عرض کیا کہ اس نے بہت
 سہولت دہنی کا جو ہم کو نہ دیا۔ حضور نے منشی ارور صاحب سے فرمایا منشی صاحب خدمت
 کرنے کے بہت سے موقع آئیں گے۔ آپ گھبراہٹیں نہیں۔ منشی صاحب اس کے بعد ایک عرصہ
 مکہ مکرمہ سے ماٹن رہے۔

ب حضرت منشی روڑے خاں صاحب کے عشق و محبت کی داستان بھی سن لیجئے۔ حضرت
 اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی یہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز نے اپنے خطبات میں کئی مرتبہ یہ واقعہ بیان
 فرمایا ہے کہ منشی روڑے خاں صاحب کے دل میں یہ بڑی خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی خدمت میں کچھ سونا پیش کریں چونکہ تنخواہ قلیل تھی۔ اس لئے حضرت اقدس کی زندگی میں اس
 خواہش کو پورا نہ کر سکے حضور کے وصال کے بعد وہ کچھ اشرفیاں لے کر میرے پاس آئے اور آبدیدہ ہو کر کہنے
 لگے میں ساری عمر اس کوشش میں رہا کہ حضور کی خدمت میں کچھ سونا پیش کر دوں مگر کامیاب نہ ہو سکا اب
 اشرفیاں ملی ہیں تو حضور اس دنیا میں نہیں۔ یہ کہا اور پھر روڑے سے اور اس قدر روئے کہ سچا بندہ گئی۔
 اللہ اللہ کیا ہذا عشق و محبت سے کاش بعد میں آنے والی نسلاں میں بھی اس قسم کی مثالیں قائم رہیں
 کیونکہ میں وہ ہفتہ قیام فرمانے کے بعد آپ عازم ہماخذ ہوئے۔ جہاں ہر میں مخالفت
 سفر جہاں ہماخذ کا بڑا زور تھا۔ اس لئے حضور نے نہ جہاں کہ اس شہر کے لوگوں کو پیغام حق پہنچانے کے
 بغیر واپس تشریف لے گیا۔ چند عرصہ جہاں ہماخذ پہنچا اپنے کام میں مصروف ہو گئے حضور لوگوں کے
 یہ ٹیڈنٹ پولیس سے جو اس کے زیر تھا تسلیم کی کہ یہاں ایک مدعی مسیحیت قادیان سے آیا جو اسے

۴۰۔ ہذا لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کی زبان مبارک سے آپ کے دعاؤں کے دلائل مل گئے۔

طالبانِ دین کے لئے: احسانِ بیک

۱۔ درمیان چلے ہیں کہ حضور نے اپنے دعویٰ سے لوگوں کو روشناس کرنے کے لئے زبانِ تقدیریں بھی کیں، اشتهارِ بھی نشان دہی کے لئے میں دونوں کو اس سماں فصیح کے لئے بھی توجہ دلائی۔ اولیائے امت و علمین کے لئے، جو ان کے وسیع میں پیش کیے، درمیان میں لے لیا۔ بسا اوقات فیصلہ بھی پیش فرمایا۔ شایبہ اس آدمی سے زیادہ سیدہ سنا تھا، درمیان میں رہا۔ وہ سے منی رہ کے ذریعہ خدمت سے۔ اور اس تصور کے، دعویٰ کے بارے میں حقائق و باقیات کرنا۔ صبر فرماتے ہیں۔ اس کے لئے بھی بظاہر تبلیغ کے لئے ہوئے۔ حق کے جانب جو سواغہ انہی سے ڈالے ہیں وہ بالتحقیق اس زمانہ کے مولوں کے صحیحہ ہیں۔ اور انہی زمانہ کے مولوں سے جیسا کہ میں جہد میں شہداءم نے ڈالیا ہے اس ہی اہلِ حق اور ان کے عقائد و دیکھ کر حقائق نہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں اور اگر اس عاجز پر شک ہو، درود دعویٰ جو اس عاجز نے کیا اس کی صحت کی نسبت اس میں شبہ ہو تو میں ایک سن معصومہ کی شک کی بتاتا ہوں جس سے ایک طالبِ صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ

اوں تو نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورہ یسین اور دوسری رکعت میں کہیں۔ ترہیفِ نماز اور پھر بعد اس کے میں سو مرتبہ درودِ ثابت و رہنمائی نہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے بددعا لیں کہ اسے قادرِ کریم انو و شہدہ عذاب کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مردود اور مغتری و صادقِ نیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری طرف انجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود و مہدی اور مجددِ وقت ہوئے کا دعویٰ کرنا ہے کیا حال ہے۔ با صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ پے فصل سے یہ حال رو یا کشف، لہذا سے ہم پر ظاہر فرماتا کہ درود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم راہ ہوں اور اگر مقبول ہے و تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار و اس کی امانت سے ہم راہ ہوں۔ جو جانیں ہمیں ہر قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوتِ تجھ کو ہی ہے آمین

یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتہ کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ لیونکہ جو شخص بغض سے
بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا
چاہے جس کو وہ ہنس سی۔ اھانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق میں ظلمت کے جوہر کے
دل میں ہے اور بر ظلمت خیالات اسی طرف سے اس کے دل میں آتا ہے۔ جس اس کا
حال پہلے سے بھی نہیں ہو سوا اگر اہل اعتدال سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے ساتھ
وہ ٹکی حص و سند سے دھو ڈال اور اپنے تئیں ٹکی خلی انفس کر کے ورد و نور پہنچاؤں بعض
درخت سے لگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ۔ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف
سے روشنی نازل کرے گا جس پر نفسانی اور مادی کا کوئی دھماکا نہیں ہوگا۔

ص سے حق کے ساتھ اس مولویوں کی باتوں پر غور۔ اھو درجہ مجاہدہ کہ جس میں
قدر و رادی مطلق سے مدد چاہو۔ اور دیکھو کہ اب میں نے بروہانی مبلغ بھی کر دی ہے سند
نہیں اعتبار ہے۔ واسلام علی من تبع ہدی مبلغ غدا احمد عقی عندہ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ
حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ
مکملہ آخر ۱۸۹۲ء

مستقل طور پر قادیان آگئے حضرت مولوی صاحب بہت اہل اوصاف سے متصف تھے۔ اردو۔ فارسی اور
پنجابی زبانوں کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ ان تینوں زبانوں میں اہل زبان کی طرح تقریر کرنے کی بھی پوری
مہارت رکھتے تھے۔ اور انگریزی زبان میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ ان پر یہ ایسی خوش حالی کے ساتھ
بھٹتے تھے کہ راہ چلتے غیر مسلم بھی آپ کی پڑاؤ اور دلکش آواز کو سننے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے قرآن
کریم کے معارف بیان کرنے میں یدِ طولی رکھنے تھے دین کے سچے ہیں بے حد غمخیز تھے۔ تقریر اور تحریر ان کا
یکساں تھا خوش الحان بھی تھے اور جہیز صوت بھی حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق تھے حضرت اقدس
علی بعض تصانیف کا فارسی میں ترجمہ کرنے کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہوئی جہاں پر تفسیر کلمات اسوہ کے
عربی حصہ کا فارسی ترجمہ بھی جس کا نام "التبلیغ" ہے آپ ہی لکھی ہوئی ہے اور باقی اہل اردو کا فارسی ترجمہ

بھی۔ کئی جلسوں میں حضرت اقدس کی تحریریں پڑھ کر سنانے کی توفیق بھی آپ کو حاصل ہوئی چنانچہ ان کے مشہور جلسہ ۱۲۷۰ میں حضرت اقدس کی تحریریں جو پانچ سو سالوں کے جوہر پر مشتمل تھیں اور جو اصول کی فلاسفی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ہی نے پڑھ کر سنانی تھیں۔ طبیعت پریشان جلالی غالب بھی ساری عمر جماعت کے امام اہلۃ اور خطیب رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو "مسلمانوں کے بڑے ناخطاب" کا خطاب عطا فرمایا۔ اے اللہ! رحمہ و ربہ مودتہ۔

تصنیفات ۱۸۹۲ء تصنیف و اشاعت "نشان آسمانی"۔ اس کتاب کے مضامین کا رد کتاب میں لایا ہے۔

(۲) ابتداء تصنیف آئینہ کمالات اسلام۔

جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء سال ۱۲۹۲ میں بھی ملک کے طوس و عرض میں آپ کی شدید مخالفت ہوئی یہی لیکن آپ کے متبعین کی تعداد خدائے فضل سے ترقی کرتی چلی گئی۔ جب ۱۲۹۲ء کا سالانہ جلسہ آیا تو اس میں تین سو تیس دوستوں نے شرکت کی۔ جلسہ میں حضرت فاضل کی تقریر کے بعد حضرت حکیم حافظ مولانا نور الدین صاحب کی تقریر بھی ہوئی۔ اس زمانہ میں چونکہ آجکل کی طرح مجلس مشورہ کے لئے ناک بام مقرر نہیں تھے اس لئے پیش آمدہ دینی ضروریات کو پورا کر کے کے لئے ایک قسم کی مجلس مشاورت بھی جلسہ کے ایام میں ہی ہو جاتی تھی چنانچہ ۱۲۹۲ء کے جلسہ میں مندرجہ ذیل مجاہدین پیش ہوئے۔

مؤرخہ ۲۸ دسمبر ۱۲۹۲ء کو یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے یہ قرار پایا کہ

"ایک سالہ جو ہمدردیات، سلام کا جانش اور عقائد اسلام کا خوبصورت تہ و معقول طور پر دکھانا، روزانہ ہفت ہو کر اور پھر چھاپ کر یورپ و امریکہ میں بہت سی کاپیاں اس کی بھیج دی جائیں۔ بعد اس کے قدامت میں سامع قائم کرنے کے لئے پنجویں پیش ہوئیں۔ در ایک فہرست ان صاحبوں کے چندہ کی مراد کی گئی جو اعانت مہم کے لئے بھیجتے ہیں گے۔ یہ بھی تسلیم پایا۔ کہ حضرت مولوی سید محمد حسن صاحب امر وہی، اس سلسلہ کے واعظ مقرر ہوں وروہ پنجاب اور سندھستان میں دورہ کریں۔ بعد اس کے دعائے خیر کی گئی"۔

۱۲۹۲ء جلسہ سالانہ ۱۲۹۲ء منقول از آئینہ کمالات اسلام +

حضرت میرزا ناصر نواب صاحب
جلوسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شرکت

حضرت میرزا ناصر نواب صاحب جو ابھی تک پوری طرح سلسلہ
کے ساتھ منسلک نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آپ بعض شکوک و
شہات میں مبتلا تھے۔ ان کو بھی حضرت اقدس نے

پیچہ خطوط جس میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی جس کے نتیجے میں خدہ خالی کے فضل سے ان کے
رہنے سکوک فوج ہو گئے اور انہوں نے صدق دل کے ساتھ حضور کی بیعت کر لی۔ فائدہ علی دیکھ۔

حضرت اقدس نے مختلف سفروں میں لوگوں سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ
عنقریب آپ ایک کتاب لکھیں گے جس کا نام "دافع الوسوس" ہوگا۔
اور اس میں ان تمام اعتراضات کا جواب دیا جائیگا جو ہم ہمہ ور کوتاہ نظر

یہ کتاب لکھنی شروع کی در فروری ۱۸۹۳ء میں اس کو شائع فرمایا۔ چونکہ اس کتاب میں "سدیم" کے
دیت اور قرآن کریم کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں اس لئے اس کتاب کے مکمل ہونے پر اس کا نام حضور نے
کلمات اسلام رکھا۔ گو اس کا دوسرا نام "دافع الوسوس" بھی ہے۔

اس کتاب کا اعلان کرنے کے لئے حضور نے "۱۸۹۲ء کو ایک شہر شائع کیا جس میں
کتاب کے مضامین کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

"غرض یہ کتاب ان ناد اور نہایت لطیف تحقیقات پر مشتمل ہے جو مسلمانوں کی دیریت کے لئے
نہایت مفید درجہ کل کے روحانی سیف سے بچنے کے لئے جو پنے زہر پاک مادہ سے یک عام
کو پاک کرتا جاتا ہے نہایت مجرب و شفا بخش شربت ہے۔ اور چونکہ یہ کتاب بہرہ دہ اور افہامی
دونوں قسم کے فسادوں کی صلاح پر مشتمل ہے اور جہاں تک یہ حیات ہے میں اطمینان کرنا ہوں
کہ یہ کتاب اسلام اور فرقہ کریم و حضرت سیدنا و مولانا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگ دنیا
پر نظر کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور مبارک دریچہ ہے۔"

کتاب کی تصنیف کے دوران میں اس کتاب کے بابرکت اور نافع الاس ہونے کا اس سے ٹھہ
مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور کیا تبوت ہوگا کہ حضور فرماتے ہیں۔

بالفصل لکھ دیکھئے حیات و موت و آئینہ کلمات سید ۲۰۰
۱۰۰ زمین سات جلد دوم صفحہ ۱۰۰

مخافت ہے جن کی بنا پر محمد اصلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہماری نگاہ میں قابل نفرت قرار دے اس لئے اسلام کی وجہ سے محمد اصلی اللہ علیہ وسلم کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوئی جیسی ہے۔ یہ نئے تغیرات یا سنی شناخت کئے جاسکتے ہیں کچھ یہ نبی اسلام اپنی نوعیت میں مدفعہ نہ ہوں ہیں بلکہ صحیحہ حیثیت کا بھی حامل ہے اس بات کا نہایت افسوس ہے کہ ہم میں سے بھی بعض کے ذہن اس (اسلام) کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ ۱۷

رڈ بشپ آف گلوسٹر سے بنی تقریر میں جس خطرہ کا ظہر کیا ہے یقیناً حضرت اللہ کی تصانیف مزاحیہ اور "انیمیہ کمالات، مسلم" کا "طرحہ ارکے اور جنگ مقدس" یعنی مہا شہادہ کو بھی مدد کر جو میسائیوں کی اس کائنات سے پہلے ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا۔ اور جس کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ تصنیف سنی کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہون چاہیے۔ کیونکہ ان تصانیف میں حقیت مسیح کا اعلان کر کے الوہیت مسیح، انبیت مسیح اور تثلیث اور کفارہ کے عقائد کا نہایت ہی شد و مد سے رد کیا گیا ہے۔ پھر اسلام اس کے عین رنگ میں اس نذر سے پیش کیا ہے کہ اس پر غیر مسلم نقدوں کو "توں افتراض کرنے کی ٹی گنجائش باقی نہیں رہی بلکہ مسیح وہ ہے کہ اگر مستشرقین میں سے کوئی انصاف کے ساتھ حضرت مسیح کے پتے پر رد اسلام کا مطالبہ کرے تو اس کے لئے اسلام فیروں کیلئے موار اور روٹی چاہی و باقی نہیں رہتا۔ ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو آپ کے ہاں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

پیدائش۔ ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء

۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو آپ کے ہاں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مسموم بنے پیدا ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیدائش سے چار ماہ قبل آیا اللہ

مالی کا یہ الہام بطور مشکوٰی شائع فرمائیے۔ کہ

مَا تَقَعِدُ رَيْبُكَ وَأَمْرُكَ نَسَى سُبْحَانَ اللَّهِ وَحُفَّتْ رُيُوسُهُمَا نَسَى سُبْحَانَكَ لَوْ كُنْتُ دَبْدُوبًا لَفُتُّ مَنَاقِبُكَ وَأَنَا نَوْزِلٌ فِي نَبِيبٍ

نئی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا نام بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تیرے چہرہ کو خوش کرے گا۔ اور تیری برائی منور کرے گا۔ عنقریب تیرے ہاں بڑا کام پیدا ہوگا۔ اور فضل تیرے نزدیک کہا جائے گا۔ یقیناً میرا رقیب ہے۔

۱۷ پادروں کی کائنات کی سیکوری رپورٹ ششماہی ۱۸۹۵ء صفحہ ۶۶۶

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ایک اور عملی اور روحانی مقابلہ کی دعوت

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت اقدس نے فقرہ
پیر زادوں پر سجت تمام کرنے کے لئے عربی زبان میں
ایک خط "التبلیغ" کے عنوان سے شائع کیا تھا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس خط کو دیکھا تو علمی تجتر کے اظہار کے لئے اس کو ایک بے حقیقت
چتر قرار دیا۔ اولاً رسالہ اشاعت السنۃ میں آپ کو عربی علوم سے بے بہرہ و علم قرآن سے بے خبر اور لغو و بے ہمت
کذاب اور وحشیانہ قرار دیا حضرت اقدس تو تبلیغ حق کے لئے ہمیشہ موقعہ کے منتظر رہتے تھے۔ آپ
فرداً ایک اشتہار شائع کر کے مولوی صاحب کو عربی زبان میں بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج کیا۔ دوسرا
میں مقابلہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک فصیح و بلیغ قصیدہ لکھنے کی دعوت دی
اعلان کیا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب متحقق و معارف کے بیان کرنے اور فصیح و بلیغ عربی تحریر کر
نیز مزید اشعار لکھنے میں منصفانہ تجویز کردہ کی رُو سے مجھ پر غالب آگئے یا میرے برابر ہی رہے تو میں
اسی وقت اپنی خطا کا اقرار کر لوں گا اور اپنی کتب بلا دوں گا۔ لیکن اگر مولوی صاحب میرا مقابلہ کرنے
عاجز رہے تو ان کا فرض ہوگا کہ اپنی کتابیں جلا کر میرے ہاتھ پر آتے کریں۔

حضرت اقدس کے اس اشتہار کے جواب میں گو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنی علمی مشین
کے اظہار کے لئے لکھ تو دیا کہ میں ہر بات میں آپ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے مستعد ہوں لیکن
کسی بات میں بھی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں نہ اترے اور حضور کے وصال تک ہر روحانی و علمی
مقابلہ سے گریز ہی کرتے رہے۔

غیر مسلم حضرات کو دعوت مباعلہ
ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کا مقابلہ صرف مسلمانوں کے ساتھ

مبعوث ہوئے تھے لیکن یہ امر بھی آپ کے مقاصد میں سے تھا کہ غیر مسلموں پر اسلام کی خوبیاں ظاہر
کر کے انہیں دعوت اسلام دیں۔ سو علماء اسلام کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ اس مقصد
کو بھی آپ نے ہمیشہ ہی سامنے رکھا اور کبھی بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا چنانچہ عیسائیوں اور دیگر
کے ساتھ مقابلوں کا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں براہین احمدیہ کی اشاعت سے پہلے بھی آپ نے

یوں قیمتی مضامین دیگر مذاہب کے رد میں لکھے۔ ان کے ساتھ مباحثات کئے۔ نشانات دکھانے
 دگی کا اظہار فرمایا لیکن انہوں نے کوئی بھی فیصلہ کن طر اقی اختیار نہ کیا۔ اب آخری حجت کے طور پر حضرت
 نے انہیں بھی دعوت سبائلم دی چنانچہ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں
 اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا تیل خیاں کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے
 ماننے سے نور کے چشمے میرے مذہب پر ہے میں اور جنہیں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے
 وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ بجز سچے ہی کے پیرو کے اور
 کسی کو حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور اگر ہندو عیسائی وغیرہ اپنے باطل مذہب سے دعا کرتے کرتے
 اب بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ نہیں مل سکتا۔ وروہ کلام الہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو
 مانتے ہیں میں اس کو سن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں
 فقہ اسلام ہی حق ہے و میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت یہودی حضرت خاتم الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وسلم فتح کو ثابت ہے و جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں۔ لیونکہ وہ
 باطل پر ہیں۔ اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو عیسائی یا یہودی یا ہرمیو
 کوئی اور سے اس کے لئے یہ خوب موقع ہے کہ میرے مقابل بکھڑ ہو جائے۔ اگر وہ ہونیسیہ
 کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں یہ منافقہ کر سکا تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی
 تمام جائیدادیں منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ اردوں گا یا جس طرح سے
 اس کی تسلی ہو سکے اس طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا

بالخصوص عیسائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ

”اگر آپ لوگ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور نہ ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں موجود ہیں تو سلام لانے
 کی شرط پر جیٹنہ خدا نعم کے کام دیکھو اور چاہئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیش رو اپنی قوم میں معزز بننا
 کہتے جاتے ہیں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل بر آوے اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو
 صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کرے کہ میں کوئی اس کا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا یہاں لے
 آؤں گا اور اسلام قبول کروں گا مجھ سے کسی مشن کے دیکھنے کی درخواست کریں اور چاہئے کہ اپنے

وعدہ کو بہ نسبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنی چار عیسائی، چار مسلمان اور چار ہندو
 نو گنہہ قسم کر کے بطور شہادہ کے چھپوا دیں اور ایک اشتہار مجھ کو بھی بھیج دیں اور اگر خدا تعالیٰ کوئی
 عجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔ تو اسلام کو قبول کر لیوں اور اگر قبول نہ کریں
 تو پھر دو منز نشان یہ ہے کہ میں اپنے خدا تعالیٰ سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی
 سخت وبال نازل کرے جیسے جذام یا نابینائی یا موت اور اگر یہ دعا منظور نہ ہو تو پھر بھی ہر ایک
 نادان کا جو بھی بخیر کی جائے سزاوار ہوں گا۔

مہی شہر حضرت امیر صاحبوں کی بھی خدمت میں ہے اگر وہ اپنے وید کو خدا تعالیٰ کا کلام
 سمجھتے ہیں، اور ہر سی پاک کتاب کلام اللہ کو انسان کا افترا خیال کرنے میں تو وہ مقابل پر آویں اور
 یاد رکھیں کہ وہ مقابلہ کے وقت نہایت رسوا ہوں گے۔ ان میں دہریت اور بے قیدی کی جال کی
 سب سے زیادہ ہے مگر خدا تعالیٰ ان پر ظاہر کر دے گا کہ میں ہوں۔

اور اگر مقابلہ نہ کریں تو یک طرفہ نشان بغیر کسی سہودہ قہر طے کے مجھ سے دیکھیں اور میرے نشان
 کے سخی نب اللہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اگر بسا آریہ جس نے کوئی نشان دیکھا ہو بلا وقت
 مسلمان نہ ہو جائے تو میں اس پر بدعا کر دوں گا۔ پس اگر وہ ایک سال تک جذام یا نابینائی یا موت
 کی بلا میں مبتلا نہ ہو تو یہ ایک منزرا اٹھانے کے لئے میں تیار ہوں، ورنہ باقی صاحبوں کیلئے بھی یہی
 شرائط ہیں اور اگر میری طرف اب بھی منہ نہ کریں تو ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی۔ اے
 افسوس ہے کہ اس دعوت مبارکہ کو عملاً کسی غیر مسلم نے بھی قبول نہ کیا۔

رسالہ برکات الدعا کی ہندوستان کے ایک سرکردہ مسلم لیڈر سر سید احمد خاں صاحب مرحوم
 تصنیف ۲۰ اپریل ۱۹۳۳ء
 بانٹے دارالعلوم علی گڑھ ایک نہایت ہی ہمدرد مسلمین قابل، و سیاسی
 رہنما تھے مگر مغربیت کی زد سے متاثر ہو کر انہیں یہ خیال ہو گیا تھا کہ دعا

محض یک عبادت ہے جو دنیا میں کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتی۔ البتہ آخرت میں اس کا ثواب ملیگا کیونکہ ہم
 کثرت دعا نہیں دیکھتے ہیں جن کا نتیجہ حسب خواہش ظاہر نہیں ہوتا۔ اور ان کا یہ بھی خیال تھا۔ کہ وحی باہر سے
 آنے والی کوئی چیز نہیں بلکہ دل ہی سے اٹھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں عقیدے نہایت خطرناک اور اسرار

علیم کے سراسر خلاف تھے۔ اس لئے حضور نے سرسید مرحوم کے خیالات مذکورہ کے خلاف ”برکات الدعا“ کے
م سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ سرسید کا یہ عقیدہ ایسا ہے جس نے خالق اور مخلوق کے باہمی
علق کو بالکل توڑ کر رکھ دیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اس رسالہ میں وحی کی کیفیت پر اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی
وسے ایک مفصل مضمون لکھا اور دعا کی قبولیت کے بارے میں اپنی اس پیشینگوئی کو جو آپ نے لکھرام کی
دست کے متعلق فرمائی تھی نمونہ مقبولیت دعا کے طور پر پیش کر کے فرمایا۔ ۷

”اے کہ گوئی گرد دعا را اثر بودے کجاست سوئے من بشتاب بنما ٹم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن نکار زیں اسرار قدرت ہائے حق قصہ کوتاہ کن ہمیں نہ مادی دعائے مستجاب“ ۷
یعنی اے وہ شخص جو یہ کہہ رہا ہے کہ اگر دعا میں کوئی اثر ہوتا ہے تو وہ کہاں ہے، جلدی سے میری
طرف آ کہ میں تجھے آفتاب کی طرح دعا کا اثر دکھاؤں گا۔ خدایار احد کی قدرتوں کے سوا اسے انکار نہ
قصہ ختم کر اور مجھ سے نبیوں پر جانے والی دعا کا نمونہ دیکھ۔

جس مضمون میں یہ اشار لکھے ہیں اس کا عنوان ”نمونہ دعائے مستجاب“ تھا۔ کیونکہ بھی تک لکھرام
نے قتل کی پیشینگوئی وقوع میں نہیں آئی تھی۔

یلوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت
بیشین گوئی ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء
حلق ایک رویا دیکھی۔

”دانی رابا اب عدا“ جس یومیں با عادی صومہ دتت کاتھ منزٹ دون سکھرو
تاب دھندا دیبای ورجوان بمعہ راجی حقا ۷

یعنی میں نے دیکھا کہ یہ شخص (یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی) انے منے سے قتل یہ مومن بنے
کا قرار کرے گا اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے فتویٰ غلط کر دیا ہے اور اپنے سادہ طرز عمل
سے نواف، توبہ کر لی ہے یہ میری رویا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ پیر خدا سے یوری کر کے دکھائے گا۔
حضرت اقدس کی اس رویا کو پورا کرنے کے معاملہ انشد بخائے نے اس طرح پیدا کئے۔ کہ ۹۳ء میں

گوہر الزوالہ کے منصف درجہ اول لالہ دیو کی نندن صاحب کی عدالت میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے
 بطور گواہ یہ اقرار کیا کہ

”یہ سب فرقے آں مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور یہ فرقے آں کی مانند حدیث کو بھی مانتے ہیں۔
 ایک فرقہ احمدی بھی اب تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوت
 مسیحیت و مہدویت کیا ہے۔ یہ فرقہ بھی آں وحدیث کو یکساں مانتا ہے۔ کسی فرقہ
 کہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ہوا اور فرقہ مطلقاً کا ذکر نہیں کیا“

حیات کی حالت ہے کہ وہی مولوی محمد حسین بٹالوی جو ذرا سی باب پر حضور کو کافر اور اکفر در
 نہ معلوم کن کن خطبات سے یاد کرتے تھے۔ وہ ہر الزوالہ کی ایک عدالت میں جہاں ایک عورت اس بنا پر
 ایک شخص کے جملہ وجہیت سے لگ ہونا چاہتی تھی کہ یہ احمدی ہے۔ عدالت میں صاف صاف کہیوں
 کے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

روند امباحثہ ”جنگ مقدس“
 ۲۲ مئی ۱۹۳۱ء سے لے کر ۲۵ جون ۱۹۳۱ء تک مرتبہ کے مفہم پر

بادریوں کے ساتھ کیا اس مباحثہ کی تقریب کس طرح پیدا ہوئی اس کے متعلق اس مباحثہ کے ایک عینی
 شاہد حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس امرتسر کا بیان ہے کہ میں ایک روز قادیان شریف
 میں شرکت و فتن کی خدمت میں حاضر تھا کہ

”جہنڈیالہ سے کسی مسلمان پانڈہ کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پہنچا۔ چونکہ جہنڈیالہ میں
 بادریوں کا سردست مشن تھا۔ اور اس کے مشنری مارٹر میں دغلا کیا کرتے تھے۔ پانڈہ صاحب نے
 اپنے شاگردوں کو انجیل کے متعلق کچھ اعتراضات سکھائے وہ شاگرد عیسائی راہظلوں سے بحث کیا
 کرتے تھے اور اعتراضات پیش کر کے جواب مانگا کرتے ان عیسائیوں سے جب کوئی مضبوط جواب
 نہ پڑتا تو کٹر ہنری مارٹر کلارک سے شکایت کی کہ ہمیں مسلمان پانڈہ کے شاگرد بہت تنگ
 کرتے ہیں ان کو کسی صورت سے روکا جائے ہنری مارٹر صاحب جہنڈیالہ پہنچے وہ پانڈہ صاحب
 سے کہا کہ تم نے ہوا اپنے شاگردوں کو ہمارے راہظلوں کے پیچھے لگا دیا ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں
 بہتر ہے کہ تم ایک جلسہ کرو اور اپنے مولویوں کو بلاؤ۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ دین حق کونسا ہے۔ اور

ان لوگوں کو منع کر دو کہ ہمارے متادوں کو تنگ نہ کیا کریں۔ اس پر پانڈہ صاحب نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور مولویوں کو ذہن لکھنے شروع کئے کہ پادریوں سے اسلام کی صداقت پر بحث کے لئے جیٹیاہ تشریف لائیں اور ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا جو میری موجودگی میں قادیان آتا حضرت افسوس اس خط کو لکھ کر بہت خوش ہوا، اور مجھ سے فرمایا کہ حدائق نے سنہ ہمارے لئے مکہ تک بھیجا ہے اس سے ہی ہم اس کا جواب بھیجتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ایک خط پانڈہ صاحب کے نام اور ایک پادری صاحب کے نام لکھنا ہے ہمیں تجربہ سے معلوم ہے کہ پادری صاحب جلد جواب دیں گے اور پانڈہ صاحب کی خبر نہیں کب جواب دیں۔ میں اس کے دوسرے روز متسرعلا گیا۔ پادری صاحب نے جواب دیا کہ میں سیر ہوں حضرت صاحب کے خط کا یہ مضمون تھا کہ اگر جیٹیاہ یا امرتسر یا شالہ میں بیٹھتا ہوں تو ہم اپنے خرچ میں گے کسی پر بار نہ ڈالیں گے اور اگر صاحبان قادیان آئیں، جلسہ بحث منعقد ہو، تو ہم سارا خرچ سفر اور خوراک وغیرہ اپنے ذمہ لیں گے۔ اس کے جواب میں بنی مارٹن کلا رکتے لکھا کہ بعد تجویز و مستوہ آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ درسی قسم کا مضمون پانڈہ صاحب کو بھی لکھا میں پانڈہ صاحب مولویوں کے جواب کے منتظر تھے کہ دیکھیں مولوی صاحبان کیا جواب دینے میں۔ اس میں دو ہفتے گزر گئے مولوی صاحبان نے پانڈہ صاحب کو جواب دیا کہ ہمارے واسطے راسخ سفر خرچ آمد و رفت درخانہ پیسے کیا انتظام کیا ہے، اور بعد جلسہ ہمیں رخصتانا کہا جائیگا۔ پانڈہ صاحب نے حضرت صاحب کو لکھا کہ مولوی صاحبان انجام اور سفر خرچ مانگتے ہیں، اور میں غریب آدمی ہوں۔ چونکہ آپ خالص لوجہ شد کام کرتے ہیں۔ میں آپ کو ہی تشریف آدمی کی تکلیف دہن ہوں اور مولویوں سے میں باز آیا جن میں ذرہ بھر لہبیت نہیں۔ جب حضرت قدس مسیح موعود علیہ السلام نور مات معلوم ہوئی تو آپ نے پادری، مارٹن کلا رکت کو پھر خط لکھا کہ مباحثہ کی کوئی تاریخ مقرر کرنی چاہیے ہمارے چند دوست آپ کے پاس آ رہے ہیں ان کے ساتھ منظرہ کی شریٹ و زہارخ دغیرہ کا تصفیہ کر لیں۔ اور حضرت قدس نے بک دستی خط پانڈہ صاحب کو بھی یوسف خاں کے ذریعہ پہنچایا۔ جس میں تاریخ مباحثہ کے تقریبی تاکید کی تھی۔ یہ دریافت فرمایا کہ پادریوں کی طرف سے کون صاحب منظرہ ہوں گے، یوسف خاں پہلے میرے پاس آیا۔ پھر جیٹیاہ گیا۔ مجھے اس نے سب جان سنا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں ان پادری صاحب کو تلاش کروں جو مباحثہ میں جیسا ہوں کی

طرف سے بطور مناظر پیش ہوئے۔ میں مستری قطب دین صاحب کی دکان پر گیا۔ کہ نام چھوڑ دو اور
 ہر سے ساتھ چلو۔ پادری مددگارین سے دریافت کیا کہ کون سے پادری صاحب ہیں جنہوں نے یہاں
 اردن سے مناظرہ میں پیش کرنا ہے مستری صاحب کام چھوڑ کر میرے ساتھ ہونے۔ ہم دونوں
 پادری مددگارین کے ساتھ گئے۔ دریافت کیا کہ وہ کون سے پادری صاحب ہیں جنہوں نے جنت کے
 لئے حضرت مر صاحب سے خط و کتابت شروع کی ہے۔ . . . تو کہنے لگے کہ ہنری مارٹن کلاک
 ہنری ہوا میں۔ مسنر مسنر یہاں ہنری مارٹن کلاک نہ رہے۔ میں بیٹھے ہوئے تھے۔
 انہوں نے کہا کہ کام سے میں نے خوب میں ہا کہ میں حنفیہ دلی بخت کے
 مسنر، مسنر کے واسطے یہاں حضرت مر غلام احمد صاحب کے پیارے رخ، وقت و شرائط
 ہنری ہلے رنے کے لئے سے میں ات دن کہ میں اور کہاں پر ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے و
 فرصت نہیں۔ میں اور سے یہاں ہوں اور سے ہیرا گم ہیرا کر رہا ہوں۔ میں سے کہا۔ آپ شوق
 سے دور پر جائیں میں اب مایہ کی وہ عکاسی برعائن۔ " یہ صرف چند منٹ کا کام
 ہے پادری صاحب سے شوق و میل کے بعد کہ آپ اپنے زمینوں کو لے آئیں۔ صرف ایک گھنٹہ
 کا وقت میں اسے سکون ہے۔ اس کے اندر شرٹڈ ملے رہتے جائیں گے۔ " میں اسٹیشن پر
 پہنچا تو دوست فریاد سے آئے " سب کو میں نے اسٹیشن پر ہی روک دیا ان میں حضرت مر کی
 عبد الباقی صاحب سیالکوٹی، غشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی، اور غشی ظفر احمد صاحب کپورتھالی
 بھی تھے جب سب دوست اکٹھے ہو گئے تو . . . " ہم مددگارین چارہ بول پر سوار ہو کر
 سیدھے پادری صاحب کی کوٹھی پر جا پہنچے۔ پادری صاحب کوٹھی پر موجود تھے۔ ہمارے پہنچنے پر انہوں نے
 اردن کو حکم دیا کہ کرسیاں برآمدہ میں رکھ دو۔ اور خود دوسرے دروازہ سے پادری عبدالشہید تقیم کی کوٹھی
 پر چلے گئے جب کچھ دیر ہوئی تو ہم نے اردن سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب اب کیوں نہیں آتے۔ اس نے
 کہا ابھی آجائے ہیں۔ تقیم صاحب کی کوٹھی پر گئے ہیں۔ جو قریب ہی ہے صرف ٹرک بیچ میں ہے اتنے
 میں عصر کا وقت آگیا۔ اس کوٹھی کے احاطہ میں ایک بہت بڑا درخت بڑھا۔ ہم سب نے اس کے
 نیچے مار مار کر منت پڑھی۔ ڈاکٹر صاحب نے تقیم صاحب سے جاکر کہا کہ قادیان سے چند آدمی جلسہ مناظرہ
 کی شرائط اور تاریخ طے کرنے آئے ہیں۔ آپ چل کر تاسیخ اور شرٹڈ ملے کریں۔ اس عرصہ میں جنڈیالہ سے

منافقہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں آپ سے نہیں حضرت اقدس نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ اب آپ کا ارادہ درست نہیں۔ آپ لوگوں کی تحریریں اور وعدے اور منطوقہ شریطہ ہمارے پاس ہیں پس سادہ بہت لکھ دیں، تھکست تسبیح پڑھے گی۔ اگر یہ بات شماروں میں شائع کر دو اور اسی شکست بہت فائدہ کرو۔ تو پھر تمہیں اختیار ہے جس سوئی سے عیا ہو بحث کر لو۔ نر فرمایا کہ تمہیں کون سے فتوے کا علم ہے؟ یہ تو علامہ یہ فتوہ کی کفر ہم پر چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ہم نے فقہائے کرام سے سچے مسلمان ہیں اور ایک حدیث میں عالم فاضل مسلمانوں کی جماعت ہمارے ساتھ ہے اور کفر کے فتوے تو آپ لوگوں پر بھی لک چکے ہیں سر اسٹنٹ کتب خانہ مذہب و ادب کو کافر ملک واجب القتل یقین کرے ہیں پھر نو آپ بھی عیسائیت کے کہیں نہیں ہو سکتے۔ پس فتویٰ کفر میں ہم ہم برابر ہیں۔ بحث و دراصل حق اور باطل میں ہے کہ یا حق۔ آپ کی طرف سے یا ہم حق رہیں اس پر کفر کے فتوے کا کوئی سول ہی نہیں سید ہوتا۔ ہم نے سلام اور قرآن کریم کی وکالت کرنی ہے اور آپ نے انجیل کی۔ جہاں اس کو فتوہ دینی لفر سے یا تعلق یہی میں چسپاں رہی طرفین سے مسافرہ میں حاضری کے لئے جو یہ ہوئے ان کے سوا کوئی دوسر نہیں جاسکتا تھا۔ جب حضرت اقدس پہلے دن بحث کے لئے تشریف لے جانے لگے تو شیخ حامد علی صاحب کو فرمایا کہ ایک گلاس اور ایک صراحی پانی کی ساتھ لے چھو۔ جب ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی میں داخل ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ بحث کا انتظام کوٹھی کے برآمدہ میں جہاں پر شرطیں طے ہوئی تھیں کیا گیا ہے کیونکہ وہ کافی کشادہ تھا۔ ڈاکٹر ہنری کلارک صاحب نے مٹی کے کورسے ٹھکے سلگوائے اور ان میں برف ڈالی درمصری وغیرہ بھی۔ تاکہ مسلمانوں کی ٹھنڈے تربت سے تواضع کی جائے۔ اس موقع پر حضرت اقدس کے واسطے ڈاکٹر صاحب کا خانہ سال یک گلاس برف آمیز شربت کا لایا تو حضور نے فرمایا کہ ہم اپنے لئے پینے کا پانی ساتھ لائے ہیں۔ ہم اور ہمارے ہمراہی کوئی دوسرا پانی نہیں پئیں گے۔ دوسرے مسلمانوں کو اختیار ہے۔ ہماری اور پادری صاحبان کی یہ مذہبی جنگ ہے جب ہماری اور ان کی صلح ہو جائے گی تو پانی وغیرہ پینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس بات کا غیر احمدیوں پر بھی اثر ہوا انہوں نے بھی وہ پانی نہ پیا۔ اور وہ سب گھر سے جوں کے توں رکھے رہے۔ عیسائی خود ہی اس پانی کو استعمال کرتے رہے مسلمان ایک اور کو میں سے پیتے رہے۔

پھر بخت کا غار ہو گیا۔ اور پرچے لکھے جانے لگے۔ پرچہ ختم ہونے پر مصححون کھڑے ہو کر مٹا مٹاتا تھا۔ مولوی عبدلکریم صاحب رضی اللہ عنہ حضرت اقدس کا پرچہ سُنانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پہلے سورہ فاتحہ پڑھتے۔ اور پھر پرچہ کے ایک ایک لفظ کو دو دو تین تین بار پڑھتے۔ تو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلاک کہتے۔ دیکھو صاحب۔ ایک بار لکھا ہے آپ بار بار کیوں پڑھتے ہیں۔ مگر وہ پروا نہیں کرتے تھے اور اسی طرح پڑھتے جانے لگے۔ خدا تعالیٰ نے اُس کو روحانی بصیرت بخشی تھی۔ ایک ایک لفظ پر اُن کو نطق اور وجد آتا تھا۔ پادری صاحبان جانتے رہے اور یہ بے تکلف ایسا کرتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ حاملہ کے باہر صدمہ آدمی کھڑے ہیں۔ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ بہت سے لوگ اس بخت کے سننے کے مشتاق ہیں۔ اور ایک مجمع کشیدہ۔ کھڑا ہے۔ در کوٹھی میں بچاں بچاں آڈیوں کے آئینہ کی اجازت ہے۔ اور خلک بذریعہ ٹکٹ ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ۔ روز کی بحث کے طریقہ کے پرچے اپنے مطبع میں چھاپ دیا کروں اس پر حضرت قدس نے فرمایا ہمارے طرف سے اجازت ہے۔ سے شک چھاپ دیا کریں۔ پھر میں نے اٹھیا پادری صاحبان سے کہا کہ اس سے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ تب تقیم صاحب نے دلی زبان سے کہا۔ کہ ہاں۔ ہماری طرف سے بھی اجازت ہے۔ پس میں ہر روز طریقہ کے پرچے چھاپتا رہا اور لوگ خریدتے رہے۔

”اسی طرح پندرہ روز مباحثہ ہوا۔ الوہیت مسیح کی تردید میں جب حضرت نے یہ لکھوایا کہ ایک عاجز اور ناتواں انسان کو تم خدا بنا رہے ہو جو عورت کے بیٹ میں نو ماہ رہ کر اور خون حیض سے پرورش پا کر دوسرے عام انسان کی طرح پیدا ہوا کیا ایسا وجود بھی خدا ہو سکتا ہے؟ پادری صاحبان یہ بات سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ الفاظ ہم خداوند یسوع مسیح کی نسبت نہیں سننا چاہتے۔ مگر صاحب ہمارے سینوں میں چھریاں گھونپ رہے ہیں اور ہمارے گردنوں پر تلواں پھلا رہے ہیں اور مباحثہ چھڑ کر چلنے لگتا ہے۔ ہو گئے یہ نظارہ دیکھ کر حضرت اقدس نے فرمایا۔ یہ تو اب بھاگیں گے میں جو لکھتا ہوں لکھ جاؤ۔ یہ سنا دیکھ کر پادری مارٹن نے کہا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ مسلمانوں میں شور مچا۔ مسیحیوں میں ہی شور مچا۔ اور مسلمانوں کے کہا بیٹھ جاؤ۔ اب تمہارا بھانجا بیفائدہ ہے یہ مستعدی کا وقت ہے۔ سب بیٹھ جاؤ۔ عرض الوہیت مسیح کا حضرت قدس نے ایسے طریقہ سے رکھا کہ عیسائی جواب ہو گئے۔

جو آدمی جنگ مقدس نامی کتاب جو اس منظرہ کی مکمل روئادہ ہے پڑھے گا خود ہی تمام حالات سے آگاہ ہو جائے گا۔ اپنے پرچہ میں آتھم صاحب کو جواب ہو کر یہ لکھوان پڑا کہ مسیح تیس برس تک عام انسانوں کی طرح تھا جب اس پر روح القدس نازل ہوا تو منظر اللہ کھلایا۔ اس پر حضرت نے جواب لکھوایا کہ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ مسیح انسان اور نبی تھا جب کسی انسان پر روح القدس نازل ہوتا ہے تو وہ منظر اللہ بھی ہی بن جاتا ہے۔ یہ بات سن کر عیسائیوں کے نگ اند ہو گئے اور ہنری مارٹن صاحب گھر گئے۔ در آتھم صاحب جی گھر گئے عیسائیوں نے فوراً کہا کہ آتھم صاحب یہ آپ نے کیا لکھوا دیا۔ تو آتھم صاحب نے جواب دیا کہ میں اور کیا لکھوانا جو لکھوان تھا سو لکھوا دیا میں بیمار ہوں نیچے چھوڑ دو میں جاتا ہوں۔ تم جوچا مو لکھواؤ۔

”ظہرین کو جنگ مقدس کے ٹوٹے سے یہ ساری کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔ آتھم صاحب میں حق کا رنگ غالب آگیا تھا۔ آتھم صاحب بیمار ہو گئے۔ نر انری دنوں میں عیسائیوں کے تقاضا اور مجبوری سے کتے رہے۔ تیج میں ہنری۔ رٹن کلارک۔ کٹ کے سٹے بیٹے گئے۔ انہوں نے دھرا دھر کی باتوں میں مشکل تمام دن پورے کئے۔“

ڈپٹی عبد اللہ آتھم نے مباحثہ کی شرائط مباحثہ میں سے ایک شرط یہ تھی کہ فریقین اپنے دعاوی اور دلائل اپنی اپنی اہامی کتاب قرآن مجید اور بائبل سے پیش کریں گے۔
شرائط کی پابندی نہ کی۔
مراپوری صاحب نے اس شرط کی بالکل پابندی نہیں کی تھی کہ حضرت اقدس کو اپنے آخری پرچہ میں یہ لکھوان پڑا کہ

”مجھے بہت افسوس ہے کہ جس شرائط کے ساتھ بحث شروع کی گئی تھی۔ ان شرائط کا ڈپٹی صاحب نے ذرا پس نہیں فرمایا۔ شروع تھی کہ جیسے میں پناہ ایک دعوے اور ایک ایسے قرآن شریف کے معنوں میں سے پیش کرنا گما ہوں۔ ڈپٹی صاحب بھی ایسا پیش کریں۔ مگر وہ کسی موقع پر اس شرط کو پورا نہیں کر سکے۔“

”دوران مسامتہ میں ایک دن عیسائیوں نے تنقید طور پر ایک مذہب اور ایک بہرہ ایک عجیب واقعہ۔ ایک نثر مباحثہ کی جگہ میں لکرا ایک طرف بیٹھ دئے اور پھر اپنی تقریریں پیش

کردیں اور آپ نے کہا کہ آپ مسیح ہونے کا دعویٰ لیتے ہیں۔ لیکن یہ اندھے اور ہرے در لنگرے آدمی

موجود ہیں۔ مسیح کی طرح ان کو ہاتھ لگا کر اچھا کر دیکھئے۔ مہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حیران تھے کہ دیکھئے اب حضرت صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر جب حضرت صاحب نے اپنا جواب لکھوٹا شروع کیا۔ تو فرمایا کہ میں تو اس بات کو نہیں مانتا کہ مسیح اس طرح ہاتھ لگا کر اندھوں اور بہروں اور سنگڑوں کو اچھا کر دیتا تھا۔ اس لئے مجھ پر یہ مطالبہ کافی حجت نہیں ہو سکتا ہاں البتہ آپ لوگ مسیح کے معجزوں میں سنگ میں نسیم کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ کا یہ بھی بیان ہے کہ جس شخص میں ایک رانی کے برابر بھی ایمان ہے وہ وہی کچھ دکھا سکتا ہے جو مسیح دکھاتا تھا۔ پس میں آپ کا ٹرانسکرکٹر رہا کہ آپ نے مجھے اندھوں اور بہروں اور سنگڑوں کی تلاش سے بچایا۔ اب آپ ہی کا تحفہ آپ کے سامنے ہمیشہ کیا جاتا ہے کہ یہ اندھے بہرے اور سنگڑے حافظ ہیں۔ اگر آپ میں ایک رانی کے برابر بھی ایمان ہے تو مسیح کی سنت پر آپ اس کو اچھا کریں۔ میرا صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے جب یہ فرمایا تو بدایوں کی ہوائیاں اڑ گئیں۔ انہوں نے جھوٹا شاہ کر کے دن کو گویا وہاں سے نکلت کر دیا۔

اپنے آخری پرچہ میں حضرت اقدس نے باذنِ الہی پاری عبد اللہ
بدلت اللہ اکھتم کے متعلق پیشگوئی

”آج رات جو مجھ پر کھلاؤہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت انصرع وراثتوں سے جناب انہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر۔ اور ہم عاجز بندے میں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے سو اس نے مجھے یہ نشانِ بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق ممد، جھوٹ کو اختیار کرنا ہے اور سچے خدا کو چھوڑنا ہے۔ اور عاجزان کو خدا بنانا ہے وہ انہی دلوں میں سے ہے۔ یعنی فی دن ایک ہینڈ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک دویہ میں گرایا جائے گا۔ اور اس کو سخت دلت پیچھے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچا پرے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اوروں کو بھوکے کئے جا دیں گے اور بعض سنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے نینے لگیں گے۔“

اس پیشگوئی کی وجہ حضرت اقدس نے یہ بیان فرمائی کہ عیسائی مشافہہ ڈپٹی عبد اللہ اکھتم نے ایک کتاب

در حضرت داؤد میر محمد سامی... میں جو کچھ اس حالِ ظہور میں خلیفہ مسیح مانا یہ اللہ تعالیٰ... کے مطابق ہے

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب... ۱۹۶۲ء... کے مطابق ہے

لکھی تھی جس کا نام "اندر نہ بائیل" تھا۔ اس کتاب میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد باندھ
 من ذلک "وجہاں" کہا تھا۔ اور اسلام پر بھی ہنسی اڑائی تھی حضرت اقدس نے جب پیشگوئی کے ساتھ سے
 یہ بات بھی یاد دہائی تو

"اس نے ذرا سا مہ آگاہی اگر انوں پر ہاتھ رکھے۔ رنگ ریز ہو گیا۔ نگاہیں پتھ گئیں۔ اور نہ مد کر
 کہا میں نے تو ایسا نہیں لکھا۔" ہے

حارکہ وہ البتہ لکھ چکا تھا مگر پیشگوئی کی سبب کی وجہ سے وہ سخت گھبرایا اور بے اختیار ہو کر کہہ ڈالا کہ میں
 نے تو حقائق نہیں کہا

"وہ اسی وقت حرم و حق ماہب۔ لروید۔ اور اس کے بعد تھے دم تک ایک عطف بھی اسلام یا آخرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ لکھی۔ آخر کے غم و اس الہامی پیشگوئی کی کعبیت کے لئے انوار اسلام
 و جام آفتاب و فضا میں۔"

دورانِ مباحثہ میں بہتیں | امجدیہ صاحبہ حضرت شیخ نور احمد صاحب در حضرت مسیحی صاحب دین صاحب
 نو پہلے ہی احمدی تھے۔ اب دورانِ مباحثہ میں حضرت میاں نبی بخش
 صاحب رفوگر اور حضرت قاضی امجدی صاحب بھروی نے بھی بیعت کر لی حضرت قاضی صاحب ایک نہایت
 ہی پاک باطن اور بے نفس انسان تھے۔ اور مدرسہ اسلامیہ میں مدرس تھے۔ آپ چونکہ حدیث کے ایک زبردست
 عالم تھے۔ اس لئے آپ کی بیعت پر مولویوں میں سخت شور مچا ہو گیا۔ ہر محلہ میں مولویوں نے حضرت اقدس کے
 خلاف زہرا لگنا شروع کر دیا۔ اور تلقین کرنا شروع کر دی کہ کوئی شخص "مرزا" کا دغظ سننے نہ جائے۔ ورنہ اس
 کا شکار ہو جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور حضرت کی خدمت میں دوسرے آدمیوں کے ذریعہ پیغام بھیجنے شروع کر دیے
 کہ ہمارے ساتھ مباحثہ کر لو حضور نے فرمایا۔ پہلے عیسائیوں سے بحث ختم کر لینے دو۔ پھر انشاء اللہ تمہارے
 ساتھ بھی بحث کر لیں گے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا مبارک ہمارے | "بحث کے خاتمہ پر مولویوں نے پھر ضرور
 فرار اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کی آماجگی | مجاہد عیسائیوں کے ساتھ بحث تو ہو چکی۔
 اب ہمارے ساتھ بحث کر لو اور مولوی محمد حسین

صاحب بٹالوی نے بھی ایک اشتہار لاہور سے بھیجا کہ میں مرزا صاحب سے مباہلہ کے لئے مرخص ہوں صرف ساہلہ موگا ور کوئی تفریہ ہوگی حضرت صاحب نے اس کے جواب میں ایک اشتہار لکھا کہ مولوی محمد حسین مجھ سے ہرگز مباہلہ نہیں کریں گے اور میرے سامنے تک میں آئیں گے اگر ان مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کا وعدہ کر مولوی محمد حسین بھی اتر آئے ہینچ گئے عید گاہ میں بہت ہجوم ہو گیا اور مولوی محمد حسین بھی اس ہجوم سے اچھے خاصے فاصلہ پر پھڑپھڑے ہو کر کچھ تفریہ کرنے لگے۔ لوگوں کا بس عقائد کہ بعد تفریہ مولوی صاحب مباہلہ کریں گے۔ مرزا صاحب نے تو کبھی عقائد کہ یہ میرے سامنے مباہلہ کے لئے نہیں آئیں گے۔ لیکن یہ تو آگئے جب انہوں نے دھوا بونا غنڈہ تفریہ میں گزار دی اور مولوی عبدالحق غزنوی سے شاگرد غزنوی مولوں کے مشورہ سے مباہلہ کے لئے آگے بڑھے۔

اس مباہلہ میں مولوی عبدالحق نے اپنے منہق تو لونی افطہ تک زبان سے نہ نکالا۔ لیکن حضرت اقدس کے لئے سخت سے سخت الفاظ استعمال کرنے اور کالی گوج سے اپنی زبان کو آلودہ کرنے میں لونی کسر نہ بٹھا رکھی۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس نے صرف ان الفاظ کا اعادہ فرمایا۔

”میں یہ دعا کروں گا کہ جس قدر میری تابغات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہے ورنہ میں کافر ہوں۔ اور اگر میری کتابیں سدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مخالف اور کفر سے بھری ہوئی ہوں تو خدا تعالیٰ وہ لعنت اور عذاب محمد پر مار کر سے۔ جو ابتداء دنیا سے آج تک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو۔ اور آپ لوگ آمین کہیں۔ کیونکہ اگر میں کاذبوں اور نعوذ باللہ دین اسلام سے مرتد اور بے ایمان۔ تو نہایت بُرے عذاب سے میرا مرنا ہی بہتر ہے اور میں ابھی زندگی سے ہزار دل ہزار ہوں اور اگر البتہ نہیں تو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے سچا وعدہ کر دے گا وہ میرے دل کو بھی دیکھ رہا ہے اور مخالفوں کے دل کو بھی“

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب حضور یہ الفاظ دہرا رہے تھے۔ تو اس وقت ایک عجیب سزاں بندہ گیا۔ بے اختیار لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔

حافظ محمد یعقوب صاحب کی بیعت | حضرت اقدس نے ابھی اپنی دعا ختم نہ کی تھی کہ حافظ محمد یعقوب صاحب جو حافظ محمد یوسف صاحب ضلع رنہر

کے بڑے بھائی تھے اور غزنویوں کے مرید تھے ایک چرخ مار کر روتے ہوئے حضرت اقدس کے قدموں میں گئے اور کہا کہ آپ میری بیعت قبول کریں حضرت اقدس نے فرمایا مباہلہ سے فارغ ہو لیں تو بیعت سے لیتے یہ نظارہ دیکھ کر غزنوی مولویوں اور ان کے معتقدین کے توبہ قبول کے طوطے اڑ گئے۔ کہونکہ انہوں نے محسوس کیا کہ مباہلہ کے نتیجہ میں یہ حضرت اقدس کی پہلی فتح ہے۔ مولوی محمد حسین صاحبؒ تو خدا جانے کہاں غائب ہو گئے۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب مرہٹوں کے مقابل پر نہیں آئیں گے وہ سچ ثابت ہو گیا۔ بہر حال اس طرح مباہلہ ختم ہو گیا اور حضرت اقدس واپس مکان تشہیف لے آئے۔

اس مباہلہ کا اثر | اس مباہلہ کا کیا اثر ہوا، حضرت اقدس نے اپنی کتاب انجام آتھم میں ایسے دو امور درج فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ نے اس مباہلہ کے بعد اپنی روحانی اور جسمانی برکتوں سے مالا مال کر دیا۔ ذیل میں ہم حضرت اقدس ہی کے الفاظ میں ان رشتہ امور کا خلاصہ لکھتے ہیں۔۔

اول آتھم کی نسبت جو بیشکوتی کی گئی تھی وہ اپنے واقعی معنوں کی رُو سے پوری ہو گئی۔

دوسرا امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا وہ ان عربی رسالوں کا مجموعہ ہے جو مخالف مولویوں اور پادریوں کے ذہنوں کے لئے لکھا گیا تھا۔

تیسرا امر مباہلہ سے پہلے شاید تین چار سو آدمی ہونگے اور اب آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ وہ لوگ ہیں۔ جو اس راہ میں جہاں نشان ہیں۔

چوتھا امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا۔ رمضان میں خسوف و کسوف ہے سو خدا نے مباہلہ کے بعد یہ عزت بھی میرے نصیب کی۔

پانچواں امر جو مباہلہ کے بعد میرے لئے عزت کا موجب ہوا علم قرآن میں اتنا حجت ہے۔۔۔

تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے۔ چھٹا امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور عبدالحق کی ذلت کا موجب ہوا۔ یہ ہے کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد استہارہ دیا تھا کہ ایک فرزند اس کے گھر میں پیدا ہوگا اور میں نے بھی خدا تعالیٰ سے کہا کہ یہ استہارہ انوار اسلام میں شائع کیا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے لو کا عطا کرے گا۔ سو خدا تعالیٰ

کے فضل اور کرم سے میرے گھر میں نزل کا پید ہو گیا جس کا نام شریف احمد ہے۔ اب عبد علی و منیر یوتھ جانیے کہ اس کا لڑکا کہاں گیا،

ساتواں امر مہابہ کے بعد میری عزت اور قبولیت کا باعث ہو خدا کے راستباز سداوں کا وہ خلیفہ ہوش ہے جو انہوں نے میری خدمت کے لئے دکھایا۔ مجھے کبھی یہ طاقت نہ ہوگی کہ میں خدا کے ان احسان کا شکر ادا کر سکوں جو روحانی اور جسمانی طور پر مہابہ کے بعد میرے وجود حال ہوئے۔

روحانی انعامات کا نمونہ میں لکھ چکا ہوں یعنی یہ کہ خدا نے انہوں نے مجھے وہ عمدہ قرآن اور علم باطن بخشا عجز کے طور پر بخش کہ اس کے مقابل پر میری عمدہ خلق کیا بلکہ کل مخالفوں کی ذلت ہوئی و جسمانی نعمتیں جو مہابہ کے بعد میرے پر دار ہوئیں وہ مالی فتوحات ہیں جو اس درویش نے ان کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول دیں مہابہ کے روز سے تب تک پندرہ ہزار کے زریب فتوح غیب کا رویہ آیا جو اس سلسلہ کے ربانی مصارف میں خرچ ہوا۔

آٹھواں امر کتاب سنت یحییٰ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے وہ مدد عطا کئے جو تین سو برس سے کسی کے حیا میں بھی نہ آئے ہوں گے۔

نواں امر اس عہد میں آٹھ ہزار کے قریب لوگوں نے میرے ائمہ پر بیعت کی میں میں یثرب و شاہوں کہ اس قدر بنی آدم کا توہ کا ذریعہ ہو مجھ کو عطا کیا گیا یہ اس قبولیت کا نشان ہے جو خدا کی رضامندی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

دسواں امر جسے مذاہب لائے ہیں۔ اس جلسہ کے بارے میں مجھے یہ وہ لکھنے کی ضرورت نہیں جس رنگ اور جس نورانیت کی قبولیت میرے مضمون کے پڑھنے میں ہوئی اور جس طرح دلی جوش سے لوگوں نے مجھے اور میرے مضمون کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا کچھ ضرورت نہیں کہ میں اس کی تفصیل کر رہا ہوں۔ لوگ بے اختیار ہوں اٹھ کر اگر یہ مضمون نہ ہوتا تو آج باعث محمد حسین وغیرہ کے اسلام کو سبکی اٹھانی پڑتی

مدرسہ مولوی مسجد محمد جان کے نچلے حجرہ میں | مہابہ مذکورہ بالا کے بعد حضرت اقدس نے مولوی کو مخاطب کر کے ایک اشتہار شائع فرمایا کہ

”اب ہم عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ آج سے تیسرے روز تک یہاں ٹھہریں گے جس سواری کو ہم سے بحث کرنی ہو وہ کوئی مقام تجویز کر کے بحث کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد اس شور مچا یا

خانے کے بھاگ گئے تھرت اندر سے اسے کوئی صاحبان ایسے مدعو ہوئے کہ کسی نے
 مہماندار سے پرخواجہ محمد لوسف صاحب رئیس مقرر سے مولویوں سے کہا کہ

”اب تم بخت یوں نہیں کرتے جسارہ ز صاحب نے بحث منظور کر لی ہے جب وہ چلے جائیں گے تو
 اس وقت چھوڑ دی جائے کہ ز صاحب بھاگ گئے وہیں سے امرتسر سے وقت نہیں کی مولویوں
 نے جواب دیا کہ ہم بحث کریں گے، ہم مشورہ کریں۔“

”مولوی محمد حسین صاحب مولوی نے مولویوں کو رکھا تھا کہ تم میں سے کوئی مولوی بھی مرزا

صاحب سے متعلق نہیں کر سکتا وہ درسی دہریہ میں تم لو قابو کر لیں گے اور ایک دو سوال و جواب میں ہی
 تمہارا فائدہ بند رہے گا۔ بہت سے ایسی کہیں بہار سے بحث کو ٹال دیا۔ اس کے بعد تمام علما نے دعوت پر
 مولوی عبد الجبار صاحب فاضل و فقیہ غزنویاں و مولوی رسل بہا و مولوی خدام اللہ قنوری مشہور و
 غیر مشہور شہر جان کی مسجد کے نیچے سے ایک چوہ میں بیٹھ گئے اور مؤذن سے کہہ دیا کہ حجرہ کا دروازہ قفل
 کر کے چابی اپنے پاس رکھے اور مولوی رسل صاحب سے کہا کہ اگر کوئی پوچھے گا کہ دینا کہ نہیں دعوت
 پر گئے ہیں دہریہ یا نہیں گئے خواجہ لوسف صاحب سے سب سے سجد میں مولویوں کو تلاش کرتے ہوئے
 گئے۔ مؤذن سے پوچھا مولوی صاحبان کہاں ہیں؟ اس نے کہا دعوت پر گئے ہیں۔ پھر خواجہ صاحب
 مہر و مولوی عبدالعبار صاحب سے آگے گئے۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ کسی دعوت پر گئے ہیں۔
 خواجہ صاحب نے بلند آواز سے کہا کہ سب مولوی دعوت پر گئے ہیں۔ یہاں کوئی بھی نہیں۔ اور آج کا دن
 بحث کا تھا۔ مرزا صاحب چلے جائیں گے مولوی لوگ بعد میں شور مچائیں گے۔ آخر یہ بحث کب ہوگی۔
 وہاں سے پھر خواجہ صاحب مولویوں کی تلاش میں نکلے اور پتہ کیا کہ کس کے ہاں یہ دعوت ہے اور دوبارہ
 خمد جان کی مسجد کی طرف آئے۔ تو اچانک کسی نے بتا دیا کہ تمام مولوی اس مسجد کے نیچے حجرہ میں جمع
 ہیں اور باہر دروازے پر قفل لگا ہوا ہے تاکہ کسی کو یہ نہ لگے۔ مؤذن سے خواجہ صاحب نے میر پوچھا
 کہ مولوی صاحبان کہاں ہیں؟ مؤذن نے بھرپور جواب دیا کہ دعوت پر گئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا
 کہاں۔ کس کے یہاں؟ اس کا جواب اس نے خوفزدہ ہو کر دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس پر خواجہ صاحب
 نے کہا کہ مسجد کے نیچے حجرہ کی چابی کہاں ہے؟ اس نے کہا میرے پاس ہے۔ فرمایا لاؤ۔ اس نے
 کٹختی دے دی خواجہ صاحب نے حجرہ کھولا جب اندر جا کر دیکھا تو سب مولوی حجرہ کے اندر بیٹھے ہوئے

چار فی سے نیچے گر پڑنے لگے۔ ور شور مچا دیتے کہ اسے میں مر گیا۔ میں پکڑ گیا۔ ہتھم صاحب کی یہ حالت دیکھ کر خانساہاں کو جو مسلمان تھا۔ موقوف کر دیا گیا۔ ور مسلمانوں کا آنا جانا یہم بند کر دیا۔ موقوف کے کچھ عرصہ بعد ۵۰ خانساہاں مجھے مل گیا۔ ور اس نے ہتھم ہا سارا حال بیان کیا اور کہا کہ مجھے موقوف کر دیا ہے۔ جب ہتھم نے یہ کہا کہ میں بڑ گیا۔ میں مارا گیا۔ تو میں ان کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس وجہ سے مجھے موقوف کر دیا کہ اگر بعد میں کوئی ایسی کیفیت نہ ہو تو روز فاش ہو جائے گا۔ خانساہاں کی زبانی یہ حال سن کر میں بھی ہتھم صاحب کی موٹی پر نب۔ دیکھا کہ ایک آدمی یہہ پر کھڑے اور پادریوں نے اس کو تاکید کی ہوئی ہے کہ کوئی مسلمان یہاں نہ آئے اور کہہ دیا جائے کہ کسی مسلمان کو ہتھم صاحب سے ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔ یہہ یہ دیکھ کر واپس چلا آیا۔ اور خانساہاں کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ غیر احمدی مسلمان بھی ملاقات یا کسی کام کے لئے جاتے۔ تران کو بھی ملاقات کا سوتو نہ دیا جاتا ہتھم صاحب کو کھیل اور تماشہ وغیرہ مشاغل میں مصروف رکھا جاتا اور شطرنج وغیرہ کے ذریعہ ان کا دل بہلا دیتا تھا۔ مگر ہتھم صاحب کی وحشت دن بدن ترقی کرتی چلی جاتی تھی۔ اور ان کی حالت روز بروز تبدیل ہو رہی تھی۔ ان کو کسی وقت چپیں اور آرام نہ آتا تھا۔ کبھی ہائے ہائے کرتے کبھی کہتے کہ میں پکڑ گیا اور نہیں بچنے کا۔ اُدھر تو ہتھم صاحب کی یہ حالت ہوئی جا رہی تھی اور دوسرے پادریوں کے دلوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ایک صاحب تو فوت ہو گئے، اور ایک صاحب نے گجہ کر مرسہ چھوڑ دیا ور عین سفر کی حالت میں ریل کے انڈے ہی فوب ہو گئے۔ پادری رائٹ صاحب کی وفات پر جو افسوس گر جا میں نہ ہر کیا گیا۔ اس میں عیسائیوں کی مضطربانہ اور خوفزدہ حالت کا نظارہ مندرجہ ذیل الفاظ سے ٹینڈر پر منقش ہو سکتا ہے۔ جو اس وقت بعض پادریوں کے منہ سے نکلے اور وہ یہ ہیں۔ "آج رات خدا کے غضب کی لاشی بے وقت ہم پر چلی ور اس کی خفہ تلوار نے بیخبری میں ہم کو قتل کیا" پادری رائٹ صاحب امرتسر کے "زیریں متسری" تھے۔ انہوں نے سب کچھ منظور کیا پر حق کو قبول نہ کیا۔

جب عیب یوں نے دیکھا کہ ہتھم صاحب کی حالت بگڑتی جاتی ہے تو مشورہ باہمی سے چلا۔ کہ وہ کسی ورگہ پہنچا رہے جائیں۔ چنانچہ انہیں لودھیانہ بھیج دیا گیا۔ جب وہاں بھی انہیں چین

نہ ملا تو گجرات بھیجا۔ وہاں بھی آرام و قرار نہ آیا۔ تو فیروز پورے گئے۔

آقہ صاحب کی وہ سچی زوی کر تھی جہاں کے زعم میں بہشت کا نمونہ تھی اور بڑے شوق سے
خوئی لٹی تھی جس کی وجہ سے انہیں حق کے قبول کرنے کی توفیق نہ ملی اور وہ بہایت خوبصورت باغیچہ
جو انہوں نے اپنے حسب منشاء تیار کرنا تھا دونوں جھوٹ گئے اور جابجی سفر اور سردی گرمی کی
تکالیف برداشت کرنے رہے اور کہیں بھی انہیں اطمینان نہ مل سکا اور سلام کے رد اور بد رفتاری
میں جو آقہ صاحب کا قلم ہمیشہ چل رہا تھا وہ بھی یکدم بند ہو گیا۔

اور عیسائیت کی تائید میں تحریک کا جوش بھی ٹھنڈ ہو گیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب آقہ صاحب کی سہ ماہی گزری اور وہ رجوع بحق کی وجہ سے پندرہ
نوت نہ ہوئے۔ تو عیسائیوں نے شور مچا، شروع کر دیا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ اس پر حضرت اقدس نے
اس سمجھایا کہ پیشگوئی میں یہ تھا کہ اگر آقہ رجوع کرے گا تو ہادیہ میں گرائے جانے سے بچ جائے گا۔ اور
رجوع نہیں کرے گا تو ہادیہ میں گرایا جائے گا۔ چونکہ اس کا نوت اور رجوع ثابت ہے تنے عرصہ میں اس
کوئی لفظ اپنی زبان سے اسلام کے خلاف نہیں نکالا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جو غفور و رحیم ہے اس کی
مثال دی۔ مگر عیسائیوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ دراصل وہ اپنے اس طرز عمل سے موت کے فرشتہ کو
رہے تھے جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حضرت اقدس کی بھی اسلامی غیرت جوش میں آئی اور
نے بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرمایا کہ اگر آقہ اس بات پر حلف اٹھا جائے کہ اس پر پیشگوئی کا نوت
یا نہیں ہوا اور اس نے اپنے قلب میں اسلام اور بالی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اپنے
بات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی تو پھر اگر ایک سال کے اندر ہلاک نہ ہو جائے تو میں اسے ایک
روپیہ نقد العام دوں گا مگر آقہ صاحب بالکل نہیں بولے۔

اس پر آپ نے دوسرا اشتہار شائع فرمایا اور اس میں حلف اٹھانے پر آقہ صاحب کو دو ہزار
بر کی پیشکش کی۔ مگر آقہ صاحب پھر بھی خاموش ہی رہے۔ البتہ دینی زبان سے اتنا اقرار ضرور کیا کہ
”میں عام عیسائیوں کے عقیدہ انیت والوہیت کے ساتھ متفق نہیں اور نہ میں ان عیسائیوں سے

متفق ہوں جنہوں نے آپ (یعنی حضرت اقدس) کی بات کے ساتھ کچھ بیہودگی کی“



حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب رحمہ (خلیفۃ المسیح الاول)

بے بہار مولوی محمد حسین صاحب نے پڑھا تو حضرت اقدس کو نوزبانہ من ذلک جاہل اور غصہ و غریبہ
 بے بہرہ اور اپنے آپ کو عالم فاضل اور یگانہ روزگار قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت بھلا یہ کب گورا کر سکتی تھی
 سنے مسیح پاک کے دل میں دعا کی تھی ایک کی حضور نے جب دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات
 آپ کو عربی زبان کے چالیس ہزار مادے سکھا دئے جس پر آپ نے عیب و عجم پر حجت قائم کرنے اور مولانا
 حسین صاحب بٹاوی اور ان کے بھتیجاں مولویوں کے کبر کو توڑنے کے لئے متعدد دکتا میں عربی زبان میں
 بارہویہ کے انعامات کے ساتھ شائع کیں۔ مگر کسی کو بھی مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکی۔ جمیب کہ حضرت اقدس
 صلواتہ وسلم فرماتے ہیں۔ ۷

آرائش کے لئے کوئی نہ آیا پسند ۸ مخالف کو مقابل یہ ملایا ہم نے

۱۸۹۳ء کا ایک خاص واقعہ حضرت حاجی المومنین مولانا حکیم
 صاحبؒ کی ہجرت ہے۔ آپ مہاراجہ جموں کشمیر کے شاہی طبیب
 تھے حضرت اقدس نے جب مسیحیت و مہدویت کا دعویٰ کیا۔ تو
 مولوی صاحبؒ نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا کہ حضور! میرے دو بچا ہوتا ہے کہ حضور کی
 ست میں اپنی باقی زندگی گزردوں اگر حازت ہو تو میں ملازمت سے استعفاء دے کر قادیان آ بیٹھوں
 رت اقدس نے لکھا کہ نگہی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا کفرانِ نعمت ہے۔ آپ استعفاء نہ دیں۔ کچھ عرصے بعد
 تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دئے کہ حضرت مولوی صاحب کو ملازمت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ اور آپ
 وطن بھیرہ میں واپس تشریف لے آئے۔ اور وہاں ایک نئے مکان کی تعمیر شروع کر دی۔ ابھی وہ
 بن کر تقریباً ہی تھا اور اس پر سات ہزار کے قریب روپیہ خرچ ہو چکا تھا۔ کہ حضرت مولوی صاحبؒ کسی
 رت کے لئے لاہور تشریف لائے۔ وہاں خیال پیدا ہوا کہ قادیان نزدیک ہے۔ حضرت اقدس سے بھی
 جائیں۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں۔

”میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو بھی دیکھوں اس واسطے میں قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانہ
 پر عمارت کا کام شروع تھا۔ اس لئے میں نے واپسی کا یہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آکر حضرت صاحب سے
 ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجارت لے کر رخصت ہوں۔ آپ نے اٹھائے گفتگو میں مجھ سے
 فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں نہ کہا۔ جی ہاں۔ اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکہ دے سے میں
 آپ کی عربی کتابوں کی تعداد چوبیس کے قریب ہے۔“

نے کہہ دیا کہ اب تم پیسے جاؤ۔ بیچ احذت بینا مناسب نہیں ہے۔ کل پرسوں احازت لیں گے۔ اگلے روز آپ نے فرمایا کہ آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گئی آپ اپنی ایک بیوی کو لے آئیں۔ میں نے حسب الارشاد بیوی کے بنانے کے لئے خد لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ اسی میں شاید جلد نہ آ سکوں۔ میں نے محراب کا کام سر کر دیا۔ جب یہ بیوی آ گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتا بول کا طراشوق ہے لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوالیں۔ یہ مقورٹے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے۔ آپ اس کو ضرور بلالیں۔ اور دوسری عہد الکرم صاحب سے دیا کہ مجھ کو اموری، نور الدین صاحب کے متعلق الہام ہوا ہے۔ اور وہ شعر عربی میں موجود ہے۔

ہے قصوں کی اوصاف وہ تھان و منتحن

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصورات ہوتے ہیں میرے والد اور خاں اب میں بھی پھر خجے وطن کا خیال نہ آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ نے جس تک میں حضرت اقدس کا سلسلہ کے کاموں میں ہاتھ بٹایا۔ اس کی نظیر و کسی شخص میں نہیں ملتی۔ میں قسراً آپ کا محبوب تھیں۔ اہدیت رسالہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو عشق تھا حکمت میں بھی یہ طوفانی تھے۔ غرض روحانی اور جسمانی دونوں لحاظ سے آپ مخلوق خدا کی خدمت کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ اقدس نے اپنی کتب میں آپ کی بہت ہی تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کے وصف میں حضرت اقدس کا یہ شعر تو دریا بہ گونہ کا مصدق ہے۔

چہ خوش بودے گر ہر یک ز امت نور دین بود
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور لیسین بود

۱۔ آئینہ کلمات اسلام۔ اس کتاب کے مضامین کے متعلق اوپر کافی ذکر تصنیفات ۱۸۹۲ء آچکا ہے۔

۲۔ برکات الدعا حضرت اقدس نے یہ رسالہ مر سید مرحوم کو مفت طب کر کے لکھا تھا۔ اس کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔

۳۔ ترجمہ ایسی اپنے وطن کی طرف ہرگز نہ کرنا اور نہ بہانہ امت ہوگی و نہیں تکلیفیں اٹھائیں گی۔ اسے حسرت نور الدین

۳۔ حق الاسلام: حضرت اقدس نے اس سال میں ڈاکٹر رینی مارٹن ٹھاکر کا اور دوسرے عیسائیوں
 اس میں دعوت دی ہے اس کتاب میں زندہ مذہب حضرت اسلام ہے اس بارشہ کی جہ اور شہ
 بھی اس میں ذکر ہے جو حضرت اقدس کی عیسائیوں سے متاثر ہوا اور جنگ مقدس نام سے مشہور
 ۴۔ سپاہی کا اظہار: حضرت اقدس کا پادریوں سے حرمہ شہ ہونا قرار پایا تھا اسے پادری صاحبان
 حضور کر کے ہتھیار پھینکے اور اس کو کشش میں لگ گئے کہ کسی حد تک یہ مباحثہ حضرت اقدس کی بجائے
 مباحثہ حضرت سے کیا جائے چنانچہ انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب ٹالوی کے تیار کردہ فتویٰ تلخیصی حب
 ماعت کی دیکھ کر مسلمانوں کو جن کی وجہ سے اس مباحثہ کی بنیاد پڑی تھی کسی ایک جس شخص کو تم
 باختم میں پناہ ملے ہو نا ہے جو یعنی حضرت اقدس کو وہ تو تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے تم کسی
 رعالم کو کیوں اس کام کے لئے کھڑا نہیں کرتے۔ مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہمارے مائید حضرت
 صاحب ہی رہیں گے حضرت اقدس نے اس رسالہ میں ان حالات پر روشنی ڈالی ہے

۵۔ جنگ مقدس: اس کتاب میں مباحثہ امرتسر کی کیفیت اور فریقین کے پرچے درج ہیں
 ۶۔ تحفہ بغداد: حضرت اقدس نے یہ کتاب ایک شخص سید عبد الرزاق قادری بغدادی کے ایک
 سارا اور ایک خط کے خوب میں مبنی عربی تصنیف فرمائی تھی۔ اس کتاب میں حضور نے اپنے عادی پر
 بت شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

۷۔ کرامات اصداوقین: حضرت اقدس نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں
 عربی فصحاء و سورہ فاتحہ کی تفسیر بیان فرمائی ہے اور مولوی محمد حسین صاحب ٹالوی اور دیگر حضرات
 کو بالمتقابل عربی میں تفسیر اور قصائد کہنے کی دعوت دی ہے۔

۸۔ شہادۃ القرآن: حضرت اقدس نے اس کتاب میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اپنے
 کے مسیح موعود کے دلائل بیان فرمائے ہیں

۱۸۹۳ء کا جلسہ سالانہ آپ نے دو وجوہ کی بناء پر ملتوی فرمادیا

۹۳ء کا التوا
 اول یہ کہ گذشتہ سال کے جلسہ کے موقع پر جد کی فوت کی وجہ سے بعض

سائے باہم محبت و ممانعت اور نزاع یہ سبب گاری کا اعلیٰ نمونہ پیش نہیں کر تھا جس کا حضرت اقدس

کچھ اعلان مشمول شہادۃ القرآن

[illegible]

صحت کا یہ پیشہ تھا کہ آپ میں ایسا طلب تھا کہ ہر کام کا مقصد ہو جائز اور ناحق کی کفر و
 ہمت کا ٹکڑا سر پہ ٹھانوں۔ جو کچھ عزت میں نہ مدد دے، غلط ہونے کی جہت سے سادہ ہند میں
 یہ کی ہے۔ کہ کوئی یہ قربان کر کے، مانے مقدر، خلافت ہونے کے مراد و مقود میں سادہ یا شیعہ
 کی پابندی اختیار کر کے عزت مرزا صاحب کے پاس ان کا۔ انق اور ان کے مخالفوں کے پاس معاذ
 اللہ مرزا صاحب کا مخالف بن کر وہ وہ کی صد سنوں عجیب کشمکش میں کئی دن۔ سے نادانان رہنے
 میں گند سے مدد رو کر جناب باری تعالیٰ میں دعائیں کرتا کہ خداوند اگر تیری دستبرد میں مرزا صاحب
 کی مابعدی و فراہم داری میں ہے تو تجھ کو بذریعہ خوب کے مہربان کرنے یا کیا سے حل ہا بھلا
 سے لیکن وعدے سے سنا، میں مانتا کی ہی سنی سنی کہ میں خود خدا و عقل کو معاف کر کے نہ تو
 نقصان دہ نہ ہو کہ مرزا صاحب نے سولہ سال سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے
 سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے
 تبصرا کہ مرزا صاحب کی اور تھی مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے
 نکلا چلو۔ درشتہ کہت کہ اوپر بت تو نے حدیث میں پڑھی کہ تیس سال سے مرزا صاحب کو نہ بھاؤ وہ جاہلیہ
 کی موت مرا۔ پھر جس حالت میں خدا واد عقل تجھ سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے
 ہیں تو ان سے روبرو ہو کر اس حالت میں مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے مرزا صاحب سے
 اپنے ابدی اس کے فتح کو عانت کر دے گا۔ کوئی اندیشہ جس روحانی مضامین میں تو مہربان ہے اس کی
 دو ایک شے نے تجھ کو پہنچایا جناب ہو وی حکیم نور الدین صاحب الیہا ہے یہاں فاضل اپنا ذاتی تجربہ
 پیش کر کے اس دور کا فائدہ مدد ہوتا بتاتا ہے۔ پھر کسی کم بختی تجھ کو آئی ہے۔ سنی صحت روحانی کا
 دشمن بن کر اندر دانی عید کی اور سنا لقا نہ زندگی میں دوبار رہنا چاہتا ہے۔ سے حضرات! میں نے فرشتہ
 کی بات سن لی افتخار شیخ احمد علی مسلمانہ تسبیح جمعہ کو حضرت امام اہل اہل زمانہ جناب مرزا
 غلام احمد صاحب رئیس قادیان سے معیت کریں اور ان کو اپنا امام قبول کر لیا۔ نا محمد علی داکٹر
 بیعت کرنے کے بعد تین دن تک قادیان میں رہنے کا سوتہ ملا۔ اس اجیر کے تین دن میں جب
 میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، تو مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ اب میں نماز پڑھتا ہوں یعنی مجھے
 عجیب ملاوت اور عجیب مزہ نماز میں ملتا تھا۔ ۳۱ جنوری کو میں اپنے امام سے رخصت ہو کر لاہور

سوٹ کسوٹ کا آسمانی نوکر حضرت امام ہدی علیہ السلام کی آمد کے نشانات میں سے ہیں اور نشانات کے ایک یہ نشان بھی تھا کہ رمضان شریف کے پہلے سال - اپریل ۱۹۹۲ء میں جیاند گرین اور سائی گریں ہوگا اور وہ حدیث یہ ہے۔

اِنَّ الْاَعْلٰیٰ بِاَمْرِ رَبِّهِمْ لَشٰدِدٌ مُّندَسِدٌ لِّدَعْوٰی قَوْمٍ یُّدْعُوْنَ لِقَمَرٍ ذَا قُرْ

یعنی ہمارے ہدی کے لئے دو نشانات ہیں اور پ سے کہ زمین و آسمان سے ہیں۔ بعض مقامات پر کسی مری کے لئے خبر نہیں ہوئے۔ اور وہ نشانات یہ ہیں کہ جیاند گرین ٹرنے کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ مئی ۱۹۹۲ء اور سورج پر گرین ٹرنے کے دنوں میں سے پہلی تاریخ مئی ۱۹۹۲ء کو گرین لگے گا۔

و یشان سلسلہ ۱۲۱۱ء مطابق ۱۹۹۰ء میں زمین کے مشرقی رہ برہمنی پاپ و ایشیا اور افریقہ میں ہوا۔ اور سلسلہ ۱۲۵۵ء میں زمین کے مغربی کرہ یعنی افریقہ میں۔ فاضلہ علی ذمک۔
اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں گرین دکھا کر اس بات کی دعوت دی کہ امام مہدی کی طرف سے ہے دوسرے یہ تھا کہ دیا کہ اس کی دعوت بھی اس سے نبی مقبوع و مطاع یعنی منجھت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سارے جہان کے لئے تھی۔ تمہارے پہلے مشہور کرہ میں گرین پڑنے سے غارت گری بھی شہر تھا کہ اس کی بعثت مشہور کرہ میں ہوگی وہ پھر اس کی طرف سے دعوت سلام مغربی کرہ کو دی جاوے گی اللہ اعلم و سلمہ اتم۔

خواجہ کمال الدین صاحب کی بیعت ۱۹۹۲ء
خواجہ کمال الدین صاحب فوراً فوراً کریمین کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ ماحول کے اثر سے عیسائیت کی طرف راغب ہو چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی شگاہی میں طرح ہوئی کہ انہیں سے آپ کو براہین احمدیہ مل گئی اس پھر کیا تھا جوں جوں براہین پڑھتے جاتے تھے عیسائیت کا رنگ تڑپا جاتا اور اسلام کا رنگ چڑھتا جاتا تھا حضرت اقدس کی خدمت میں قادیان حاضر ہونے کی بیعت کرنی۔ آپ ہی کی تحریک سے سیکھرام سے متعلق پیشگوئی پوری ہونے کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے بھی مارچ ۱۹۹۲ء میں بیعت کرنی۔

مولوی رسل بابا ام تسری پر تمام حجتیں

اور پام تسر کے علم حضرات میں رسل بابا کا نام
جدا سے۔ یہ کشمیری خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔

ان کا نام غلام رسول تھا اور رسل بابا حزن تھا۔ یہ مسجد خان محمد شاہ مرحوم میں امام مسجد تھے ان کو کشمیری
معتقدین نے مجبور کیا کہ تفسیرت مسیح کی حیات پر کوئی کتاب لکھیں چنانچہ انہوں نے "حیات المسیح" کے نام سے
ایک کتاب لکھی اور کتاب کے لاجواب ہونے کے فرضی ادعا کے لئے ایک ہزار روپیہ کا انعام بھی مقرر کیا
حضرت اقدس کی خدمت میں جب یہ رسالہ پہنچا۔ تو حضور نے اس کا جواب لکھنے کا اعلان فرمایا۔ اور فرمایا کہ
رسل بابا کو چاہیے کہ انعامی رقم اترائے کے معزز و ممتاز رسالہ خان بہادر شیخ غلام حسن اور خان بہادر خواجہ
یوسف شاہ اور حاجی زید محمود صاحب کے پاس آخر جون ۱۹۴۲ء تک جمع کرا دیں اور ان کو اختیار دیا جائے
کہ وہ اپنی ایک دستخطی تحریر میرے پاس اس مضمون کی بجھا دیں کہ ہم نے ایک ہزار روپیہ وصول کر لیا ہے اور
جمع اقرار کرنے میں کہ مرزا غلام احمد کا غلبہ ثابت ہونے کے وقت یہ ایک ہزار روپیہ مرزا صاحب کو بلا توقف
دے دیں گے اور رسل بابا کا اس میں کچھ تعلق نہ ہوگا۔

نصرونے فرمایا کہ میں اس فیصلہ کے لئے ثابت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دسی مقرر کرتا ہوں۔
مگر اس شرط کے ساتھ کہ ایک جلسہ عام کر کے مولوی صاحب موصوف اس مضمون کی قسم کھ دیں کہ
"میرے سامنے ایسا خدا میں نے اول سے آخر تک دو سو چاروں کو دیکھا۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا
ہوں کہ حقیقت مولوی رسل بابا کا رسالہ یقینی اور قطعی طور پر حضرت عیسیٰ کی زندگی ثابت کرتا ہے۔
اور جو مخالف کا رسالہ نکلا ہے اس کے جواب سے اس کی بیخ کنی نہیں ہوتی اور اگر میں نے جھوٹ کہا
ہے۔ میرے دل میں اس کے خلاف کوئی بات ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ ایک سال کے اندر مجھے
جذام ہو جائے یا اندھ ہو جاؤں یا کسی اور ٹرے عذاب میں مر جاؤں۔ فقط۔ تب تمام حاضرین میں
ترتیب بند آواز سے کہیں "میں آمین آمین۔ در پھر جلسہ برخاست ہو۔ پھر ایک سال وہ قسم کھانے
والا محفوظ رہا۔ تو کمیٹی ممبر رشید رسل بابا کا ہزار روپیہ اس کو عزت کے ساتھ واپس کر دے گی۔ تب
بر بھی اقرار شائع کریں گے کہ حقیقت میں رسل بابا نے حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی ثابت کر
دی ہے۔ مگر ایک برس تک روپیہ کمیٹی مقرر شدہ کے پاس جمع رہے گا۔ اور اگر سال یا صاحب نے
اس رسالہ کے نافع ہونے سے دو ہفتہ تک ہزار روپیہ نہ جمع کرایا تو ان کا صریح کذب اور دروغ

ثابت ہو جائے گا۔ تب ہر ایک کو چاہیئے کہ اب سے دروغ گوگوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔
اور ان سے پرہیز کریں۔ اے

جب حضرت اقدس کار سالہ جو "اتمام الحجۃ" کے نام سے لکھا گیا تھا چھپ گیا تو حضرت اقدس نے یہ
الہ مولوی رسل بابا مولوی محمد حسین صاحب بٹاوی اور رؤسائے مذکورہ اس قسم کو ہمیشہ جھڑکی بھجوا دیا مگر
مولوی رسل بابا کو محنت نہ ہوئی کہ ان شرائط کو منظور کر کے مبدان میں نکلیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی جماعت
سے حضرت میاں جیون بٹ، میاں محمد سلطان صاحب، میاں غلام رسول صاحب اور بعض دوسرے
حسین نے حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔

اس واقعہ کے چند سال بعد جب حضرت اقدس نے لندن سے
مولوی رسل بابا طاعون کا
اطلاع پا کر اس امر کا اعلان فرمایا کہ ملک میں طاعون پھیل رہا ہے اس
کار ہو گئے۔ ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء تو مولوی رسل بابا نے بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ اس شدید طاعون سے
مظاہرہ ہمارے صداقت کی دلیل ہے جب رسل بابا کی اس دلیل صداقت کا شہرہ میں تہرہ ہو گیا۔ نو وہ
۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو طاعون کا شکار ہو گئے اور اپنی موت کو سلسلہ کی سچائی کا نشان قرار دے گئے۔

۱۸۹۷ء حجامۃ البشری۔ یہ کتاب حضور نے ایک شخص عرب محمد بن احمد مکی
سائیف سن ۱۸۹۷ء کی تحریک پر اپنی حجاز کے لئے تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں حضور نے

نئے عقائد اور دعاوی کی وضاحت فرمائی ہے۔

۲۔ نور الحق حصہ اول و دوم۔ یہ بھی حضور کی عربی تصنیف ہے اس کا پہلا حصہ فروغی سنہ ۱۳۰۰ھ میں
دوسرا حصہ مئی سنہ ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوا۔ مباحثہ مرتبہ من عبد استقامتہ کو جب تک پہنچی پہلی کتاب کی علامت
اس کا بدلہ لینے کے لئے ایک کتاب "توزین الافواں" لکھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
تکذیب کو اس کی اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر بھی فتوحات سے نیز انگریزوں کو تباہ کرنے کے لئے
یہ شخص آپ لوگوں کو درجہاں کہتا ہے۔ ایک دن وقت یاد کرنا دیکھ کر گادغیرہ وغیرہ جس سے آپ حضور
خدمت میں پہنچی تو اس سے جواب میں تشریح فرمائی اور اس کا جواب لکھنے

لئے پانچ چیزیں دیکھ کر تعجباً مقرر فرمایا۔

۱۔ وہ جس میں خدا کا نام لیا جائے۔ ۲۔ وہ جس میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ۳۔ وہ جس میں محمد کا نام لیا جائے۔ ۴۔ وہ جس میں رسول کا نام لیا جائے۔

۵۔ وہ جس میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ۶۔ وہ جس میں محمد کا نام لیا جائے۔ ۷۔ وہ جس میں رسول کا نام لیا جائے۔ ۸۔ وہ جس میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ۹۔ وہ جس میں محمد کا نام لیا جائے۔ ۱۰۔ وہ جس میں رسول کا نام لیا جائے۔

۳۴ اقام الجہۃ۔ یہ کتاب نہایت اقدس کی راہی و ارا کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ اوپر ہے۔
۳۵ اختلافات یہ کتاب بھی عربی و اردو زبان میں ہے جو فی سکتہ میں شائع ہوئی۔ اس میں
مختلف مسائل پر نہایت دلچسپ نمک میں بحث کی گئی و شیعہ و سنی جھگڑائے نہایت ہی عمدہ طریق
سے بیان کیں۔

۳۶ نو الہام پندرہ جلدی تھوڑی سی دجہ سے مراد فقرہ کے امر نہیں ہے اور وہ
مختلف مسائل پر لکھے گئے شور و غوغا کا باب دیکھئے۔ اسے نورانیہ کتاب شائع فرمائی۔ یہ حضور کے
مختلف شیعہ و سنی جو غور و فکر و مہارت پر مبنی ہے اس کے سبب یہ اردو زبان کے احباب تک بہت
شائع ہوئے۔ اس کتاب پر ستمبر ۱۸۹۶ء میں شائع کی گئی۔

۳۷ جلسہ سہ ماہیہ ۱۸۹۹ء اگرچہ سب سے زیادہ دلچسپی کے ساتھ سہ ماہیہ کی بناء پر ہوتی
تھی مگر اس سال اس جلسہ میں شریعت و فرائض کا باب پر ہی منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں
شام ہونے سے پہلے غور و فکر کا جلسہ بھی منعقد پایا جس کی وجہ سے اس جلسہ میں
احباب پہلے سے زیادہ تعداد میں شریک ہوئے۔

۳۸ ولادت حضرت صاحبزادہ مرزا ۱۲ مئی ۱۸۹۵ء حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب پیر
ہوئے آپ کے متعلق حضرت اقدس کو "مُعَظَّمُ اَللّٰہ" یعنی
"خدا کی طرف سے عظمیٰ پانے والا" کا الہام غالباً دو مرتبہ ہوا۔
اس الہام کی بناء پر میں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیر معمولی طور پر لمبی عمر عطا فرمائے گا۔ ایک دفعہ حضرت
اقدس نے خواب میں دیکھا کہ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب نے یگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی
پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ
"وہ بادشاہ آیا"

دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔

فرمایا: قاضی ٹکڑا کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو قیامت میں اپنے اعمال کو رد کرے۔

ایک مرتبہ جب حضرت صاحبزادہ صاحب بیمار ہوئے تو حضرت اقدس کو آپ کی نسبت حسب ذیل

۳۹ جلسہ سہ ماہیہ دہرہ جلد ۱ ص ۱۰۰ جلد ۲ ص ۱۰۰ جلد ۳ ص ۱۰۰ جلد ۴ ص ۱۰۰ جلد ۵ ص ۱۰۰ جلد ۶ ص ۱۰۰ جلد ۷ ص ۱۰۰ جلد ۸ ص ۱۰۰ جلد ۹ ص ۱۰۰ جلد ۱۰ ص ۱۰۰

الہامات موعی

- ۱۔ عَمْرُوهُ اللَّهُ مَنِي خَلَاكِ سَوَاءٌ ۚ
 ۲۔ اَمْرُهُ اَمَّةٌ عَلِيٌّ مِلَّةٌ مَوْعِدٌ ۚ
 ۳۔ اَعْتَبْتَ اَنْ خَرِيفَتِ قَدِيرٌ ۚ
 ۴۔ رَدَّ رَدَّ حَاسِبٌ ۚ
 ۵۔ اَمَّا نَحْنُ حَاسِبًا نَحْنُ اَمَّا نَحْنُ ۚ

جہہ ان الہامات کا یہ ہے کہ

- ۱۔ خدا تعالیٰ اس کو مدد سے بڑھ کر عزم دے گا۔
 ۲۔ خدا تعالیٰ اس کو اید سے بڑھ کر اجر دے گا۔
 ۳۔ خدا تعالیٰ اس کو نہیں پہنچے گا۔ یہ اس کی وہ کی نسبت سے ہے۔
 ۴۔ خدا تعالیٰ اس کو نہیں دے گا۔
 ۵۔ خدا تعالیٰ اس کو نہیں دے گا۔

مسیح کی تحقیق کے لئے

سنگریں و فزینے کی تجویز

یہاں آخر آپ نے نور اقرن بعد دوم میں اس کتاب پر یہ بحث

کے لئے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کشیدہ سب بنی اسرائیل میں جو بڑی نصرت کے لئے بنی اسرائیل اور کشمیر

کی طرف سے کرتے تھے، جنہیں مزید تحقیقات کے لئے آپ نے اپنی مکتوبات کے جوابات میں دیکھ

ی میں مگر بھیجا جس نے مکمل ذہنات کر کے آپ کی خدمت میں رپورٹ کیا، اس سے فائدہ اٹھا کر

پہلے ایک تاریخ کتاب "مسیح شد وستان میں" لکھ کر فرمائی، جس میں "مسیح موعود" الیہ السلام کی بخت

ایک ہم مقدمہ "کس صیاب تھا" موعود تحقیقات کے ذریعہ آپ نے اس کی کمال نیکو دیکھ دیکھ

کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کئے کہ خود عدسائی تحقیقات کی طرف سے اس مسئلہ میں کافی مدد

دے گا۔ یہ کیا چنانچہ

قوال انس میکلوئیڈ، برٹینکا جلد ۱۲ میں حضرت مسیح موعود کی شخصیت کا صحیح بیان کی گئی ہے

ان کے صفات میں ہے کہ حضرت مسیح موعود کی عمر تقریباً سو سال سے زیادہ ہو گئی ہے۔ ان کا شمار

سایہ پناہ کے اس مقدس ذات "لے سور" میں ہے۔ اور انس میکلوئیڈ کا بیان ہے کہ دوسری بار

اس کی عیسائیوں نے یہ تصاویر تیار کی تھیں

دوسرے ہمارے سامنے ہونا چاہیں گے نسخے ہیں۔ ان میں واضح طور پر یہ ذکر ہے کہ صرف مسیح موعود

تو دن اوی نے جس عسکری مدد کی صورت میں اس کو مدد سے ملے۔ اس کے ساتھ دوسری صدی میں تو وہ

عظیم مسیح موعود کے لئے اس وقت تھے کہ ان کو دیکھا جائے اور اس سے مراد ہے کہ اس کو دیکھا جائے

کی کتاب

واقعہ صلیب کے بعد آسمان پر اٹھائے گئے تھے چنانچہ مرقس کے آخر میں، لوقا کے آخر میں اور یوحنا ۲
 میں مسیح کے آسمان پر جانے کا ذکر موجود ہے۔ لیکن زمانہ حال کے عیسائی محققین نے اناجیل کے پرانے،
 مستند نسخے آثار قدیمہ سے حاصل کر کے سامنے رکھے اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ سب بیانات لفظی ہیں چنانچہ
 ۱۶۱ء کے آنتورپز ڈورشن میں یہ سب بیانات شامل ہیں لیکن ۱۸۸۱ء کے ریواڈ ڈورشن میں حائر
 پر یہ نوٹ دے دیا گیا ہے کہ بہتہ بین اور مستند نسخوں میں یہ بیانات کہ حضرت مسیح آسمان پر گئے۔
 حواریوں نے مسیح کو آسمان پر جاتے دیکھا۔ نہیں ملتے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مسیح
 علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مشہور وصیہ کتاب ”براہین احمدیہ“ تصنیف فرما رہے تھے جس سے پتہ لگ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کے کام کے لئے فرشتوں کے ذریعہ رستہ ہموار کرنا شروع کر دیا تھا۔

پھر ۱۹۲۶ء کے ریواڈ ڈورشن سے یہ سب آیات متن سے خارج کر دی گئیں اور حاشیہ پر یہ نوٹ
 دے دیا گیا کہ کچھ نسخوں میں یہ آیات بھی شامل ہیں۔ اور اب تو اردو انجیل کے حاشیہ میں بھی یہ نوٹ
 کر دیا گیا ہے کہ مرقس کی آخری بارہ آیات جن میں حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کا ذکر ہے قدیم نسخوں
 میں شامل نہیں بلکہ ان آیات کی بجائے مشرق و مغرب میں مسیح کے پیغام کے پہنچنے کا ذکر ہے۔
 سی۔ آر۔ گرگری نے اس عبارت کا جو ترجمہ دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح واقعہ
 صلیب کے بعد مشرق سے ظاہر ہوئے اور مغرب تک ان کے دین کی منادی حواریوں کی معرفت ہو
 گویا آسمان پر جانے کے بیانات کی جگہ قدیم نسخوں میں یہ عبارت تھی کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح
 کا ظہور مشرق سے ہوا۔ کیا اس ترمیم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اناجیل اربعہ کے لکھنے والوں کے نزدیک
 حضرت مسیح ناصرِ آسمان پر نہیں گئے تھے بلکہ مشرقی ممالک میں ہجرت کر آئے تھے اور وہاں سے مندرجہ
 ایک حواریوں کی معرفت انہوں نے اپنے دین کی منادی کی تھی۔ اگر آسمان پر جانے کا واقعہ صحیح ہوتا تو یہ
 کس طرح ممکن تھا کہ مستند اناجیل اربعہ میں اس کا ذکر نہ کیا جاتا۔

سوم حال ہی میں حضرت مسیح کا کفن برآمد ہوا ہے جس میں آپ کا جسم مبارک واقعہ صلیب
 کے بعد پیٹا گیا تھا۔ اس کفن کے متعلق جرمن سائنسدانوں نے جو تازہ تحقیقات کی ہے، سے سکندے ثوبا
 کے ایک اخبار نے ”کیا مسیح صلیب پر فوت ہوئے“ کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اخبار مذکور کے ایڈیٹر

ڈاکٹر ہولمز۔ سی۔ آر۔ گرگری کی کتاب ”دی کیمین اینڈ دی نیکیٹ آف دی یوٹیسٹنٹ“ سے اس اخبار کا نام ہے۔
 Holm Zidingen اس میں براہِ عملہ ۱۹۵۹ء کو یہ مضمون شائع ہوا ہے۔

ملحد کھٹے کھٹے مرقس کا آخری دن ”نورجنگل شیخ عبداللہ در صاحب لاہوری“

تصاویر حضرت مسیح صری علیہ السلام



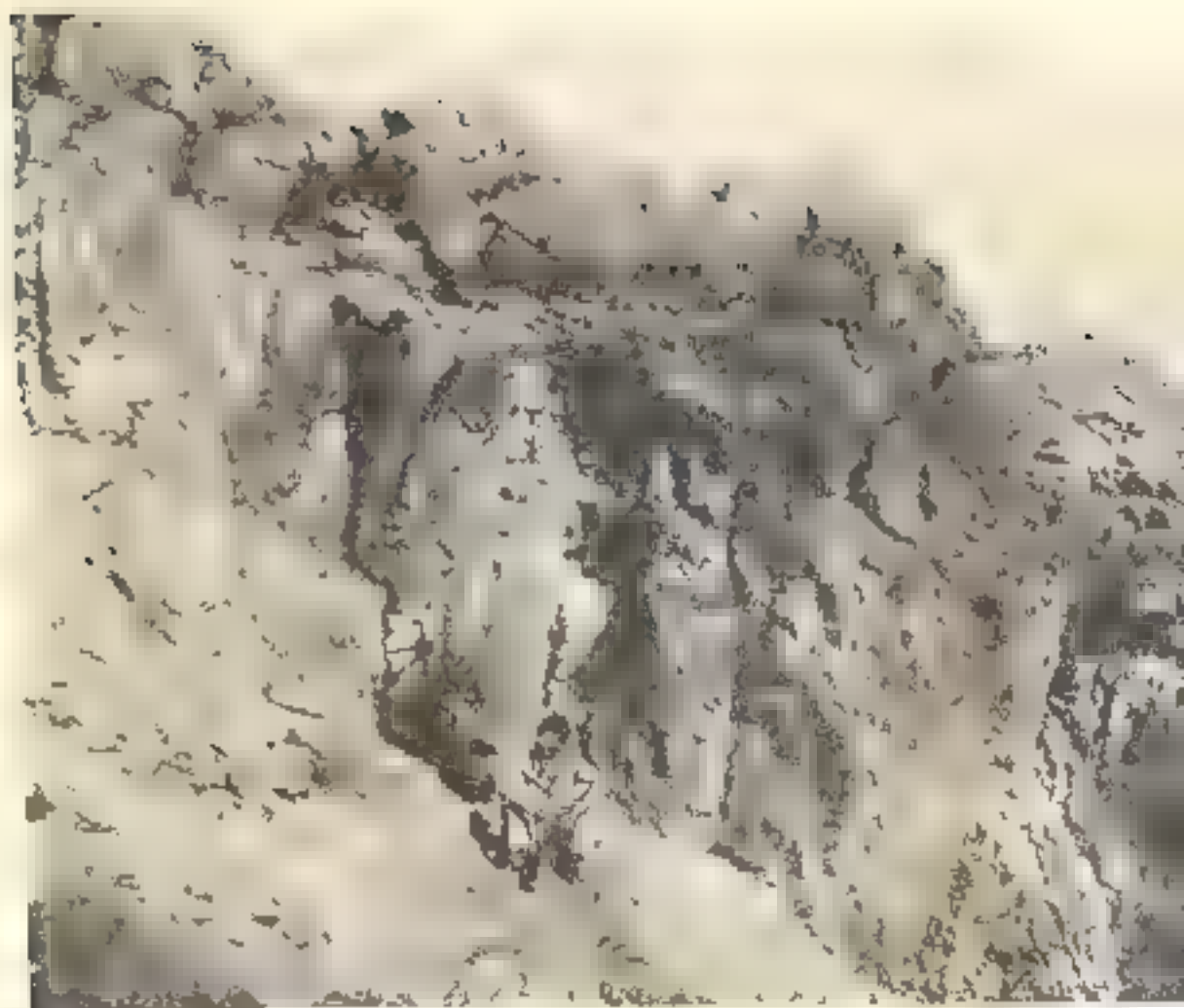
اس تصویر سے آتی عمر ۱۸-۲۰ سال سے کافی زیادہ معلوم ہوتی ہے

اس تصویر سے آپ کی عمر اندازاً ۶۵-۶۰ سال کی معلوم ہوتی ہے

یہ وہ تصویر ہے۔ جو انکے مقدس اہستہ کی شکل میں اس بارہ سال سے عیسائی دنیا کے اس مجموعہ میں آئی ہیں۔ یہ تصاویر ۱۹۳۷ء میں انٹرویو میں برٹین میں سامنے آئیں۔
کے لیچے یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ

یہ تصویر روم کے مقدس بطرس کے گرجا۔ قدیم یادگاروں میں رکھی ہوئی ہے۔ جو کہ ایک کپڑے پر بٹائی ہوئی ہے۔ اس تصویر کی تاریخ بعد طور دوسری صدی عیسوی تک پہنچے جاتی ہے۔

ان تصاویر کے نقوش اور حدود حال کو دیکھ کر ناظرین اس بارہ سال کے عیسائی حضرات کو عیدہ کہ حضرت مسیح صری ہندس سال کی عمر میں آسمان پر چلے گئے تھے۔ کہاں تک درست ہے۔



وادی امراں کی رہائش گاہ
- وادی میں سے نکلتے ہوئے
- پتھر



دو امراں کی رہائش گاہ

یہ - وسطی کے مشرق میں وادی قمران کی غاروں سے
امد ہوا ہے وادی صحیحہ جو کہ اخیر میں
Dead sea scrolls کے نام سے موسوم ہیں - ۱۹۴۷ء
میں مصر عام طور پر آ رہے ہیں ان صحائف میں حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی تحریرات اور انسانی
مذہبوں کا ذکر ہے۔

یہ - وادی امراں کے صحائف - یہ غاروں میں
میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے عقائد یا کل وہی تھے - جو قرآن کریم نے انکی
فہم و سمجھ میں لایا ہے۔

یہ - وادی امراں کے صحائف - یہ غاروں میں
یہ - وادی امراں کے صحائف - یہ غاروں میں

”جرمن سائنسدانوں کا ایک گروہ آٹھ سال سے مسیح کے کفن کے متعلق تحقیق کر رہا تھا۔ جس کا نتیجہ سال ہی میں پریس کو بتایا گیا ہے۔ مسیح کا دو ہزار سالہ پُرانا کفن اٹلی کے شہر تورین (Turin) میں ملا ہے۔ اس پر مسیح کے جسم کے نشانات ثابت ہیں۔“

سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے پوپ کو مطلع کیا ہے مگر پوپ اب تک خاموش ہے کیونکہ اس تحقیق کے نتیجہ میں کیتھولک چرچ کی مذہبی تاریخ کا اہم راز منکشف ہو کر رہ گیا تھا۔ تصویر کشی کے فن کی مدد سے سائنسدانوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس چیز کو لوگ دو ہزار سال سے معجزہ خیال کرنے تھے وہ بالکل طبعی واقعہ ہے۔ اور وضاحت سے ثابت کیا ہے کہ مسیح صلیب پر موت نہیں ہوئے تھے۔“

اسی مضمون میں آگے چل کر لکھا ہے کہ

”کپڑے کے دوہرے نشانات ظاہر کرتے ہیں کہ کپڑے کا نصف حصہ مسیح کے جسم پر لیٹا گیا تھا اور باقی نصف سر پر۔ پھر مسیح کے جسم کی گری اور دوا کے عمل نے جسم کے نشانات کو کپڑے میں نقش کر دیا۔ اور مسیح کا تازہ خون کپڑے میں جذب ہو کر نشان بن گیا۔ کانٹوں کا تاج پہناتے جانے سے حضرت مسیح کی پیشانی اور گدی کے خراش مسیح کا مقوم دایاں کلاہ‘ دائیں پہویر بھالے کا نشان اور کمر پر صلیب کی رگڑ کے نشان‘ یہ سب چیزیں نوٹوں میں دیکھی جاسکتی ہیں مگر سب سے تعجب انگیز حقیقت یہ ہے کہ منفی نوٹوں نے مسیح کی بند آنکھوں کو دکھائی آنکھوں میں ظاہر کیا ہے۔“

تصور یہ بھی بتاتی ہے کہ کیل جھیلی میں نہیں بلکہ کوئی کے مضبوط جوتوں میں لگائے گئے تھے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بھالے نے مسیح کے دل کو مطلق نہیں چھوڑا۔ بائبل کہتی ہے کہ مسیح نے جان دے دی مگر سائنسدان ٹھہرتے ہیں کہ دل نے عمل کرنا بند نہیں کیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک گھنٹہ تک مسیح کے بے جان لٹکے رہنے سے خون کو خشک ہو کر ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور اس صورت میں خون ہرگز کپڑے میں نہ آتا۔ مگر کپڑے کا خون کو جذب کرنا بتاتا ہے کہ مسیح صلیب پر سے اتارے جانے کے وقت زندہ تھے۔“

لہاؤں کے دستخطوں سے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا مگر افسوس کہ اس
ت گورنمنٹ نے اس طرف توجہ نہ کی۔ البتہ اس کے بہت سالوں کے بعد یہ قانون پاس کیا گیا کہ کسی
ب کے بانی کو گالی دینا یا اس کی ہتک کر قانون کی روت جرم ہے۔

فرڈیرہ بابا ناناک۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء قیام پانچویں کی بات سے کہ حضرت اقدس علیہ السلام
نے باوانانک رحمۃ اللہ علیہ کو دو مرتبہ خوب میں دیکھا

۱۔ سے باتیں بھی کیں اور انہوں نے اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوں اور اسی چشمہ سے پانی پیتا ہوں جس
آپ پیتے ہیں حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی ذات میں تو یقین تھا کہ باوانانک مسلمان تھے۔
ن چونکہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے وہی ثبوت نہیں تھا اس لئے میں خاموش رہا مگر ایک
عصرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے ثبوت پیدا کر دیئے جن سے یہ امر حق یقیناً ثابت ہو گیا کہ آپ
لمان تھے۔ دین میں صرف دو تہوں کا ذکر لیا جاتا ہے۔

اڈال۔ یہ بات بہت شہور تھی کہ حضرت باوانانک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک چولہا ہوا جو نہیں
ان سے ملا تھا وہ چولہ ڈیرہ باوانانک ضلع گورداسپور میں کابلی مل کی اولاد کے قبضہ میں تھا۔ اور اس
نیابت کرنے کے لئے بڑی بڑی دُور سے سکھ نہ دار آیا کرتے تھے۔ اور سکھوں کو جب کبھی کوئی مشکل
آتی تھی اس چولہ کو سر پر رکھ کر دعائیں کرتے وہ مشکل حل ہو جاتی چولہ صاحب کی اس تعریف
ن کہ حضرت اقدس کے دل میں خباں پیدا ہوا کہ اس چولہ کو ضرور دیکھنا چاہیے چنانچہ آپ استخارہ
نونہ کے بعد ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو پیر کے دن صبح اپنے چند اصحاب کے ساتھ جن کے نام درج ذیل
۱۔ ڈیرہ باوانانک کی طرف روانہ ہوئے

۱۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب
۳۔ حضرت مولوی عبد کاریم صاحب سیالکوٹی۔ ۴۔ جناب منشی غلام قادر صاحب فہرست
۵۔ حضرت شیخ عبد السلام صاحب دہانہ جی۔ ۶۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی
۷۔ جناب نازوب بیگ صاحب۔ ۸۔ حضرت سید ناصر نواب صاحب۔ ۹۔ حضرت سید
۱۰۔ حضرت شیخ حامد علی صاحب

۱۱۔ سب سے قبل دو پیر آپ اور باوانانک پہنچے۔ ان کے ایک شخص دوم نے ان کی کوشش سے

چولہ دیکھنے کا موقع ملا اس چولہ پر سینکڑوں رومال پٹے ہوئے تھے جو بھی بڑا آدمی آتا۔ اس پر کوئی قیمتی رومال بطور چڑھاوا چڑھا جاتا۔ مگر کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے حضرت اقدس اور حضور کے ساتھیوں نے کافی رقم چولہ دکھانے والے شخص کو دے کر چولہ دیکھا۔ حضرت اقدس نے مختلف احباب کے ذمہ ڈیوٹی لگا دی تھی کہ فلاں شخص دائیں بازو پر لکھی ہوئی عبارت نقل کریں فلاں بائیں بازو کی اور فلاں سینہ پر کی وغیرہ وغیرہ چنانچہ ہر دوست نے اپنی اپنی ڈیوٹی داکی معلوم ہوا کہ اس چولہ پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ - إِنَّ سَيِّدِينَ سَيِّدَ اللَّهِ أَرْسَلَهُمْ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ سورہ فاتحہ آیت الکرسی اور سورہ اخلاص وغیرہ لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضور نے واپس قادیان تشریف لاکر اس سفر کے حالات پر مشتمل ایک کتاب دست بچن نام لکھی جس میں علاوہ چولہ صاحب کا نوٹ درج کرنے کے جنم ساکھیوں سے بھی متعدد حوالے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے کہ باراناٹک صاحب مسلمان تھے۔

دوم۔ پوتھی صاحب یہ حضرت باراناٹک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کا دوسرا اہم ثبوت ہے جو گوکشی سال بعد جا کر اپریل سنہ ۱۹۰۹ء میں ہمایا ہوایکین کیجا طور پر ذکر کرنے کی وجہ سے یہاں سی درج کیا جاتا ہے۔ اور وہ ثبوت باراناٹک صاحب کی "پوتھی صاحب" ہے۔ یہ بھی حضرت باراناٹک صاحب کا بزرگ ہے جسے سکھوں نے گورو ہر سہائے ضلع فیروز پور میں نہایت ہی احتیاط کے ساتھ رکھا ہوا ہے یہ "پوتھی صاحب" سکھوں کے چوتھے گورو رامداس صاحب کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔ اس پوتھی کے متعلق سکھوں کا بیان ہے کہ حضرت باراناٹک صاحب اسے ہر وقت گلے میں لٹکائے پھرتے تھے۔ اور اکثر اوقات اسی کو بڑھتے رہتے تھے۔ اس پوتھی صاحب کے دشمن کرنے کے لئے بڑی بڑی دور سے لوگ آتے ہیں اور ہزار ہا روپیہ چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ یہ پوتھی بھی "چوہا صاحب" کی طرح بیسیوں رومالوں میں پیٹی ہوئی ہے۔ اگر کھول کر شائد نادر کے طور پر سی کسی کو دکھائی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اسے دیکھنا چاہے اسے ایک سو ایک روپیہ نذرانہ دینا پڑتا ہے اور جو بھی گدی نشین ہو وہ ایک سو ایک روپیہ لے کر اسے آکھاتا ہے۔ حضرت قدس کو تب اس پوتھی کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کی زیارت کے لئے اسے یہاں تک وفد بھیجا جس نے جا کر اس پوتھی کی زیارت کی جب اس پوتھی کو کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بسم اللہ سے لے کر والتاس تک پوری ماشا اللہ پھولی تھی کا قرآن تہننا

پہولہ حضرت باوانانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ



ہے۔ یہ کہ یہ دوسرا، ہم ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرت باوانا تک صاحب مسلمان تھے۔

۱۸۹۵ء میں حضرت اقدس نے مندرجہ ذیل تصانیف فرمائیں۔

تصانیف ۱۸۹۵ء

۱۔ یمن الرحمن۔ اُمّ الالسنہ کی تحقیق کے لئے یہ ایک لایجاب کتاب ہے۔

اس میں آپ نے دو نئی قطعہ کی رو سے یہ ثابت کیا ہے کہ عربی اُمّ الالسنہ ہے۔ یہ کتاب مکمل نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کی زندگی میں شائع نہ ہو سکی۔ بلکہ بعد کو جس حالت میں کہ آپ کے سامنے تھی۔ اسی حالت میں شائع کر دی گئی۔

۲۔ نورِ اقرآن حصہ اول و دوم۔ ۱۵ جون و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ حضرت اقدس کا ارادہ تھا کہ قرآن کریم کے روحانی محاملات کے ظہار کے لئے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ایک رسالہ ہفتہ "نورِ اقرآن" جاری فرمایا۔ مگر اس وقت شائع کی وجہ سے اس کے صرف دو ہی نمبر نکل سکے۔

۳۔ مست یحییٰ۔ اس کتاب میں حضرت اقدس نے اپنے سفرِ ڈیرہ بابا نانک کے حالات شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ بزرگوں و رفقہ صاحب درجہ مہکیدیوں سے حضرت باوانا تک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر روشنی ڈالی ہے۔

۴۔ آریہ دھرم۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء۔ یہ کتاب ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء کو شائع ہوئی اس میں حضرت اقدس نے کثرتِ اردو ج طلاق اور آریوں کے مسئلہ نیوگ کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

۵۔ یکم جنوری ۱۸۹۶ء۔ ایکم جنوری ۱۸۹۶ء کو حضرت اقدس نے کثیر التعداد مسلمانوں کے دستخطوں سے وائسرائے ہند کی خدمت میں ایک ممبر

تحریک تعطیل جمعہ یکم جنوری ۱۸۹۶ء

بھیجی جس میں گورنمنٹ سے درخواست کی گئی تھی کہ نماز جمعہ کا ادا کرنا مسلمانوں کا ایک مذہبی فریضہ ہے۔ ہندو مسلمانوں کو جمعہ کے روز تعطیل دی جایا کرے۔ مگر افسوس مولویوں کے ایک طبقہ اور ان کے زیرِ تسلط مسلمانوں نے صرف اس بنا پر اس کی مخالفت کی کہ یہ میموریل حضرت مرزا صاحب کے قلم سے لکھا گیا ہے۔ فائنڈاٹا الیڈراجون حضرت اقدس کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضور نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو لکھا کہ اگر آپ اس معاملہ میں کوشش کرنا چاہیں۔ تو میں جو کچھ اب تک اس معاملہ میں کر چکا ہوں۔ وہ سب کچھ آپ کے حوالہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر مولوی صاحب نے نہ یہ کام خود کیا نہ آپ کو کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولوی صاحبان کی مخالفت کی وجہ سے اس وقت تو اس معاملہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن

حضرت اقدس کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح لاڈل کے عہد میں یہ تحریک پھر زندہ ہوئی مگر اب کی دفعہ
 وہ مسلمانوں نے متفقہ طور پر اسے پیش کیا تھا۔ اس لئے گورنمنٹ نے اسے منظور کر لیا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں
 نے اس رخصت سے کماحقہ فائدہ نہ اٹھایا۔ بہت کم مسلمان میں جو قاعدگی کے ساتھ نماز جمعہ میں شامل ہوتے ہیں
 ایسی ہی عبادتِ اتم کے متعلق پیشگوئی اور ان کا انجام اوپر کے
 سفیّت میں درج کیا جا چکا ہے۔ ان کی وفات کے بعد جب
 یاد یوں نے بہت شور و غوغا کیا تو حضرت اقدس نے انہیں کہا

کی دعوت۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۹۶ء

”اؤ روز روز کے جھگڑے ختم کرنے کے لئے تمہیں ایک احسن طاقی فیصلہ بتانا ہوں اور وہ یہ ہے کہ
 ”اس بحث کا جو حصہ سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کر لیا جائے“

چنانچہ آپ نے فرمایا

”اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو میں اپنی کل املاک مسلولہ وغیرہ مسلولہ جو دس ہزار روپیہ سے کم ہیں
 ہوگی۔ عیسائیوں کو دے دوں گا اور بطور پیشگی تین ہزار روپے تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس
 قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہوگی علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے
 متعلق سنہار سے شائع کردوں گا کہ عیسائی فتحیاب ہوئے۔ اور میں مغلوب ہوا۔ اور یہ بھی قرر کرنا ہوں
 کہ اس استہار میں کوئی بھی شرط نہ ہوگی۔ لفظاً نہ معنیاً۔“

اور ربانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہوگا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب ہو یا درج صاحبان
 مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں جو میدانِ مقابلہ کے لئے ہر معنیٰ فریقین سے مقرر کیا جائے۔ نیز ہمیں
 پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی جانوں کے میدانِ مذکور میں حاضر ہوجائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کے
 ساتھ یہ فیصلہ جائے کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب و درمورد غضب
 ہے۔ خدا تعالیٰ اس کا نام کاذب پر وہ قبرستانِ ابدی سے اسی غربت کی رُو سے ہمیشہ کاذب اور
 مکذب رہے۔ یہ کہنا ہے ہمسار اس نے دعویٰ پر کیا۔ مردِ برکت کی قوم پر کیا۔ ورنہ وہ پر
 کیا۔ جس کا یہ صاحبان یہ بات دہرائیں کہ اس بات میں کسی نہ کسی میں پر یہ بحث ہے نہ
 بددعا۔ بلکہ اس جھوٹے کو سزا دے گا۔ جس سے جو نے جھوٹ کو چھوڑا۔ ہمیں یہ بات۔ آپ جہاں
 کے زندہ ہونے سے ایک کا رہنا بہتر ہے۔“

کے تمام پلاریوں کے جھوٹے ہونے پر ٹھہر لگ جائے گی۔ اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹ کی بیج کنی کرے گا۔ یاد رکھو کہ ضرور کرے گا کیونکہ وقت آگیا۔

نکاح ہے کہ اسلام اور عیسائیت کی سچائی کو پرکھنے کے لئے یہ طریق فیصلہ بہت ہی منصفانہ فیصلہ تھا۔ درحقیقت صاحبان میں سے کسی نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔

اولیٰ جلسہ مذاہب عالم دسمبر ۱۸۹۶ء
حضرت اقدس کا ایک کام، اسلام کو جملہ مذاہب عالم پر غالب کرنا تھا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی

محکم پہنچائے لیکن جس موقعہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں غالب سب سے زیادہ اہم موقعہ یہی تھا۔ آپ کی مدت جو ابش تھی کہ ایک ایسا جلسہ مقرر کیا جائے جس میں جملہ مذاہب عالم کے مذہبی لیڈروں کو اپنی اپنی الہامی کلمات ثابت کرنے کی دعوت دی جائے چنانچہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک زریں موقعہ فراہم کر دیا۔ ۱۸۹۶ء میں لاہور کے بعض ہندو معزین نے ایک مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز کی۔ جس میں ان کے لئے حسب ذیل پانچ سوالوں کے جوابات تجویز کئے گئے۔

۱۔ انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

۲۔ انسان کی دنیوی زندگی کے بعد کی حالت۔

۳۔ دنیا میں انسان کی مستی کی غرض کیا ہے، درود غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟

۴۔ گرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟

۵۔ علم یعنی گیارہ معرفت کے ذرائع کیا ہیں؟

یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ کارنامہ مقرر کر دیا تھی جب ان جلسہ کے محضر سوامی شوگن چندر آپ کی خدمت میں پہنچے تو سب نے ان کے ہاتھ تیار کرنے

۵۔ ظہار فرمایا بلکہ اس کا پہلا شہسوار قادیان میں چھاپا۔ نتائج کیا ہیں؟ بد وقت کیا کہ

رحم ان کی مدد کرے۔ آریوں عسائیوں مسلمانوں کے درمیان ہندوؤں کے ہاتھوں ہندوؤں کی

۵۔ فری قساروں نے نہایت بد چار ملت کے لیڈروں کو مندرجہ ذیل کے جواب

دعوت دی گئی۔ مسلمانوں میں سے سب کے علاوہ مولوی محمد حسین صاحب نے

سنتیہ ۱۲ دسمبر ۱۸۹۶ء مسطورہ احکام تحریر ہو ۲۲ ۱۲۰۰

امرتسری اور مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی مدعو تھے۔

جلسہ کے لئے ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر کی تاریخیں مقرر کی گئی تھیں اور جلسہ کے انعقاد کے لئے اسلامیہ کالج کال تجویز کیا گیا۔ حضرت اقدس ابھی مضمون لکھ ہی رہے تھے کہ آپ کو الہام بتایا گیا کہ آپ کا مضمون سب سے بالا رہیگا۔ چنانچہ آپ نے اس وحی الہی کی اشاعت کے لئے مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۷ء کو یعنی جلسہ سے پانچ چھ روز قبل ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جو یہ ہے۔

”جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۶۷ء کو ہوگا۔ اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور سحرات کے بارہ میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام و رب العالمین کی کتاب ہے، اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچ سو لوں کے جواب سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور ان دگرزاف کے دروغ سے منزہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ نارہ قرآن شریف کے حسن و حسنات ہر کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدا نے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب رہے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو ہر کسی فریضہ بشر کے حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شریذہ سو جائیں گی اور وہ سب سچے ہوں گی۔ انی کنا بول کے یہ کمال دکھا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ اور خواہ سنی۔ یہ سب والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس

سے سن زمانہ میں موجودہ مذاہب کے اس حاکم اسلام لاہور کی حمایت و اقدار اور ان شیعہ اور اہل دروغ میں

مستند ہوا تھا (مآلف)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلسہ کے انعقاد کے لئے انوں نے اس کو ترک نہ کیا۔ مگر

میں نماز چلیسہ اسلامیہ کالج ۲۷-۲۸ دسمبر میں منعقد ہوئی۔ (مؤلف)

ہاں کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے
 ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھوٹے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو ارد گرد پھیل
 گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی پڑی تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند
 آواز سے بولا: اللہ اکبر حودیت خبیر۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے مراد ادا ہے
 جو ہائے نزول و حلول ادا ہے اور وہ نور قرآنی معارف میں اور خبیر سے مراد تمام خراب مذاہب
 میں جن میں شرک اور باطل کی ملوثی ہے و انسان کو خدا کی جگہ دی گئی۔ یا خدا کے صفات
 کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے حیرت آگیا ہے کہ اس مضمون کے خوب بھیلنے کے حد
 جھوٹے مذہبوں کا جموٹ کھل جائے گا و رفتنی سچائی دن بدن زمین پر بے ہستی جائے گی جب
 تک کہ اپنے دُور پر کرے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ
 الہام ہوا: اِنَّ اللّٰهَ مَخْلَقٌ اِنَّ اللّٰهَ بِخُودِهِ اَبْنَمَا شَمْسٌ یعنی خدا میرے ساتھ ہے و خدا
 وہیں کھڑا ہے جہاں تو کھڑا ہوتا ہے۔ یہ بات ہی کہ تھے ایک استغاثہ سے۔ اب میں زیادہ دیکھ
 نہیں پاتا۔ ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج کر کے بھی ان معارف کو سمجھنے کے لئے خود
 تمام امور پر غور کرنا۔ یہاں کی عقل و ایمان کو اس سے ۵۰ قلم سے حاصل ہوں گے۔
 کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔

یہ اشتہار جو ایک زبردست پیشگوئی پر مشتمل تھا ملک کے طول و عرض میں پہنچ دیا گیا اور اس کے در
 بار پر چلنے والے پائیاں کیا گیا اور لوگوں میں تقسیم بھی کیا گیا۔ پھر جب جلسہ کی تاریخ آئی تو تمام مذاہب کے
 ائمہ سے حاضر رہتے۔ حضرت اقدس کی تقریر کے لئے وقت ڈیڑھ بجے سے ساڑھے تین بجے تک تھا حضرت
 مولوی عبد کریم صاحب سیالکوٹی نے جب مضمون پر صفا شروع کیا تو لوگوں پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی
 رطوبت سے تھکین و آفرین کے نور سے بلند ہو رہے تھے جب دو گھنٹے جو ۱۲ گھنٹے کے لئے صرف تھے اُذر گئے
 در مضمون کا ابھی ایک حصہ بھی ختم نہ ہوا تھا تو لوگوں نے بک زبان ہو کر کہا: یہ یہ مضمون تم نے نہ ور سنا
 ہے خواہ اس کے لئے ایک دن انگ مقرر کر دیں چند موڈریٹ صاحبان بھی رہے تھے وہ انہوں نے اس
 لئے بیچ بیک اشتہار دیا تھا کہ ۱۰ گھنٹے بعد میں مولوی صاحب سیالکوٹی نے بھی اپنا وقت اس صحن کے
 میں سائے مانے کیلئے دیا تھا۔ ۱۰ گھنٹے بعد کے موڈریٹ صاحبان یعنی متطہین صدر بہار صاحب تھے۔ یہ سب دیکھ کر
 یہ مشہور ہو گیا کہ ۱۰ گھنٹے بعد کے موڈریٹ صاحبان ۲۱ گھنٹے بعد کے موڈریٹ صاحبان ۲۱ گھنٹے بعد کے موڈریٹ صاحبان

حضرت مولانا صاحبی عکرمہ نور الدین صاحب بھاری ۵۱ گھنٹے بعد کے موڈریٹ صاحبان ۲۱ گھنٹے بعد کے موڈریٹ صاحبان

مضمون کے لئے ۲۹ دہر کا دن بڑھا دیا۔ جب یہ تقریر ختم ہوئی۔ تو ایک معزز ہندو کی زبان سے جو اس جلسہ کا
تھا۔ یہ اختیار تھا کہ "یہ مضمون تمام مضمونوں سے بالارہا" اور لاہور کے مشہور انگریزی اخبار رسول ان
مٹری گزٹ نے لکھا کہ

"جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوا۔ اس
میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کا جواب دیا۔ آگے پانچوں سوالات نقل
کئے گئے ہیں۔ لیکن سب مضمونوں سے زیادہ توجہ و زیادہ دلچسپی سے مرزا غلام احمد تادیانی کا مضمون
سنا گیا۔ اسلام کے بڑے بھاری مؤید و عالم ہیں۔ اس بیکر کو سنے کے لئے ہر مذہب و ملت کے
گگ کثرت کے ساتھ جیتے۔ چونکہ مرزا صاحب خود جلسہ میں شامل نہیں ہو سکے، اس لئے مضمون
ان کے ایک قبل اوفیجیج تاگرد سوہی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ ۲۰ مارچ والا مضمون
قریباً سارے دن گھنٹے تک پڑھا گیا اور گویا ابھی پہلا سول ہی ختم ہوا تھا لوگوں نے اس مضمون کو
ایک مجدد و نبوت کے نام میں سنا اور بھر کیٹی نے اس کے لئے جلسہ کی تاریخوں میں ۲۹ دسمبر
کی زیادتی کر دی۔"

اس تقریر کے منعقد ہو پر ہندوؤں کی طرف سے مرتب ہوئی اس کے یہ الفاظ ہیں۔
"مذہب اور دین اس کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد وقفہ ایک نامی دلیل
سوانحی سرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا۔ اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ اڑھائی بجنے
میں ابھی بہت سادفت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد بھر نہ لگا۔ اور چند ہی لمحوں
میں تمام مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات ہزار کے قریب مجمع تھا۔ مختلف مذاہب و مل و مختلف
موسائیکوں کے معتقد پر اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں و میز ب اور فرش نہایت ہی دھن
کے ساتھ بچا گیا۔ لیکن صد آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا اور ان کھڑے ہوئے
شائقینوں میں بڑے بڑے رؤساء و علماء پنجاب، علماء و فضلاء۔ بیرسٹر، وکیل، پروفیسر، اسٹری
اسٹانٹ، کمشنر ڈاکٹر غفرانک علی، علی طبقہ کی مختلف برنجوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ انہیں
نہایت صبر و تحمل کے ساتھ برابر چارپانچ گھنٹے اس وقت گویا ایک ٹانگ پر کھڑا رہنا پڑا۔ اس مضمون
کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے سرف و دگھنٹے ہی مقرر تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو اس سے کچھ ایسی دلچسپی

پہا ہو گئی کہ ماڈریٹ صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجلاس دہلی سے جبکہ اس میں
مضمون ختم نہ ہوئے تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور
حاضرین جلسہ کی مستاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت کے گزرنے پر مولوی ابوسفار علی
صاحب نے اپنا ذات بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دیدیا۔ تو حاضرین اور ماڈریٹ صاحبان
نے بک قدر خوشی سے دونوں صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ یہ مضمون شروع سے ختم تک یہاں چھی
و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ۱۰

ناظرین اگر اس مضمون کی قدر و قیمت کا اندازہ لگنا چاہیں تو جلسہ مفتظہین کی طرف سے جو اس
مذہب کی رپورٹ شائع کی گئی تھی اس سے مدد فرمائیں۔ اس میں یہ مذہب کے وکیل کی مکمل تقریر درج
ہے اور حضرت اقدس کی تقریر تو دنیا کی منفرد باتوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے اردو میں اس کا
نام "اسلامی اصول کی فلاحی" عربی میں "خطاب الجمل" اور انگریزی میں "ٹیکنکراف اسلام" ہے۔
ذیل میں اس مضمون کے متعلق بعض اہل ارشاد صاحب کے خیالات درج کئے جاتے ہیں۔
ایضاً نوٹ کیا کہ نوٹس میں یہ الفاظ درج ہیں کہ

"یہ کتاب محمد مصطفیٰ رحمہ اللہ وسلم کے مذہب کی پہلی کتاب ہے۔" "سب سے زیادہ دلکش تصویر ہے۔"
۲۔ انڈین ریویلو لکھتا ہے۔

"یہ کتاب بہت دلچسپ و مسرت بخش ہے۔ اس کے خیالات روشن، جامع اور پُر حکمت ہیں۔
پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار اس کی تعریف نکلتی ہے۔ یہ کتاب حقیقت میں قابل ہے کہ
ہر اس شخص کے ہاتھ میں ہو جو محمد مصطفیٰ رحمہ اللہ وسلم کے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے۔"
۳۔ برٹش ٹائمز اینڈ مر لکھتا ہے۔

"یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں یوہپ دام پیک کو مخاطب کرنا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا"
۴۔ ایک غیر احمدی اخبار نویس نے حضرت قدس کی اس تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔
"نیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روح و دروں تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا سچے
تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبد لکرم صاحب ساکونی نے نہایت خوبی اور حسن اسلوبی

سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ ۲۷ دسمبر قریباً چار گھنٹے اور ۲۹ دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا جو جمع میں سو صفحے کلاں تک ہوگا غرضیکہ مولوی عبد لکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیس شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دور رہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی مگر بعد ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر ایسے سچے تو بہت کہ وہ جلسہ کے مسند پر مولوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سبکدہ صورت چوتھے سوں پر ہی رہے اور باقی مولوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا اور زیادہ تر صحاب تو ایسے بھی تھے جو بڑے تو بہت تھے مگر اس میں جاندار بات کوئی نہیں تھی۔ بجز مرزا صاحب کے سبکدہ کے جو ن سو بات کا علیحدہ علیحدہ درمغضل و مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے ہائیٹ ہی ٹوٹ اور دھپسی سے سنا اور بڑی ہی بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔

ہم مرزا صاحب کے سر پر نہیں ہیں ورنہ ان سے ہم کو کوئی حقوق سے۔ لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے ورنہ کہ فی سلیم اعطت اور صیغہ کائنات اس کو رو رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے اس سوئوں کے جواب دہیسا کہ مناسب تھا قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول و فروع اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ بہترین و ذہین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے اہمیت کے مسئلہ کو ثابت کیا اور اس کے بعد کلام انہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآن کی فلاسفی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور عاوی لیکچر تھا۔ میں یہ شمار معارف و حقائق و حکم و امر کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب سنشدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت انہی آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا و سامعین ہر تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور گزشتہ برس کے لیکچر کے امتیاز کے لئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت

حذت اس طرح آ کر گری جیسے شہد بر کھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت لوجہبہ لسانی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے کٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب ہائیکمپر پستہمونی نے وہی طائی دیالیت تھے جس کو ہر لوگ ہر روز سننے میں اس میں کوئی عجیب وغریب بات نہ تھی۔ اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت بھی شخص اٹھ کر چلے گئے مولوی صاحب مہاجر کو اپنا بیچر دہرا کرنے کے لئے چند منٹ اند کی احانت بھی نہیں دی گئی۔

۱۔ صاحب اس کتاب میں اسلام کی ایک جامع تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ جو شخص بھی تحفہ فی س کی مل اور وقت شائع کردہ پیشگی اور پھر اس مضمون کو دیکھے گا وہ اس کا اظہار کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ مضمون واقعی تہذیب انہی سے لکھا گیا ہے۔

۱۸۹۶ء میں سندھ میں کتاب تصنیف کی گئیں۔

۱۸۹۶ء

۱۔ انجام آفتاب۔ یہ کتاب ۱۸۹۵ء میں لکھنؤ شائع کی گئی اور ۱۸۹۶ء میں شائع کر دی گئی۔ اس میں "تھم کے واقعہ اور پھر اس پر مسلمانوں، عیسائیوں اور آریوں کے درمیان جو بات دئیے گئے ہیں۔

۲۔ سلامی اصول کی فاسفی۔ یہ وہ لکچر ہے جو جلسہ عظیم مذاہب الامور میں حضرت درس کی طرف سے پڑھا گیا۔

۱۔ ہزار روپیہ کا انعام | جب عیسائیوں میں سے کوئی شخص اس مقابلہ کے لئے بہت حسرت کی طرت حضرت اقدس نے انہیں ۴ دسمبر ۱۸۹۶ء کے اشتہار میں "اب اللہ تو آب نے" پر مزید حجت پوری کرے کے لئے ہزار روپیہ کے انعام کا ایک شہد

شائع دیا جس میں لکھا کہ

"اس وقت ایک مستحکم وعدے کے ساتھ اشتہار شائع کر ہوا کہ اگر کوئی صاحب عیب یا میں سے یسوع کے نشانوں کو جو اس کی حدیث کی دلیل سمجھے سکتے ہیں میرے نشانوں و فرقہ العبادت خورق سے قوت ثبوت اور کثرت تعدد میں ٹھہرے ہوئے ثابت کر سکیں تو میں ایک ہزار روپیہ بطور انعام دوں گا۔ میں سچ اور حلف کرتا ہوں کہ اس میں تخلف نہیں ہوگا جس ایسے ثالث کے پاس

۱۔ اخبار "جو دھس صاحب" راہبندی مطابق کہ دارالحدیث ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔

یہ وہی جمع رکھنا ہے جس پر ذلالت و اذلال کا نام ہے۔

یہاں ہمارے یہ کہنے والے ہیں کہ یہاں پر اشارت ہے کہ یہ نام مشہور پادری صاحبان کو بذریعہ شہرہ بھیج کر کسی نہ کسی واسطے سے ان کے خلاف دعویٰ و فتویٰ کے مقابلہ کی دعوت کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے ایک ایسی کتب خانہ بنائی جائے جس میں ہر ایک کے لیے اس کی ضرورت ہو۔ اور وہی سرشت کے اعتبار سے اس نفاذ کو دیا جائے۔ اور اس سے "مارچ سٹیشن" و بطور فیض نافع کیا جس سے فہم کے اس جواب کا نوکری کہا کر سکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔

کسریلیب اور لعنت
۶ مارچ ۱۸۹۶ء
ہذا کتاب نے ۶ مارچ سٹیشن و خدا کی لعنت اور کسریلیب کے عنوان سے لکھا کہ

"چونکہ عیسائیوں کا یہ منہق علیہ مفید ہے کہ یسوع معصوب ہو کر

تین دن کے منتی ہو گاتے اور تمام مدارج حیات کا ان کے نزدیک اسی لعنت پر ہے تو اس لعنت کے مفہوم کی تفسیر سے ایک بے انتاعت اصول وارد ہونا ہے جس سے تمام عقیدہ تثلیث اور کفارہ اور نیکی و ایمان کی معافی کا مسئلہ کا لحد و مدارج میں ہونا بدیہی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر کسی صاحب کلام کو اس مذہب کی بات سے شور ہے تو جیسے جواب دے درجہ دیکھو یہ ساری عمارت گر گئی اور اس کا گراؤ اس سے ہوا کہ سب عیسائی عقیدے اس کے نیچے کیلے گئے۔ نہ تثلیث نہ کفارہ نہ نساہت کی معافی خدا کی قدرت دیکھو کہ کیسا کسریلیب ہوا۔"

اس کے بعد آپ نے لعنت کی تفسیر اترتے احوال سے لعنت کے معانی بیان فرمائے جو یہ ہیں۔

"لعن، لا بعد و بعد من الخبر و من الله و من الحق و من بعد، الله لم يبعده

و عنده و من في لعنات و للعین اسبط و مسموح و قال سماخ و مدنب

کا سو اس لعن۔ لہذا لعنت کا مفہوم یہ ہے کہ لعنتی اس کو کہتے ہیں جو ہر ایک شے پر خوبی اور

ہر قسم کی زاتی صلاحیت اور خدا کی رحمت اور خدا کی معرفت سے بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہو

جائے وہ ہمیشہ کے عذاب میں پڑے یعنی اس کا دل بکلی سیاہ ہو جائے اور بڑی نیکی سے لے کر چھوٹی

یکٹی تک کوئی نیکی بات اس کے نفس میں باقی نہ رہے اور شیطان بن جائے اور اس کا اندر مسخ

جو جلتے۔۔۔ اور شاخ نے ایک شجر میں عفتی انسان کا نام بھڑا رکھا ہے۔ اس شجہ بہت سے کہ عفتی کا نام مسخ ہو جاتا ہے۔ تم کلام ہو۔

”اب اعترض فرما یہ ہے کہ جس حالت میں اخلاص کی حقانیت یہ ہوں کہ ملعون ہونے کی حالت میں انسان کے تمام نعمات خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور اس میں اور شیطان میں درہم فرقی نہیں رہتا۔ تو اس وقت ہم پادری صاحبوں سے کہا کہ ادب یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سچی بات ہے کہ رزقیت یہ اخلاص اپنے تمام وازمہ کے ساتھ جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ یسوع پر خدا تعالیٰ کی طہارت سے بڑھتی تھی، اور وہ خدا کی نصرت اور غصب کے نیچے آگاہ دل اور خدا سے مددگار ہوا تھا۔ میرے نزدیک ایسا شخص جو عفتی ہے کہ ایسے برگزیدہ نام عفتی رہتا ہے جو دوسرے غلوں میں سیاہ دلاں اور خدا سے برکت اور خدا کا میرٹ بہت چاہتے کیا کوئی کہ مکلف کر الہیہ یا درحقیقت اس اخلاص کے نیچے آگیا تھا جو پوری پوری خدا کی دشمنی سے بڑھتی نہیں ہو سکتی اور آخر میں فرمایا۔

”بس اگر جائز نہیں تو دیکھو کہ فرہ کی تہہ عورت گر گئی۔ اور شلیشی مذہب پاک ہو

گیا۔ اور صلیب ٹوٹ گیا۔ کوئی دیا میں نہ جو اس کا جواب دے؟“

بنے ملہم و مکلم من اللہ ہونے پر مخالف علماء اس حضرت آدم کے مخالف مولوی صاحبان تو امام لے لے کر ان کو دعوت مسبا اہل

یہ میں مباہلہ درست نہیں ہے۔ اعراض فرماتے رہے۔ لیکن جب علماء نے آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ مع کر دیا۔ تو آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مباہلہ کرنے کی اجازت مل گئی چنانچہ آپ نے ۸۶۲ھ کفر و کذب مولویوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اب جو شخص بھی ان مخالف علماء میں سے میرے ساتھ مباہلہ چاہے تو سے کھلی اجازت ہے لیکن اس وقت کوئی مولوی سامنے نہیں آیا۔

اب جو پادری عبد اللہ اعظم کے متعلق آپ نے پیشگوئی فرمائی۔ تو مخالف علماء نے اپنی عادت کے مطابق کھلم کھلا عیسائیوں کا ساتھ دیا۔ اس پر آپ نے ان علماء کو مخی طیب کر کے ایک اشتہار مباہلہ لکھا

اشتہار ۱۲ مارچ ۱۲۸۲ھ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۲۵۴

جس میں پہلے تو اپنے منصب مسیح موعود کو پیش کیا اور فرمایا کہ مسیح موعود کا کام ہی کسریٰ صلیب ہے یعنی خود کو توڑنا اور اس کے لئے زبردست جہد و فات مسیح نامہ سی علیہ اسلام کا ثابت کرنا ہے اور پھر حضرات علمائے روش پر اظہارِ انسو میں کیا کہ وہ نصوصِ قرآن و حدیث کی پروا نہ کر کے کھلم کھلا اس مسئلہ میں پادریوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے لکھا۔ کہ

”اب بھی اگر مولوی صاحبان مجھے مغتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اور فیصلہ ہے اور وہ یہ کہ میں ان الہامات کو اتارنے میں لے کر جن کو میں شائع کر چکا ہوں۔ مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں۔ اس طرح پر کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھ کر بیان کروں کہ میں درحقیقت اس کے شریف ملامہ مخاطبہ سے مشرف ہوں اور درحقیقت اس نے مجھے صدی چہار دہم کے سر پر جمنا ہے کہ تاہں اس فتنہ کو فرو کروں۔ کہ جو اسلام کے مخالف سب سے زیادہ فتنہ ہے اور اسی نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے اور کسریٰ صلیب کے لئے مجھے مامور کیا ہے۔“

اس کے بعد حضور نے اپنے وہ الہامات درج فرمائے جو بحسب سننی الذی لا یضاع وقتہ سے۔
 کہ ”لیکن خدا سے قبول کرے گا اور بڑے زور آور عملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا“ تک میں آگے چل کر حضور لکھتے ہیں کہ

”کہ یہ بات تم میں نہیں ڈالتی کہ اس کذاب و ردِ قبال اور مغتری جو برابر میں رس کے عہد سے خدا تعالیٰ پر جھوٹا ملامہ رہا ہے بے شک کسی ذلت کی مار سے ہلاک نہ ہوا۔ تورات اور قرآن شریف دونوں کو اسی دے رہے ہیں کہ خدا پر اقرار کرنے والا جلد تباہ ہو جاتا ہے کوئی نام بیٹے والا اس کا باقی نہیں رہتا اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ اگر یہ انسان کا کاروبار ہے تو حلدِ باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر خدا کا ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم مقابلہ کر کے مجھ ٹھہرو۔ اللہ جلّ شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔
 اِنْ يَتَّبِعْ كَاذِبًا فَحُلِّيْهِ كَيْدُ مَنْ يَّكُذُّ وَرَنْ يَّكُذُّ صَادِقًا يَّصِيبُكُمْ نَفْسُ الْيَاسِ بَعْدَ كُفْرٍ اِنْ اِنَّهٗ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِئٌ كَذَابٌ يُعْنٰی اگر یہ بھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا اور اگر یہ سچا ہے تو تم اس کی ان بعض پیشگوئیوں سے بچ نہیں سکتے جو تمہاری نسبت وہ وعدہ کرے۔ خدا ایسے شخص کو نفع اور کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا جو فضول گو و کذاب ہو۔“

اس کے بعد حضرات علماء اور سجادہ نشینوں کو مخاطب کر کے آپ نے لکھا کہ

اب اسے مخالفت مولیٰ اور مجاہدہ فشیونہ نزع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور اگرچہ یہ حالت بہ نسبت تمہاری طاقتوں کے فقوڑی سی اور فتنہ قلیبتہ ہے اور شاید اس وقت تک چہار پنج ہزار سے زیادہ نہیں ہو گئے۔ تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پورا ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ اتنی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے اور وہ اس کی پستی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بندے گا درعجب، گیز مرقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ نہ دیکھا۔ پس گریبانوں کا مہرہ تو کبھی کاہرہ درخشاں کاٹا جاتا اور اس کا مہرہ نکل جاتا رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں۔ جو راستی کا دشمن ہے وہ تباہ ہو جائے۔ اگر نہ حیرت کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں بڑے جلد میں کبھی سے مباہلہ کی سیت نہیں۔ درہمجا کہ کسی پر مدعا روا۔ عبد اللہ عزیزی ختم ارتقا سی۔ مجھ سے مگر میں مدت تک عرض کرتا رہا۔ مگر اس کے نہایت سے سے مباہلہ نہ ہو سکا۔ مگر میں نے اس کے حق میں کوئی مدعا نہیں کی لیکن اب میں مست مستایا گیا اور دکھ دیا گیا۔ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ مجھے دھوکا دیا گیا۔ یہ نام سلفاں رکھا گیا۔ مجھے مدد درمقتدی سمجھا گیا۔ میں ان کے اسبابوں میں لعنت کے ساتھ یاد کیا گیا میں اللہ کی خدمت میں آخرت کے ساتھ یاد کیا گیا۔ یہی کفر ہے۔ ایسی کہ مادھی گویا آپ کو کچھ بھی شک حیرت میں نہیں صواب اٹھو اور مباہلہ کے لئے تیار رہو۔ تمہیں چکے ہو کہ یہ دعویٰ و ماقول پر مبنی تھا۔ ذل نصوس قرآنہ وحدیثہ پر۔ دامن سے الہامات الہیہ پر موقوف ہے نصوس قرآنہ در حدیثہ نصوس نہ کیا اور بندگی کلام و بول مالدیا جیسا کہ کوئی تمکا توڑ کر چھٹک دے۔ اب میرے بنا دعویٰ کا دوسرا سبق مانی رہا۔ سو میں اس قدر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ابا نہ رو نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسرے ہی بنا کی تصدیق کے لئے مجھ سے مباہلہ کر لو

اور یوں ہوگا کہ تاریخ و مقام میں ہر کے منہ ہونے کے بعد میں نہ ہم الہامات کے بوجہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا۔ دعاؤں کا لہر ہالی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی فقر ہے اور تو حاکم ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنایا ہے یا اگر یہ تبدیلی دعاؤں نہ دعا کے فضل و مرے سے من جہالت و تعدد دماغوں تک۔ یہی ہے میں یہ جاننا ظہم شان چشکونہ میں سے میں میں کسی غریب اور فریاد سے سے ممکن نہیں۔ درتوفیق۔



حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمہ چاچڑائی شریف والے

میں دوبارہ کہتے ہیں کہ میں نے پہلے اس سے کبھی کسی کلمہ گو کے حق میں مددعا نہیں کی اور صبر کرتا رہا
 مگر اس روز خدا سے فرستہ چاہوں گا اور اس کی عصمت اور عزت کا دامن پکڑوں گا کہ گواہ ہم میں سے
 فریق نظام اور دروغ گو کو تباہ کر سکے جس میں متین و مشربوں کے فتنہ سے بچا دے۔
 بس یہ بھی برا ہے کہ میری ماکا اتر صوف میں صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ
 جو مبالغہ کے میدان میں بالمقابل وہاں ایک سال تک رہا ہوں میں سے کسی نہ کسی بل میں اترتے ہو
 جانے اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں ہڈ سمجھوں گا اگرچہ وہ بہت رسوں باد و بزم
 . . . گواہ رہے زمین اور آسمان کہ خدا کی نعمت اس شخص پر کہ اس مقام کے پہنچنے کے
 بعد مباحل میں حاضر ہوئے نہ تکلف اور توجہ کو ترک کر دیا اور نہ کسی کی مجلس سے الگ ہو
 اور نہ ٹوٹے برائے خدا سے کبھی کہیں "میں" لے

ان کے مدد حضرت قدس نے بہت سے علماء اور سچاؤ شایروں سے ان کے لئے کوشش کی
 بلایا جس میں سے مشہور علماء و صوفیاء کے نام یہ ہیں۔

آسماء علیا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب مقلقبہ شیخ گل سوری اسی قلم نامی۔
 ۲۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ ۳۔ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب شاویں۔ ۴۔ مولوی ابو
 شامہ صاحب امرتسری۔

آسماء صوفیاء ۱۔ غلام نظام بن صاحب سجادہ نشین صاحب سید ابوالحسن صاحب مراد
 ۲۔ میاں ابوبخش صاحب سجادہ نشین قونہ سدی ۳۔ حضرت میاں غلام وہاب صاحب جانیہ سادات
 حضرت خواجہ غلام فرید صاحب اس مبالغہ کے جواب میں اور کسی عریضیا سجدہ
 تصدیق یا تکذیب کی قرأت نہ کر سکتا تھا۔
 چارچراں شریف والوں کی تصدیق کے یہ تھے خواجہ غلام فرید صاحب چارچراں تہذیب

نے عربی زبان میں ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا جس سے بلاشبہ تاثیر حاصل ہوئی۔

و داخلاً لہم یہ وہ کتاب ہے جس میں ہارون کے لئے کتاب لکھی گئی تھی
 مدد انور تھا۔ ہمارے میں نے اس کتاب کے کتب خانہ کو جو کہ خط و کتابت کے واسطے

پڑھا ہے۔ سولے ہر ایک حبیب سے عزیز تر۔ تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو۔ اور کبھی مبری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا مہذب ہوں۔ ورمیں یقین رکھتا ہوں کہ خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عند اللہ نال شک ہے جس کا اجر ملے گا اور خدائے بخشنده بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت کی دعا کرو اور میں آپ کے لئے انجام حیرت و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ ۱۰

حضرت مبارک غلام فرید صاحب کے اس خط کو دیکھ کر حضرت اقدس اہل بیت خوش ہوئے۔ اور اسے شہیدہ انجام۔ حقم میں درج فرمایا۔ اور دوسرے سجادہ نشینوں کو بھی تلقین فرمائی کہ میاں غلام فرید صاحب کے نمونہ بن جائیں۔

دوسرے سجادہ نشین سید رشید الدین صاحب پر صاحب العلم سلمیٰ تھے جنہوں نے آپ کی تصدیق کیا۔ انہوں نے بھی حضرت اقدس کو عربی زبان میں خط لکھا تھا۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

سید رشید الدین صاحب پر
صاحب العلم کی تصدیق

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کشف میں دیکھا۔ پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا یا مفتری ہے یا صادق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے۔ اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا اور جو کچھ آپ فرمائیں گے۔ ہم وہی کریں گے۔ پس اگر آپ یہ کہو کہ ہم امر کیے میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیں دفء دار پاؤں گے۔“

یہ وہ باتیں ہیں جو ان کے خلیفہ عبد اللطیف مرحوم اور شیخ عبد اللہ عرب نے زبانی بھی مجھے سنائیں اور اب بھی میرے دلی دوست سیٹھ صالح محمد صاحبی اللہ رکھا صاحب جب مدراس سے ان کے پاس گئے تو انہیں بدستور مصدق پایا۔ بلکہ انہوں نے عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور اُتار میں عصا لے کر

۱۰ شہیدہ انجام حقم صفحہ ۳۶۷ ان پر صاحب سے ان کے بعض مریدوں نے حضرت اقدس کی صداقت معلوم کیے۔ اُن کی رجوع کی تھی

تمام حاضرین کو بلند آواز سے سنا دیا کہ میں ان کو اپنے دعویٰ میں حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رو سے معلوم ہوا ہے اور ان کے صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ جب مہرے والد صاحب تصدیق کرتے ہیں تو مجھے بھی انکار نہیں۔ ۱۷

مولوی غلام دستگیر قصوری کی بددعا اور اس کا اثر۔ ۱۸۹۷ء

مولوی غلام دستگیر قصوری نے حضرت اقدس کو مبارک کا پیسہ بیچ کیا۔ مگر تب تک ہی یہ شرط لگا دی کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو عین میدان مبارک میں ہی مجھ پر عذاب نازل ہونا چاہیے۔ حضرت اقدس نے اس کے جواب میں ۵ ارجنوری ۱۲۹۷ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا کہ مبارک مسنون طریق وہ ہے جو حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم نے بخران کے عیسائیوں سے مبارک کے دقت اختیار کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اگر وہ مقابلہ پر آتے تو ایک سال کے اندر نامہ ہلاک ہو جاتے۔ ظاہر ہے کہ مبارک کا یہ ایک مسنون طریق تھا جس کی اتباع مولوی غلام دستگیر قصوری کے لئے واجب تھی۔ مگر انہوں نے اس مسنون طریق سے انحراف اختیار کر کے اپنے لئے ہکت کی ایک اور راہ تجویز کر لی اور وہ یہ کہ انہوں نے ۱۲۹۷ء میں ایک کتاب "فتح ربانی" لکھی۔ جس میں تحریر کیا کہ:-

"اللہم یا ذا الجلال والاکرام یا مالک الملک بیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طہا ہر مؤلف مجمع البحار کی دعا اور سچی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غرق کیا جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا، ویسا ہی دعا اور اتھا اس فقیر قصوری کا ان اللہ کی ہے۔ جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع سامعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیع فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔ قَطِّعَ دَابِرُ الْعُزْمِ الْغِیْبِ طَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ لَا جَانَّةَ بَعْدَ نَارِ الْاٰوِیْنِ۔ یعنی جو لوگ ظالم ہیں وہ جڑ سے کاٹے جائیں گے اور خدا کے لئے حمد ہے۔ اور ہر چیز پر قدرت ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔ ۱۸

مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں حضرت اقدس کی نسبت یہ بھی لکھا تھا کہ "تَسَالُطٌ وَ اِتِّبَاعٌ" یعنی وہ اور اس کے پیرو ہلاک ہو جائیں۔ خدا کی قدرت کہ جو طریق فیصلہ مولوی غلام دستگیر قصوری

نے چاہا تھا اس دعا کے بعد اسی کے مطابق چند روز کے اندر اندر خود طاعون کا شکار ہو گئے۔ اب کیا مولوی
علامہ دستگیر تصوری کی کوئی قابل ذکر یادگار باقی ہے؟ ہرگز نہیں۔ **فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ**

مولوی شہید دستگیر نے کوئی شوق پیدا ہوا تھا کہ جس طرح امام محمد علی نے ایک جھوٹے مسیح پر بددعا
کی تھی اور خدا تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا تھا۔ اسی طرح میرے بددعا کرنے پر خدا تعالیٰ میرے زمانہ کے
ہدایت کو ہلاک کر دے۔ مگر سو یہ کہ اس بددعا کے بعد چند دن کے اندر میری خود ہلاک ہو گئی۔

نیافت علماء کو نشانات میں مقابلہ کی دعوت | حضرت آیت اللہ العظمیٰ دیکھ کر مخالف علماء کو
کے بارے میں بھی مجھ سے مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

نوٹ: پسندیدہ حجت تمام کرنے کے لئے انہیں نشانات میں مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ کے نشانات چھوڑے کہ میرے ساتھ ہیں۔ خلاصہ حضور ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

اول اگر کوئی مولوی عربی کی بلاغت فصاحت میں میری کتاب (انجام آختم) کا مقابلہ کرنا چاہے
تو وہ ذیل ہوگا۔

دوم۔ اور اگر یہ شان منظور ہو تو میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بیاویں۔

سوم۔ اور اگر یہ شان بھی منظور ہو تو ایک سال تک کوئی نامی مولوی مخالفوں میں سے میرے

پاس رہے۔ اگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر ہو۔ تو پھر بھی میں

جھوٹا ہوں

چہارم۔ اور اگر یہ بھی منظور ہو تو ایک تجویز یہ ہے کہ بعض نامی مخالف اشتہار دے دیں کہ میں تیغ

کے بعد ایک سال تک اگر کوئی نشان ظاہر ہو تو ہم توبہ کریں گے اور مصدق ہو جائیں گے۔

پنجم۔ اور اگر یہ بھی منظور ہو تو شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مباہلہ کریں

پس اگر مباہلہ کے بعد میری بددعا کے اثر سے ایک بھی خالی رہا تو میں قرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔

ششم۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی کریں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال

تک اس طور سے صلح کریں کہ کفر و کذب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور ہر ایک کو محبت اور

اخلاق سے ملیں۔ پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید اسلام

کی ضرورت نہ ہو اور جیسا کہ مسیح کے بقول ہے اویان باطلہ کا مرجع نا ضروری ہے

یہ نورانی مہیوٹے دنیوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے یعنی خدا تعالیٰ میرے ساتھ سے وہ نشان
ظاہر نہ کرے جتنا سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر طرف سے اسلام میں داخلہ شروع ہو جائے
اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جاوے اور دنیا اور رنگ پکڑ جائے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا
کر کہتا ہوں کہ میں انتہائی کمزور و ناتوان ہوں گا بہ سادہ برس کچھ زیادہ نہیں ہیں اور اس قدر
توانائی اس مخلوق کی بہت کم ہے۔ جتنا انسان کے اختیار میں نہیں۔ پس جبکہ میں بچے دل سے اور خدا
تعالیٰ کی قسم کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہوں اور تم سب والد کے نام پر صلح کی طرف بلاتا ہوں۔ وہ اب تم
مندانہ سے ڈرو۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا کے مامور
کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔

حضرت اقدس نے غیر احمدی مسلمانوں کو یہ دعوت اس لئے دی کہ اشاعت اسلام کا جو کام حضور کر رہے
تھے مولوی صاحبان اس میں روڑے لگاتے تھے اور شور مچانا شروع کر دیتے تھے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔
وغیرہ وغیرہ۔ اگر غیروں کے مقابلہ میں سارے مسلمان متحد ہو کر ایک محاذ قائم کر لیتے تو یقیناً چند سالوں کے
اندر ہی ہندوستان کا نقشہ بدل جاتا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کی باہمی تکفیر بازی نے دین کو سخت نقصان پہنچایا۔
حضرت اقدس نے چار پانچ سال کے بعد ۱۸۹۱ء میں پھر اس تجویز کو پیش کیا اور صلح کی مدت بھی گھٹا کر تین
سال کر دی۔ مگر افسوس کہ مولوی صاحبان نے اس تجویز کو بھی ٹھکرا دیا۔

پنڈت لکھرام کی موت کے متعلق پیشگوئی | پنڈت لکھرام ایک بہت ہی تیز زبان اور شوخ طبیعت
آریہ تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

جب ۱۸۸۵ء میں غیر مسلموں کو نشان نمائی کی دعوت دی تو یہ بھی مقابلہ کے لئے قادیان میں آئے مگر چند روز
مخاضوں کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ یہ حضرت اقدس سے بار بار نشان طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میری
طرف سے میرے حق میں جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو میری طرف سے اجازت ہے چنانچہ حضرت اقدس نے جس اُن
کے متعلق دعا کی تو الہام ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ

لے نمبر ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱

یعنی "یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکراہ آواز نکلی رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانوں کے عوض میں سزا اور سزا اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل رہیگا۔" اس الہام کے بعد ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء کو جب حضرت اقدس نے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ

"تق کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانوں کی مزا میں یعنی ان بے ایمانوں کی مزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔" ۲۰

پشاور پختہ حضرت اقدس کو ایک الہام اس کے متعلق یہ بھی ہوا کہ یَقْضٰی اَمْرٌ فِیْ رَسْمٍ کہ پندت لیکر لکھنے کا معاملہ ختم کر دیا جائے گا۔

حضرت اقدس نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء کے ابتدائی میں پندت لیکر ام کے متعلق مندرجہ ذیل فارسی اشعار بھی لکھے :-

الائے دشمن نادان و بے رہ بریں از تیغ بران محمد
رہ مولے کہ گم کردند مردم بجو در آل و اعوان محمد
الائے منکر از شان محمد ہم از نور نمایان محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بستگر ز خندان محمد

یعنی "خبردار اسلام کے نادان اور گمراہ دشمن! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا رستہ جسے لوگ کھو بیٹھے ہیں آدرش سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی درندوں اور آپ کے لائے ہوئے دین کے مددگاروں میں تلاش کرنا اسے وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کے کھیلے ہوئے نور کا بھی منکر ہے۔ اگرچہ کرامت نے نام و نشان ہے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے اس کا مشاہدہ کر لے۔"

پھر ۲- اپریل ۱۹۳۱ء کو حضور نے ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ

۱۔ مسئلہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم ۲۰ مسئلہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم ۲۰ مسئلہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم ۲۰

۵ آج جو ۲۰ اپریل ۱۹۹۳ء مطابق ۱۲ ماہ رمضان ۱۴۱۴ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی تندگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی شکل حبیب شکل گویا کہ اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شامل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں ملائک شداد و غلات میں سے ہے اور اس کی حبیب دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ میں نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دی کے لئے مامور کیا گیا ہے مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے؟ ۱۰

پھر آپ نے ۱۹۹۳ء میں ہی سرسید احمد خلیفہ حبیب مرحوم کو اپنی کتاب برکات ابدعاً میں مخاطب کر کے لکھا کہ
 ابد گونی گرد عا ہارا فر بودے کی ست
 سوئے من بشتاب بنام ترا چوں آفتاب
 ہا کن انکار زں اسرار قدر تہائے حق
 قصہ کوتاہ کن ہمیں از ما دعائے مسجاب
 یعنی ۱۰ وہ شخص جو کہتا ہے کہ اگر دعا میں کچھ نہ ہوتا ہے تو وہ کہاں ہے۔ میری طرف آ کہ میں تجھے دعا کا اس سورج کی طرح دکھاؤں گا۔ تو خدا تعالیٰ کی مدد درمابک قدرتوں سے انکار کر کہہ اور اگر دعا کا اثر دیکھنا چاہتا ہے تو آ اور میری دعا کا نتیجہ دیکھ لے جس کے متعلق خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ قبول ہوگئی ہے یعنی لیکھرام کے متعلق میری دعا۔

پھر آپ نے اپنی کتاب کرامات الصادقین میں جس کا سن تصنیف ۱۹۹۳ء ہے لکھا
 وَلَقَدْ بَشَّرْنَا نَبِيَّيْنِي وَقَالَ مُبَشِّرًا
 سَتَقْرَبُ يَوْمَ الْعِيدِ وَالْعِيدُ آخِرُ
 یعنی ۱۰ مجھے لیکھرام کی موت کی نسبت خدا نے بشارت دی اور کہا کہ عنقریب تو اس عید کے دن کو پہنچا
 لے گا اور اسل عید کا دن بھی اس عید کے قریب ہوگا۔

پندت لیکھرام صاحب کے بار بار نشان طلب کرنے پر حضرت اقدس نے جو نشان اسے دکھانا چاہا۔ اس

سے متعلق پیشگوئی کافی صراحت کے ساتھ ہم درج کر چکے ہیں۔ اب تصویر کا دہرائش بھی دیکھتے

پندت لیکھرام صاحب چونکہ حضرت اقدس کی پیشگوئیوں کو بالکل ہی ناقابل التفات سمجھتے تھے اس لئے جوں جوں آپ کی طرف سے پیشگوئی کی وضاحت ہوتی گئی۔ پندت صاحب شوخی و شرارت میں بڑھتے گئے۔ وہ اس وجہ میں مبتلا تھے کہ جس طرح انہوں نے چند سال قبل حضرت اقدس کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے یہ دعوے کیا تھا کہ

”یہ شخص (یعنی حضرت مرزا صاحب) تین سال کے اندر مہینہ سے مر جائیگا کیونکہ (نور بانٹ) کتاب ہے۔ اور پھر لکھا تھا کہ ”تین سال کے اندر اس کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور اس کی ذریت میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہیگا۔“

اسی طرح حضرت اقدس کی پیشگوئی بھی (نور بانٹ) جھوٹی ثابت ہو گئی۔

مگر دیکھئے خدا سے ذوالجلال کا فیصلہ کہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کے پانچویں سال جیسا کہ ایک الہام میں بتایا گیا تھا یقیناً ”امرؤ فی نیست“ یعنی پندت لیکھرام کا معاملہ چھ سال میں ختم کر دیا جائیگا کے مطابق پندت صاحب عید الاضحیہ کے دوسرے دن چھ مارچ ششماہ کو شام کو چھ بجے پیشگوئی کے مطابق قتل کئے گئے۔ اور اس طرح سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اپنی طرف سے نہیں بلکہ علام الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھی۔

واقعات بعد قتل پندت لیکھرام صاحب آریہ قوم کے ایک مشہور لیڈر تھے۔ اور حضرت اقدس کی پیشگوئی کا بھی گھر گھر چچا تھا۔ لہذا جب پندت صاحب قتل ہو گئے تو ملک کے طول و عرض

میں شور مچ گیا۔ ہندو اخبارات میں بڑا بڑا قتل کھلم کھلا حضرت اقدس کی سازش قرار دیا گیا۔ آپ کو قتل کی دھمکیوں پر مشتمل گناہ منظر لکھے گئے خفیہ انجمنوں میں قاتل کی نشاندہی کرنے والے اور حضرت اقدس کو قتل کرنے والے کے لئے بڑی بڑی انعامی رقمیں مقرر کی گئیں مگر اس قتل کا سراغ نہ ملنا مکانہ ملا اور حضرت اقدس کی حفاظت کا تو اللہ تعالیٰ خود ذمہ لے چکا تھا جیسا کہ آپ کے الہام ”وَاللّٰهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ“ سے ظاہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے حملوں سے بچائیگا۔

لے دیکھئے مکتبہ برائین احمدیہ صفحہ ۳۱ مصنف پندت لیکھرام صاحب

یہ واقعات کے بارے میں ایک بیان آخری سرورق پر ملاحظہ فرمائیے۔



ہندو انجیرام کی رتیں غسائی کے مقام پر دھو رہے ہیں

حضرت اقدس کے گھر کی تلاشی

جب ہندوؤں کی کوئی تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی تو انہوں نے حکومت پر زور دیا کہ آپ کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ چلایا جائے۔ نیچے گورنمنٹ کے مشہور اور ماہر سرانرساں اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئے۔ لاہور اور امرتسر کے زیر مصلحتوں کی تلاشیوں کی گئیں۔ ۸ اپریل ۱۹۰۷ء کو مسٹر لیما ریٹنڈ ایس۔ پی گورداسپور اور میاں محمد بخش صاحب ڈپٹی انسپکٹر متعینہ بیٹا نے پولیس کی ایک مختصر سی جمیعت کے ساتھ آپ کے گھر کی بھی تلاشی لی۔ نتیجہ یہی نکلا کہ آپ یا آپ کی جماعت کو اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔

پاکو سازش قتل میں شریک

آریہ پولیس اور آریہ لیڈر چوگر آپ ہی کو س قتل کا ذمہ در سمجھتے تھے اس لئے آپ نے نیا سرگرمی موت کے متعلق آپ کی شہادت کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا کہ

بننے والے کو ایک نیک صلاح

”اگر ب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہو سکتا ورنہ تجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے۔ تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ یہ شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص (یعنی حضرت اقدس مآقل) سازش قتل میں شریک ہے یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو سناؤ خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو یہیبت ناک ہو۔ اگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ اس کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص (یعنی قسم کھانے والا) ایک برس تک میری بددعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں اور اسی سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہیے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑ دے تو اس عین کو اختیار کیے۔“

نگاہشن کی جسارت

حضرت اقدس کی اس دعوت قسم کے مقابلہ میں اور تو کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ایسی قسم کھا دے البتہ آریہ قوم میں سے ایک شخص گنگا بخش نے آپ کی خدمت لکھا کہ ”میں قسم کھانے کو تیار ہوں“ مگر اس کے لئے انہوں نے تین شرطیں لگا دیں۔ اول یہ کہ اگر سگوئی پوری نہ ہو تو دعوامات من ڈلک، حضرت اقدس کو پھانسی کی سزا دی جائے۔ دوم یہ کہ ان کے

لئے یعنی الگ لگائے بشن کے لئے اس ہزار روپیہ گورنمنٹ میں جمع کرنا ہائے۔ باہر ہنگام میں جس میں ان کی
تسلی ہو سکے۔ ورنہ بددعا سے نہ میں وہ ان کو وہ روپیہ مل جائے تو یہ کہ جب وہ قادیان میں قسم کھانے
کے لئے آئیں تو اس بات کا ذہن یہ دے کہ وہ لیکچرار کی طرح قتل نہ کئے جائیں۔

لہذا لنگا بشن صاحب کی تین شہنشاہوں و حضرات اقدس نے منظور فرماتے ہوئے لکھا کہ لنگا بشن کو
چاہیے کہ وہ ان الفاظ میں قسم کھاویں۔ کہ

”میں فسوں میں فلاں قوم میں ساکن ہوں۔ صلیب نماں التہجیشہ کی پڑائیہ کی قسم کھا کر کہتا
ہوں کہ تیرا مقام احمدی دہانی و تحقیقت پنڈت لیکچرار کا قائل ہے، ورنہ میں اپنے پورے عقیدے سے جانتا
ہوں کہ ہندو لیکچرار سلام اللہ کی سازش اور شرارت سے قتل کیا گیا ہے اور ایسا ہی پورے عقیدے سے
جانتا ہوں کہ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی بلکہ ایک انسانی منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے
ہماز سے عمل میں آیا۔ اگر میرا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اے خدائے قادر مطلق! اس شخص کا سچا طہر
کرنے کے لئے اپنا یہ نشان دکھا کہ ایک سال کے اندر مجھے ایسی موت دے کہ جو انسان کے منصوبہ
سے نہ ہو۔ اگر میں ایک سال کے اندر دنیا دہانہ رکھوں کہ میرا نام اس بات پر گواہی ہوگی کہ
واقعی طور پر یہ خدا کا الہام تھا۔ انسانی سازش نہیں تھی اور میری یہ کہ واقعی طور پر سچے دین صرف اسلام
ہے اور دوسرے تمام مذاہب جیسے کہ آریہ مذہب اور سنن معمر عیسائی وغیرہ تمام بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔
میں اس مضمون کی قسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں چھپوانی ہوگی اور یہی قسم قادیان میں آکر
جلسہ عام میں کھانی ہوگی۔ اب اگر میں اس وعدے سے پھر جاؤں تو میرے پر خدا کی لعنت و ریتہا رہے۔
آپ کی درخواست کے موافق مجھ پر واجب ہوگا کہ میں دس ہزار روپیہ آپ کے لئے جمع کرا دوں۔
اور میری درخواست کے موافق آپ پر واجب ہوگا کہ آپ بلا کم و بیش اسی قسم کا اقرار ہو کہ قسم کسی
معتبر اور مشہور اخبار میں جیسا کہ اخبار عام شائع کر دیں۔ اور جیسا کہ میں تسلیم کر چکا ہوں۔ آپ کے
اس چھپے ہوئے اقرار کے پہنچنے کے بعد دو مہینے تک دس ہزار روپیہ جمع کرا دوں گا۔ اگر نہ کراؤں تب
بھی کاذب شمار کیا جاؤں گا۔“

حسنت اقدس نے جب لنگا بشن صاحب کی تینوں شرطوں کو منظور فرمایا اور قسم کے الفاظ بھی تحریر

کر دیئے تو لاکھ گنگا بشن صاحب نے "ہمدرد ہند" کا سور ۲ راہی میں ایک اور شرط "کر دی اور وہ یہ کہ
بش صاحب حضرت اقدس امرت صاحب رنود بائذین ذالک اخصو ہونے کی صورت میں چھانسی کی منہ سے مارے
جائیں توں کی لاش بچھے دینی لاکھ گنگا بشن کا مل جائے و یہ وہ اس اس سے ہو چاہیں کریں جواب دیں۔ دیا
ہمد کریں یا اور کارروائی کریں۔

اس شرط کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا۔

"یہ شرط بھی مجھے منظور ہے۔ ہمدرد ہند کے نزدیک بھی جموتے کی بات ہر اب ذمہ کے اتنی ہے اور یہ شرط
درحقیقت نہایت ہی جتنی جولا لاکھ گنگا بشن صاحب کو عین مرفوعہ یا آگہم لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ
اسی شرط مقابل پٹے بھی تیار کریں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب لاکھ گنگا بشن صاحب حسب حالت
پیشگوئی مرحا میں توان کی لاش کی سبب مل جائے تا طور نشان فتح وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے اور
ہم اس لاش کو ضائع نہیں کریں گے۔ بلکہ بعد از ان فتح مناسب مصالحوں کے ساتھ مفوض رکھ کر
عام مندر میں یا لاہور کے عجیب گھر میں رکھ دیں گے۔ لیکن پورا لاش کے ذرا پائے کے لئے ابھی سے
کوئی احسن انتظام چاہیے۔ لہذا اس سے زیادہ کوئی انتظام آسن معلوم نہیں ہوتا کہ پنڈت لیکھ رام کی
یارنگاہ کے لئے جو چھپاس ہنزہ یا ساٹھ ہنزہ روپیہ جمع ہوا ہے اس میں سے دس ہزار روپیہ بطور ضمانت
لاش قبضہ کر کے کار کی سبب میں جمع ہے اور کاغذ اس خزانہ میں لکھوا دیا جائے کہ اگر ایک سال کے
اندر لاکھ گنگا بشن فوت ہو گیا اور اس کی لاش ہمدرد ہند کے حوالہ نہ کی گئی تو جو ضامن اس کے بطور ضمانت لاش یا
تاوان ہمدرد ہند لگی لاش دس ہزار روپیہ ہمارے حوالہ کر دیا جائے گا۔ اور ایسے اقرار کی ایک نقل معہ ذمہ
ہمدرد ہند دار افسر خزانہ کے مجھے بھی ملنی چاہیے۔"

حضرت اقدس کی اس شرط کے جواب میں لاکھ گنگا بشن صاحب نے لکھا کہ

"میں آریہ سماج کا ممبر نہیں ہوں اس قدر ہمدردی کر سکیں کہ دس ہزار روپیہ جمع کرادیں۔" لے
حضرت اقدس نے جواباً لکھا کہ

"یاد رہے کہ لاکھ گنگا بشن صاحب کو دس ہزار روپیہ جمع کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ اگر آریہ صاحبوں
کی بھی درحقیقت یہی رائے ہے کہ لیکھ رام کا قتل درحقیقت یہی راقم ہے اور وہ یقیناً دل سے جانتے

ہیں۔ بہم اور عامہ لسی سب جھوٹی باتیں ہیں بلکہ اس واقعہ کی سبب سے وقوع قتل ظہور میں آیا ہے تو وہ بستی والے لاکھ گنا سن کو مدد دیں گے اور دس ہزار کیا وہ بچاؤ بڑا ایک جمع کر سکتے ہیں اور یہ بستی انتظام کر سکتے ہیں کہ جو دس ہزار روپیہ مجھ سے لیا جائے گا وہ آریہ سماج کے نیک کاموں میں لگے ہوگا۔ نواب آریہ صاحبوں کا اس بات میں کیا حرج ہے کہ بطور ضمانت دس ہزار روپیہ جمع لایا جائے۔ ایک مدت کی تجارت ہے جس میں کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر ضمانت ہو معلوم رہے گا کہ آریہ قوم کی رضامندی سے یہ معاملہ وقوع میں آیا ہے اور نیز اس لئے نشان سے روز کے جھلڑے ملے ہو جائیں گے۔

اور یہ بات ہے کہ آریہ قوم کے عزیزانہ نیکویشن کو اس نے میں کر یہ عاجز نیکویشن کا قائل ہے۔ جھوٹا جھوٹا ہے۔ نو پھر مجھے کو کسی ضرورت ہے کہ ایسے شخص کے مقابلہ کا فکر کروں۔ اس کو پہلے سے اس کی قوم ہی جھوٹا تسلیم کر چکی ہے۔

آخر میں حضور نے لکھا کہ

”اگر آریہ سماج کو کسی یہ منہ منظر نہیں تو تمہارا وہ گڑباد نہیں دیا جائے گا اور ان کے خلاف جبرہ مارا آخر دانتہار ہے۔“

حضرت اقدس کے اس اشارے کے بعد ان کا بشن صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کو دعوتِ قسم | **نورین کرامہ** بہ سن کر حیران ہوں گے کہ مولوی محمد حسین صاحب

بٹالوی اس موقع پر بھی حضرت اقدس کی مخالفت کرنے سے نہیں چمکے۔ انہوں نے تحریر کیا اور تقریباً یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اس پر حضرت اقدس نے لکھا کہ

”مولوی محمد حسین صاحب اگرچہ دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی نیکویشن والی جھوٹی نکلی۔ تو انہیں مخالفہ تحریر کے لئے تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے رُوبرُویہ قسم کھا لیں کہ ”یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں گئی اور نہ سچی نکلی۔“ اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے سچی اور فی الواقعہ پوری ہو گئی ہے۔ تو بے

تندر مطلق ایک سال کے اندر میرے بر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے۔ تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھ میں گئے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس ہیں بارہ میں ہوں گی جلا دیں گے اور اگر وہ اب بھی گریز کریں تو اہل سلام خود سمجھ لیں کہ ان کی کیا حالت ہے اور کہاں تک ان کی نوبت پہنچ گئی ہے۔" لے

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد مولوی صاحب موصوف نے بھی چند نامعلوم اور لایعنی عذرات پیش کر کے خاموشی اختیار کر لی۔

اس قتل کا ایک سیاسی فائدہ مسلمانوں کو یہ پہنچا کہ اس زمانہ میں دودھ اور مٹھائی کی دوکانیں صرف ہندوؤں کی ہوتی تھیں۔ اس واقعہ کی وجہ سے ہندو دوکانداروں نے بعض مسلمان بچوں کو مٹھائی میں زہر ملا کر دے دیا جس سے مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں۔ ورنہ انہوں نے دودھ، دہی اور مٹھائی کی دکانیں کھولا شروع کر دیں۔

حضرت اقدس کی دینی پنڈت لیکچرار کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس موقع پر ضروری ملاحظہ ہونا کہ پنڈت بیکرام سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ بھی درج کر دیا جائے۔ جس سے حضرت اقدس کی دینی غیرت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ حضرت شیخ لقوب علی صاحب فانی لکھتے ہیں:-

"ابا دھ حضرت مسیح موعود فیروز پور سے قادیان کو آ رہے تھے۔ میں اسے وڈنگ ساتھ تھا۔ وہاں آپ نے ازراہ کرم دیکھا کہ فم ملازم تو ہو ہی نہیں چلا لاؤرتک چلو۔ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نماز پڑھنے کے لئے تیار ہوئے۔ اس وقت وہاں ایک جیوتڑہ بنا ہوا کرتا تھا۔ مگر تبیل وہاں ایک پیٹ فارم ہے۔ میں پیٹ فارم کی طرف گیا تو پنڈت بیکرام آریہ مہاراجاں یام میں پنڈت دیانند صاحب کی مائٹ لکھنے کے کام میں مصروف تھا۔ حالانکہ ہرج نے کو تھا کیونکہ وہ وہاں ہی ملنا کام کرتا تھا۔ مجھ سے اس نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے حضرت اقدس کی تشریف آوری کا ذکر سنایا تو خدا جانے اس کے دل میں کیا آئی کہ بھاگا ہوا وہاں آیا۔ جہاں حضرت قدس وضو کر رہے تھے

زمین میں نثارے کو اب بھی گویا دیکھ رہا ہوں (مقامی) اس نے اعتدال کر آیلوں کے مرقی پر حضرت
 اقدس کو سلام کیا مگر حضرت نے یونہی سر اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف
 رہے۔ اس نے سمجھا شاید سنا نہیں۔ اس نے بعد از ملام کہا۔ حضرت پرستور استغراق میں رہے وہ
 بچے دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ کسی نے کہا کہ لیکچر ملام رت تھا۔ فرمایا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بڑی توفیق کی ہے یہ ہے۔ ہاں یہ خلافت ہے کہ میں اس کا مدد کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی پاک ذات پر توحید کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔

لقد انت انت صلی اللہ علیہ وسلم کے مع میں اب کس قدر رغبت رکھتے تھے۔ دوسری قوم کا
 ایک معزز لیڈر وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھکڑیاں اس کا سلام تک قبول کرنا پسند نہ کیا۔ انھیں
 دیکھا کہ محمد بن ابی بکرؓ نے ان کے ساتھ میرا دل دیا۔

ولادت حضرت صاحبزاد کی مبارک بیکم صاحبہ | ۲ مارچ ۱۸۹۶ء کو بشارت الہیہ کے ماتحت آپ
 کے ان حضرت صاحبزادی مبارک بیکم صاحبہ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ولادت سے قبل حضرت
 اقدس کو آپ کے متعلق الہام ہوا۔

تَنْشَأُ فِي الْجَنَبَةِ

یعنی "زیر زمین نشوونما پائے گی" جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ پر نہ تو تنگی کا زمانہ آئے گا اور نہ ہی
 آپ نور رسالتی میں فوت ہوں گی۔ جنماچہ بعد کے واقعات نے بتایا کہ حضرت اقدس کی پیشانی حرمت
 بحریت پوری ہوئی۔ آپ کی شادی حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے ساتھ ہوئی جو بہت بڑی جاگیر
 کے مالک اور ریاست مایر کوٹلہ کے شاہی خاندان کے ساتھ تعلق رکھنے والے معزز رئیس تھے۔

حسین کامی سفیر ترکی کی قادیان | اوائل مئی ۱۸۹۶ء میں سلطنت ترکی کے قونصل حسین بیک کامی
 متعینہ راجی لاہور آئے اور انھوں نے ایک مؤبانہ رقعہ لکھ کر
 میں آمد۔ ۱۰ مئی ۱۸۹۶ء حضرت اقدس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت اقدس

چاہتے تو نہیں تھے کہ انہیں ملاقات کا موقع دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے آپ کو بتا دیا تھا۔ کہ

اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ سفیر مذکور کی بد لشکری نہ ہو آپ نے
جائزہ دے دی۔ ۱۰۔ مئی ۱۸۹۸ء کو سفیر صاحب قادیان پہنچے اور خلوت میں ملاقات کے لئے البجلی کی
حضرت اقدس کا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ اسے یہ موقع دیں لیونکہ اس سے ذیہ پتہ کی بوقاتی تھی لیکن لکھنا
حسن اشفاق سے احضرت دے دی۔ اس ملاقات میں اس نے

”سلطانِ دہ کے لئے ایک خاص دعا کرنے سے درخواست کی ورنہ بھی پانا کہ آئندہ اس کے
لئے جو کچھ آسمانی تعداد قدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اشفاق پاوے۔“

حضرت اقدس نے اسے صاف فرمادیا۔ کہ

”سلطان کی سنت کی مخالفت اچھی نہیں ہے اور یہ کشفی طلق ہے اس کے رہاں کی حد تک نہیں
دلیلتا دہ سے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام پیا نہیں۔“

حضرت اقدس کی یہ تیسرا سفیر مذکور کو بہت بری نہیں لگتا اور واپس پہنچ کر اس نے ایڈیٹر ناظم الجہد
کے نام ایک خط لکھا جس میں حضرت اقدس کے خلاف بہت کچھ بکواس کی۔ چنانچہ ایڈیٹر مذکور نے خدشات
لے دیا جس پر حضرت اقدس نے ایک اشتہار کے ذریعہ اصلی واقعات سے لوگوں کو جگہ فرمایا۔

ترکی تو نصل کی پردہ درسی | اس واقعہ کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اسی سال یعنی ۱۸۹۸ء میں
یونان در ترکی کی لڑائی ہو گئی۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکوں
کی امداد کے لئے چند جمع کر کے ترکی تو نصل حسین کا مئی کو دیا جو اس نے ترکی حکومت کے خزانہ میں جمع
نہیں کیا۔ اس پر جو اس کا حشر ہوا۔ وہ قسطنطنیہ کی چھٹی کے مندرجہ ذیل خلاصہ سے ظاہر ہے۔ ”اسلام پاشا
حمزہ کارکن کمیٹی چندہ کو جب خبر پہنچی تو انہوں نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اس روپیہ کے اگلوانے کی
کوشش کی اور اس کی اراضی مسمو کہ کو نیلام کر کے وصول رقم کا انتظام کیا اور باب علی بن غلبہ کی ذمہ داری
لے کر مسمو سے موقوف کر دیا۔“

ترکی تو نصل حسین بک کا مئی کا اوپر ذکر کیا جا چکا | اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توہم
ہے۔ جب یہ قادیان سے خائب خانہ ہو کر واپس

نے راجستھان ۲۴ مئی ۱۸۹۸ء | لے دیکھے شہنشاہ ۲۴ مئی ۱۸۹۸ء | ۲۵ مئی ۱۸۹۸ء سے کہیں

بقیہ صفحہ ۱۲۱۔ اخبار تیرمئی ۱۸۹۹ء مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء

لاہور پہنچے۔ تو انہوں نے حضرت اقدس کے خلاف بالکل گندہ، خلاف تہذیب و انسانیت امر پر مشتمل ایک خط پرچہ ناظم ہند لاہور کے ایڈیٹر کے نام لکھا۔ جو پرچہ مذکور کی اشاعت ۱۵ مئی ۱۹۹۸ء میں شائع کی گیا۔ اخبارات نے ایک غیر ملکی مسلمان کو نصل سمجھ کر ان کے خط کو بہت اہمیت دی۔ اس زمانہ میں رولپنڈی سے ایک اخبار بنام ”چودھویں صدی“ نکلا کرتا تھا۔ اس نے اپنے ایک پرچہ میں لکھا کہ جب یہ خط یہاں کے ایک بزرگ نے پڑھا تو بیباختہ اس کے منہ سے یہ شعر نکل گیا کہ

چوں ند نوبد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنه پا تاں مرد

اخبار ”چودھویں صدی“ کا یہ پرچہ جب قادیان میں حضرت قدس کے حضور پڑھا گیا۔ تو حضور کی روح میں اس بزرگ کی نسبت ایک ترکت پیدا ہوئی۔ آپ نے ہر چند کوشش کی کہ یہ بات آپ کی روح سے نکل جائے۔ مگر وہ نکل نہ سکی۔ اس پر آپ نے اس بزرگ کی نسبت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ یا الہی! اگر لو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے تیز بھیجا گیا اور مسیح موعود ہوں۔ تو تو اس شخص کے پردے بھاڑ دے جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے۔ تو اسے معاف فرما کہ تو رحیم و کریم ہے اور اس معافی کے لئے آپ نے یکم جولائی ۱۹۹۸ء سے لے کر یکم جولائی ۱۹۹۹ء تک ایک سال کی مدت مقرر فرمادی اور اس ساری کارروائی کو ۱۵ جون ۱۹۹۸ء کے اشتہار میں شائع کروا۔ حضرت اقدس کا یہ اشتہار جب اس بزرگ کے پاس پہنچا تو اسے سخت پریشانی لاحق ہو گئی۔ اتنے میں کچھ ایسے آثار بھی پیدا ہو گئے۔ جن کی وجہ سے اس کی سخت پروردگی کا احتمال تھا ان ساری باتوں کو بھانپ کر اس نے معافی کا خط لکھا اور نیز یہ کہ بعض حالات کی وجہ سے سر دوست حاضری سے معاف کئے جانے کا مستحق ہوں۔ شاید جولائی ۱۹۹۸ء سے پہلے ہی حاضری ہو جاؤں۔

حضرت اقدس نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ

”خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو معاف کرے اور اس سے راضی ہو۔ میں اس سے راضی ہوں۔ اور

معافی دیتا ہوں۔“

والے افغانستان کو تبلیغ | اسی سال افغانستان کے والی امیر عبدالرحمان خاں کو بھی آپ نے اپنے ایک مخلص مرید کی معرفت جن کا نام بھی عبدالرحمان ہی تھا ایک تبلیغی خط

دامہ کما چونکہ اس ملک میں مولویوں کا زور تھا۔ اس لئے وہ خط غلام احمد علیہ السلام خاں تھک پہنچ ہی نہیں

سکا اور مولویوں کے فتویٰ کے ماتحت حضرت اندلس کے صدر دارالاحسن خاں شہیدؒ نے علامہ داتا گنج بخشؒ

چونکہ حضرت اقدس کو قرآن کریم کے ساتھ بہت بڑا عشق تھا اور آپ

محمود کی آئینہ بد جون ۱۸۹۶ء اس کی جامعہ ورثہ کے بہت بڑے شائق تھے۔ اس لئے حضرت

علامہ ابراہیم مزہبؒ نے مولانا محمد زامہ جماعت احمدیہ مفتاح الشریعہ بطور ہباتہ نے جب نامہ قرآن تہ لیتا شام کر

یا تو حضرت اندلس کو بہت مسرت ہوئی اور آپ نے اس پر ایک مجلس مسقط رانی ماحیہ باہر کے مذہب

کو بھی اس میں نہ یک موئے کی دعوت دی اور اس تقریب کے لئے ایک نغمہ بھی تصنیف فرمائی جو محمود

کی آئینہ نام سے شہور اور اردو کی دشمن میں شامل ہے۔ اس نغمہ کے بلور نمونہ یہ شعر درج ہیں۔

| | |
|-------------------------------------|---------------------------------------|
| باب سے تیر احسان میں تیر درہ قمر | تیرے دیا ہے ابھار دھڑکناں نگہیاں |
| تیرا کر ہے ہر آں کو ہے حیمہ و رحماں | یہ روز کر مبارک مسکرات من آفاں |
| تو نے یہ دن دکھایا محمود بڑھ کے آیا | دل دیکھ کر یہ احسان تیری ثنائیں گھایا |
| صد شکر ہے خدا یا صد شکر ہے خدا یا | یہ روز کر مبارک مسکرات من آفاں |

۱۵ جون ۱۸۹۶ء کو مکہ معظمہ آیا۔ یہی شگفتان اور ہندوستان میں

شعبت سالہ موتی منائی گئی حضرت اقدس نے اس موقع پر ایک

کی تقریب ۱۹ جون ۱۸۹۶ء رسالہ بنام "تختہ نبویہ" تصنیف فرمایا جس میں حضرت مسیحؑ

کو خدا تعالیٰ کا ایک بندہ و صادق رسول ہونا ظاہر فرمایا اور موجودہ مذہب مسیحی کی تاخبط اور اسلام کا

صحیح مذہب ہونا واضح کیا اور مکہ معظمہ کو اسلام کی دعوت دی اور یہ کتاب کافی تعداد میں مفت تقسیم کی

گئی۔ اور مکہ معظمہ والٹر اے ہند و رینٹ گورنمنٹ کو بھی بھیجی گئی۔

مشائخ اور صلیب سے اللہ جل شانہ کی قسم

۱۵ جولائی ۱۸۹۶ء حضرت اقدس نے ۵ جولائی ۱۸۹۶ء کو مشائخ اور صلیب

۱۵ جولائی ۱۸۹۶ء اور اہل اللہ پر انعام حجت کے لئے ایک درخواست پیش

دے کر ایک درخواست ۱۵ جولائی ۱۸۹۶ء فرمائی۔ اور یہ کہ

"میں نام مشائخ و رفقاء اور صلیب اور ہندوستان کی تہمت کی قسم دیتا ہوں جس کے

میرے گردن سے دین بچے دیندروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے میں جناب ابھی سے تم سے کم اکیس

روز توجہ کریں یعنی اس صورت میں کہ اکیس روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے تکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں، آیا کذاب ہوں یا مس جانب اللہ۔ میں بار بار بزرگانِ دین کی حدیث میں اللہ عجلتہ کی قسم سے کہہ سواں رہتا ہوں کہ ضرور اکیس روز تک اگر اس سے پہلے معلوم نہ ہو سکے اس فرقہ کے دُور کرنے کے لئے دعا اور توجہ کریں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی قسم میں کچھ شک نہ کرنا راستہ زنا کا کام نہیں ورنہ میں جانتا ہوں کہ اس قسم کو سن کر ہر ایک پاک دل اور خدا تعالیٰ کی عظمت سے ڈرے گا اور وجہ کرے گا جیسا کہ اسی شاہی شہداء نے صحیح ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امرِ جانبِ اللہ سمجھا جاوے گا۔

”اس شہداء سے اللہ و اللہ بندگان خدا کو بہت نادم ہوگا اور مسکافوں کے دل کثرتِ شواہد سے ایک طرف تپتی یا کر دین سے بجات پاس نہیں گئے اور آثارِ نبویہ میں بھی سی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اول مہدی آخر الزمان کی تکفیر کی جائے گی۔“ لوگ اس سے دشمنی کریں گے ورنہ بیتِ درجہ کی بدگوئی سے پیش آئیں گے اور آخر خدا تعالیٰ کے ایک بندوں کو اس کی سچائی کی نسبت بذریعہ رویا و بہام وغیرہ طلاع دی جائے گی۔ درودِ مہدی آسمانی نشان بھی بنی ہوں گے تب علماء وقت طوعاً و کرہاً اس کو قبول کریں گے۔ سوائے عزیز و در بزرگوں خدا نے عالم الغیب کی طرف توجہ کرو۔ آپ لوگوں کو اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میرے اس سواں کو مان لو۔ اس فہرذو الجلال کی تمہیں سوگند ہے کہ اس عاجز کی یہ درخواست رد مت کرو۔“

مسجد مبارک کی توسیع مسجد مبارک بہت چھوٹی سی تھی اور اس کی ایک صف میں بیشکل چھ آدمی کھڑے ہو سکتے تھے اور پوری جگہ میں زیادہ سے زیادہ تیس بتیں نہایت بڑے پیارے ہونے کی وجہ سے کبھی ”بیت الفکر“ سے بھی مسجد کا کام لیا جاتا تھا۔ مشرقی صحن بھی کبھی کبھی استقباب میں لایا جاتا تھا۔ اس پر حضرت اقدس کو مسجد کی توسیع کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ حضور نے اسباب میں ایک آئینہ کے ذریعہ چندہ کی تحریک کی۔ مخلصین نے دس کھول کر چندہ دیا اور مسجد وسیع کی گئی۔

سید راشد ۱۵ جولائی ۱۸۹۶ء

۲۵ اکتوبر ۱۹ جولائی ۱۸۹۶ء

چوتھا باب

از مقدمہ اقدام قتل تا ظہور طاعون

مقدمہ اقدام قتل منجانب پادری ڈاکٹر
 ندی مارٹن کلارک یکم اگست ۱۸۹۷ء
 حضرت اقدس کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک ہم
 مقصد کہ صلیب بھاڑ اور اس کے نئے آب کوئی نہ
 بھی اٹھ سے جانے نہیں دیتے تھے ۱۸۹۲ء میں امرنسر
 ے مقدمہ رڈیٹی عبداللہ ترقم کے ساتھ آب کا شور مچا ہوا جو جنگ مقدس کے نام سے مشہور ہے اس
 باعث میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے بھی اہم حصہ لیا تھا۔ اس باعث کے بعد جب عبداللہ آغہ شرط جوع
 ے فائدہ اٹھانے کے بعد لگے تو پارلر یہ امرنسرین شاق گزرا اور اس پر سب سے زیادہ غم و غصہ
 اکثر ہری مارٹن کلارک ہی کو تھا وہ اس ذکر میں کہتے تھے کہ کوئی نہ کوئی صورت ایسی نکل آئے جس سے
 حضرت اقدس کو نقصان پہنچے چنانچہ تریوں کے مشہور بٹریٹ بکھر ام کے قتل موٹ پر چوب تریوں
 اس اشتعال عظیم پھیل گیا ۲۰ ڈاکٹر کلارک صاحب کو بھی ایک موقع ملا کہ لگا اور دونوں گروہ سفرت اقدس
 و نقصان پہنچانے کے لئے متفق و متحد ہو گئے۔

عبد الحمید کا فتنہ | حضرت مولوی غازی برہان الدین صاحب بہمنی کا سبب آوارہ گرد بھتیجا عبد الحمید نام
 تھا۔ اس کو مذہب سے تو کوئی تعلق نہیں تھا لیکن دنیوی فوائد حاصل کرنے کے
 لئے وہ مذہب تبدیل کرتا رہتا تھا۔ اتفاقاً ۱۸۹۷ء میں وہ قادیان پہنچ گیا۔ بیعت کرنے کی ہر چند کوشش
 کی لیکن اس میں اسے کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ اور حضرت اقدس نے اپنے نوید راست سے اس کے
 قادیان میں قیام کو بھی گوارا نہ فرمایا اور وہ قادیان سے رخصت کر دیا گیا چنانچہ وہ قادیان سے نکل کر
 سیدھا امرتسر پہنچا۔ پہلے نویدری۔ اتھ جی گری صاحب کے پاس گیا۔ مگر انہوں نے اس کو آورہ گرد
 سمجھ کر اپنے پاس حکم نہ دی۔ پھر وہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے پاس پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس سے یہ

ہلی۔ اس لئے انہوں نے مولوی صاحب کو کرسی سے اٹھا دیا۔ پھر مولوی صاحب پولیس کے کمرہ کی طرف گئے اور اتفاقاً ایک اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہ بیٹھ ہی تھے کہ پتہ صاحب ہو جس کی طرف نظر پڑا۔ انہوں نے اسی وقت ایک کنسٹیبل بھیج کر مولوی صاحب کو کرسی سے اٹھا دیا۔ سینکڑوں سادات نے مولوی صاحب کی اس رسوائی کا نظارہ دیکھا اور یقین کر لیا کہ مولوی صاحب کی اس ذلت کا باعث وہی ہے جو انہوں نے کب جھوٹے مقدمہ میں پادری کی طرف سے دی۔ اس کے بعد مولوی صاحب، مریدان کے میدان میں آئے اور ایک شخص کی پادری کر رہے تھے اور اس پر بیٹھ گئے جن صاحب کی وہ جا رہتی تھی۔ انہوں نے یہ کہہ کر مولوی صاحب کے نیچے سے کھینچ لی کہ مسلمان ہو کر در سر غنہ کہہ کر ایسی دروغ گوئی نہ

آریہ و سہینڈت۔ مہجرت کی وکالت | ہم دہر ذکر کر چکے ہیں کہ اس مقدمہ میں بیکھرام کے قتل کی وجہ سے آریہوں نے بھی عیسائیوں کو مدد دی چنانچہ اس میں ہر عیسائیوں کی طرف سے سہینڈت مہجرت صاحب آریہ وکس نے بھی بیرونی کی وجہ سے پوچھا کہ آپ کیسے آئے وہاں نے صاف کہا کہ "میں نے تو کوئی فیس نہیں لی صرف اس لئے نہریک ہو گیا ہوں کہ سہینڈت بیکھرام کے قتل کا بھی کوئی سرع مل جائے۔"

پاکستان وکس کے قلب پر تصرف الہی | آپتہان وکس ڈپٹی کمشنر کے ریڈ۔ راجہ غلام حیدر صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ جب بٹالہ میں نیرہ گسٹ کو مقدمہ کی کارروائی ختم ہوئی اور ہم گورداسپور جانے کے لئے بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی کچھ لیٹ تھی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سہینڈت فارم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بنے بٹالہ ٹہل رہے تھے۔ میں نے ان کی یہ حالت دیکھ کر حیرت کر کے پوچھا کہ اس وقت آپ بہت متفکر معلوم ہوتے ہیں۔ بات کیا ہے؟ صاحب بہادر نے جواب دیا کہ "ہم اس مقدمہ سے بہت سرگرداں ہیں ہم جس طرف نگاہ کرتے ہیں ہم کو سہینڈت صاحب نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ 'انصاف جو تہذیبی قوم کا خاصہ ہے اس کو ہاتھ سے نہ جھوڑنا' علاوہ ازیں ہمیں اس استغاثہ میں عداوت اور خصومت کے آثار بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کب طریق اختیار کیا جائے جس سے اصل حقیقت منکشف ہو جائے" میں نے مشورۃً عرض کیا کہ اگر آپ عہد الحمید کو عیسائیوں کے قبضہ سے

اگ کر کے پولیس کے قبضہ میں دے دیں تو اصلیت کھل سکتی ہے۔ صاحب بہادر فوراً ریلوے آفس میں گئے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے نام کچھ ہدایت لکھیں۔ پھر ہم گورداسپور چلے گئے۔

چند دن بعد یعنی بیس تاریخ کی صبح کو مجھے اردلی بلائے آیا۔ میں گئی تو معلوم ہوا کہ مسٹر لی۔ چند کپتان پولیس عبد الحمید کا غفلت بیان لکھ کر لائے میں اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے اس کی تصدیق کرنی ہے۔ کپتان پولیس کے سامنے پہلے تو عبد الحمید نے وہی جھوٹی کہانی بیان کی تھی جسے وہ پہلے بیان کر چکا تھا لیکن جب کپتان صاحب نے سے کہا کہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ ہم صرف اصلیت دریافت کرنا چاہتے ہیں تو وہ کپتان صاحب بہادر کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور راز راز رونے لگا اور کہا کہ میرا بہا بہانہ سراسر جھوٹا تھا اور ڈاکٹر ماٹن لکھ رکھ اور ان کے ساتھی بادریوں نے ڈرا دھمکا کر اور کئی قسم کے لالچ دے کر مجھ سے دوا ہا تھا۔ چنانچہ جوابات میں بھڑکنا تھا۔ مے پنس سے میرے ہاتھ پر لکھ دیتے تھے۔ تاہم موقع پر دیکھ کر یہاں کر سکوں۔ غرض سبھی بات یہی ہے کہ مجھے مرزا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو مارنے کے لئے ہرگز نہیں بھسیا۔ یہ سارا قصہ ہی ہوتا ہے۔ اور یہ سب باتیں میں نے خوف اور ترغیب کے ماتحت بیان کی ہیں۔ اس کے بعد اس نے صحیح صحیح بیان دیا جس کی کپتان صاحب پولیس نے اس کے روبرو ڈپٹی کمشنر صاحب سے تصدیق کرائی۔

یہ بات خاص طور پر ذیل ذکر ہے کہ جب غیبیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ عبد الحمید نے اپنی سابقہ جھوٹی کہانی ترک کر کے صحیح صحیح بیان دے دیا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے ایک شخص عبدالغنی کو اس کے پاس بھیجا جس نے اُسے کہا کہ ”اپنے پہلے بیان کے مطابق پھر بیان لکھوانا ورنہ فیذہو حادثے“ عبد حمید نے یہ بات بھی کپتان صاحب پولیس کو بتائی۔

تینر گشت ۱۸۹۷ء | مقدمہ کا فیصلہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء

مقدمہ کا فیصلہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء | تینر گشت ۱۸۹۷ء کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کو اور پادریوں کو نہیں تھا کہ اس مقدمہ میں ایک بہت بڑے پادری ڈاکٹر منبری۔ ڈاکٹر صاحب کا تھا ہے۔ مرزا صاحب کو بڑی سنگین سزا ملے گی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ جب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے آپ کو صاف طور پر سب سے قرار دے دیا ہے۔ تو ان کے چہروں کا رنگ فق ہو گیا۔ اور وہ کچھری میں ٹھہر نہیں سکے۔

کیتان و گلس کی اخلاقی جرأت

تو رٹن کو یہ امر کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ پہلے مسیح پر بھی یہودیوں کی سازش سے ایک مقدمہ چلایا گیا تھا مگر پہلے مسیح

کے وقت جو جسٹریٹ تھا اپنی پڑوس۔ وہ گو یہ جانتا تھا کہ حضرت مسیح بے گناہ ہیں۔ مگر وہ یہودیوں سے مرعوب ہو گیا۔ ورس نے اپنی ضمیر کے خلاف حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکائے جانے کا حکم دے دیا۔ اس مجسٹریٹ نے اس قدر خدائی جرأت دکھائی اور انصاف کو مد نظر رکھا کہ نہ تو اس نے اپنے ہم مذہب پادری ڈیو ہنری مائن ہارک ہا کچھ خاک کیا وہ نہ اس نے مسلمان علماء و آریوں کی پروا کی بلکہ انصاف کے انصاف پر عمل کر کے حضرت قدس کو بالکل بری قرار دیا۔ ورس کی دست دہنے احمدیت کی نظریں یک باوقار تاریخی دینی بن گئیں بلکہ یہ بھی کہا کہ "آپ مسیحائیوں کے برخلاف مقدمہ کر سکتے ہیں۔" حضرت اقدس نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اس بات کا جو جواب دیا۔ وہ شہر کی دروٹ میں لکھنے کے قابل ہے۔ یعنی فرمایا۔ کہ

"عیسائیوں سے ہمارا مقدمہ تو آسمان پر چل رہا ہے۔ ہمیں آسمانی عدالت کافی ہے۔
دنیا کی عدالتوں میں ہم کوئی مقدمہ نہیں چلانا چاہتے۔"

حضرت اقدس کی بلندی اخلاق کے متعلق مضمون بہت طویل ہوتا جا رہا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں فارمین کی طبائع پر گراں نہ گزرے مگر میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے مجبور ہوں کہ میں اقدس

مولوی فضل الدین صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب کا بیان

سے حضرت اقدس کی بلندی اخلاقی اور شان عظیم کا اظہار ہوتا ہو۔ وہ ناظرین کے سامنے ضرور رکھ دوں۔
اردو دینا: تھے صاحب ایڈیٹر اخبار "ہندوستان ودیش" نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تریب ایڈیٹر اخبار الحکم سے بیان کیا۔ کہ

"میں جناب مرزا صاحب کو ایک مہاراش اور روحانی آدمی کے حافظ سے بہت بڑے مرتبہ کا انسان مانتا ہوں۔ اور میرا یہ عقیدہ ان کے متعلق ایک واقعہ سے ہوا۔ حکیم عظام نبی زبدۃ الکائن کے مکان پر کثرت دستوں کا اجتماع شام کو ہوا کرتا تھا۔ میں بھی وہاں چلا جاتا تھا۔ ایک روز وہاں کچھ احباب جمع تھے اتفاق سے مرزا صاحب کا ذکر آگیا۔ ایک شخص نے ان کی مخالفت شروع کی لیکن ایسے رنگ میں کہ وہ شرف اور اخلاق کے پہلو سے گری ہوئی تھی۔ مولوی فضل الدین صاحب مرحوم کو یہ سن کر جوش آگیا۔ اور انہوں نے بڑے جذب سے کہا۔ کہ میں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں



کپتان ایم ڈاؤڈ ڈاکس

ہفتوں نے ایک پادری کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعودؑ سے یوں کر کے انصاف کا ثبوت دیا اور جسے معصیت سے بے گناہ قرار دیا۔ سر محمد ظفر اللہ صاحب نائب صدر عالمی عداوت ہنگ ۲۷ جنوری ۱۹۶۰ کو حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

”میں سے دو مرتبہ کرر ڈاکس سے ملنے میں ملاقات کی ہے ایک مرتبہ تو مکرمی مودت عبدالرحیم صاحب سے۔ دوسری مرتبہ بھی میرے ساتھ گئے تھے کرنل صاحب سے بیان کیا کہ

”جب مودت احمد نے اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ سے لازم میری عداوت میں شریف لائے تو آپ کو دیکھتے ہی دھڑک اٹھا اور یہ ارعوا تھا کہ جو الزام اس شخص پر لگایا جا رہا ہے وہ کھل رہا ہے۔“ دوسری بات کرنل صاحب نے یہ بیان کی تھی۔

”میرا بھٹہ ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ میرا غلام احمد نبی ہے۔“

اُن کے دے دی پر میرا یقین نہیں۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو لیکن مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا میں قائل ہوں۔ میں وکیل ہوں، ورنہ قسم کے طبقہ کے لوگ مقدمات کے سلسلے میں میرے پاس آتے ہیں۔ بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی دہم بھی نہیں آسکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی نمائش یا ریاکاری سے کام لیں گے انہوں نے مقدمات کے سلسلہ میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیاں کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی تو بلا تاویل بدل دیا۔ لیکن میں نے اپنی عمر میں مرزا صاحب کو دیکھا ہے۔ جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔ میں اُن کے ایک مقدمہ میں وکیل تھا۔ اس مقدمہ میں میں نے ان کے

لئے ایک قانونی بیان تجویز کیا۔ اور ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے سے بڑھ کر کہا کہ میں تو جھوٹ ہے میں نے کہا کہ ”مذموم کا بیان حلفی نہیں ہوتا اور قانوناً اسے اجازت ہے کہ جو چاہے بیان کرے“ اس پر آپ نے فرمایا ”قانون نے تو اسے یہ اجازت دے دی ہے کہ جو چاہے۔ بیان کرے۔ مگر خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ وہ جھوٹ بھی بولے اور نہ قانون ہی کا یہ منشاء ہے۔ پس میں کبھی ایسے بیان کے لئے آمادہ نہیں ہوں جس میں وفات کا خلاف ہو۔ میں صحیح صحیح امر پیش کروں گا“ مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں نے کہا کہ ”آپ جان بوجھ کر اپنے آپ کو طام میں ڈالتے ہیں“ انہوں نے فرمایا ”جان بوجھ کر بلا میں ڈالنا یہ ہے کہ میں قانونی بیان دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے خدا کو ناراض کر لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا خواہ کچھ بھی ہو“ مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ یہ باتیں مرزا صاحب نے ایسے خوش سے بیان کیں کہ ان کے چہرہ پر ایک خاص قسم کا جلال اور جوش تھا۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ پھر آپ کو میری وکالت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا اس پر انہوں نے فرمایا کہ ”میں نے کبھی دہم بھی نہیں کیا۔ آپ کی دہانت سے فائدہ ہو گا۔ یا کسی اور شخص کی کوشش سے فائدہ ہو گا۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی محالنت مجھ سے تباہ کر سکی ہے۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے۔ آپ کو وکیل اس لئے کیا ہے کہ رعایت اسباب ادب کا طریق ہے اور میں چونکہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے کام میں دیا نڈا رہیں۔ اس لئے آپ کو سزا دیا گیا ہے۔“

مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ میں نے پھر کہا کہ میں تو یہی بیاں غور کرتا ہوں۔

مرزا صاحب نے کہا کہ "نہیں۔ جو بیان میں خود لکھتا ہوں۔ نتیجہ اور انجام سے بے پروا ہو کر وہی داخل کرو۔ اس میں یک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے، اور میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کے قانونی بیان سے وہ زیادہ موثر ہوگا اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے وہ عام نہیں ہوگا بلکہ انجام انشاء اللہ بخیر ہوگا۔ اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دنیا کی نظریں انجام اچھا نہ ہو۔ یعنی مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پڑا نہیں کیونکہ میں اس وقت اس لئے خوش ہوں گا کہ میں نے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی" غرضیکہ مولوی فضل الدین صاحب نے بڑے جوش و اخلاص سے اس طرح پر مرزا صاحب کا ڈیفنس پیش کیا اور کہا کہ مرزا صاحب نے پھر قلم برداشتہ اپنا بیان لکھ دیا۔ اور خدا کی عجیب قدرت ہے کہ حبیب کہ وہ کہتے تھے اسی بیان پر ردہ بری ہو گئے۔ مولوی فضل الدین صاحب نے ان کی راستبازی اور راست گوئی کے لئے ہر قسم کی مصیبت کو قبول کر لینے کی جرأت اور بہادری کا ذکر کر کے حاضرین مجلس پر ایک کیفیت اور حالت پیدا کر دی۔ اس پر بعض نے کہا کہ آپ پھر مرید کیوں نہیں ہو جاتے تو انہوں نے کہا کہ یہ میرا ذاتی فعل ہے اور تمہیں بہ حق نہیں کہ سوال کرو میں انہیں ایک کام راستباز یقین کرتا ہوں اور میرے دل میں ان کی بہت بڑی عظمت ہے۔

ناظرین! غور فرمائیے یہ وہ اعلیٰ نمونہ ہے جو اس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب السلام نے اس زمانہ کے وکیلوں اور فریقین مقدمہ کے لئے پیش کیا ہے۔ انگریز اور پھر پادری مستغیث ہے اور انگریز ہی مجسٹریٹ ہے اور سخت خطرہ سامنے مگر اس ہولناک حالت میں بھی راستی کے خلاف ایک لفظ بھی پسند کرنے کو آپ کی طبیعت تیار نہیں۔

کیتان ڈگلز پر حضرت اقدس کی عظیم شخصیت کا اثر

کیتان ڈگلز جو اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو کر انگلستان چلے گئے تو ایک لمبے زمانہ تک زندہ رہے۔ جیسیوں احمدیوں نے لندن میں ان سے ملاقات کی اور اس مقدمہ کے حالات

وہ ہمیشہ ہی یہ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک طرف ایک معزنا پادری تھا۔ دوسری طرف (حضرت) مرزا صاحب میرے لئے پادری صاحب کو جھڑنا بھی مشکل تھا۔ مگر (حضرت) مرزا صاحب کی عظیم شخصیت اور راستگوئی

حصولانہ انداز کا مجھ پر اس قدر اثر تھا کہ میں یہ یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے عبد الحمید کو
ری صاحب کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہوگا۔ اس پر جب میں نے پولیس کی معرفت عبد الحمید کا بیان
تو وہ کپتان پولیس کے پاؤں میں گر گیا۔ اور رو کر کہا کہ مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ ورنہ
مرزا صاحب بالکل بے گناہ ہیں۔

کپتان صاحب یہ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ عام طور پر جو لوگ بیرونی ممالک میں سرورس کر کے آتے ہیں
ان کے لوگ ان سے خاص خاص واقعات سنتے ہیں۔ مجھے جب بھی کسی نے کوئی واقعہ بیان کرنے کے لئے کہا
میں نے یہی واقعہ بیان کیا ہے۔

کیپٹن صاحب کی وفات کو ابھی چند سال ہی گزرے ہیں۔ وہ ہم سب تعجب سے یہ کہا کرتے تھے کہ میں
حضرت مرزا صاحب کی عظیم شخصیت کا تو قائل تھا۔ لیکن مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ ایک دن مرزا صاحب کو
عزت حاصل ہو جائے گی کہ ان کی جماعت تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔

تعلیم الاسلام قادیان کا اجراء

قادیان میں جماعت کی تعداد دن بدن بڑھ رہی تھی مگر اپنی
جماعت کے بچوں کے لئے کوئی سکول جاری نہیں تھا۔ نتیجہ
رہا کہ جماعت کے احباب کو مجبور پئے بچوں کو ایک مقامی آریہ سکول میں بھیجنا پڑتا تھا حضرت اقدس
ور پورٹ موصوں ہوئی کہ آریہ سکول میں اسلام کے خلاف اغراضات کئے جاتے ہیں اور اس طرح ہمارے
بچوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے حضور کے حساس دلوں کو یہ سن کر سخت صدمہ پہنچا۔ اور
حضور نے فوراً ایک اپنا سکول جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ حضور نے ۱۵ ستمبر ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار
کے ذریعہ احباب جماعت سے چندہ کی اپیل کی اور پھر جس سال ۱۸۹۷ء میں بھی احباب کو اس طرف متوجہ
یا۔ جس کے نتیجے میں ابتداً ۱۸۹۸ء میں خدائے تعالیٰ کے فضل سے مدرسہ تعلیم الاسلام جاری ہو گیا۔ اور حضرت
شیخ یعقوب علی صاحب تراب اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔

مصر ملتان۔ اوائل اکتوبر ۱۸۹۶ء

اوائل اکتوبر ۱۸۹۶ء میں ایک شہادت کے سلسلہ میں آپ کو ملتان
جانا پڑا۔ وہاں سے واپسی پر آپ نے شیخ رحمت اللہ صاحب گبرنی
کے مکان پر لاہور میں بھی قیام فرمایا۔ اس وقت شیخ صاحب کا مکان اپنی دکان "بمبئی ہاؤس" کے عقب میں تھا
اور وہاں تارکلی میں پنجاب ریلویس ایک سوسائٹی کے بالکل سامنے تھی اس مکان پر ہم نے سب وطن کے

کپتان ڈگلس جو بعد میں کرنل ہوئے نے ۱۹۰۲ء کی عمر میں ۲۵ فروری ۱۹۵۶ء کو لندن میں وفات پائی۔

لوگ آپ سے سوالات کرنے اور مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لئے آتے رہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب امام جماعت احمدیہ کا بیان ہے کہ

”یہاں (یعنی لاہور میں) جن جن گلیوں سے آپ گزرتے۔ ان کے لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور پکار بھڑک کر رُے لٹا دیتے آپ کی شان میں نہاں سے نکالتے مہری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی۔ اور میں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا میں اس مخالفت کی جو لوگ آپ سے کرتے تھے وجہ تو نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب آتا کہ جہاں سے آپ گزرتے ہیں۔ لوگ آپ کے بچے کیوں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجانے ہیں؟ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹنڈا شخص بس کا ایک یونچا کٹا ہو تھا۔ اور لقمہ ہاتھ پر لٹا بندھا ہو تھا نہیں معلوم کہ اتھ کے کٹنے کا ہی زخم تھا یا کوئی بنا زخم تھا۔ وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد ذریعہ خیرات کی سڑکوں پر کھڑا تھا۔ اور پنا کٹا ہو ہاتھ داسر ہاتھ پر لٹا تھا۔ درود سہروں کے ساتھ بل کر شور مچاتا تھا۔ کہ ”ہائے ہائے مرزا اٹھ گیا (یعنی میدان مقابلہ سے ڈر کر گیا) اور میں ۲ ہفتہ کو دیکھ کر سخت حیراں تھا۔ خصوصاً اس شخص پر۔ اور دیر تک گاڑی سے نہ نکال کر اس شخص کو لپیٹ رہا۔“

قادیان سے اخبار الحکم کا اجراء | مقدمہ قتل امین بس کا وپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کی روایت حضرت شیخ یعقوب علی صاحب لکھتے تھے مگر اختصاراً اس روایت کو شائع

کرنے سے عراض کرتے تھے حضرت شیخ صاحب کے دل میں پنا اخبار جاری کرنے کا جوش پیدا ہو۔ چنانچہ انہوں نے ۱۸۹۶ء میں امرتسر سے الحکم نام یک اخبار جاری کیا۔ اور ۱۸۹۶ء میں سلسلہ کی ضروریات کے پیش نظر اسے امرتسر سے قادیان میں منتقل کر لیا۔ اس اخبار نے سلسلہ کی خاص خدمات سر انجام دی ہیں اللہ تعالیٰ اس کے بانی کو جزائے خیر دے اور جنت میں اعلیٰ مقام فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وائس رائے ہند کی خدمت میں مذہبی مناقشات | حضرت قدس یہ دیکھ رہے تھے کہ ریبہ اور عیبی

کی اصلاح کے لئے میموریل ستمبر ۱۸۹۷ء | اپنی تحریروں میں دن بدن اسلام اور بانی اسلام علامہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف تبلیغ بیانی اور بدزبانی

ہیں بڑھتے جا رہے تھے۔ اس لئے حضور نے ۱۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ایک میموریل نیا لکھا۔ اور اس پر کثیر التعداد مسلمانوں

۷ سرٹ مسیح مولود مؤلف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت صفحہ ۴۱۔

دستخط کروئے اور اُسے لارڈ ایلیچن و سسر اے ہند کی خدمت میں بھجویا۔ اس ممبریل میں آپ نے یہ بنایا کہ
دوستان میں فتنہ و فساد کا زیادہ تر باعث مذہبی جھگڑے ہیں۔ اس لئے قانون سٹیشن میں جو اسی سال
ہوا ہے۔ مذہبی سخت کلامی کو بھی داخل کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے حسب ذیل تین تجویز پیش کیں۔

اول یہ کہ ایک قانون پاس کر دین چاہیے کہ ہر مذہب کے پیرو اپنے مذہب کی خوبیاں تو بے شک
بیان کریں مگر دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کی ان کو جارت نہ ہوگی اس قانون سے نہ تو مذہبی آزادی
میں فرق آوے گا اور نہ کسی خاص مذہب کی طرف ذرا ہی ہوگی۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ کسی مذہب کے پیرو
اس بات پر ناخوش ہوں کہ ان کو دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی۔

۲۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو کم سے کم یہ کیا جائے کہ کسی مذہب پر ایسے حملے کرنے سے لوگوں کو روک
دیا جائے جو خود ان کے مذہب پر پڑتے ہوں۔ یعنی اپنے مخالف کے خلاف وہ ایسی باتیں پیش نہ کریں
جو خود ان کے مذہب میں بھی موجود ہیں۔

۳۔ اگر یہ بھی مانع نہ ہو تو گوڈمنٹ ہر ایک مذہب کے سائنڈاں سے ریفرنس کر کے ان کی مسئلہ
مذہبی کتب کی ایک فہرست تیار کرے ورنہ قانون پاس کر دیا جائے کہ کسی مذہب پر اس کی مسئلہ
کتبوں سے باہر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ کیونکہ مذہب اعتراضات کی بنیاد صرف خیالات و جموں و روایات
پر ہو جتھیں اس مذہب کے لیے یہ تسلیم ہی نہیں کرتے و یہ ان کے لیے سے اعتراض کرنے کا نتیجہ
ہمیں بعض وعدات میں ترقی کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

یہ ممبریل حضرت قدس نے اس لئے پیش کیا کہ حضور یہ دیکھ رہے تھے کہ ان سہم کے سوا اور کسی
مذہب و لے کے پاس ایسی کتاب نہیں جو اپنی ذاتی خوبیوں اور کشش کی وجہ سے دنیا میں قبولیت حاصل کر
لے۔ اور ان کے پاس دوسرے مذہب پر بھڑ اور پوچھ اعتراضات کے سوا اور کچھ نہیں۔ وہ اپنی مسئلہ کتاب
کی ایسی خوبیاں نہیں دکھا سکتے تھے جو منصف مزاجوں کے لئے دل کشی کا موجب ہوں۔ اور اگر مندرجہ بالا
نمبریل پاس ہو جائے تو عیب ٹی اور ریبہ وغیرہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔

اس بارہ میں راقم الحروف کا ذاتی تجربہ بھی ہے۔ چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا اچھا کسار ایک پوری صاحب
کچر سننے کے لئے ”مسیحی دار التبلیغ“ واقعہ مارکلی گیا۔ وہاں مشن کی طرف سے فروخت کرنے کے لئے ایک
ای میلز پر کچھ کتابیں بھی رکھی تھیں۔ جو ان کتابوں کا گران تقادہ ذرا سنجیدہ طبیعت کا انسان تھو مجھے

جب اس نے تین کے پاس کھائے دیکھا تو سمجھا کہ یہ علم درست آدمی معلوم ہوتا ہے۔ شاید کوئی کتاب حربہ
لے جینا چاہے اس نے کہا کتاب لانی کتاب خریدیں گے، میں نے کہا: ہاں مجھے کوئی ایسی کتاب دیجئے جس
میں مسیحی مذہب کی جو بیسیاں سال کی گئی ہوں کسی اور مذہب پر اقلہ حصہ نہ کہا گیا ہو یہ سن کر وہ چونکا
سارہ یا در ذرا سوچی کر کہنے لگا: ایسی کتاب تو ہمارے پاس نہیں ہے۔ میں نے کہا: پھر آپ ایک آدمی
کے سامنے کیا پیش کر رہے ہیں۔ اس پر کسی اور مذہب پر اقلہ حصہ کرنے سے تو آپ کا مذہب سچا ثابت
ہوگا۔ کہنے لگا: یہ ٹھیک بات ہے میں نے کہا: پھر آپ کوشش کریں کہ تھوڑی سی حد تک یوں کو ترک
کر کے عیسائی مذہب پر زور اس کہنے لگا: بہت اچھا، میں یہ تحریر بنی سو سنانی میں پیش کروں گا

بات یہ ہے کہ سالوں کا سارا روزگار میں بات پہنچا کر اور ناراض مسلمانوں کے سامنے
ہدایت کا ایک پندہ اٹھا کر کھداتے ہیں وہ کوئی جواب تو دے نہیں سکتے۔ خوب جو زبان کے سامنے
بہت خوب آتا دیتے ہیں۔ نہیں گرجتے اندس کا پتہ راہ مسمومین منظور کر لیا جاوے۔ تو ایک واسطہ کی بات
کہ اسے کھل جائے اور دوسرے مذہب باطلہ اپنی موت آپ مچاتے۔ مگر حکومت عیسائیوں کی تھی۔ وہ خوب
جانمی تھی کہ اگر یہ تھی ورنہ منظور کر لی جائے تو پادری صاحبان اتنا پرمانہ نہ رکھ کر بیٹھ جائیں گے۔ در مسموم زنی
رہا ہے گا تاں اس کو یہ پتہ تھا کہ سوسائٹی سماعت کے لئے تو آسمانی مہمان پیدا ہو چکے ہیں۔ اس لئے از مہنی
ذائع کر خوب بھی دے دیں تو بھی اس پر بڑھے گا در پھیلے پھوٹے گا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کے روبرو
میں حائل نہیں ہو سکے گی۔

۱۸۹۶ء تصانیف و اشاعت انجام آتھم۔ اس کتاب کا عنوان اس کے نام سے ظاہر ہے۔
۲ تصنیف و اشاعت استفادہ۔ اس کتاب میں حضرت اقدس نے مذہب
یہود کی پیشگوئی کے کل حقائق نہوع سے لے کر ترک بیان کئے ہیں۔ اور اسے بڑے بڑے سمجھدار اور
محققوں کو بندہ ڈک بھیج کر ان سے دریافت کیا ہے کہ اب تم بتاؤ کہ پیشگوئی صافی کے ساتھ پوری
نہ تھی ہے یا نہیں؟ اس پر چار ہزار کے قریب لوگوں نے تصدیقی دستخط کئے۔ ان میں سے کچھ دستخط ترقی یافتہ
میں نقل کئے گئے ہیں۔

۳۔ سراج منیر۔ اس کتاب میں حضرت اقدس نے اپنے سینتیس فسانات جو پورے ہو چکے ہیں۔
درج فرمائے ہیں۔ اور عبداللہ تقی اورینڈنٹ لیکچر ام والی پیشگوئیوں پر بھی مزید روشنی ڈالی ہے۔ نیز خواجہ

علامہ فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف کے تین خطوط بھی اس میں درج فرمائے ہیں۔

۴۔ تحفہ قیصریہ۔ اس کتاب کا مضمون اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس میں "قیصر ہند" کو سلام کی تبلیغ کی گئی ہے۔

۵۔ حجۃ اللہ۔ یہ حضرت اقدس کی ایک عربی تصنیف ہے جس کا اعلان حضور نے، ۱۱ مارچ ۱۲۸۶ء کو ایک شہار کے ذریعہ کیا۔ اور پھر اسے اکتالیس دنوں میں لکھ کر ۲۶ مئی ۱۲۸۶ء کو شائع فرمادیا۔ اس کتاب میں تمام علماء کو جن میں مولوی عبدالحق غزنوی اور شیخ نجفی خاص طور پر مخاطب تھے۔ چیلنج دیا کہ اگر تم میں ذرہ بھر بھی غیرت اور حیا ہے۔ تو تم بھی اکتالیس دنوں میں ایسا ہی ایک رسالہ عربی میں لکھ کر شائع کرو۔ اور پھر مولوی عبدالستہ ٹونگی یا کسی اور عربی بیان کے عالم کے سامنے دونوں رسالے پیش کر کے دیکھ لو۔ اگر وہ مؤکد لعذاب قسم کھا کر کہدے کہ فصاحت و بلاغت اور حقائق و معارف کے لحاظ سے تمہارا مضمون بہتر ہے یا برابر ہی ہے۔ اور پھر وہ قسم کھانے والا میری دعا کے بعد اکتالیس دن تک عذاب الہی میں ماخوذ نہ ہو۔ تو میں اپنی کتابیں جلا کر جویرے قیصرہ میں ہونگی ان کے ہاتھ پر توبہ کر لوں گا۔

۶۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ یہ اکتالیس صفحات کا رسالہ جو ۲۲ جون ۱۲۸۶ء کو شائع ہوا۔ لاہور مشن کالج کے ایک عیسائی پروفیسر سراج الدین کے چار سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ یہ جلسہ کرسس کی تعطیلات میں منعقد ہوا۔ اس میں حضرت اقدس کی تین تقریریں حضرت حکیم حاجی مولانا نور الدینؒ کی ایک اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ کی دو تقریریں ہوئیں۔ یہ تقریریں چھپی ہوئی موجود ہیں اور ان میں حقائق و معارف کا ایک دیا ہے جو بحر ذخار کی طرح موجیں لے رہا ہے۔

صعود و نزول حضرت مسیحؑ کے متعلق حدیث پیش کر نیوالے کو بیس ہزار روپیہ تاوان ادا کرنے کا اعلان

یہ عجیب بات ہے کہ مولوی صاحبان تو حضرت اقدس پر کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ اور حضور انہیں مختلف طریقوں سے بار بار علمی تحقیق کی طرف بلاتے تھے۔ حضرت اقدس کے اس طرز عمل پر کوئی معقول راہ اختیار کرنے کی جگہ وہ غیظ و غضب میں اور بھی ترقی کر جاتے تھے۔

۲۶ جنوری ۱۸۹۸ء کو "کتاب البرہ" شائع ہوئی۔ اس میں حضرت علامہ کو مخاطب کر کے آپ نے

ایک اعلان فرمایا کہ

”پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں ورنہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا۔ اور نزول کا **نزل** محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے، اور نزول مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اترے ہیں۔ اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اتر رہا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے۔ تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں ورنہ تو بہ کرنا اور اپنی تمام کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔“

حضرت اقدس کے اس چیلنج کو آج ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ حضرات علماء نے ہزار کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ”حیات مسیح“ کے مسئلہ پر سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن کسی صاحب کو آج تک یہ توفیق نہیں ہو سکی کہ حضور کے اس چیلنج کو قبول کر کے کوئی ایسی حدیث پیش کرتے جس میں جسم عنصری کے ساتھ حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور اترنے کا ذکر ہوتا۔

پنجاب میں طاعون پھیلنے کی پیشگوئی | ۶ فروری ۱۸۹۰ء کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ

”خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف

مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بد شکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔“

۱۵ کتاب البرص صفحہ ۱۹۲ حاشیہ +

نیار کر کے گورنمنٹ کو بھیجا اور اہل اسلام کو بھی لوہہ دلائی کہ ہم نے اس کتاب کی ایک ہزار کاپی مسلمانوں میں مفت تقسیم کی جا سکتی ہے تو اب اس کتاب کے نسخہ کے جانے کا کیا فائدہ اب تو اس کتاب کو جو بکھڑے مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں ان کے غمناک گمراہی سے ہم کام دے رہے ہیں یہ بھی فریاد کر پادریوں کے ہاں تقسیم کی جائے اور ان میں مسلمانوں کو بھی دے دیا جائے اور ان کے حدمات کو ختم کرنے کے لئے شائع کی ہیں اس کا عقد تو یہ ہے کہ ان کا سر کی پرکھ دیا جائے گا اگر گورنمنٹ اس طریق کو مانگے گی تو اسے آئندہ کے لئے مذہبی مسائل میں دیکھا اور اپنا اپنا ثابت ہے استعمال و عمل کو دیکھا جائے گا اور یہی ہے کہ ان کے ہاں گورنمنٹ کے مطالبے سے نہ تو خیمہ کھاتے اسلام کے پیروں کی کچھ پرواہ کی ورنہ ہی نصرت اقدس کے پیروں کے مطابق ہے اور ان کے اندر غلط استعمال ہو کر کئے کی طرف توجہ کی اور اس کی جو عقیدہ ہی ہوگی جس کا ہر ایک حکم ذکر کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کے ہم مذہب پادری دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کے بغیر ہندو مذہب کی تبلیغ کریں گے سب سے تھے مگر جب پانی حد سے گرا گیا تو بہت لمبے عرصہ کے بعد دفعہ ۱۵۲ اب کے ماتحت بائیں مذہب والے لوگوں کو ناظرہ قرار دی گئی۔

رشتہ ناطہ کے متعلق جماعت کو ہدایات
۱۸۹۸ء
 سب تک غیر از جماعت کو وہاں کے ساتھ رشتہ ناطہ کے بارہ میں کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن جب حضرت اقدس نے دیکھا کہ ہمارے بچوں کا بارہ مناسب مذہبی باتوں نہ ہونے کی وجہ سے غیروں میں نہیں ہو

سنت تو جماعت کے نام ایک اہم ہدایت جاری فرمائی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور ہی کے مبارک الفاظ میں وہ درج کر دی جائے حضور فرماتے ہیں۔

”یوٹر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی بزرگ عنایت سے ہماری جماعت کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہے۔ اور اب ہزاروں تک اس کی نویت پہنچ گئی اور غریب بفضلہ تعالیٰ انھوں تک پہنچنے والی ہے۔ اس لئے قرین بصیرت معلوم ہوا کہ ان کے رسمی اتحاد کے ٹکڑے نہ کے لئے دو شیراز کو ہاں و قارب کے بہت سے بدنامی سے بیان کرنے کے لئے ان کی باتوں کے بارہ میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالفت مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بغض اور عداوت کے پورے ذریعہ تک پہنچ گئے ہیں۔ ان سے ہماری جماعت

کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں۔ جب تک کہ وہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہ ہوں۔ اور اب یہ جماعت کسی بات میں ان کی محتاج نہیں مال میں۔ دولت میں۔ علم میں۔ فضیلت میں۔ خاندان میں۔ پرہیزگاری میں۔ خدا ترسی میں۔ سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں۔ اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس ماحول میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ اسے لوگوں سے ہماری جماعت کے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام و حال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے شناہواں اور تابع ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو ہیرو نہیں سمجھتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ جب تک پاکی اور سچائی کے لئے تک بھائی بھائی کو نہیں جھوٹے گا۔ اور ایک۔ پپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم سے نہیں ہو مگر جماعت تو جبر سے سُنے کے راستہ کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے۔

حضرت اندس کے معاندین و مخالفین نے یہ دیکھ کر کہ قتلِ عمد کا جو مقدمہ ان کے خلاف قائم کیا گیا تھا۔ اس سے بھی ان کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔

مقدمہ انکم ٹیکس ۱۸۹۸ء

تو انہوں نے مالی نقصان پہنچانے کی غرض سے آپ کے خلاف انکم ٹیکس کا مقدمہ قائم کر دیا۔ جو بٹالہ کے ایک ہندو تحصیلدار کی مدد سے آپ نے عذر داری کرنی چاہی مگر عذر داری کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ سب نقصان کا رزقہ پیش کیا جائے بغیر روزانہ چھپتا رہے تھے کہ حضرت اقدس پر کشفی حالت طاری ہو کر معلوم ہوا کہ ہندو تحصیلدار صاحب تبدیل ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ ایک مسلمان تحصیلدار صاحب آئے ہیں۔ انتہا مقدمہ کا انجام بخیر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ہندو تحصیلدار صاحب بدل گئے اور ان کی جگہ ایک مسلمان تحصیلدار صاحب آئے۔ ان کا نام تاج الدین تھا آگئے۔ اور انہوں نے پوری جان بچائی کہ ان کے لئے بڑی دشمنی کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کر دی کہ چند سے کے ذریعہ کے پاس حوروں پر آماتہ وہ سب کا سب قومی کاموں پر خرچ ہوتا ہے اور ان کی ذاتی آمدنی اس لائق نہیں ہے۔ اس پر قانون ٹیکس لگایا جاسکے۔ ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء کو تحصیلدار صاحب نے رپورٹ پیش کی اور ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء کو پٹی کمر گورداس پور میشرٹی ڈپٹی کمشنر نے اپنا فیصلہ دیا۔ جس میں لکھا کہ

”اے میرے ذوالجلال پروردگار! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں۔
جیسا کہ محمد حسین ثلوی نے اپنے رسالہ اشاعتہ السنہ میں بار بار محمد کو کذاب اور دغاں اور مفتری کے
لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اُس نے اور محمد بخش جعفر زلمی اور ابو الحسن مہبتی نے اس اشتہار
میں جو ۱۰ نومبر ۱۹۳۷ء کو چھپا ہے۔ میرے ذیل کہنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے
موسیٰ! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو محمد پر تیرہ ماہ کے مذہبی ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء سے
کے کر ۵ جنوری ۱۹۳۸ء تک دلت کی ماردار ذکر و ران لوگوں کی عزت اور وجہ ہمت ظاہر کر۔ اور
اس روز کے جھگڑے کا فیصلہ فرما۔ لیکن گر اے میرے آقا! اے میرے حوالہ میرے منعم میری
ان غنیمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں۔ تیری جناب میں میری کچھ عزت سے
تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ (۱۳) مہینوں میں ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء سے ۱۵ جنوری
۱۹۳۸ء تک سمارٹے جائیں گے۔ شیخ محمد حسین اور جعفر زلمی و تبتانی مذکور کو جہوں نے میرے
ذیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے۔ ذلت کی مار سے رہا میں بے دوا کر“

اسی اشتہار میں آگے چل کر مندر لکھتے ہیں

”یہ دغا بھی تو ہوں نے کی۔ اس کے جواب پر یہ الہام ہوا کہ میں ظالم کیر دہل اور سوا کروں گا اور
وہ اپنے اٹھ کاٹے گا۔“ ۱۷

یہ آپ نے چند عربی کے الہامات بھی اس اشتہار میں درج فرمائے جن میں سے جنس الہام یہ تھے
”أَتَحِبُّ رَمْرِي خَرْتُ سَيْبِي سَيْبِي تَوَيْلَهَا وَتَوَهَّفُهُمْ وَكَلَمَ لَهُمْ
وَقِنَ اللَّهُ مِنْ عَاصِمٍ“

یعنی ”کیا میں میرے محمد پر محب رہ رہ کر ان کا مار دے گا اور ان لوگوں پر ذلت طاری
ہوگی۔ اللہ کے عذاب سے کوئی انہیں بچا نہیں سکے گا۔“ ۱۸

حضرت اقدس کی یہ دُعا جناب الہی میں قبول ہوئی، اس نے موسیٰ
خدائی فیصلہ کا ظہور محمد حسین صاحب کی ذلت کے یہ اسباب پیدا کئے۔

۱۷ حاشیہ ۱: ۱۷ کاٹنے سے بہرہ بردار ہے کہ جس ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر ہیں ہے ہمارا ۱۷ کاٹ دیا وہ ۱۷ اس کی
حسرت کا موجب ہوں گے اور انہوں نے کیا کہ کیر لہا ۱۷ اسے کام پر چلے دیا ۱۷ اشتہار ۱۷ نومبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا جس میں علامہ محمد حسین

مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت اقدس کے اس اشتہار سے قبل ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو خلیفہ اپنے ساتھ انعامت السنہ کا ایک ایڈیشن انگریزی میں نکالا جس میں گورنمنٹ کو مخاطب کر کے حضرت اقدس کے بارے میں یہ لکھا کہ یہ شخص جو مدنی مہمدیت ہے یہ مہمدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور ابھی جو اظہار وفاداری کرتا ہے تو محض دفع لوقتی کے طور پر کرتا ہے جب یہ طاقت پکڑ جائے گا۔ تو گورنمنٹ سے ایسے ٹکرے گا کہ مہمدی سوڈانی گورنمنٹ کو بسوا جائے گا۔ گورنمنٹ کو چاہیے کہ فوراً اس شخص کو گرفتار کرے۔ اور ایسی نسبت لکھا کہ میں چونکہ کسی ایسے مہمدی کی آمد کا قائل نہیں ہوں اور ایسی تمام حدیثوں کو مجروح جانتا ہوں۔ میں مہمدی کی آمد کا ذکر ہے اس لئے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

اس اشتہار میں اس نے حضرت اقدس کی نسبت یہ بھی لکھا کہ اس کے امیر عبد الرحمن خاں وائی افغان کے ساتھ تعلقات ہیں۔ یہ اپنے پٹھان مریدوں کے ذریعہ سے اس سے نامہ در پیام رکھتا ہے۔ اس نفیہ اور جھوٹی خبر پر گورنمنٹ نے اسے چک بوم تحصیل جڑانوالہ ضلع رائل پور میں چند مرتبے اراضی اور انعام دی اور حضرت اقدس کے بارے میں تحقیقات کے لئے غیب ہدایات جاری کر دیں۔

۱۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء کا آخر ہفتا۔ حضرت اقدس کے خدام نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے مسجد مبارک پولیس کا چھاپا کی چھت پر جمع ہوئے تھے کہ ایک دن شام کو سیزنڈنٹ پولیس رانا جلال الدین خاں اسکاٹ پولیس کی سمیت پور پولیس کا ایک دستہ کے مسجد مبارک کی چھت پر پہنچ گئے۔ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب سیکنڈی مسجد میں موجود تھے۔ وہ یہ نظارہ دیکھ کر گھبر گئے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں اطلاع بھجوائی آپ المینان کے ساتھ وہاں تشریف لائے سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ ہم آپ کی خانہ تلاشی کے لئے آئے ہیں۔ کیونکہ میں اطلاع ملی ہے کہ آپ کے اہل خانہ نے ساتھ تحقیقات ہیں۔ اور آپ ملانٹ بکر گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ ہفت روزہ چاہتے ہیں۔ سنہ ۱۸۹۸ء میں یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہم تو گورنمنٹ انگریزی کو نہایت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو مذہبی آزادی اور عدل۔ صاف اس حکومت میں ہے اور کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ اور ہم بذریعہ تمام اسلام کی شہادت علیہ اسلام کی گرو سے جائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اسلام اپنی خوبیوں کی وجہ سے

سارے دنیا میں پھیل رہا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہنے لگا کہ اہل خانہ کی اولاد میں چھ فوٹو حاصل کی ہیں۔ ان کے ساتھ ۶ فرسٹ کلاس ٹکٹ اس سبب ہے کہ شواری سیاتی ہے جس کی ایک ن کی لڑکیاں ہیں۔ گروس میں ۵۰ روپے ہیں۔

اشاعت کے لئے تلوار کا محتاج ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں تلاشی دیتے ہیں کوئی عذر ہے اللہ
ی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اگر مہربانی کر کے آپ ذرا ٹھہر جائیں تو نماز سے فارغ ہو جائیں سہ ٹینٹ صاحب
س ایک شریف انسان تھے۔ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور نماز کا نظارہ دیکھنے لگے۔

حضرت مولوی عبدالحق صاحب سیالکوٹی نے امامت رانی ایک اردو حوش، لجان تھے سی دوسرے
م کی آمد کا بھی ان پر تر تھا انہوں نے اس حوش امانی اور سوز و گداز سے قرائل کریم پڑھا۔ کہ ماریوں کی
ہیں بھی گئیں سہ ٹینٹ پولیس پر اس نماز کا ایسا اثر ہوا کہ جب حضرت مولوی صاحب نے سلام
پڑھا۔ نو وہ ٹھٹھکڑا ہوا اور حضرت اقدس سے کہنے لگا کہ مرزا صاحب۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ ایک
منبر اور خدا پرست انسان ہیں اور آپ نے جو کچھ فرمایا ہے سب سچ ہے یہ انہوں کا آپ کے خلاف غلط
پیکڑا بننا لہذا میں آپ کی خانہ تلاشی کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ درہم کہہ کر کپتان صاحب تو پولیس کو بلے
بلے گئے لیکن حضرت اقدس جبرن دے گئے کہ اس خانہ تلاشی کا باعث کونسا رد ہے؟ خود سہ ٹینٹ
ی شخص کے ذریعہ آپ کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا وہ رسالہ ہاتھ لگ گیا جس کو پڑھوا کر سننے
آپ پر ساری حقیقت منکشف ہو گئی۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس نے ۲۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کو گورنمنٹ
شیبہ کو مخاطب کر کے ایک رسالہ بنام "کشف الغطا" لکھا جس میں اپنے خانہ تلاشی حرامت بیان کرنے کے
مولوی محمد حسین صاحب کی اس چال کی کوٹھشت زباں کیا جو انہوں نے گورنمنٹ سے مرتبہ حاصل
لئے کے لئے کی تھی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس انگریزی رسالہ میں یہ کہہ کر کہ میں کسی مہدی کی
استفتاء آمد کا قائل نہیں ہوں اور ایسی ادویث کو جن میں عام مہدی کی آمد کا ذکر ہے مجروح
محبت ہوں مرتبہ حاصل کرنے کے لئے۔ سچا درویش ہے (دوغ سے کام لیا) میں ہر ان کے رسالہ مولوی کا
قدرتی سامان پیدا ہو کہ سندھالی نے حضرت اقدس کے ایک شخص مرید کو کہہ کر کہ میں مولوی صاحب
شریانی کے دس برس ڈاکہ اس موقع پر کہی دیی خدمت بھائی چا بیٹے چچا بیٹے وہ ۱۹۴۵ء کے پیام
میں قادیان حاضر ہوئے۔ جب سہ ٹینٹ صاحب کی منہ پر کرسمس کے باہم میں نہ تھا۔ ان کا مقصد انہوں سے کہہ
یہ حسین صاحب بٹالوی کا انگریزی رسالہ پڑھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست کی کہ خور مجھے یہ
استفتاء لکھو دس میں عہد سے اس پر دستخط کروا کر لاؤں گا۔ حضور نے جو استفتاء لکھو دیا۔ وہ درج ذیل ہے۔

استفتاء

کہا فوات میں عید کا روزہ مفتیوں پر شرعاً مستثنیٰ کہ ایک شخص مسجد کی کھڑکی کے آگے شب بھر کھڑی زانو میں
 کھڑا رہے اور خط و کتابت نہ کرے اور نہ ہی کسی اور سے بات کرے اور نہ ہی کسی کو دیکھے اور نہ ہی کسی سے
 کلام کرے اور نہ ہی کسی کو دیکھے اور نہ ہی کسی سے کلام کرے اور نہ ہی کسی کو دیکھے اور نہ ہی کسی سے کلام کرے
 اور نہ ہی کسی کو دیکھے اور نہ ہی کسی سے کلام کرے اور نہ ہی کسی کو دیکھے اور نہ ہی کسی سے کلام کرے
 اور نہ ہی کسی کو دیکھے اور نہ ہی کسی سے کلام کرے اور نہ ہی کسی کو دیکھے اور نہ ہی کسی سے کلام کرے

مفتی محمد رفیع الدین صاحب دہلوی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص عید کے روزہ رکھنا چاہے تو اسے اپنے گھر میں
 کھڑا رہنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو
 دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا
 چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے
 اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے

علماء کے فتوے

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے مفتی محمد رفیع الدین صاحب دہلوی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص عید کے روزہ رکھنا چاہے تو اسے اپنے گھر میں
 کھڑا رہنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو
 دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا
 چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے
 اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے

محمد رفیع الدین صاحب دہلوی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص عید کے روزہ رکھنا چاہے تو اسے اپنے گھر میں
 کھڑا رہنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو
 دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا
 چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی سے کلام کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دیکھنا چاہیے

اگر گور کیا جائے تو حضرت اقدس پر تو مولوی صاحبان کے فتوؤں کا ذرہ بھر بھی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔
 ونگر حضور مدعی مانوریت تھے حضور پر اگر فتوے نہ لگتے تو حضور کی صداقت مشتبہ ہو سکتی تھی۔ یہ حضور
 بنوئے لگانے والے ایک مدعی صادق اور مومن اللہ کی تہذیب و مکلفہ کے بصر سے تھے۔ لیکن مولوی محمد حسین
 صاحب پر ان مولویوں نے فتوے لگائے جو ان کو اپنا لٹرا مانتے تھے۔ کیا ایک مذہبی سڈر کے لئے اس سے
 ہر در کوئی ذلت ہو سکتی ہے؟ وہ بڑا دل آویز جواب ہے۔

مولوی محمد حسین کی علمی پردہ دری | اسی پر لکھ گئے ہیں کہ حضرت مدعی سے جو اشتہار ۲۱ نومبر
 ۱۸۹۸ء کو کوشش کی گئی تھی اس میں حضور کا ایک لہجہ بھی
 تھا کہ "عجب آدمی" اس پر مولوی محمد حسین صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ یہ عبارت غلط ہے۔ عجب
 صلاہ "من" کتاب نہ کہ "بہ" یعنی "کے خاں" میں صحیح عبارت ہوں ہونی یہ جیسے تھی کہ "عجب
 آدمی" اس عبارت کا جو جواب دیا وہ اس نے جہانگیر مسعود صفحہ ۱۵ شہر ۳۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور
 شہر سورجہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء میں دیا۔ اس سے مولوی صاحب کی رہی رہی عزت بھی خاک میں مل گئی۔
 حضور نے اپنی تائید میں دلوانہاں حواس میں سے یا بچے تھے اسے پیش کئے جن میں عجب کا صلاہ لام مستقل تھا
 نہ نہیں تھا چنانچہ ایک شعر ان میں سے یہ تھا

عجب نہ شہزادہ کی تختہ تختہ | و رفت مسجود ذی مخلق

یعنی "وہ معشوق جو عالم تصور میں میرے پاس بھی آئی تھی عجب ہوا کہ وہ آئی کیونکہ

میں تو ایک جے نیکو خاں میں محسوس ہوں جس کے دروازے بھی بند ہیں

ب دیکھو لو۔ یہاں عجب کا صلاہ "لام" ہے ہونے نہیں۔

مقدمہ حفظ امن و ضمانت | اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں حضرت اقدس
 نے مولوی محمد حسین صاحب کے ذلیل ہونے کی پیشگوئی کی تھی مولوی

محمد حسین صاحب نے پیشگوئی کے ہماری عداوت "ہمہم ذلہ" سے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ محمد بخش ڈپٹی
 سب ڈپٹی سے اپنے دوست نہ تعلقات کی بناء پر اسے ان بار کی خدمت میں یہ رپورٹ درج کروائی کہ مرزا
 غلام احمد سے مسٹر ڈاگس ڈپٹی کمشنر گورد سپور کی اس بدین کے خلاف جو اس نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک
 کے مقدمہ میں دی تھی کہ وہ آئندہ کسی کی ہاکت یا موت کی پیشگوئی شائع نہ کیا کریں مولوی محمد حسین صاحب

کی پاکت کی پیشگوئی کر کے صریحاً خلاف ورزی کی ہے۔ لہذا گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ مرز صاحب سے دفعہ ۱۰۰ کے تحت حفظ امن کی ضمانت لے۔ یہ رپورٹ یکم دسمبر ۱۹۸۰ء کو کی گئی۔ اس رپورٹ کے موصول ہونے پر ڈپٹی کمشنر گورنمنٹ ہسپتال دیکھنے کے لیے دفعہ ۱۰۰ اور حضرت اقدس کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ بنادیا۔ لیکن حقائق ایسے تھے کہ جن کی وجہ سے ساتھ ہی مولوی محمد حسین صاحب پر بھی اسی دفعہ کے ماتحت مقدمہ قائم کر دیا۔ اس سلسلہ میں حضور کو معہ خدام پٹھانکوٹ ورنہاریوال میں مقدمہ کی پیروی کرنے کے لیے جلاوطن کر دیا گیا۔ قسطنطنیہ کے تبدیل ہوجانے کی وجہ سے پٹھانکوٹ میں تو کوئی ہارونی نہ ہو سکی۔ دھاریوال میں مولوی محمد حسین صاحب کیلئے سٹریٹ لائٹس لگائی گئیں۔ مولوی محمد حسین صاحب کیلئے ایک ہی وقت میں مولوی محمد حسین صاحب اور مرز صاحب پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔ اس قانونی نکتہ کو ڈپٹی کمشنر نے صحیح تسلیم کیا اور مقدمہ کی جگہ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۰ء کو ۱۹۸۰ء میں حضرت اقدس نے اس مقدمہ میں جو ڈیفینس تیار کیا وہ یہ تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے سب سے پہلے جو جرم نہ دعوات تھے ان سب کا ذکر کیا اور پھر عدالت کو یہ بتایا کہ میں نے ہرگز مولوی صاحب کی موت یا ہتھیار کی پیشگوئی نہیں کی میں نے تو مثالی ذات کی پیشگوئی کی تھی۔ مسٹر ڈوئی ڈاکٹر جیٹ نے جب حضرت اقدس کے ڈیفینس کو بغور پڑھا۔ تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مرز صاحب کے خلاف جو جرم نہ دعوات تھے درحقیقت سب کچھ ہیں۔ مرز صاحب نے لوہے کے مقابلہ میں عشرتیر گھنٹے نہیں کہہ دینا چاہیے اس نے مقدمہ خارج کر دیا۔ اور حضرت اقدس سے کہا کہ ان گندہ شہادت کا جواب بتائیے۔ آپ کو عدالت میں چارہ جوئی کرنی چاہیے تھی۔

مولوی محمد حسین صاحب نے ان کی ہارونی سے کہنے کے لیے ہونے والے مقدمہ بھڑکے ہوئے قسطنطنیہ کے لیے نہیں لے بلکہ اور ایک دھاریوال کے مولوی محمد حسین صاحب دونوں کے پر دستخط و اسٹمپ اور وہ نوٹس یہ تھا۔

”مذکورہ ذاتی فریق نے کہ ان دونوں کی نسبت موت وغیرہ دعائیں سمون کی پیشگوئی نہ کرے۔ کوئی کسی کو ہارونی نہ دعوات، دستخط و اسٹمپ نہ کرے۔ کوئی کسی کو سب سے پہلے نہ دعوات و قضا دیان کو پیوٹے ہاف سے نہ دعوات ہونے ورنہ بٹاؤ کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ ہر کوئی درہم میں سے بھگت نہیں رہا۔ ایک اور فریق حسی امکان اپنے دوستوں اور یہ دعوات میں ہر ایک کا پانڈ کر رہا۔ قیصر صرف باہم مسلمانوں میں ملکہ صبا یوں سے بھی یہی چاہتا ہے۔“

مولوی محمد حسین صاحب کی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے یہ مقدمہ کیا تو اس لئے تھا کہ نوزبانہ
 بن ذلک حضرت اقدس کی اس مقدمہ کی وجہ سے ہتک ہوگی۔
 اور نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت اقدس کو تو اس سے ذرہ بھر بھی نقصان
 نہ پہنچا مگر مولوی صاحب کی تذلیل ہر پہلو سے مکمل ہو گئی اور وہ اس طرح کہ مودنی صاحب نے تمام
 مودستان میں پھر کر حضرات علماء سے آپ کے خلاف جو کفر کے فتوے حاصل کئے تھے اور آپ کو نوزبانہ میں
 درجہ اول اور غری اور کذاب وغیرہ خطابات سے ماد کیا تھا۔ ان سب کو خود اپنے قلم سے عداوتی
 زبان پر دستخط رکے باطل قرار دے دیا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اپنے کئے دھوکہ پر پانی پیہر دیا۔ اگر مولوی صاحب
 نہ ہوتا وہ فتوے صحیح کئے تو عدالت میں مولوی صاحب کو کہنا چاہیے تھا کہ صاحب میہرہ نزدیک
 نہیں، یعنی ہا اور کذاب ہیں، دایسے الفاظ کبھی سے باز نہیں رہ سکتے۔ مگر مولوی صاحب ڈر گئے۔
 عدالت عدلیہ سے ہاتھ دھو کر فرار ہوئے اور مولوی صاحب بڑا ہی کی

میں سے یہ وہ کیا دلت ہوں کہ اس شخص نے اپنی غارت کو اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔

تقی یاد ہے کہ میں نے اس شخص کو کبھی کسی کو کافر کذاب غیرہ خطاب سے یاد دہا ہی
 میں جھٹلے کے لئے کسی کو کسی نے نہ کوئی سخت لفظ حلا سے تو دفاعی طور پر اور وہ بھی نسبتاً و
 جس نرم و سوسا سب سمجھنا نہ سکا۔ تو غصہ کرنے والے کو لب ضرورت پڑی تھی۔ کہ وہ سخت الفاظ
 نکال کرے گا کہ یہ باتیں جو کہ مقدمہ کے لئے آپ کو بھی موت و ذلت کی پیشگوئی کر رہے ہیں وہ
 مولوی صاحب کو حضرت اقدس کی رباں مبارک سے یہ ہے کہ

”جو ہماری ہار روئی خواہ اس وقت سے پہلے ختم ہو چکی تھی کہ برب ڈوٹی صاحب کے لئے اس پر ایسا
 کچھ آپ مکہ میں نے بارہا حکم میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کو زندہ نکال کر
 بھی اس پر چاہئے کہ اس میں کوئی لب نہ رہے اور جہد دل پیر و متقدمین کے لئے وہاں
 بھی اس پر چاہئے کہ اس میں کوئی لب نہ رہے اور جہد دل پیر و متقدمین کے لئے وہاں
 مدعا میں اس کی سبب میں پیشوایان حقین سو ہم چے میں مدعا دینے پر چلے۔ جب چہ میں ہیں
 عدالت میں ہیں۔ لیکن کی موت و ذلت کی نسبت مشدق کر رہا اور یہاں رہا ہوا ہے۔“

بارہا یہ کہ جس شخص کو اس سے مدعا ہے کہ

۶۔ کشف الغطا۔ یہ رسالہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو شائع ہوا۔ اس میں اپنے خاندانی حالات اور جماعت کا وفاداری کا ذکر کر کے محافلوں کے اس غلط پروپیگنڈا کو رد کیا گیا ہے جو وہ آپ کے خلاف کر رہے تھے۔ خصوصاً سودی محمد حسین صاحب کے نزاع کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔

صاحبزادہ مبارک احمد کی پیدائش ۱۲ جون ۱۸۹۹ء کو آپ کے ہاں چوتھا بچہ پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ اس بچہ کی پیدائش سے دو ماہ قبل آپ سے الہام کے طور پر اس کی روح نے یہ کلام کیا کہ

رَاحِيْنَا اسْقُطْ مِنَ الدُّوَا لِحَيَاتِنَا

یعنی "میرا دلت گئی اور میں اب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین پر گر دوں گا۔ اور پھر اسی کی طرف بھاڑوں گا۔"

اس الہام کی نوبل آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ کی کہ

"یہ لوکاں نیک ہوگا اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی اور یہ کہ جبر فوت ہو جائے گا۔"

چند غیر تامل کے پچھلے صفحے کے مطابق ۱۱ ستمبر ۱۸۹۹ء کو حضرت اقدس کی زندگی میں ہی صاحبزادہ مبارک احمد وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔ چھوٹا بچہ ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کو اس بچہ سے بہت محبت تھی چنانچہ جب یہ بیمار ہوئے تو حضور نے اُن کے علاج کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ لیکن جب فوت ہو گئے تو آپ نے وہ صبر اور رضا کا نمونہ دکھایا کہ لوگ حیران رہ گئے۔ مبارک احمد کی قبر کے کتبہ کے لئے آپ نے چند شعر بھی تحریر فرمائے جن سے آپ کے جذبات قلب کا صحیح صحیح نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے ان اشعار میں سے دو شعر درج ذیل ہیں:-

جس کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خُلق تھا

وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

برس تھے آنکھ اور کچھ چہینے کہ جب خدا نے اُسے بُلایا

بلاسنے والا ہے سب سے پیارا اُمّی پہ اسے دل تو جہاں فدا کر

ایک مہموریل کے ذریعہ گورنمنٹ کی خدمت میں ایک
 مالی مذہبی جلسہ کرنے کی درخواست۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۹ء

۲۴ ستمبر ۱۸۹۹ء کو پنے گورنمنٹ
 کی خدمت میں ایک مہموریل کے
 ذریعہ درخواست کی کہ آج کل جبکہ

سارے مذہب کے پیروکار اپنے اپنے غلبہ سے ایک دوسرے سے دست و گریبان نظر آتے ہیں گورنمنٹ
 اچانک کہ انیا میں سچے مذہب کی تحقیق کے لئے ایک ایسا جلسہ منعقد کروئے جس میں ساری قوموں کے
 یہی پیشہ اپنی اپنی کتابوں کی اعلیٰ تعلیمات کو پیش کریں۔ اور پھر اپنی اپنی روحانی طاقت سے ایسے ثبوت
 دیا کریں جن سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان کے مذہب کو اختیار کرنے سے انسان کی روح کے روحانی کمال
 حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

”ہماری عدلی گورنمنٹ ایک مذہبی جلسہ کا اعلان کرے جس میں ہر مذہب کی ایسی تاریخی مقرر کرے
 جو دو سال سے زیادہ ہو۔ درمیان قوموں کے سرگرم علماء اور فقہاء اور علماء کو اس عرض سے بلایا جائے
 کہ وہ جلسہ کی تاریخ پر حاضر ہو کر اپنے مذہب کی سچائی کے ثبوت دیں
 اول۔ ایسی تعلیم پیش کریں جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو۔ جو انسانی درخت کی تمام شاخوں کی
 آبپاشی کر سکتی ہو۔ (۲) دوسرے یہ ثبوت دیں کہ ان کے مذہب میں روحانیت اور طاقت ہوا
 ویسی ہی موجود ہے جیسا کہ بتدا میں دعویٰ کیا جاتا تھا۔ اور وہ اعلان جو جلسہ سے پہلے شائع کیا
 جائے۔ اس میں ہر مذہب پر ہدایت ہو کہ قوموں کے سرگرم وہ ان دو تہوتوں کے لئے تیار ہو کر جلسہ کے
 میدان میں قدم رکھیں، اور تعلیم کی تہوتوں میں ان کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں پیش کریں جو
 محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں۔ ورنہ ایک سال کے اندر پوری بھی ہو جائیں

پھر فرماتے ہیں۔

”در سچے مذہب وہی ہے جس کے ساتھ زندہ نمونہ ہے۔ کہ کوئی دل و کوئی کاشنس س بات
 کو قبول کر سکتا ہے کہ ایک مذہب تو سچا ہے۔ مگر اس کی سچائی کی چمکیں در سچائی کے نشان آگے
 نہیں بکھینچے گئے ہیں۔ وہ دینیوں کے بھیجنے والے پر ہمیشہ کے لئے مہر لگ گئی ہے میں
 جانتا ہوں کہ ہر ایک انسان جو سچی بھوک اور باس خدا خالنے کی طلب میں رکھتا ہے وہ ایسا
 خیال برگر نہیں کرے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے مذہب کی یہی نشانی ہو کہ زندہ خدا کے

زندہ نمونے در اس کے اتنا فاس کے چمکتے ہوئے نہ اس مذہب میں آزاد بتازہ موجود ہوں۔ گرجا کی کورنٹس ایسا جلسہ کرے تو یہ ہایت مبارک راہ ہے اور اس سے ثابت ہوگا کہ یہ گونٹ سپہی کی حامی ہے اور اگر ایسا جلسہ ہو تو شخص اپنے اختیار سے اور منفی خوشی میں جلسہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ قوموں کے بیشتر جنہوں نے مقدم کیا کر روڑا رو بہ تو سولی کھالبا ہے۔ ان کے تقدس کو آرمائے کے بنے اس سے ٹھہراؤ تو فی عمدہ طریق نہیں کہ جو ان کا یا ان کے مذہب کا خدا کے ساتھ رشتہ سے اس رشتہ کا زندہ ثابت ہو سکتا جائے۔

وقت نصیبین | حضرت اقدس کو جب یہ علم ہو گیا کہ حضرت مسیح ناصی وقت نصیب کے بعد شیعہ میں آگئے تھے۔ در ایک سو بیس سال کی لمبی عمر پا کر یہاں ہی ان کا دصال ہوا تھا۔ تو آپ سے یہ کوشش کی کہ اس ضمن میں نئے سے نئے ثبوت مہیا کئے جائیں۔ چنانچہ کتاب "وضہ لفظ پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو کہ حضرت مسیح کو وقت نصیب کے وقت نصیبین کے ما شاہ نے اپنے پاس بلایا تھا۔ ایک انگریز کی گواہی بھی مل گئی کہ نہ حضرت مسیح کو اس بادشاہ کا خط آیا تھا۔ بلکہ وہ خط بھی اس انگریز نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ تو حضور کے دس میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کچھ تعجب نہیں کہ اس مسئلہ پر مزید دشمنی ڈالنے کے لئے نصیبین سے بعض کتبہ مل جائیں۔ یا حضرت مسیح کے بعض حواریوں کی قبروں کا علم ہو جائے۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ قین دانشمند اور ۱۰ لغزم آدمی اس غرض کیلئے نصیبین بھیجے جائیں چنانچہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء ایک شہر بارجلستہ الوداع کے عنوان سے شائع فرمایا۔ جس میں لکھا کہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۹ء کو دوست جمع ہو جائیں اور وفد کو جس میں مرزا غلام بخش صاحب اور دو ان کے ساتھی تھے دعا کے بعد رخصت کریں مگر افسوس کہ سنہ کی بعض شغلات کی وجہ سے یہ وفد روانہ نہ ہو سکا۔

نوٹو گراف کے ذریعہ قادیان کے ہندوؤں کو تبلیغ | حضرت اقدس کو یہ بڑا شوق تھا کہ تبلیغ اسلام کے نئے سے نئے مواقع تلاش کئے جائیں چنانچہ انہی ایام میں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف، لیر کوٹہ ایک نوٹو گراف خرید کر قادیان

لے گئے۔ اس کے ساتھ آواز بھرنے کا سامان بھی تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے سورۃ انبیاء کا آخری کراغ ٹھہرا کر اس میں بھرا اور حضرت اقدس کو سنایا گیا۔ حضرت اقدس اس سے بہت محظوظ ہوئے۔ قادیان کے

یوں کہ جب پتہ لگا کہ نوب صاحب فونوگراف آئے ہیں تو ایک عجوبہ چیز سمجھ کر کئی آریوں نے حضرت اقدس سے درخواست کی کہ ہم بھی فونوگراف سننا چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: بہت اچھا۔ آپ بھی کسی وقت آجائیے۔ دھرتی کو یہ کہا اور امداد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا: کہ "ہم فونوگراف سننا سنا جب تک کہ اس سے کوئی مفید کام نہ لیا جائے۔ فیض اوقات سمجھتے ہیں۔ کیوں نہ فونوگراف کے ذریعہ ان آریوں کو تبلیغ کی جائے۔ چنانچہ آپ نے چند اشعار کہے اور مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ آپ انہیں خوش الحانی کے ساتھ سنائیے کہ اس میں بند کر دیں۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی جب کہ صاحبان آئے تو وہ امداد سنائے گئے۔ جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

تو از آ رہی ہے فونوگراف سے ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لائے دگراف سے

اس طرح آریوں کی درخواست بھی منظور ہو گئی۔ حضرت اقدس کا شوق تبلیغ بھی پورا ہو گیا۔

عربی تعلیم کے لئے سلسلہ اسباق عربی سیکھنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے بعض اسباق بھی تیار فرمائے۔ مگر یہ مصروفیات کی وجہ سے یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہا۔ لیکن جمعیت میں اس ذریعہ سے حضور نے عربی سیکھنے کی ایک نئی چلا دی۔

تصنیفات ۱۸۹۹ء ۱۔ ایام الصلح: یہ کتاب فارسی اور اردو دو زبانوں میں شائع ہوئی فارسی ایڈیشن تو یکم اگست ۱۸۹۸ء کو ہی شائع ہو گیا۔ لیکن اردو ایڈیشن بعض اضافوں کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد یعنی یکم جنوری ۱۸۹۹ء کو شائع ہوا اس کتاب کا نام ایام الصلح دو ذبہ سے رکھا گیا۔ اول یہ کہ یہ ایام ایسے ہیں جن میں اسلام پر تلوار کی بجائے قلم اور دلائل و براہین سے حملے کئے جا رہے ہیں۔ ہذا ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اسلام کی حفاظت میں نرمی و صلح کا طریق اختیار کرتے ہوئے قلم اور دلائل و براہین ہی سے کام لیں۔

دوم: دنیا خست و غور و رگناہوں میں مبتلا ہے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کر کے توبہ و استغفار کے ذریعہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ صلح کر لے۔

۲۔ حقیقۃ المہدی: یہ رسالہ حضرت اقدس سے ہر فردی ۱۸۹۹ء کو شائع فرمایا۔ اس میں حضور نے گورنمنٹ کو مخاطب کر کے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس خفیہ رسالہ کی قلعی کھولی سے جو انہوں نے

حضرت اقدس کے خلاف گورنمنٹ کو اکسانے کے لئے لکھا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارا گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کرنے کا کوئی راہ نہیں اور نہ ہم کسی خونی ہمدی کے قائل ہیں لیکن مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے عقیدہ کے اظہار میں سراسر خیانت سے کام لیا ہے اگر یہ سچا بیان میں سچے ہیں تو گورنمنٹ کو جانیں کہ انہیں کہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ کی اشاعت اپنے ہم مذہب مولویوں اور عوام میں کریں۔ مگر ہم گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ ایسا نہ کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ "مسیح ہندوستان میں" اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس پر ایک اہم فرض یہ بھی تھا کہ آپ صلیبی فتنہ کو پاش پاش کریں۔ چنانچہ آپ نے اس کام کو اس احسن طریق سے انجام دیا کہ اب عیسائی دنیا کے اکثر محققین بھی اس مسئلہ میں آپ کی ہم نوائی کر کے کھلم کھلا اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی اور نہ آپ اس جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور نہ ہے کہ مسیحیت کے یہی دو بنیادی اصول، ختم ہونے پر مسیحی عقائد کفارہ اور ابوبیت مسیح کی ماری مارت کٹری کی گئی تھی۔ اس کتاب میں عیسیٰ مسیح کے فوت نہ ہونے اور کشمیر کی طرف سفر کرنے اور بالآخر وہیں فوت ہوا کہ رینڈر کے محلہ خانیہ میں دفن ہونے سے متعلق ایسے قومی، رائل پیش کئے گئے ہیں جس کا رد قطعاً ممکن ہے اور ایک دنیا میں صرف یہی ہے چنانچہ ہندو اور عیسائی محققین بھی اس پر یکو قرار کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچ کر کشمیر کی طرف گئے تھے۔ یہاں تک کہ مشہور مستشرقین کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ انجیل کی آیت میں جو حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے وہ یقیناً سچا ہے۔

۴۔ ستارہ قیصرہ۔ یہ رسالہ ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء کو شائع ہوا۔ تحفہ قیصرہ کی طرح اس رسالہ میں بھی حضور نے عیسائی عقائد کا رد کیا اور ملکہ معظمہ و کٹوریہ کو اسلام کی تبلیغ کی۔

۵۔ تریاق القلوب پر کتب ۱۸۹۹ء میں تصنیف کی گئی اور ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دو چہرہ آخری صفحات اضافہ کر کے شائع کر دی گئی۔ اس کتاب کی ابتداء میں تو وہ مشہور فرسی قصیدہ ہے جس میں آپ نے کابل ہون کی علامت بیان فرمائی ہیں اس کے بعد آپ نے زندہ نبی کا نشان خصوصی بیان فرمایا ہے اور اپنے نساہت کا تذکرہ کیا ہے۔

نظام الدین اور نظام الدین کا مسجد مبارک
کے سامنے دیوار کھینچ دینا۔ مہینہ ۱۹۰۰ء

حضرت اقدس اپنے چچا زاد بھائی مزار
امام الدین اور مزار نظام الدین کیساتھ
قیام کی جگہ میں بربر کے شریک تھے

میں آپ کو حق پہنچا تھا کہ تسلیمات دیہہ سے بھی برابر تھا۔ ۱۰ اگست تھے۔ مگر آپ کے زمرہ و قیام کی وجہ
سے ان تماموں نے آپ کو واپس کی جگہ سے سخت تنگ کر رکھا تھا۔ نہ ڈھاب سے مٹی لینے دیتے تھے
نہیں سے مٹی حاصل کرنے دیتے۔ ایک دفعہ جون کی غیظانہ سی ہوا۔ بعض دوستوں نے ڈھاب سے
مٹی تو واپس آکر یہ بہت بڑے گا۔ ہاں ہیں اور ایک کھیتی کو بھرا مسجد مبارک کے سامنے دیوار
جو مٹی کے اندر کہ بہت لمبی ہوئی۔ کیونکہ مزار کے سب سے داخل ہوئے گا وہی راستہ تھا۔
رستہ بھی کٹ مہ آسانی سے۔ چاہا کہ مزار کے دور دراز لوگوں کے بلے بھی وہاں ہی کر
لہرتے تھے۔ اب مایوں کو بہت بڑھ چکا تھا۔ مزار کے بند باند سے مزار کے پائے تھیں۔ قافلے سنہ
پلے توجہ آجی مزار امام الدین کے پاس بھیجے۔ انہیں تعین فرمائی کہ صاحب مزار کے ساتھ
ی سے کام کریں۔ مگر اس ماز کا تو بار آدمی ہی نکالا تھا۔ وفد کی مدد وضاحت سن کر مزار امام الدین
ماتحت تک لگوا ہو گئے۔ ورنہ کہ وہ یعنی حضرت اقدس خود کیوں نہیں آئے۔ بچہ حضور نے ایک وفد
مٹی لے کر خدمت میں بھیجی کشن و پیمان پوچھیں ایک دفعہ کے گاؤں میں کسی واردات
تفتیش کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ڈپٹی کشن کے سامنے جب وفد پیش ہوا تو وہ بھی سخت ترشہ و
سے پیش آئے۔ اور کہا کہ

”تم بہت سے آدمی جمع ہو کر مجھ پر عیب ڈالنا چاہتے ہو میں تم لوگوں کو خوب جانتا ہوں۔“
میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ جہالت کیوں من رہی ہے۔ اور میں تمہاری باتوں سے ناواقف نہیں۔
اور میں مت جلد تمہاری خبر لے دلا ہوں۔ ورنہ تم کو پتہ لگ جائے گا کہ ایسی جماعت کس طرح
بنایا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔“

غرض وفد کے نیل مرام واپس آگیا۔ جب حضرت اقدس نے سارا واقعہ سنا تو سخت تکلیف میں
ہوئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور بعض دوسرے مداندین آپ کے خلاف حکومت کو سخت بدظن

کر چکے تھے۔ حکومت کی س روش کو دیکھ کر مرزا امام الدین اور نظام الدین نے بھی اپنی مخالفانہ کارروائی
تیز کر دی تھیں۔ پولیس تو مخالف تھی جی۔ ناچار آپ نے احباب کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ کہ ہجرت نہ
انبیاء میں سے ہے کیوں نہ ہم بھی یہاں سے ہجرت کر کے کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ہم اپنا نام نہ
سہولت کے ساتھ کر سکیں۔ حضرت حکیم سوانا حافظ نور الدین صاحب نے بھیہ تشریف لے جانے کا مشورہ
دیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے سیالکوٹ جانے کی دعوت دی۔ محترم شیخ رحمت اللہ صاحب
نے لاہور تشریف لے جانے کے لئے عرض کی۔ محترم پوپڑی حاکم علی صاحب کی روایت ہے کہ میں نے
ایسے گاؤں پیار جانے کے لئے عرض کی۔ سب کی باتیں سن کر فرمایا۔ کہ اچھا وقت آئے گا تو کوچہ
جائے گا۔ جہاں اشد لے جائے گا وہیں جائیں گے۔

جب حضور نے دیکھا کہ نہ مرزا امام الدین مانتا ہے۔ نہ ڈپٹی کمشنر کچھ مانتا ہے۔ ب سوائے اس کے
کوئی جیاد نہیں کہ دیوانی عدالت میں دعویٰ کر دیا جائے۔ چنانچہ دوستوں کے مشورہ سے آپ نے مرزا
امام الدین کے خلاف شیخ خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج گورداسپور کی عدالت میں دیوانی مقدمہ دائر
دیا۔ اس مقدمہ کے دوران میں ایک مرتبہ آپ کو گورداسپور بھی تشریف لے جانا پڑا۔ وہاں آپ کو کٹہر
دار کی وجہ سے کسی قدر بخار ہو گیا اور پیش بھی ہو گئی۔ ات کو آپ نے احباب کو سو جانے کی ہدایت
فرمائی۔ چنانچہ حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں احباب سو گئے۔ حضرت اقدس کو چونکہ تکلیف تھی۔ اس لئے
حضور کے ایک جان نثار صحابی حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجھوی اور دو تین اور دوست رات میں
جاگتے رہے اور جو تہی حضور رفع حاجت کے لئے اٹھتے۔ حضرت منشی صاحب فوراً لوٹائے کر حاضر ہو جاتے
متواتر دو راتیں حضرت منشی صاحب نے جاگ کر گزاریں۔ حضرت اقدس ان کے اس اخلاص کو دیکھ کر بہت
خوش ہوئے اور فرمایا کہ درحقیقت آداب مرشد اور خدمت گذاری ایسی شے ہے۔ جو مرید و مرشد میں
ایک گہرا رابطہ قائم کر کے وصول الی اللہ اور حصول مرام کا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ ۱۶ جولائی ۱۹۰۱ء کو عدالت
میں آپ کی پیشی تھی۔ آپ کی شہرت کی وجہ سے گورداسپور کے تین اسٹرا اسٹنٹ کسٹمر بھی اپنی
عدالتیں چھوڑ کر آپ کا بیان سننے کے لئے متعلقہ عدالت میں آ گئے۔ حضرت اقدس نے نہایت صحتی
کے ساتھ اپنا بیان دیا۔ اور پھر پیشاں بشاش باہر تشریف لے آئے۔

اس کے بعد دس اگست ۱۹۰۱ء کو پیشی تھی۔ اس روز مرزا علیہم کے گواہ پیش ہو کر وکلاء کی بحث

بجلی حب کرنے سے تو وہ حصہ چکی کا حوسا سے ہوتا ہے باعث گردش کے پردہ میں آجاتا ہے اور وہ حصہ پردہ میں ہوتا ہے وہ سامنے آجاتا ہے مطلب یہ کہ مقدمہ کی موجودہ حالت میں ہر صورت مقدمہ سنا کر کے سامنے ہے تو ہمارے لئے سفر و تفصیل رساں ہے۔ یہ صورت قابل نہیں رہے گی۔ ایک دوسری صورت پیدا ہو جانے کی ہمارے لئے مفید ہے۔

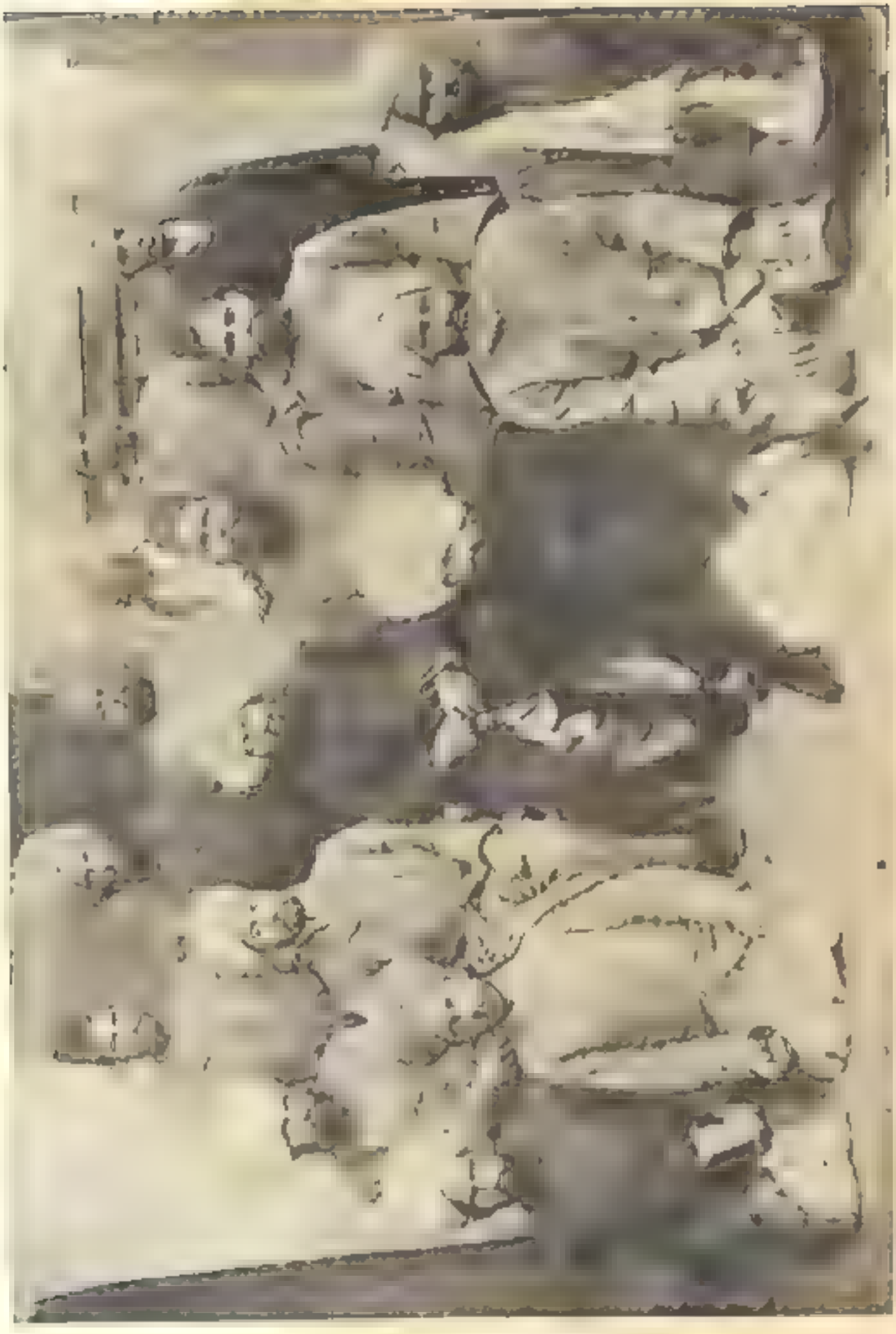
اسی طرح تو خفی اور پردہ ہاتھ میں وہ منہ کے سامنے آجائیں گی اور ظاہر ہو جائیں گی اور جو ظاہر ہیں وہ ناقابل التفات اور ذوقی ہو جائیں گی اور پھر چاروں کے ذہن پر یہ خدا کا فضل ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ خدا کے ارکس کی جہاں میں جو اس کو رکھ سکے۔ . . . اور پھر وہ یاد رکھ کہ مجھے میرے عدائی قسم ہے کہ یہی بات سچ ہے۔ اس امر میں نہ کچھ فرق آئے گا اور نہ بہ امر پوشیدہ رہے گا اور ایک بات یاد ہو جائے گی جو تجھے تعجب میں ڈالے گی۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جو بلند آسمانوں کا خدا ہے۔ میرا رب اس صراط مستقیم کو نہیں چھوڑتا۔ جو اپنے برگزیدہ بندوں سے عادت رکھتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو کھولتا نہیں جو مدد کرنے کے لائق ہیں سو نہیں اس مقدمہ میں کھلی کھلی فتح ہوگی۔ مگر اس بیحد میں اس وقت تک تیرے ہر خدا سے مقرر کر رکھا ہے۔

سارا سامراج کرنے کے بعد حضور فرماتے ہیں۔

”یہ پیشگوئی ہے جو اس وقت کی گئی تھی جب مخالف دعوے سے کہتے تھے کہ بیفین مقدمہ خارج ہو جائے گا اور میری نسبت کہتے تھے کہ ہم ان کے گھر کے تمام دروازوں کے سامنے دیوار کھینچ کر وہ ڈکھیں گے کہ گویا وہ قید میں پڑ جائیں گے۔ اور جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ خدا نے اس پیشگوئی میں خردی کہ میں ایک ایسا امر ظاہر کروں گا جس سے جو مغلوب ہے وہ غالب اور جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے گا۔ . . .

”پھر بیسٹہ کا دن آیا۔ اس دن ہمارے مخالف بہت خروش تھے کہ آج اخراج مقدمہ کا حکم نسیا جائے گا اور کہتے تھے کہ آج سے ہمارے لئے ہر ایک قسم کی بڑا کا موقع ہاتھ آجائے گا۔ وہی دن تھا جس میں پیشگوئی کے اس بیان کے سامنے کھٹے تھے کہ وہ ایک امر مخفی ہے جس سے مقدمہ پلٹا کھائے گا اور آخر میں وہ ظاہر کیا جائے گا سو ایسا اتفاق ہوا کہ اس دن ہمارے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب کو خیال آیا کہ پرانی مسئلہ کا انڈکس دیکھنا چاہیے یعنی ضمیر میں ضروری

کتابخانه - شیراز - ۱۰۰۰ - صاحب دشتی - ۴ - کر محمد ، سلطان حسن محمد ، نورانی و محمد - حکیم



کتابخانه - شیراز - ۱۰۰۰ - صاحب دشتی - ۴ - کر محمد ، سلطان حسن محمد ، نورانی و محمد - حکیم



二、三、四、五、六、七、八、九、十、十一、十二、十三、十四、十五、十六、十七、十八、十九、二十、二十一、二十二、二十三、二十四、二十五、二十六、二十七、二十八、二十九、三十、三十一、三十二、三十三、三十四、三十五、三十六、三十七、三十八、三十九、四十、四十一、四十二、四十三、四十四、四十五、四十六、四十七、四十八、四十九、五十、五十一、五十二、五十三、五十四、五十五、五十六、五十七、五十八、五十九、六十、六十一、六十二、六十三、六十四、六十五、六十六、六十七、六十八、六十九、七十、七十一、七十二、七十三、七十四、七十五、七十六、七十七、七十八、七十九、八十、八十一、八十二、八十三、八十四、八十五、八十六、八十七、八十八、八十九、九十、九十一、九十二、九十三、九十四、九十五、九十六、九十七、九十八、九十九、一百。

1891

卷之四

[illegible]

القدس و منها في مكة - ١ -

تاریخ اربعین

מאמר זה נכתב על ידי ד"ר יעקב גולדברג, מנהל מחלקת המחקר במכון דוידסון לחינוך מדעי.

[illegible]

(کتابت منشی و حواریه بر روی دستخط امام رضا علیه السلام)

3

500

[illegible]

一、二、三、四、五、六、七、八、九、十、十一、十二、十三、十四、十五、十六、十七、十八、十九、二十、二十一、二十二、二十三、二十四、二十五、二十六、二十七、二十八、二十九、三十、三十一、三十二、三十三、三十四、三十五、三十六、三十七、三十八、三十九、四十、四十一、四十二、四十三、四十四、四十五、四十六、四十七、四十八、四十九、五十、五十一、五十二、五十三、五十四、五十五、五十六、五十七、五十八、五十九、六十、六十一、六十二、六十三、六十四、六十五、六十六、六十七、六十八、六十九、七十、七十一、七十二、七十三、七十四、七十五、七十六、七十七、七十八、七十九、八十、八十一、八十二、八十三、八十四、八十五、八十六、八十七、八十八、八十九、九十、九十一、九十二、九十三、九十四、九十五、九十六、九十七、九十八、九十九、一百。

...میں نے اسے دیکھا تھا۔

دری و در دست و در دست و در دست

卷之九

卷之四

卷之四

卷之四

卷之四

حکام کا خلاصہ ہوتا ہے جب وہ دیکھا گیا۔ تو اس میں وہ بات نکلی جس کے نکلنے کی توقع نہ تھی
یعنی حکام کا تصدیق شدہ یہ حکم تھا کہ اس زمین پر تو بعض نہ صرف امام الدین سے بلکہ مرزا غلام بریلوی
یعنی میرے والد صاحب بھی قابض ہیں تب یہ دیکھنے سے میرے وکیل نے سمجھ لیا کہ ہمارا مقدمہ
فتح ہو گیا۔ عا کہ کے پاس رہا۔ اس نے فی الفور وہ اندکس طلب کیا۔ اور جو کچھ دیکھنے پر
اس حقیقت سئل گئی اس نے اس نے بلا وقت، ہم دین پر ڈری زمین کی مدد خرید لڑائی لڑا

تعلیم الاسلام بڈل سے ترقی کیلئے
یکم ذریعہ سنت کو مدرسہ تعلیم الاسلام جس میں یہ
ہیں ایک تعلیم دی جاتی تھی۔ اب انیسویں صدی
چھ مارت سنت میں بہت خوب بھی گئی۔ اس مدرسہ

یہ شاخ دینیات کی بھی تھی جانے۔

ملکہ اب امیرہ وقوعہ عید انجمن
پرل ۱۹۰۰ء مطابق ۱۳۱۹ھ
میں روز جمعہ سورج حضرت افسان نے مور۔ سنہ
مابقی نوربان صاحب نے ایک رقعہ ذرا چھوڑ دی۔
کہ میں آج کا دن اور رات کا کچھ جھنڈا عشاء میں گدیا ہوتا

میں موت و اوقات دوستوں کے نام و ریتے مجھے یاد کر چکی ہیں۔ تاہم ان کے وقت وہ مجھے یاد رہے۔ حضور
میں صدم کی تعمیل کی گئی اور ایک بڑی فہمت، حساب کے ناموں اور پتوں کی خدمت قدم عار۔ مسام
خدمت میں بیچا دی گئی دوسرے دن تو بدھی حضرت مولوی مسد لکھنوی صاحب صاحب کوٹی سے
ت حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ در عرض کی کہ میں آج شخصہ بصیرت سے حاضر کرنے آیا ہوں۔ حضور
پر ضرور فرمیں خواہ چند فقے ہی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ

خدا نے بھی یہی حکم دیا ہے۔ آج صبح کے وقت امام ہو جاؤ۔ "پتہ میں" انی میں
تمہیں قوت دی گئی۔ میں لوٹی ورنہ سمجھتا تھا۔ شاید یہی مجمع ہو ورنہ ہمارا
کلام اُفیکہ من تدن رب کریم

یعنی اس کام میں خدا کی طرف سے نصارت بخشی گئی ہے۔

عید کی نماز کے لئے حضور نے مسجد اقصیٰ میں جمع ہونے کا ارشاد فرمایا تھا۔ اٹھ بجے صبح

مسجد کے اندر کا حصہ اور صحن سارے کا سارا بھر گیا۔ اندازاً دو سو کے قریب جمع ہو گا۔ حضرت اقدس سارے آٹھ بجے تشریف لے آئے۔ نماز حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے پڑھائی اور خطبہ کے لئے حضرت اقدس مسجد کے درمیانے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ پہلے خطبہ اردو زبان میں شروع کیا جس میں اسلام کے زندہ مہذب ہونے پر ایک شاندار تقریر کی۔ بھی تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ہض کی کہ حضور کچھ جماعت کے اتحاد اور اتفاق کے موضوع پر بھی فرمایا جاوے۔ پانچ حضرت اقدس نے اس موضوع پر بھی کچھ وعظ فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ اب میں لہار کے، سنت عربی زبان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مولوی نور الدین صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب میرے نزدیک ہو کر بیٹھ جائیں اور خطبہ کے الفاظ نوٹ کرتے جائیں۔ حضرت اقدس اس خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عید کی نماز کے بعد عبد کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ عیب سے مجھے یک قوت دی گئی۔ وہ فصیح تقریر عربی میں فی السدیہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی۔ اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی ہزار تک تھی۔ ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ دل کسی کاغذ میں قلمبند کی جائے۔ کوئی شخص دنیا میں بغیر اہم انہی کے بیان کر سکے جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا۔ لوگوں میں متائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شاید دو سو کے قریب ہوگی۔ سبحان اللہ! اس وقت ایک غیبی چشمہ نکل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا۔ خود بخود بننے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے۔ اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا۔ . . . یہ ایک علمی معجزہ ہے۔ جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

اس کتاب کے پہلے اڑتیس صفحے بایعہاد اللہ فکر و قاس سے لے کر وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمْ بِشَيْءٍ جَدِيدٍ تک اصل خطبہ کے ہیں۔ اور باقی مضمون حضور نے بعد میں تحریر فرمایا تھا۔ حضور کے خطبہ ختم کرنے کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ترجمہ منانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ابھی آپ ترجمہ منانی

دیکھو صفحہ ۱۵۸



ہنری ماوٹن کلارک

دیکھو صفحہ ۱۶۰



بادری عبداللہ آلہم

دیکھو صفحہ ۱۶۶



بادری عماد الدین

دیکھو صفحہ ۱۶۶



بادری فتح مسیح

دیکھو صفحہ ۱۶۶



بادری نامس ہارل
(سیر احمد)

دیکھو صفحہ ۲۶۷



ایسپ ایفرائی

تھے کہ حضرت اقدس فدائوش کے ساتھ سجدہ میں جا پڑے۔ آپ کے ساتھ تمام حاضرین نے سجدہ فرما کر
اس سجدہ سے سہرا اٹھا کر حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

”ابھی میں نے سرخ الفاظ میں لکھا دیکھا ہے کہ ”مبارک“ یہ گویا قبولیت کا نشان ہے“ لے
اس کتاب کے کل ۲۰۴ صفحات ہیں۔ اڑتیس صفحات اصل خطبہ کے
ہیں اور یہ پہلا باب ہے۔ بعد میں حضور نے دوسرے اور تیسرے
باب کا اضافہ فرمایا ہے۔ اصل خطبہ میں قربانی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے
میں حضور نے اپنے دعویٰ پر روشنی ڈالی ہے۔

پ آف لاہور کو چیلنج | بک پادری صاحب جن کا نام لیفرائے تھا اور لاہور میں بشپ کے عہدہ
پر فائز ہو کر یورپ سے آئے تھے۔ انہوں نے لاہور میں آتے ہی ”مقصوم
اور زندہ نبی“ کے مضامین پر لیکچر دینے کا اعلان کیا۔ در بڑی جرأت کے ساتھ مسلمانوں کو مقابلہ کا چیلنج
پانچ ان کا پہلا لیکچر ۱۹ ستمبر کو فورین چیمبر انارکلی لاہور میں ”نبی مقصوم“ کے موضوع پر ہوا۔ اس
میں انہوں نے ضعیف روایات اور لفاسیر کی بناء پر حضرت مسیحؑ کے سوا سارے انبیاء کو گنہگار ثابت
کے کی کوشش کی۔ در مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو مقابلہ پر آئے۔ حضرات علماء جو
میں موجود تھے۔ لا حول ولاقوة پڑھتے ہوئے جلسہ سے چل دئے۔ اتفاقاً اس لیکچر میں احمدیت کے
نبی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؒ بھی موجود تھے۔ ان کی غیرت بھلا کب برداشت کر سکتی تھی۔ کہ
ب صاحب مسلمانوں کو مباہلہ کا چیلنج دے کر فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے جلسہ گاہ سے نکل جائیں
اور اکھڑے ہوئے۔ اور باوازی بلند کہا کہ پادری صاحب! آپ نے جو دلائل مسیحؑ کی عصمت ثابت کرنے
لئے ناجائز سے دیے ہیں وہ کسی محقق کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اناجس تو حضرت مسیحؑ
راؤتمندوں کی تصانیف ہیں اور ارادتمند ہمیشہ تعریف کیا ہی کرتے ہیں۔ البتہ اگر انہوں نے حضرت
مسیحؑ کا اپنا کوئی قول حضرت مسیحؑ کی معصومیت کے ثبوت میں پیش کیا ہو تو پھر وہ واقعی اتفاقات کے
ہوگا۔ سو جب ہم اناجس کو دیکھتے ہیں۔ تو وہاں حضرت مسیحؑ اپنے ایک ارادتمند کے لئے
اپنی سمت صاف طور پر ذلت میں کہ ”اؤ مجھے نیک کیا کہتا ہے کوئی نیک نہیں سونے باب کے ہو

آسمان پر ہے۔ "معصوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو معصومیت کے مقام پر کھڑا کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتے البتہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور معصوم ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ انہیں فرماتا ہے۔ "وَاللّٰهُ يَعْصِيْكُمْ مِنْ شَيْءٍ" یعنی اللہ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے صرف تو ہی معصوم ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا یہ استدلال سن کر پادری صاحب بہت گھبرائے اور جلسہ گاہ چھوڑ کر چل دیے۔

جب حضرت اقدس کو بشپ صاحب کے اس لیکچر کا علم ہوا۔ تو حضور نے جو بڑا ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں بشپ صاحب کو "معصوم نبی" کے موضوع پر بحث کرنے کے لئے بڑایا ور لکھا۔ کہ کسی نبی کا معصوم ثابت کرنا کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میکی کی تعریف میں کئی مذاہب کا آپس میں شدید اختلاف ہے۔ مثلاً

"بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں۔ اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جائے۔ اور ایک نو مرید مع بزرگان دین کے اس روٹی کو نہ کھا دے۔ اور اس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہو سکتی۔ . . .

. . . ہاں یہ طریقہ نہایت عمدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور فاضلہ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے یعنی یہ دکھایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں۔ . . .

. . . اور اگر فرض بھی کر لیں کہ تمام قومیں معصومیت کی وجوہ ایک ہی طور سے بیان کرتی ہیں

. . . تو گو بس فرض کرنا غیر ممکن ہے تاہم محض اس امر کی تحقیق سے کہ ایک شخص شراب

نہیں پیتا۔ رہبر فی نہیں کرتا ڈاکہ نہیں دیتا۔ خون نہیں کرتا۔ جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔ یہ شخص

صرف اس قسم کی معصومیت کی وجہ سے انسان کامل ہونے کا بہ کڑ مستحق نہیں ہو سکتا۔ اور نہ

کسی حقیقی و راعی نیکی کا مالک ٹھہر سکتا ہے۔ . . . اس قسم کی نبیوں کی

تعریف کرنا اور بار بار معصومیت معصومیت پیش کرنا اور دکھانا کہ انہوں نے ارتکاب جرائم

نہیں کیا۔ سخت مکروہ اور ترکہ اور . . . ہاں ہزاروں صفات فاضلہ کی ضمن میں اگر یہ بھی

لے دیکھو اشتہار "بشپ صاحب ناہور سے ایک پتے فیصلہ کی درخواست" مکرہ ۵۵ مئی سنہ ۱۳۱۰ھ

بیان آد تو کچھ مضائقہ نہیں انسان کامل کی شناخت کے لئے کسب خیر کا پہلو دیکھنا چاہیے یعنی یہ کہ کیا کیا حقیقی نیکیاں اس سے ظہور میں آئیں۔ اور کیا کیا حقیقی کمالات اس کے دل اور دماغ اور کائنات میں موجود ہیں۔ اور کیا کیا صفات فاضلہ اس کے اندر موجود ہیں۔ سو یہی وہ امر ہے جس کو پیش نظر رکھ کر حضرت مسیحؑ کے ذاتی کمالات اور انواع خیرات اور ہمدانی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور خیرات کو ہر ایک پہلو سے جانچنا چاہیے۔ ۱۰

حضرت قدس کا یہ اشتہار لاہور اور دیگر شہروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر بشپ صاحب کو بھی پہنچا دیا گیا اور حضرت مسیحؑ کا واسطہ دے کر اُن سے درخواست کی گئی کہ اس عبارت کو ضرور منظور فرمائیں۔ مگر بشپ صاحب تو ایسے محبوب ہوئے کہ انہوں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا حالانکہ استاد چیلنج انہوں نے خود دیا تھا۔ بشپ صاحب کے ڈرنے کی دو وجوہ تھیں۔

اول یہ کہ حضرت اقدس کے اس اشتہار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور حضرت مسیحؑ کی انجیلی معصومیت کے رُو میں زبردست دلائل دیئے گئے تھے۔

دوسرے اس روز جس روز حضور کا یہ چیلنج پادری صاحب کو ملا یعنی ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو۔ پادری صاحب نے ”زندہ رسول“ کے مضمون پر ایک پرچہ بننے کا اعلان کیا تھا۔ اور حسب سابق اس میں بھی مسلمانوں کو مقابلہ پر آنے کی دعوت دی تھی۔ لاہور کے علماء میں تو مقابلہ کے لئے کوئی شخص نہ ملا۔ اسلام سے محبت و ہمدردی رکھنے والے لوگ مولوی ثناء اللہ صاحب کو امیر سے لائے لیکن مولوی صاحب نے ڈاکٹر لیفرائے کا مقابلہ کرنے کی بجائے مسلمانوں کو ان کا لیکچر سننے کے لئے جانے سے روکا۔ مسلمانوں نے اپنے علماء کی بے بسی دیکھ کر سخت شرمندگی محسوس کی اور حضرت اقدس کی طوٹ جوت کیا۔ حضرت اقدس نے روح القدس کی تائید سے ڈاکٹر لیفرائے کے متوقع مضمون سے پہلے ہی ”زندہ رسول“ کے موضوع پر ایک مضمون لکھا۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جو ایک پادری صاحب نے دیا تھا اس کے دلائل کا مکمل جواب حضور کے اس مضمون میں موجود تھا چنانچہ جب پادری صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت اقدس کا مضمون پڑھنا شروع کیا تو سامعین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیونکر حضرت مرزا صاحب کو پادری صاحب کے دلائل کا قبل از وقت حل ہو گیا جو آپ نے اُن کے دلائل کو نہ وار توڑ کر رکھ دیا بشپ صاحب اور ان کے دوسرے ساتھی بھی اس مضمون کو شن کر شتہ رہ گئے کیونکہ یہ مضمون ان کے

لیکچر کا مکمل جواب تھا۔

غرض حضرت اقدس کا چیلنج وصول کر کے بشپ صاحب سخت سٹپٹائے اور مباحثہ سے صاف انکار کر دیا۔ حضرت اقدس نے جب اس مباحثہ کی شرائط کو شائع کیا تو اس وقت کے مشہور انگریزی اخبارات نے جن کے ایڈیٹرز بھی انگریز تھے، دلچسپ آراء کا اظہار کیا۔

۱۔ پائونیر نے لکھا کہ

”اگر ڈاکٹر لیفرائے مقابلہ کرنا منظور کر لے تو بے شک یہ مباحثہ نہایت ہی دلچسپ ہوگا“

۲۔ انڈین اسپیکٹیلر مشہور انگریزی اخبار نے لکھا کہ

”معلوم ہوتا ہے، ابور کے بشپ صاحب نے مسات کو چھوڑ کر جلد بازی کے ساتھ ایک ایسے چیلنج سے گریز اختیار کی ہے جس کا محرک وہ پہلے خود ہی ہوا تھا۔“

۳۔ انڈین ڈیلی گراف نے بھی ایک کافی لمبا تبصرہ کیا جس کے دوران میں لکھا کہ

”ہماری رائے ہے کہ بشپ صاحب اگر اس چیلنج کو منظور کر لیں تو بہت اچھا ہوگا“

نیز لکھا کہ

”ہم یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ بشپ صاحب کس طرح یہ حذر کر سکتے ہیں کہ ایسے عمدہ مباحثہ میں ان کے وقت کا بڑا حصہ صرف ہو جائے گا۔ ان کو ایسے مخالفوں کا رد کرنے اور ان کو قائل کرنے کا یہ موقع کسی طرح بھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ خصوصاً جبکہ ان سے یہ ثابت کرنے کی خواہش کی گئی ہے کہ عیسائیت اور اسلام ہر دو مذاہب میں سے کوئی ایک مذہب زندہ کہاں سکتا ہے۔ اور قرآن مجید اور بائبل دونوں کی تعلیمات میں سے کس کی تعلیم زیادہ افضل اور انسانی فطرت کے مطابق ہے ہم پسند کریں گے اگر چیلنج منظور کر لیا جائے کیونکہ ہمارے خیال میں یہ نہایت ہی دلچسپ ثابت ہوگا۔“

ثابت ہوگا۔“

بشپ لینرائے صاحب کے فرار کی تمام وجوہ انکار کی لغویت کو بعد ازاں ریویو آف ریویجنز میں بھی پوری شرح و بسط کے ساتھ شائع کر دیا گیا۔ وہ سب بھی ہمیں صلیح کو قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش نہ لگتی۔ مگر انہوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔

بڑھایا۔ ایسا ہی آسمان نے بھی چاہا۔ کہ اپنے نوروں کو بہت صفائی سے ظاہر کرے۔ تا حقیقت کے
طالبوں کے لئے پھر تازگی کے دن آئیں اور ہر ایک آنکھ جو دیکھ سکتی ہے آسمانی روشنی کو دیکھے۔ اور
اس روشنی کے ذریعہ سے غلطیوں سے بچ جائے۔

قیصر کے وہ گنہگار اس سارے کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا۔ اس کے نیچے یہ حقیقت
نغنی ہے۔ تاکہ اپنے وقت کو پہچان لیں۔ یعنی سمجھ میں۔ کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا
وقت آگیا۔ اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے۔ اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔

منارۃ المسیح کا سنگ بنیاد رکھا جانا۔ ۱۹۰۳ء میں

منارۃ المسیح کے لئے کچھ چندہ تو جمع ہو
گیا۔ مگر اور کاموں میں مصروفیت کی وجہ
سے اس کی تعمیر میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۳ء میں حضور نے اس کا سنگ بنیاد رکھ جس وقت
اس کی دہریں بنیادوں سے ذرا اونچی اٹھنا شروع ہوئیں تو مخالفوں نے حکام تک شہادتیں کرنا شروع
کر دیں کہ ہماری بے بردگی ہو گئی۔ اس لئے اس کی تعمیر بند ہونی چاہیے۔ ڈپٹی کمشنر گوروا سپور نے تھیلہ
بٹالہ کو تحقیقات کے کام پر مامور کیا۔ تحصیلدار صاحب نے حضرت اقدس سے آکر ملاقات کی۔ شکایت
کرنے والے بھی نہائے گئے۔ مگر حضرت اقدس کے احسانوں کی وجہ سے ایک شخص بھی بر ملا طور پر یہ نہ کہ
سکا کہ فلاں برقعہ پر حضرت بڑا صاحب سے مجھے کوئی تحلیف پہنچی ہے۔ مگر اس کے باوجود تحصیلدار نے
اسلام دشمنی کی وجہ سے مخالفانہ رنگ میں رپورٹ کر دی اس کے جواب میں دوبارہ لکھا گیا کہ اس مسئلہ
پر حضرت اذان دی جائے گی اور اسے لوگوں کے لئے سیرگاہ نہیں بنایا جائے گا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر نے
تعمیر کی اجازت دے دی۔ لیکن حضرت اقدس کی موجودگی میں عملاً یہ کام نہ ہو سکا۔ البتہ حضرت
خلیفۃ المسیح اشافیؒ دیدہ اللہ نصروہ کے عہد مبارک میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

جہاد بالسیف کی ممانعت کا فتویٰ
۷ جون ۱۹۰۳ء

چونکہ اس زمانہ میں دین کے لئے جہاد بالسیف کی شرائط
موجود نہیں تھیں۔ اس لئے حضرت اقدس نے ایک
اردو نظم میں مطابق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جہاد بالسیف کے التوا کا فتویٰ شائع فرمایا۔ اس فتویٰ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

۱۔ تبیت رسالت جلد ہفتم صفحہ ۲۵-۲۶۔ ۲۔ استہدایہ ۲۸ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

اب کوڑا اٹھا کر دے دیتوں گی ویسا ہے میرے اب بیگ میں

نہیں رکھتا ہوں کوئی چیز میری ہر چیز میری ہے

نہیں چاہتا ہوں کہ کوئی میری چیز کو ہار لے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

میرا دل میرا ہے میرا دل میرا ہے

۴۔ اُن کی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں جیسا کہ آیت دُعوُنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِس کی گواہ ہے۔

مومناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے۔ صادق اور کاذب کے پرکھنے کیلئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پرچہ سہ سہاشتہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیات یا ساری سورۃ اگر چالیس آیات سے زیادہ نہ ہو۔ سے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور نہر علی شاہ صاحب قول یہ دُعا کریں کہ یا الہی! ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک اہستی پرست ہے۔ کہ تو اس جلسہ میں اس سورۃ کے مخالف اور معارف فصیح و بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری رضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے۔ اس سے یہ توفیق چھین لے۔ اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور مدون قرائی کے بیان سے روک لے۔ لوگ معلوم الیں کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور نبی روح القدس کی ناعد سے محروم ہے۔

پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس کی تفسیر کو لکھنا شروع کریں۔ دہ یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار۔ اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک فریق چیکے چیکے لفظ اور زُمنے کے اپنے اُتھ سے لکھے تا اس کی فصیح عبارت و معنی کے سُسنے سے دوسرا فریق کسی قسم کا قیاس یا سمر نہ کر سکے۔ اور اس قسم کے کھنکھنے کے سنے ہر ایک فریق کو پورے سات گھنٹے ہلست دی جائے گی اور زانو بہ زانو لکھنا ہوگا۔ نہ کسی پردہ میں ورجب فریقین لکھ چکیں تو وہ دونوں تفسیریں بعد دستخط تین بل علم کو جس کا ہتھام حاضر و انتخاب پیر نہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی۔ اور ان ہر سبہ مولوی لکھائیوں کا یہ کام ہوگا کہ وہ حنفیہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کون سی تفسیر عبارت نامید روح القدس سے لکھی گئی ہے اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو ورنہ نہر علی شاہ صاحب لائے ہو۔ اور مجھے شکور ہے کہ پیر نہر علی شاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین شاہی

اور مولوی عبد الجبار غزنوی اور مولوی عبدالشہر پروفیسر لاہوری کو، تین اور مولوی منتخب کرید جو
 ان کے ٹریڈ ورپیرو نہ ہوں۔ مگر ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً اپنی رائے قائم کریں
 کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارت اعلیٰ درجہ پر ورتائید الہی سے ہے . . . پس اس
 طرز کے مباحثہ اور اس طرز کے تین مولویوں کی گوہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ
 صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرف ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا یا مجھ
 سے بھی ہوسکا۔ مگر انہوں نے بھی میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا۔ تو تمام دُسیا گواہ رہے کہ میں
 اتر کر لوں گا کہ حق پیر مہر علی شاہ کے ساتھ ہے۔ اور اس صورت میں میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی
 تمام کتابوں میں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلدوں کا دراپنے نہیں منظور اور مردود سمجھ لوں گا۔
 لیکن اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غائب کر دیا اور پیر علی شاہ صاحب کی زبان نہ
 سو گئی نہ وہ فصیح عربی رفت در ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورۃ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یہ نہ
 کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ نو بہ کر کے
 مجھ سے بیعت کریں اور لازم ہوگا کہ یہ اتار صاف صاف غلطوں میں بذریعہ اشتہار و سب در ان کے
 عرصہ میں شائع کر دیں۔ ۱۷

پیر مہر علی شاہ صاحب کا جواب | پیر مہر علی شاہ صاحب سے جب اس اشتہار کو پڑھا۔ تو وہ
 سخت گھبرائے کہوں کہ نہ تو نئی علمی قابلیت رکھتے تھے نہ قدردانی
 پر تیار ہو جاتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی قبولیت پر جہود و تہا کہ اس کی بنا پر مغالہ کی بیانات کرتے
 مگر اہل دین نے تھے سچے وہ نشین، و قطب و ردلی اس لئے کھلے کھلے انکار میں بھی ان کی قطبیت اور علمیت پر
 داغ لگتا تھا۔ اس لئے ایک ایسی چال چلے کہ مقابلہ کی نوبت بھی نہ آئے اور کام بھی چل جاتا۔ اور وہ چال
 یہ تھی کہ انہوں نے حضرت تدمر کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے شرائط منظور ہیں مگر اول قرآن و حدیث کی
 رُو سے آپ کے عقائد و نسبت بحث ہونی چاہیے پھر اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، ورائے کے ساتھ
 کے دو اور مولویوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ آپ اس بحث میں حق پر نہیں ہیں۔ تو آپ کو میری بیعت کرنی

۱۷ بعد میں حضور نے اس مدت کو بڑھا کر ایک مہینہ کر دیا۔ دیکھئے حمیرا سنبھل دعوت پیر مہر علی شاہ کو لڑدی منعقدہ

یہاں تک کہ اس کے بعد تفسیر لکھنے کا مقابلہ بھی کر لیتا۔

فہرست تفسیر نوہی کے مقابلہ سے گریز کرنے کی یہ ایک راہ تھی۔ جو یہ صاحب نے اپنے میدان کی عقلوں پر پردہ ڈالنے کے لئے بنائی۔ اور یہ شخص بھی سمجھ سکتا تھا کہ عقائد کے بارے میں حضرت اقدس کا مولائی محمد حسین صاحب اور آپ کے رفیق مولویوں کا نصف مان لینا کیا معنی رکھتا تھا۔ وہ تو عقائد کے معاملہ میں آپ کے لئے بڑے بڑے فیصلہ پڑے ہی دے چکے تھے اور اب وہ اپنے عقائد کے خلاف کس طرح کون سے دلائل دے سکتے تھے۔ لیکن غصہ و عصبی میں مقابلہ ایک باطل و سببی صورت رکھتا تھا۔ وہ اپنے غلط عقائد پر تو حیران سے خیال میں صحیح تھے۔ اور تڑپا کھا سکتے تھے۔ لیکن دونوں تفسیروں میں سے جو تفسیر غالب ہو۔ اُس کے غلبہ کو چھپانا، اختلاف سے نظر ہٹ کر دوسرے اہل علم کی نظر میں اُن کی علمی پردہ درمی کر کے والا ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں یہ صاحب یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت اقدس اپنی کتاب "انجام آفتخ" میں یہ عہد کر چکے ہیں کہ آئندہ آپ علما و علماء سے منقولی بحثیں نہیں کریں گے۔ پھر آپ اپنے اس عہد کو کیسے توڑ سکتے تھے۔ پھر یہ بات معقولیت سے کتنی دور ہے جو یہ صاحب نے کہی کہ بحث عقائد کے بعد مخالفت مولویوں سے فیصلہ کراؤ۔ اور پھر جب وہ فیصلہ تمہارے خلاف کر دیں تو توبہ کر کے میری بیعت کرو۔ اور اس کے بعد تفسیر نوہی میں مقابلہ کرو۔ بعد ایسی صورت میں کہ مخالفین علمائے اقدس کے حضرت اقدس کے خلاف رائے ظاہر کرنے پر جب آپ اپنی تمام کتابیں جلا دیں اور بیعت کر لیں۔ تفسیر نوہی میں مقابلہ کا کوئی موقع اور وقت نہ جاتا تھا۔ اور تفسیر نوہی میں مقابلہ کس لئے ہوتا۔ کیا کوئی شخص مُرید بن کر پھر اپنے پر سے بحث کر سکتا ہے، یہ صاحب تو یہ سمجھتے ہوں گے کہ انہوں نے تفسیر نوہی کے مقالہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک عمدہ سانس تلاش کر لیا ہے مگر اہل فہم ان کی اس "تجویز پر جتنے بھی متاسف ہوئے ہوں۔ کم ہے۔

پیر صاحب کی ایک اور ہوشیاری | پیر صاحب نے جب دیکھا کہ تفسیر نوہی میں مقابلہ تو ممکن نہیں اور اپنے مریدوں خصوصاً مریدوں میں اپنی

عزت و شہرت کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے لاہور میں یہ مشہور کرا دیا کہ ہم نے مرزا صاحب کی تمام شرائط منظور کر لی ہیں اور ہم اُن سے تقریری بحث کرنے کے لئے لاہور آنے والے ہیں حالانکہ حضرت اقدس چار سال قبل "انجام آفتخ" میں تقریری بحثوں کو فضول سمجھ کر اس امر کا عہد فرما چکے تھے۔ کہ اب تقریری بحثیں نہیں کریں گے۔ مگر پیر صاحب کو تو سستی شہرت درکار تھی۔ اُن کے مریدوں نے لاہور

کے کلمی کوچوں میں یہ صاحب کی آمد کا خوب اٹھند و راہٹا۔ اور حضرت قدس و آپ کی رعایت کے
 دن اشتعال انگیز نعرے لگائے۔ اور لوگوں کو احمدیوں کی مخالفت پر گسیا۔ اگرچہ صاحب اور ان کے
 میوں کے دل میں ذرا بھی خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا تو وہ کبھی بھی سا جھوٹا مشہور نہ کرتے کہ گویا حضرت
 رس نے تقریری بحث کو منظور فرمایا ہے۔ حضرت قدس نے تو یہ صاحب کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے
 باقتدار اس ہاں کے مرید نام بھی نہیں دیتے تھے۔

یہ صاحب کی لاہور میں آمد ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء
 یہ صاحب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت قدس نے جس تفسیر نویسی
 میں مقابلہ کے لئے بلایا ہے اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ اپنے
 تفسیر نویسی میں مقابلے کے ذکر کو چھوڑ کر اپنی طرف سے عقائد کی بحث

منور کر لینا حضرت قدس کی طرف منسوب کر دیا ہے جو واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت اقدس عقائد
 کی بحث بوجہ مندرجہ بالا منظور نہیں کریں گے اور بجانے تفسیر نویسی میں مقابلہ کرے کہ عقائد کی بحث
 سے جس کو آپ ترک کر چکے ہیں۔ لاہور میں ہرگز نہیں آئیں گے۔ اس لئے وہ اپنے میوں کی ایک فوج
 کے ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور میں پہنچے۔ اور لگے حضرت اقدس کو چیلنج کرنے کہ دو درمیانے ساتھ مقابلہ
 بارہ میں بحث کر لو۔ حالانکہ حضرت اقدس نے تو بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج کیا تھا۔ اور تقریری بحث کا
 رنگ نہ کیا تھا۔ لاہور کے احمدی حساب نے جب دیکھا کہ یہ لوگ غلط اور جھوٹا ایریگنڈہ کر کے لوگوں کو
 سوکے دے کر مشتعل کر رہے ہیں تو انہوں نے بھی ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو انکشاف حقیقت کے لئے ایک
 تہا رشائع کیا جس میں لکھا کہ اگر

”یہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی دعوت مقابلہ اور ان کی شرط کو منظور کر لیا ہے تو میں

خود جناب پر صاحب سے (اُن کے مدد ناقل) صاف الفاظ میں یہ سستہ نہیں دلاتے کہ ہمیں

حضرت مرزا صاحب کے اشتہار کے مطابق بلا کی پیشی تفسیر لقرآن میں مقابلہ منظور ہے۔“

یہ صاحب کے نام خط | جب اس اشتہار کا بھی یہ صاحب اور ان کے مریدوں نے کوئی جواب
 نہ دیا۔ تو اگلے ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو حضرت حکیم حسن الہی صاحب در

نرت میاں معراج دین صاحب عمر نے یہ صاحب کو ایک خط لکھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ آپ صاف صاف
 کھلے لفظوں میں لکھیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں جو تفسیر نویسی

میں مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج دیا ہے۔ آپ اس مقابلہ کے لئے تیار ہیں اور ہم آپ کو ہزار بار خدا کی قسم دے کر یہ ادب عرض کرتے ہیں کہ آپ اس چیلنج کے مطابق جو حضرت اقدس نے تفسیر نویسی میں مقابلہ کے لئے آپ کو دیا ہے۔ حضرت اقدس کا مقابلہ کریں تاہم باطل میں فیصلہ کی ایک کھلی کھلی راہ پیدا ہو جائے اگر آپ نے اس میں پس و پیش کیا۔ اور تفسیر نویسی کے مقابلہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں سے کام لیا یا ہماری گزارش کا کوئی جواب ہی نہ دیا تو ظاہر ہو جائے گا کہ آپ کا منشاء ابطل باطل اور احقاق حق نہیں بلکہ آپ مخلوق کو دھوکا دینا اور صداقت کا خون رنا چاہتے ہیں۔

پیر صاحب کی خاموشی | یہ خط ایک غیر احمدی دوست میاں عبدالرحیم صاحب داروغہ مارکیٹ لے کر پیر صاحب کے پاس گئے۔ ظہر کا وقت تھا۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ صبح کے بعد جواب دیں گے۔ رات داروغہ صاحب عصر کے بعد گئے۔ تو مریدوں نے پیر صاحب کو طے ہی نہ دیا۔ جماعت کے اسباب نے ۲۶ اگست سنہ ۱۹۹۷ء کو ایک رجسٹری چٹھی پیر صاحب کی خدمت میں اسی مضمون پر شتمل بھیجی۔ مگر پیر صاحب نے اسے وصول ہی نہ کیا۔ اس پر جماعت کی طرف سے ۲۷ اگست کو ایک استہارہ اس مضمون کا نکلا۔ کہ اب تک نہ تو پیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی شرط منظور کی ہیں اور نہ کوئی تار حضرت مرزا صاحب کو دیا ہے اور نہ کوئی اشتہار اپنی منظوری کا ان تک پہنچایا ہے۔ یہ جو کچھ مشہور کیا جا رہا ہے باطل غلط اور جھوٹ ہے۔ لیکن افسوس کہ پیر صاحب نے اس اشتہار کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس اثناء میں حضرت اقدس کا ۲۵ اگست سنہ ۱۹۹۷ء والا اشتہار بھی لاہور پہنچ گیا۔ جو فوراً شائع کر دیا گیا۔ مگر اس پر بھی پیر صاحب تفسیر نویسی میں مقابلہ کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ مگر ان کے مرید اشتعال پیدا کرنے اور ناواقفوں کو مغالطہ دینے کی کوششوں میں برابر مصروف رہے۔

پیر صاحب پر آخری اتام حجت | حضرت اقدس نے آخری اتام حجت کے طور پر ۲۸ اگست سنہ ۱۹۹۷ء کو ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا کہ قال تو پیر صاحب کو تفسیر نویسی کے مقابلہ میں آچاہیئے۔ لیکن اگر وہ ایسے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکتے ہوں تو پھر میں انہیں آخری اتام حجت کے طور پر ایک در طریق فیصلہ کی طرف بلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

”مجھے اجازت دی جائے کہ مجمع عام میں . . . تین گھنٹے تک اپنے دعوے اور اس کے دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں۔ پیر ہر عیشہ شاہ شاہ صاحب کی طرف کوئی خطاب نہ ہوگا۔ اور جب

بجائے خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعوے کو ثابت کروں۔ در اس کے متعلق معارف و در حقائق سورۃ مدوہہ کے بھی بیان کروں۔ اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف مسلمان سے اسے واپس لے لیج اور غولی ہندی کا ثبوت اس سے ثابت کر بس اور جس طرح چاہیں سورۃ فاتحہ سے استنباط کر کے میرے مخالفانہ بی فصیح و بلیغ میں راہیں قاطعہ اور معارف مساطعہ تحریر فرما دیں۔ یہ دواں کس میں دھمسنہ کی زندہ تاریخ سے ستر دن تک جھپ کر سناٹ دینا بی جا نہیں۔ تب اہل علم و مقابلہ اور موازنہ کریں گے۔ اور اہل علم میں سے ہیں کس جو ادیب و ادبی زبان مولیٰ اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں۔ قسم کی کر کہہ دیں۔ کہ پیر صاحب کی کتاب کیا لغت، فصاحت کی رو سے اور کیا معارف قرآنی کی رو سے فانی ہے تو میں ہمہ صحیح سرعی کرتا ہوں کہ بسورہ پر نقد بلا توقف پیر صاحب کی نذر کروں گا۔ اور اس صورت میں اس کو ثابت کا بھی تذکرہ سوچائے گا جو پیر صاحب سے تعلق رکھنے والے ہر روزیہ لکھ کے روئے ہیں کہ حتیٰ پیر صاحب کو لاہور آئے کی تکلیف دی گئی۔ اسی اشتہار میں آگے چل کر حضور لکھتے ہیں کہ

”ہم ان کو حارثہ دیشہ ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد سے مولوی محمد حسین بٹاوی اور مولوی عبد جبار بٹاوی اور محمد حسن بھٹی وغیرہ بٹالیں۔ مگر اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طبع دے کر دوچار دس کے اس بھی ظلم کر لیں۔ فرقہ کی تفسیر چاروں سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔ اور اگر میعاد تحفہ ملک می ۱۵ دسمبر ۱۹۰۷ء سے لے کر ۲۵ فروری ۱۹۰۸ء تک جو ستر دن ہیں۔ فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر سورۃ فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گزر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔“

اعجاز الہیج کی اشاعت | اس اشتہار کے مطابق حضرت اقدس نے مدت معینہ کے اندر ۲۵ فروری ۱۹۰۸ء کو اپنے مشہور مدوہہ و کتاب اعجاز الہیج شائع فرمادی جس میں سورۃ فاتحہ کی ایسی پرمعارف تفسیر بیان کی۔ کہ بڑے بڑے عالم اسے پڑھ کر وحید ہیں۔ تھے اور رنگارنگ رہ جاتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے والے جہستہ ہیں کہ یقیناً یہ کتاب ہے از اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۷ء

الہی سے لکھی گئی ہے عجیب بات ہے کہ اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر آپ نے تھوڑی کے ساتھ یہ لکھا تھا
 "قَالَ كِتَابٌ لَيْسَ لَهُ حَوَاطٌ فَمَنْ يَلْحَقْهُ فَسَوْفَ يَبْعَثُ اللَّهُ نَذْرًا لَهُ"۔
 یعنی "یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ کوئی شخص اس کا جواب لکھنے پر نہ در نہیں ہو سکے گا۔ اور جس شخص
 نے بھی اس کا جواب لکھنے پر کمر باندھی در تیری شرع کی وہ سخت نادم و رذیل ہوگا۔"
 اور اس کتاب کے صفحہ ۶۶-۶۷ پر آپ کی ایک دُعا درج ہے کہ

"میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کی کہ اس کتاب (اعجاز المسیح) کو علماء کے بڑے معجزہ بنادے۔
 اور یہ کہ کوئی ادیب اس کی مثل نہ لاسکے اور انہیں اس کے انشاء کی توفیق ہی نہ ملے۔ اور میری دعا
 اُسی رات خدا تعالیٰ کی جناب میں قبول ہو گئی۔ اور میں نے ایک معجزہ خوب دیکھی اور میرے رب
 نے مجھے بشارت دی اور فرمایا کہ مَبْلَغُ قَوْلِ الْمُتَّقِينَ یعنی جو مقابل پر آئے گا اُس کو
 آسمانی روکوں کے ساتھ مقابلہ سے روک دیا جائے گا۔ تو میں سمجھ گیا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ
 ہے کہ دشمن لوگ اس کی مثل نہیں پاسکیں گے اور نہ ہی اس جیسی بلاغت اور فصاحت یا حقائق و
 معارف کا نمونہ دکھا سکیں گے۔ اور یہ بشارت مجھے رمضان شریف کے آخری عشرے میں ملی تھی۔"

اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد پیر بہ علیشاہ صاحب نے تو کتاب کے چند فقرات کو لے کر یہ
 اعتراض کیا کہ یہ "منہات حریری" سے چُرالے گئے ہیں لیکن خود سرے سے کوئی کتاب ہی شائع نہ کر سکے
 نہ ان کے ایک مہتمم مولوی محمد حسن صاحب سکنہ بھیس ضلع جہلم نے "اعجاز المسیح" کا جواب لکھنا شروع
 کر دیا۔ "عجاز المسیح" کے ٹائٹل پیج کی پیشگوئی کے مطابق قبل اس کے کہ تفسیر کے جواب میں چند صفحات
 عمل کر سکیں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے حضرت اقدس کی کتاب "اعجاز المسیح" کا جواب لکھنے
 لئے "اعجاز المسیح" اور "شمس بازغہ" مصنفہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب امرہی کے حاشیوں پر
 لکھے تھے اور حضرت اقدس کی بیان فرمودہ بعض صداقتوں کو جھٹلانے کے لئے لعنت اللہ علی الکاذبین
 تھا مگر ابھی اس لعنت بھیجنے پر ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ خود اس لعنتی موت کے نیچے آ گئے۔
 پیر بہ علیشاہ صاحب کو اپنے مرید کے ان لوگوں کا جو اس نے "اعجاز المسیح" کا جواب دینے کے
 لئے لکھے تھے علم تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے کسی مرید کے ذریعے مذکور بالا دونوں کتابیں جن کے حاشیوں

پر نوٹ لکھے ہوئے تھے۔ منوالیں۔ اور انہیں جمع کر کے "سیفِ چشتیانی" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔
 دہلی مولوی محمد حسن رحومؒ کا اپنی اس کتاب میں ذکر تک نہ کیا۔ یہ صاحب نے یہ کتاب حضرت اقدس کی
 خدمت میں مزید رجسٹری بھیجی تھی۔ حضرت اقدس اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کتاب الیسی سیفِ چشتیانی ناقلِ اچھے کو نیم جولائی ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ڈاک ملی ہے۔ جس پر
 بہر عبتہ گورنری سے شاید اس عرض سے بھیجے۔ تا وہ اس بات سے اطلاع دیں کہ انہوں نے
 میری کتاب اچھا المسیح اور نیر شمس مارفہ کا جواب لکھ دیا ہے اور اس کتاب کے پہنچنے سے پہلے
 ہی مجھ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اچھا المسیح کے مقابل وہ ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ . . .
 لیکن انہوں نے کہ میرا خیال صحیح نہ نکلا۔ جب اُن کی کتاب "سیفِ چشتیانی" مجھے ملی تو پہلے
 تو اس کتاب کو ناظرین سے رکھنے بڑی خوشی ہوئی کہ اب ہم اُن کی عربی تفسیر دیکھیں گے۔ اور
 بمقابل اس کے ہماری تفسیر کی قدر و منزلت کو اس پر اور بھی کھل جائے گی۔ مگر جب کتاب کو دیکھا
 گیا اور اس کو اردو زبان میں لکھا ہوا پایا۔ اور تفسیر کا نام و نشان نہ تھا۔ تب تو بہ اختیار ان کی
 حالت پر رونمایا۔"

حالت پر رونمایا۔"

جس نے اس کے کہ حضرت اقدس

اعجاز المسیح پر پیر صاحب کی نکتہ چینی

کے مقابل میں اپنی طرف سے فصیح و بلیغ

میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھتے اس قسم کے اعتراضات شروع کر دیئے کہ اس کتاب میں فلاں فلاں فقرہ
 مقامات حمیری سے منقول ہے کہ درج کیا گیا ہے اور یہ کہ آپ کی "وحی از قبیل اصغاثِ اعلام" اور
 حدیث انفس ہے "حضرت اقدس نے اپنی کتاب "نزل المسیح" میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان
 دونوں اعتراضوں کا جواب دیا ہے۔ مختصر یہ کہ دو سو صفحہ کی کتاب میں اگر دو چار فقرے بطور تواتر
 ایسے بھی آئیں جو کسی دوسری کتاب میں بھی درج ہوں تو اس میں کیا قباحت لازم آگئی۔ جو شخص
 ہزار ہا صفحات پر مشتمل فصیح و بلیغ عربی لکھ سکتا ہے۔ اُسے کیا ضرورت پیش آئی ہے کہ وہ دو چار
 فقرے کا دوسرا کتاب سے نقل کرے یہ تو ایک قسم کا تواتر ہے جو بلغار کی مبسوط کتابوں میں اکثر
 پایا جاتا ہے۔ آپ نے اس قسم کے تواتر کی کئی ایک مثالیں بھی پیش فرمائی ہیں۔

دوسرے، اعتراض کے جواب میں آپ نے "ختم کے ظام" اور حدیث، انفس یا تہذیبی اقلہ کے
 الاثنیاز کے طور پر ایک نہایت ہی لطیف مضمون کئی صفحات پر مشتمل درج فرمایا ہے جو پڑھنے سے
 تعلق رکھتا ہے افسوس! اس پر کچھ زیادہ غور کیا جوجو نے اسے جس طرح سمجھا اس سبب مضمون کو ہٹا
 کر دے۔ یہ نہ میں، نہ غلامی، نہ "مذہب" ۸۵ سے ۱۰۰ تک ہو سکتے ہیں

صفحہ ۸۵ پر "مذہب" کے بارے میں جو صفحات کی کتاب میں سے
 یہاں حساب کا نتیجہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ "مذہب" کا لفظ صرف اس وقت اقدس
 ہے جب تک کہ وہ کسی دینی یا اخلاقی چیز سے متعلق ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے
 بابت مرقہ کے دینی طائفہ منسوب کر لی ہے۔ تفصیل اس آیت میں ہے کہ "مذہب" اس
 کے لیے کیا ہے کتاب "سیرت پیشوا" کا باب "مذہب" میں ہے کہ جب تک کہ "مذہب" اس
 موضوع میں ضعیف جہلم سے ایک شخص سے ملتا ہے تو اسے اس وقت تک کہ
 اس پر یہ حدیث ہے کہ "مذہب" اس کا لفظ ہے اور اس کے پاس سے چھوکتے ہیں
 میں اور وہ مولوی محمد حسن کے لکھے ہوئے ہیں اور اس نے بیان کیا کہ محمد حسن کی کتاب
 میں حسب فہم نگوئی نقیب اور اب وایس دیتے آیا ہوں میں نے وہ کتابیں جب دیکھیں تو ایسا
 سبب عجز و بیعت تھی اور دوسری شمس باز غرض محمد حسن کوئی کے اپنے ہاتھ لکھے تھے اور آقا اس وقت کتاب
 یف چشتیانی بھی "مذہب" کے پاس موجود تھی جب میں نے ان لوگوں سے اس کتاب سے مقابلہ کیا تو جو کچھ
 محمد حسن نے لکھا تھا بلفظ بغیر کسی تصرف کے پیر محمد علی نے بطور ترقی اپنی کتاب میں نقل کر لیا تھا
 کہ یہ تبدیل الفاظ یوں کہنا چاہیے کہ پیر محمد عیساہ کی کتاب وہی مسروقہ لوٹ ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں
 ہے مجھے کو اس مرقہ و خیانت سے سخت حیرت ہوئی کہ کس طرح اس نے اس نام ہٹا کر اپنی طرف
 منسوب کر دیا۔ یہ ایسی کارروائی تھی کہ اگر محمد علی کو کچھ شہ نہ ہوتی تو اس قسم کے مرقہ کا راز کھلنے سے
 جانتا کہ شوخی اور ترک حیا سے اب تک دوسرے شخص کی تائید کہ جس میں اس کی جان گئی اپنی
 طرف منسوب کرتا۔ اور اس بد قسمت مردہ کی تحریر کی طرف ایک ذرہ بھی اشارہ نہ کرتا۔
 اس کے بعد حضرت اقدس لکھتے ہیں کہ

”پھر بعد اس کے میاں شہاب الدین لکھتا ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو مہر علی کی اس خیانت کو دیکھتا ہے یہ سزا کی ۔ بن مشرچو می لکھتا سکتا ہوں ۔ بلکہ میں نے خود میری ہی کتاب لکھی ایک کارڈ بھی بچھا ہے جس میں وہ اس چور می کا قرار کرتا ہے ۔ جس بعد اس کے بہرہ بردار ہوتا دیتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں مجھے اجازت دے دی تھی کہ اپنے نام پر اس کتاب کو چھاپ دیں لیکن یہ عذر بہ تر از گناہ ہے کیونکہ اگر اس کی طرف سے یہ اجازت تھی کہ اس کے نزدیک مہر علی اپنے تئیں اس کتاب کا مؤلف ظاہر کرے تو کیوں مہر علی نے اس کتاب میں اس اجازت کا ذکر نہیں کیا اور کیوں دعوے کرے کہ میں نے ہی اس کتاب کو تالیف کیا ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تو بے ایمانی کا طریق ہے کہ ایک شخص وفات یافتہ کی کل کتاب کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور اس کا نام تک نہ لیا ۔ جس حالت میں محمد حسن نے خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر کے اپنے تئیں عجی زالمسیح کے ٹائٹل بیج پر مندرجہ پیشگوئی آتے آتے نہ تو تہذیب کے موافق ایسا نامراد بنایا کہ جان ہی دے دی اور پھر عجی زالمسیح ص ۱۵۵ کی سہا ہانہ دعا کا مصداق بن کر اپنے تئیں ہلاکت میں ڈال لیا ۔ تو ایسے کشتہ مغالبہ کے احسان کا ذکر کرنا بہت ضروری تھا اور دیانت کا یہ تقاضا تھا کہ پیر علی شاہ صاف غفلوں میں لکھ دیتا کہ یہ کتاب میری تالیف نہیں ہے بلکہ محمد حسن کی تالیف ہے اور میں صرف چور ہوں نہ یہ کہ دروغ گوئی کی راہ سے خطبہ کتاب میں اس تالیف کو اپنی طرف منسوب کیا ۔ بلکہ چاہیے تھا کہ اس بد قسمت وفات یافتہ کی بیوہ کے گزارہ کے لئے اس کتاب میں سے حصہ لکھ دیتا ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر وہ ایسا طریق اختیار کرتا ۔ اور فی جلد ہر وصول کر کے مصیبت زدہ کی بیوہ کو دے دیتا تو اس روسیاء ہی سے کسی قدر بچ جاتا ۔ مگر ضرور تھا کہ وہ اس قابل شرم چور می کا ارتکاب کرتا خدا تعالیٰ کا وہ کلام پورا ہو جاتا کہ جو آج سے کئی برس پہلے مہرے پر نازل ہوا ۔ اور وہ یہ ہے ۔ اِنِّیْ مُہِیْنٌ مِّنْ اَرَادَ اِہَا نَتْلٰکَ ۔ یعنی میں اس کی امانت کروں گا جو تیری امانت کا ارادہ کرے گا ۔ اس شخص نے کتاب ”سیف چشتیائی“ میں میرے پر الزام برقعہ کا لگایا تھا ۔ اور برقعہ یہ کہ کتاب عجی زالمسیح کے تقریباً بیس ہزار فقرہ میں سے دو چار فقرے ایسے ہیں جو عرب کی بعض مشہور مثالیں بانساعات حریری کے چند جملے ہیں جو البامی توارق سے لکھے گئے اور اپنی کثرت میں کی اب یہ

ثابت ہوئی جو محمد حسن مرون کا سارا مسودہ اپنے نام منسوب کر لیا۔ . . . دیکھو

ابن ابی بکر حمد کہنے کا اثر ہوتا ہے کہ مجھے چند فقرہ ساری ڈار دیے تھے۔ . . .

کتاب وجود جو ثابت ہو گیا، ورنہ صرف جو بلکہ کذب بھی کہ ایک گندہ جھوٹ، اپنی کتاب میں

تسلل کیا اور صاحب میں لکھا، را کہ بہ مہی نالینت ہنجا لا کہ براس کی تالیف نہیں“ ۱۷

اس کے بعد حضرت اقدس نے میاں شہاب الدین کے دو خط نقل فرمائے ہیں بت میں سے ایک تو

۱۸ ۱۹ کے اور دوسرے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے نام ہے۔ ان دونوں خطوط میں اس

نے وہ تمام باتیں لکھی ہیں جن کا اوپر حضرت اقدس نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت اقدس اور حضرت مولوی

عبدالکریم صاحب دونوں نے میاں شہاب الدین کو لکھا کہ وہ دووں کتابیں یعنی المحارر المبعوث اور شمس

زغریہ پر مولوی محمد حسن منوفی کے دستخطی نوٹ موجود ہیں۔ خرید کر ساقط کرے تو اس کے جواب میں میاں

شہاب الدین نے لکھا کہ

۲۰ آپ کا حکم منظور لیکن محمد حسن کا والد کتابیں نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے دو بروہے شک دیکھ

لو مگر بہت کے واسطے نہیں دیتا۔ خاکسار معذور ہے۔ کیا کرے۔ دوسری جگہ ہے ایک غلطی ہو گئی

کہ ایک خط گڑبڑوی کو لکھا کہ تم نے خاک لکھا کہ جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر دیجئے

اسو سب سے گڑبڑوی نے محمد حسن کے والد کو لکھا ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ کیونکہ یہ شخص ۲۱

مخالف ہے۔ اب مشکل بنی کہ محمد حسن کا والد گواروی کا دیر ہے اور اس کے کہنے جتنا ہے بچہ

کو نہایت افسوس ہے کہ میں نے گواروی کو کیوں لکھا جس کے سب سے سب میرے دشمن ہیں

گئے براہ عنایت خاکسار کو معاف فرمادیں کیونکہ میری خانی آنا مفت کا ترقی ہے۔ اور کتابیں

وہ نہیں دیتے۔ فقط“ ۲۲ خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں تحصیل چکواں۔ ۲۳

جو خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے میاں شہاب الدین کو لکھا وہ خط اس نے مولوی کریم

صاحب کو دکھایا۔ مولوی کریم الدین سکتے بھیں جو کہ بعد میں حضرت اقدس کے شدید مخالف ہو گئے۔ اس وقت

حضرت اقدس پر حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے بھی حضرت اقدس کی خدمت میں ایک خط کے

۱۷ نزول المبعوث ص ۶۸ تا ۷۰ ۱۸ دیکھئے نزول المبعوث ص ۲۳ تا ۲۵ حاشیہ ۱۹ خط مام

حضرت اقدس مندرہ نزول المبعوث ص ۲۳ تا ۲۵ حاشیہ ۲۰ نزول المبعوث ص ۲۵ تا ۲۶ حاشیہ ۲۱

ذرا یہ اپنے عقیدت مندانہ خیالات کا اظہار کرنے کے بعد لکھا کہ

"میرے عزیز دوست مسٹر شہاب الدین طالب علم کے فریاد سے مجھے ایک خط لکھنا پڑا۔
جناب مولوی عبد الکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گڑھی کی سیف چشتیائی کی
نسبت ذکر تھا۔ شہاب الدین کو حاکم سارنے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب
کی کتاب میں کچھ جگہ پر مولوی محمد حسن صاحب و موم کے نام نہ لکھا گیا۔ یہ جوہر جوہر سے نسبت
آئی۔ مسیح اور "مفسر بازغہ" کے تواتر پر اپنے خیالات لکھے تھے۔ وہ دونوں کتابیں پیر صاحب
سے جوہر سے سکوائی تھیں اور اب وہ اس آگاہی میں۔ اتفاقاً کرنے سے وہ نوٹ با صہ درج کتاب
پائے گئے۔ یہ بات سارا فائدہ کار روانہ ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی
طرف منسوب کر لئے۔ اس کا نام یہ کیا۔ اور حیرت یہ کہ بعض وہ غیوب جو آپ کی کلام
کی نسبت وہ بکڑتے ہیں پیر صاحب کی کتاب میں خود اس کی نظیر یا موجود ہیں۔ وہ
دونوں کتابیں پرکار مولوی محمد حسن صاحب کے باپ کی تحویل میں ہیں۔ اس واسطے جب آپ کی خدمت
میں وہ کتابیں پہنچنا مشکل ہے کہ ان کا خیال آپ کے غلات میں ہے اور وہ کبھی بھی اس امر
کی جان نہیں دے سکتے ہاں یہ ہو سکے گا کہ ان نوٹوں کو جنبہ نقلا کر کے آپ کے پاس روانہ
کیا جاسکے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص آدمی جناس کی جماعت سے یہاں آکر خود کچھ جانے
لیکن جلدی آنے پر دیکھا جاسکے گا۔ پیر صاحب کا ایک کارڈ تو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے۔ با صہ
جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ
مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چر کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے۔ لیکن اس سب باتوں
کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا علاوہ مصلحت ہے۔ ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر
دیا جائے۔ تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو
آپ دعا فرمادیں کہ آپ کی نسبت میرا اعتقاد بالکل صاف ہو جائے اور مجھے سمجھ آجائے کہ واقعی
آپ ملہم اور ماثور من اللہ ہیں۔"

۱۔ اس کارڈ کی نقل حضرت اقدس نے نزول المسیح کے صفحہ ۹ پر حاشیہ میں درج فرمائی ہے۔ ۲۔ خط مولوی کریم الدین

صاحب ہند حضرت اقدس حاشیہ نزول المسیح صفحہ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔

حضرت حکیم فضل دین صاحب نجدی کے بھی مولوی کرم دین صاحب سکونہ بھیس کے ساتھ ملاقات
نے نہ ہوئی تھی بھی ایک خط مولوی کرم الدین صاحب کو لکھا جس میں کتابوں کے حاصل کرنے کی اذیت
یہ کی گئی تھی۔ اس اتفاق ایسا ہوا کہ مولوی محمد حسن متونی کا لڑکا جو کسی جگہ پر انعام فقہ ایک کی خدمت
سے آئے یہاں مولوی کرم الدین نے اسے پچھروپے دے کر حضرت اقدس کی کتاب 'اعجاز المسیح' حاصل کر لی
اس سے عائد پر وہی نمبر سن سن سینہ ہاتھ سے ڈٹ لکھتے تھے اس میں ساری سرگشت کا ذکر کرتے ہوئے
مولوی کرم الدین صاحب لکھتے ہیں۔

مکرم مظهر بندہ جناب حکیم صاحب مدظلہ العالی

السلام علیہ وجمہاتہ وعلیہم السلام ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۹۰۰ء کو گزرتا تھا۔ اس وقت سے کار معلومہ کی نسبت
میں سے دستکش شروع کی کہ یہ وہ کتاب ہے جسے اس نے سخت اذیت کیا اور کہا کہ کتاب میں
بعد زلیلی میں درج ہے۔ میں نے اس پر غور کیا تو اس سے بتا کہ مجھے یہ ہے
کہ ذرا کہیں اور زلیلی کے اس پہنچ دوں۔ یکن بہت سی حکمت عملیوں اور اس دین سے بعد
میں کو تسلیم کیا گیا۔ مبلغ پچھروپہ معاوضہ پر آخر راسخی ہوا اور کتاب 'اعجاز المسیح' کے نوٹوں کی
نقل دوسرے نسخہ کر کے اس کتاب جس پر مولوی مرحوم کی اپنی قلم کے نوٹ ہیں ہمدستہ حاصل
عزیزہ اور اس سے اس کتاب وصول کی جس کی رسید میں 'لیفٹ کو زحمت فرماؤ' اور نیز اگر
موتور وہاں نو پچھروپے بھی حاصل کو دیدیجئے گا۔ تاکہ اس کے کو دے دینے جاویں۔ اور تاکہ دوسری
کتاب شمس بانہ کے حاصل کرنے میں وقت نہ ہو۔ کتاب شمس بانہ کا جس وقت سے ملے گا
آپ رونہ فرمایا گئے فوراً اس نسخہ جس پر نوٹ ہیں اسی طرح روانہ خدمت ہوگا۔ آپ باک
لکھی فرمادیں۔ نشاء اللہ تعالیٰ ہرگز دوسرہ غلطی نہ ہوگی۔ ابھی یہ کہ یہی یہ
تاہم خدمت حضرت مولانا صاحب اور آپ کی بامعیت قبول فرما کر میرے لئے دعائے خیر فرمائیے
لیکن میرا التماس ہے کہ میرا نام بالذیل ہرگز ظاہر نہ کیا جاوے۔

بعد میں چھروپے اود دے کر حضرت حکیم فضل دین صاحب نے دوسری کتاب بھی نص کر لی
اور سب یہ سارا مواد حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچ گیا تو چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان

نے دینی محمد حسن متونی کا لڑکا۔ نقل ۱۰۔ نقل خود مولوی کرم الدین صاحب حضرت حکیم فضل دین صاحب مرحوم سے اس طرح متعلق ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا تھا یعنی پیر محمد علی شاہ صاحب کی علمی پردہ داری بہت ہی بقی تھی اس لئے حضور نے اُسے شائع فرمادیا۔ اور اس بات کی ہرگز پروا نہ کی کہ مولوی کرم الدین صاحب کی پیر صاحب کے یہ مخالفانہ کریں گے چنانچہ حضور لکھتے ہیں۔

”مولوی کرم الدین صاحب کو سہواً اس طرف خیال نہیں آیا۔ کہ شہادت کا پوشیدہ ان سخت گناہ ہے جس کی نسبت ”ثم قبضہ“ کا ذکر تریف میں وعید موجود ہے لہذا تقویٰ یہی ہے کہ کسی اہم کی پروا نہ کریں۔ اور شہادت جو اپنے پاس ہو داکریں۔ سو ہم اس بات سے معذور ہیں جو ہم اخفا کے مُمد و معاون بنیں اور مولوی کرم الدین صاحب کا یہ اخفا خدا کے حکم سے نہیں ہے صرف دنی کمزوری ہے خدا ان کو قوت دے۔“

جب یہ ساری کارروائی منقذہ شہود پر آگئی تو اس سے پیر صاحب کی شہرت علمی و علمی کا پردہ بالکل چاک ہو گیا اور انہوں نے مولوی کرم الدین صاحب کی اپنے مریدوں کے ذریعہ مخالفت شروع کر دی مولوی کرم الدین صاحب جو یک کمزور طبیعت کے آدمی تھے۔ انہوں نے خیر اسی میں سمجھی کہ اپنے خطوط کا انکا یہی کردیں چنانچہ انہوں نے ”سراج الاخبار“ جہم مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں یہ شائع کر دیا کہ یہ خطوط جعلی اور بنادنی ہیں۔ جیسا کہ آگے چل کر ظاہر ہو گا۔ یہ خطوط بڑی لمبی مقدمہ بازی کا موجب ہوئے۔

۱۹۰۱ء کی مردم شماری اور جماعت کا گورنمنٹ کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ اگلے سال یعنی ۱۹۰۱ء میں تمام ہندوستان کی مردم شماری کروائی جائے گی اور حضرات اقدس

نے ابھی تک اپنی جماعت کا کوئی نام تجویز نہیں فرمایا تھا۔ لوگ ”مڑائی“ اور ”قادیانی“ وغیرہ ناموں کے ساتھ آپ کی جماعت کو پکارتے تھے۔ اس لئے حضور نے ضروری سمجھا کہ جماعت کا کوئی موزوں نام رکھ دیا جائے چنانچہ آپ نے اپنی جماعت کا نام ”مسلمان فرقہ احمدیہ“ رکھا۔ حضور ایک اشتہار میں اس نام کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اور اس فرقہ کا نام ”مسلمان فرقہ احمدیہ“ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد حبالی
 - نام تھا۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو نوکریاں نہ سدا دینگے
 جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا۔ اور صد ہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد حبالی
 نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔
 سو خدا نے اس دو ناموں کی اس طرح تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی
 میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم
 محمد کا ظہور ہوا۔ اور منی لفظوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی
 کی گئی تھی کہ بڑی زمانہ میں چہ اسم احمد ظہور کرے گا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ
 سے احمدی صفات یعنی حوالی صفات ظہور پائیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس
 یہی وہ سے مناسب معلوم ہو کہ اس فرقہ احمدیہ لکھا جائے "۔

عنینات ۱۹۰۰ء ۱۔ تحفہ غزنیہ حضرت اقدس کی مخالفت میں مولوی عبدالحق صاحب غزنی
 نے ایک اشتہار نکالا تھا جس میں ایک تو حضرت اقدس کی بعض پیشگوئیوں پر

تہنات کئے تھے دوسرے پھوڑے مندرجات کے علم و مشائخ کے سامنے حق و باطل کی تمیز کے لئے جو یہ
 یزیدی کی تھی کہ تم یہاں کی شفا کے ذریعے استیجابت دعائیں دینے سے باز رہو بخود بخود پتہ لگ
 نے کا کہ خدا کا مقرب کون ہے۔ اس تجویز پر مولوی عبدالحق نے یہ اعتراض کیا تھا کہ سارے ملک کے علماء
 اس طرح جمع ہو سکتے ہیں اور پھر ان کے اخراجات کون برداشت کرے گا۔ اس اشتہار کے جواب میں حضرت
 نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا تھا۔ یہ رسالہ لکھا تو سنہ ۱۲۹۰ھ میں گیا تھا۔ مگر اس کی اشاعت ہوا کہ بریل و ہونی
 ۲۔ رسالہ ہبساو۔ اس رسالہ میں جہاد کی اصل اور صحیح فہمائی بیان کی گئی ہے جہاد کے صحیح معانی
 سمجھنے والوں نے ہولناکی مارا اور قتل و غارت گاہیں ہر در کھائی۔ اس کی اصلاح کی گئی ہے۔

۳۔ جلتہ النور۔ یہ کتاب حضرت اقدس نے عربی ممالک کے علماء اور مشائخ کو تبلیغ کرنے کے لئے
 منیف فرمائی تھی اس کتاب میں دعویٰ مہدویت و مسیحیت نہایت ہی عمدہ طریق سے ثابت کئے
 گئے ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب سنہ ۱۲۹۰ھ میں لکھی گئی تھی لیکن دوسری کتابوں کی طرف توجہ مبذول ہو جانے کی وجہ

سے آپ کی وفات کے بعد سن ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔

۴۔ ابتدا تصنیف تحفہ گولڑیہ۔ پیر مہر علی شاہ صاحب نے ایک کتاب "شمس المہدیہ" نام لکھی تھی اگرچہ مولانا محمد احسن صاحب امر وہی اس کا جواب "شمس بازغہ" کے نام سے لکھ چکے اور وہ شائع ہو چکا تھا تاہم حضرت اقدس نے خود بھی اس کا جواب لکھنا مناسب خیال فرمایا۔ چنانچہ آپ نے سن ۱۹۰۷ء کے آخر میں یہ کتاب لکھنی شروع فرمائی۔ سن ۱۹۰۸ء میں اسے ختم کیا اور یکم ستمبر سن ۱۹۰۸ء کو اس کی اشاعت فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے دعاوی اور پھر ان کے دلائل کو خوب مبہر بن فرمایا ہے۔ خاص قابل ذکر واقعہ جو میں درج ہے وہ ایک بزرگ ولی اللہ حضرت سید میر کوٹھے والے پیر صاحب کی شہادت ہے۔ جو انہوں نے امام مہدی آخر الزمان کے بارہ میں اپنے مریدوں کے روبرو دی۔ یہ ایک نہایت ہی کامل بزرگ علامہ یوسف زئی کے ایک موضع کوٹھہ میں رہتے تھے۔ اور کوٹھے والے پیر کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے "میں وفات پائی تھی۔ اپنی وفات سے قبل حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے متعلق جو شہادت انہوں نے دی۔ اس کا ذکر مولوی حکیم محمد یحییٰ صاحب دیگرائی کی زبانی سنئے۔ حکیم صاحب موصوف خود "کوٹھہ میں گئے۔ اور دعائیں جا کر جو شہادتیں انہوں نے پیر صاحب کوٹھے والے کے مریدوں سے حاصل کیں۔ اور میں سے دو کا ذکر حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ خط کیا۔ اور وہ یہ ہیں۔۔۔

۱۔ "ایک صاحب حافظ قرآن نور محمد امام اصل متوطن گرجھی امارتی حال مقیم کوٹھہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت (کوٹھے والے) ایک دن وضو کرتے تھے اور میں روبرو بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے کہ "ہم اب کسی اور کے زمانہ میں ہیں" میں اس بات کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کیوں حضرت اس قدر سحر ہو گئے ہیں کہ اب آپ کا زمانہ چلا گیا۔ ابھی آپ کے ہم عمر لوگ بہت تندرست ہیں اور اپنے دنیوی کام کرتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ تو میری بات کو نہیں سمجھا۔ میرا مطلب تو کچھ اور ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ جو خدا کی طرف سے ایک بندہ تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا کرتا ہے۔ وہ پیدا ہو گیا ہے ہماری باری چلی گئی۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہم کسی غیر کے زمانہ میں ہیں۔ پھر فرمانے لگے کہ وہ ایسا ہوگا۔ کہ مجھ کو تو کچھ تعلق مخلوق سے بھی ہے۔ اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہوگا۔ اور اس پر اس قدر شدائد و مصائب آئیں گے جن کی نظیر زمانہ گذشتہ میں نہ ہوگی۔ مگر اس کو کچھ پروا نہ ہوگی۔

پھر میں نے عرض کی کہ نام و نشان یا جگہ بتاؤ۔ فرمانے لگے۔ نہیں بتاؤں گا۔"

۲- "دوسرے صاحب جن کا نام گلزار خاں ہے۔ جو ساکن موضع بڈا بیر علاقہ پشاور میں ہیں۔ اور حال میں ایک موضع میں کوٹھہ شریف کے قریب رہتے ہیں اور اس موضع کا نام ٹوپی ہے یہ بزرگ بہت مدت تک حضرت صاحب (مراد پیر صاحب کوٹھہ والے) کی خدمت میں رہے ہیں انہوں نے قسم کھا کر بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اس وقت بہت خوش و خرم تھی۔ فرمانے لگے کہ میرے بعض آشنا ہمدی آخر الزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، اشارہ تھا کہ اسی ملک کے قریب ہمدی ہوگا۔ جس کو دیکھ سکیں گے اور پھر فرمایا کہ اس کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں گے۔" ۱۷

ایسا ہی ایک شخص مرزا محمد اسماعیل نام نے جو اسپیکر مدرس رہ چکے تھے۔ حضرت مولوی سید مہرورشہ صاحب سے بیان کیا کہ وہ ایک مدت تک حضرت کوٹھہ والے پیر صاحب کے پاس رہے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ ہمدی آخر الزمان پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی اس کا ظہور نہیں ہوا۔ اور جب نام پوچھا گیا تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤں گا۔ مگر اس قدر بتلاتا ہوں کہ زبان اس کی پنجابی ہے۔" ۱۸

یہ حضرت سید میر کوٹھہ والے وہی بزرگ ہیں جن کی بیعت کا شرف حضرت مولوی عبداللہ صاحب اسی نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حاصل کیا تھا۔ ۱۹

ضمیمہ تحفہ گوڑویہ میں حضرت اقدس نے آیت لَوْ نَقُولُ عَلَيْنَا کی بڑی شرح و بسط کے ساتھ تفسیر بیان کی ہے اور تیس سالہ عمر پانے والے مغتری کی مثال پیش کرنے والے کے لئے پندرہ کی ہمت اور پانچ سو روپیہ انعام مقرر فرمایا ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پر حضرت اقدس نے پیر علی شاہ صاحب کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ۔

"اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اول سے آخر تک توڑ دیں۔

اور پھر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کر کے ہم دونوں کی حاضری

میں میرے تمام دلائل یک ایک کر کے حاضرین کے سامنے ذکر کریں اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل پر جس کو وہ پھر کسی کلمہ کی مشی اور تصرف کے حاضرین کو سنا دیں گے پیر صاحب کے جوابات سنا دیں اور یہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے یہ جوابات صحیح ہیں۔ اور دوسری پیش کش کہ وہ کی قطع صحیح

تحفہ گوڑویہ صفحہ ۵۵ حاشیہ ۵۵ یہ صاحب حضرت مولانا غلام حسن خاں صاحب بنارہی کے فرزند حضرت اقدس کے تھے۔ مولانا

۱۷ تحفہ گوڑویہ صفحہ ۵۵ حاشیہ ۵۵ ۱۸ سوانح حضرت مولوی عبداللہ غزنوی صفحہ ۲۸

کرتے ہیں۔ تو میں مبلغ بچاؤں روپیہ تمام بعد فتجباتی برصاحب کو اسی مجلس میں دے دوں گا۔

۵۔ اربعین۔ اس زمانہ میں چونکہ مخالفت کا بڑا زور تھا۔ اس لئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ منی عین پر حجت نام کرنے کے لئے اپنے اعادی پر مشتمل لکنا چالیس شہادت شائع کئے جائیں۔ اسی ارادہ کے پیش نظر آپ نے ان اشتہارات کا نام اربعین رکھا۔ ان میں سے پہلا اشتہار تو واقعی ایک اشتہار کی شکل میں نکلا۔ مگر بعد کے اشتہارات کا حجم زیادہ ہو گیا۔ اس لئے وہ رسالوں کی شکل میں نکلتا شروع ہو گئے۔ ابھی یہ ہی رسالے نکلتے تھے کہ ایک درجہ نہ درجہ کی کتاب کا حجم ہو گیا۔ اس پر آپ نے اسی پر اکتفا کر کے یہ چاروں رسالے ایک کتاب کی شکل میں شائع فرمادیئے۔ مگر نام "اربعین" ہی رہنے دیا۔

غیر احمدی امام کے پیچھے نماز | اب تک تو حضرت اقدس نے اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کی امامت میں نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔ لیکن اب مخالفت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ احمدی جب نماز پڑھنے کے لئے غیر احمدیوں کی مسجد میں جاتے تھے۔ تو انہیں سخت تنگ کیا جاتا تھا۔ تنہا کوزلوں سے وہ دھوکرتے تھے وہ کورسے توڑ دیتے جاتے تھے۔ جن پٹائیوں پر نمازیں پڑھتے تھے وہ چٹائیوں جی جاتی تھیں جس فرش پر احمدی کھڑے ہوتے تھے وہ فرش بھدایا جاتا تھا۔ بلکہ بعض حضرات علماء تو فرش کو اکھڑا دیتے تھے۔ اور احمدیوں کو جو اذیت پہنچائی جاسکتی تھی وہ پہنچائی جاتی تھی۔ فتویٰ دیا گیا تھا کہ اگر احمدی کسی صف میں کھڑا ہو تو ایسا ہی ہے جیسا کہ سورہ ایسی حالت میں قریب کھڑے ہونے والوں کی نماز نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مثلاً بعض و نسما بھی ان سارے حالات کو دیکھ رہا تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے ہمسے کی معرفت یہ اعلان کروایا۔

کہ "پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکلف درمکتب یا متردد سے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی ن طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امام مکہ منکد یعنی جب مسیح ازل ہوا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔ بقلی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پہ ہو۔ اور تمہارے عمل جھٹ ہو جائیں۔ اور تمہیں کچھ خیر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم بھی ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ جیت

ہے۔ مگر جو شخص مجھے دس سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے
پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو مجھے خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں
دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔" ۱۰

اس اعلان کا اس زمانہ میں تو غیر احمدی مولویوں پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ بلکہ انہوں نے اس
لو ابنی فتح پر محمول قرار دیا۔ کہ وہ احمدیوں کو اپنی مساجد سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن اب
احمدیوں پر الزم دیتے ہیں کہ یہ ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

مالہریو آف ریجنل کمیشنر کے اجراء کی تجویز | چونکہ آپ کا ایک اہم کام "کسٹریبل" بھی تھا اور گو
ورلڈ کے لحاظ سے آپ اس کام کو بطریق حسن انجام دے

تھے۔ لیکن چونکہ وہ لوگ جو صلیب پرستی کے علمبردار تھے۔ وہ زیادہ تر مغربی ممالک میں رہتے تھے۔ اور
کی زبان انگریزی تھی اس لئے یہ چاہتے تھے کہ ان تمام چٹھوں اور پاک معارف اور دین اسلام
کامیت میں پختہ داخل اور نسائی روح کو اطمینان دینے والی باتوں کو جو آپ پر ظاہر ہوئیں اور سوجھ بوجھ
میں بخش برہن اور موثر تقریروں سے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے علمبرداروں تک
پہنچائے۔ چنانچہ آپ نے اس کے لئے ۱۹۰۱ء کی "ایک ضروری تجویز" کے عنوان سے
پناہ شائع فرمائی جس میں اپنی اس دی تڑپ اور دیر دل کا انہماک فرمایا اور تجویز کی کہ مذکورہ بالا مفاد
اظہار کے لئے انگریزی زبان میں ایک رسالہ جاری کیا جائے اور اس کے نظم و نسق کے لئے جو بہتر طریق
اس پر عمل کیا جائے۔ اور اس تجویز پر غور کرنے کے لئے آپ نے اعلان فرمایا کہ دستِ عید الاضحیہ کے

قادیان میں جمع ہوں اور اس بارہ میں مشورہ دیں کہ کیا انتظام کیا جائے جس سے یہ رسالہ جاری
کے چنانچہ اسرار مارچ ۱۹۰۱ء کو سب احباب کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ اس رسالہ کا نظم و نسق ایک
ن کے سپرد کیا جائے جس کا نام "انجمن اشاعت اسلام" ہو۔ اور رسالے کا نام "ریویو آف ریجنل کمیشنر"
ایک۔ اور ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب مقرر کئے گئے اور قرار
کہ رسالہ یکم اکتوبر ۱۹۰۱ء سے نکلنا شروع ہو جائے۔ اس اثناء میں مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس
بدایات حاصل کر کے خود بھی مضامین تیار کریں اور جو مضامین حضور لکھ کر دیں ان کا بھی ترجمہ انگریزی

نہان میں کرتے رہیں۔ مگر بعض وجوہ سے مقررہ تاریخ کو یہ رسالہ نہ نکل سکا۔ ۲۴ نومبر کو بورڈ آف ڈائریکٹرز کا پھر اجلاس ہوا اور یہ قرار پایا کہ رسالہ انگریزی جنوری ۱۹۰۲ء سے ضرور جاری کر دیا جائے۔ اور اگر تین سو خریداروں کی درخواستیں اردو میگزین کے لئے بھی آجائیں تو اس کا ایک ایڈیشن اردو میں بھی نکال دیا جائے۔ چنانچہ رسالہ جاری کر دیا گیا۔

ظہورِ طاعون۔ مارچ ۱۹۰۱ء | ناظرین کو یاد ہو گا کہ حضرت اقدس نے ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو ملک میں طاعون پھوٹنے کے بارہ میں ایک پیشگوئی شائع

فرمائی تھی جس میں لکھا تھا کہ مجھے یہ دکھلایا گیا ہے کہ اس ملک کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگائے گئے ہیں اور وہ طاعون کے پودے ہیں۔ اور حضور نے یہ بھی اطلاع دی تھی۔ کہ قوبہ اور استغفار سے وہ پودے ناپود ہو سکتے ہیں۔ گر ان ایام میں وہ اشتہار قوبہ اور استغفار کی بجائے تسمنہ اور استہزار کے ساتھ پڑھا گیا۔ اب جبکہ ملک میں طاعون پھوٹ پڑا اور کہیں کہیں اس سے موتیں ہونا شروع ہو گئیں۔ تو حضور نے ازراہ ہمدردی پھر ایک اشتہار ”طاعون“ کے عنوان سے شائع فرمایا۔ جس میں ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کو یاد دلانے کے بعد لکھا کہ

”سو سے عزیز! اس غرض سے پھر یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ سنبھل جاؤ اور خدا سے ڈرو۔ اور ایک تہی دھندو۔ نافذاتم پر رحم کرے اور وہ جو بہت نزدیک آگئی ہے۔ خدا اس کو ناپود کرے۔ اسے غفلو! یہ منسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے۔ یہ وہ بلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے خدا کے حکم سے دور ہوتی ہے۔“

اس اشتہار میں آپ نے یہ بھی لکھا کہ

”میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر جس میں مثلاً دس لاکھ کی آبادی ہو۔ ایک بھی کان راستباز ہو تب بھی یہ بلا اس شہر سے دفع کی جائے گی۔ پس اگر تم دیکھو کہ یہ بلا ایک شہر کو کھاتی جاتی اور تباہ کرتی جاتی ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس شہر میں ایک بھی کان راستباز نہیں۔ معمولی درجہ کی طاعون یا کسی اور وبا کا آنا ایک معمولی بات ہے۔ لیکن جب یہ بلا ایک کھانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا منہ کھولے

۱۔ غالباً یہ ذکر کرنا اے محسن ہو گا کہ انگریزی اور اردو دونوں دہائیوں میں متعدد مقامات پر حضرت اقدس کے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر حضور کا نام ساتھ نہیں لکھا گیا لیکن حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کا کثرت کے ساتھ مطالعہ کرنے والے فوراً ہی پہچان جاتے ہیں۔ مؤلف

توفیق کرو کہ وہ شہر کامل راستبازوں کے وجود سے خالی ہے۔ تب اس شہر سے جلد نکلو۔ یا کامل توبہ اختیار کرو۔ ایسے شہر سے نکلنا جس طرح طبی قواعد کے رُوسے مفید ہے ایسا ہی روحانی قواعد کے رُوسے بھی۔ مگر جس میں گناہ کا زہر بڑا مادہ ہو وہ بہر حال خطرناک حالت میں ہے۔ پاک صحبت میں رہو کہ پاک صحبت اور پاکوں کی دعا اس زہر کا علاج ہے۔ دنیا ارضی اسباب کی طرف متوجہ ہے مگر جڑ اس مرض کی گناہ کا زہر ہے۔ اور تریاتی وجود کی ہمسائیگی فائدہ بخش ہے۔ لے

جماعت کے زیرک احباب سے
سالانہ امتحان لینے کی تجویز ملے

ستمبر ۱۹۰۱ء میں حضرت اقدس نے بیک "اشتہار
مفید الاختیار" کے عنوان سے شائع فرمایا جس میں اپنی جماعت
کے لئے یہ ضروری قرار دیا کہ

"ہماری اس جماعت میں کم سے کم ایک سو آدمی ایسے اہل فضل اور اہل کمال ہوں کہ اس سلسلہ اور اس
دھوئے کے متعلق جو نشان اور دراصل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں ان سب کا اس
کو علم ہو اور نفاذ میں ہر ایک مجلس میں بوجہ احسن انما بہ حجت کر سکے اور ان کے مفتریانہ اعتراضات کا
جواب دے سکے اور نیز عیسائیوں اور آریوں کے دسارے شائع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات
دے سکے اور دین اسلام کی حقیقت اکمل اور اتم طہر پر ذہن نشین کر سکے۔ پس ان تمام امور کیلئے یہ قرار
پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اہل علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اس طرف توجہ دی جائے کہ
وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء تک کتابوں کو دیکھ کر اس امتحان کے لئے تیار ہو جائیں ورنہ سب کو تعلیم و
پرورش میں پہنچ کر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔ اس جگہ اسی غرض کے لئے تعطیلات مذکور
میں ایک جلسہ ہوگا۔ اور مباحثہ مندرجہ کے متعلق سوالات دیئے جائیں گے ان سوالات میں جو احسان
پاس نکلیں ان کو ان خدمات کے لئے منتخب کیا جائے گا۔ ورنہ اس لائق ہوں گے کہ ان میں سے
بعض دعوت حق کے لئے مناسب مقامات میں بھیجے جائیں۔ درسی طرح سال بہ سال یہ مجمع انشاء اللہ تعالیٰ
اسی غرض کے لئے قادیان میں ہونا رہے گا۔ جب تک کہ ایسے مباحثین کی ایک کثیر تعداد جماعت
میں نہ ہو جائے۔" لے

پانچواں باب

تصنیف ایک غلطی کا ازالہ "سفر دہلی اور واپسی

اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" اب ہم ایک ایسے مسئلہ کے متعلق حضرت اقدس کا نقطہ نظر واضح کرتے ہیں جس کی بنا پر جماعت احمدیہ کا ایک نہایت ہی قلیل حصہ سوادِ اعظم سے اختلاف کر کے مدت ہوئی خلافتِ ثانیہ کے انتخاب

۵ نومبر ۱۹۰۱ء

کے موقع پر ۱۹۱۲ء میں علیحدگی اختیار کر چکا ہے۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کا مقام اور منصب کیا تھا؟ اور یہ کہ آیا شروع دعویٰ سے لے کر "خردقت تک آپ اپنے منصب کو ایک ہی نام سے یاد فرماتے رہے ہیں یا ایک وقت کے بعد آپ نے اپنے منصب و مقام کا نام رکھنے میں تبدیلی کا اظہار فرمایا ہے۔ جو جماعت کے سوادِ اعظم کا مسلک حضرت اقدس کی اپنی تحریرات کی بنا پر یہ ہے کہ بے شک المائتِ الہیہ میں تو آپ کو شروع ہی سے نبی و رسول کے الفاظ سے مخاطب کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن نبی و رسول کی مشہور عام تعریف کی رو سے آپ ایک زمانہ تک ان الفاظ کی تاویل کر کے اپنے آپ کو "محدث" کہتے رہے ہیں۔ لیکن جب آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر کی وضاحت کر دی گئی کہ نبی کے جو معنی امت محمدیہ میں عام طور پر مشہور ہیں وہ صحیح اور درست نہیں ہیں تو آپ نے اپنے سابقہ مسلک کو بدل کر اپنے آپ کو "نبی و انبیاء میں شامل" قرار دیا۔

لیکن جس گروہ نے ۱۹۱۲ء میں خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے موقع پر جماعت کے سوادِ اعظم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اس کا موقف یہ ہے کہ حضرت اقدس نے کبھی نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپ ہمیشہ اس سے انکار کرتے اور اسے کفر قرار دیتے رہے ہیں۔ آپ کا دعویٰ ابتدا ہی سے "محدث ہونے" کا تھا جو آخر وقت تک قائم رہا۔ اور کبھی آپ نے اسے ترک نہیں فرمایا۔

لہذا اس حال کی یہ سہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت اقدس مسئلہ نبوت کے انکشاف

سے پہلے الہامی الفاظ نبی و رسول کی تائید کر کے اپنے آپ کو محدث سمجھتے تھے اور یہ تھا بھی بالکل درست و
جواز جب یہ تھی کہ نبی کی تعریف اس وقت یہ سمجھی جاتی تھی کہ

”اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض
احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر
استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔“ ۱

اس تعریف کی رو سے چونکہ آپ نبی نہیں تھے۔ کیونکہ آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے بلکہ
شریعت محمدیہ کے پابند تھے اور شریعت محمدیہ میں ترامیم کرنے والے نہیں بلکہ اس کی حفاظت اور نشر و
شاعت کے لئے مامور کئے گئے تھے اور آپ نے روحانی مراتب میں جو کچھ پایادہ براہ راست نہیں پایا
بلکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے پایا تھا اور آپ غیر متبع و درغیر امتی نہیں بلکہ
پنے آقا و مولیٰ اور اپنے نبی مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع و امتی تھے اس لئے آپ
کو سابقہ مسلمہ تعریف کی رو سے نبی و رسول ہونے سے انکار تھا۔ اور آپ ان الہامی الفاظ کی تائید کر کے
اپنے آپ کو محدث قرار دیتے تھے اور آپ کا یہ طریقہ عمل بالکل ٹھیک تھا اور دیانت یہی چاہتی تھی
جو آپ نے کیا۔ لیکن جب وہ مصیبت الہی جو اس طرز عمل کا باعث تھی پوری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے
یہ منکشف فرمادیا کہ نبی کی وہ تعریف نہیں ہے جس سے اتفاق کر کے آپ اپنے نبی و رسول ہونے کا
انکار کرتے اور اپنے آپ کو محدث سمجھتے در کہتے رہے ہیں۔ بلکہ نبی کی تعریف یہ ہے کہ

”خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق
کو پہنچانے والا اسلام کی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔“ ۲

پھر حضور فرماتے ہیں کہ

”میرے نزدیک نبی صرف اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام قطعی اور یقینی اور بکثرت تازل ہو
اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے مگر بغیر شریعت کے“ ۳

نیز فرماتے ہیں۔

”جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں

کوئی سائنس دان بھی جانتی نہ ہو اور کھیسے طور پر مورخین پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے غلطوں میں نبوت کے نام سے سووم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔" ۱۷
پھر فرماتے ہیں۔

"نہی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا اور شرفِ مکام و محاطہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے میں کوئی محذور نام نہ نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے نبی متبع سے فیض پانے والا ہو۔" ۱۸
مندرجہ بالا اقتباسات سے عیاں ہے کہ نبوت کی جو تعریف حضرت اقدس پہلے کیا کرتے تھے اور جس کے ماتحت اپنے آپ کو غیر نبی کہتے تھے۔ وہ تعریف صحیح نہیں تھی۔ حقیقی تعریف وہ ہے جو تفہیم الہیہ سے آپ پر منکشف ہوئی۔ یعنی نبی وہ ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ بکثرت کلام کرے اور وہ کلام اہم امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا نام نبی رکھے۔ اور اُسے ہدایتِ ختمی کیلئے مامور فرمائے۔ نبی شریعت لانا یا نبی سابق کا متبع نہ ہونا نبی کی تعریف میں داخل نہیں۔

یہ تعریف جو کہ حضور پر بالکل صادق آتی تھی۔ اس لئے حضور نے ظاہر فرمایا کہ میں نبی و رسول ہوں اور حضور کا یہ فرمانا بھی سراسر دیانت پر مبنی تھا۔ جب تک انکشافِ حقیقت نہ ہوا تھا۔ حضور سراسر ظاہر فرماتے رہے کہ میں نبی و رسول نہیں ہوں۔ محدث ہوں۔ لیکن جب انکشافِ حقیقت ہو گیا۔ اور حضور نے صاف فرمادیا کہ میں نبی و رسول ہوں۔ بعض محدث نہیں۔

چنانچہ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اقرار حضرت اقدس کے زمانہ میں جماعت کے سوا دِ اعظم سے عین اختیار کرنے والے گروہ یعنی غیر مبائعین بھی ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔ غیر مبائعین کے پہلے امیر جناب مولانا محمد علی صاحب مرحوم حضرت اقدس کے زمانہ میں رسالہ ریلو یو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے۔ انہوں نے نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیوں دفعہ حضرت اقدس کو زمرہ انبیاء میں شمار کرتے ہوئے مخالفین کے مقابلہ میں رضامین لکھے چنانچہ ایک تحریری بحث کے دوران میں جو وہ خواجہ غلام الثقلین سے کر رہے تھے لکھتے ہیں۔

"چار ماہیں خواجہ غلام الثقلین نے آیت اِنَّا لَنَصُوْرُ رُسُلَنَا دَالِدِیْنَ اَمَّا اِنِّی الْحَیْوَۃُ الدُّنْیَا

کے ان معنوں کی تردید میں جو ہمیں نے بیان کئے پیش کی ہیں۔ (۱) شیطان نے خدا کی قسم کھائی کہ وہ سب
ہجرہ کرے گا۔ . . شیطان اپنے خیال میں سچا ہوگا۔ (۲) قوم فرعون اُن (بنی اسرائیل) کے شر خوار
بچوں کو قتل کر دیتی تھی۔ (۳) مسیح مصلوب ہوئے (۴) خلفائے اربعہ اور مسلمانوں میں سے منجملہ چھ
کس کے پانچ نفس دشمنوں کے ہاتھوں سے ہلاک ہوئے۔

بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن کریم نے کیا قرار دیا
ہے۔ اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتائیں کہ ان پیش کردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے باقی مدعی نبوت کون کون ہے؟ کیا شیطان مدعی نبوت ہے؟ کیا
بنی اسرائیل کے شر خوار بچے مدعی نبوت تھے؟ کیا خلفائے اربعہ اور مسلمان مدعی نبوت تھے؟ اگر نہیں
تو ان باتوں کا امر زیر بحث سے کیا تعلق ہے؟

اس عبارت میں جناب مولوی صاحب موصوفت خواجہ غلام الثقلین صاحب کے پیش کردہ امور میں سے
فقط تیسرے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مدعی نبوت کہا ہے یا پھر حضرت قدس کو مدعی نبوت کی
نیت سے زیر بحث لا کر آپ کی نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے باقی بزرگوں کے ذکر کو خواجہ
صاحب موصوفت نے پیش کئے۔ اس وجہ سے غیر متعلق قرار دیتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی مدعی نبوت
میں تھا۔

ایسا ہی ۱۹۰۴ء میں مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھدیں کے مقدمہ میں بھی مولوی صاحب موصوفت
سب استغاثہ کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوئے تو انہوں نے عدالت میں باقرہ صالح یہ بیان دیا کہ
”مذہب مدعی نبوت مذہب ہونا ہے۔ مرزا صاحب طرم مدعی نبوت ہے۔“

گویا حضرت اقدس کی زندگی میں جناب مولوی صاحب اور آپ کے سب ساتھی حضور کو ہمیشہ نبی
کی کہتے اور سمجھتے تھے بلکہ خلیفۃ المسیح اور حضرت مولانا نور الدین صاحب کے زمانہ میں بھی حضرت اقدس
مذہبی منصب و مقام سمجھتے تھے البتہ آپ کی نسبت کے آخری سالوں میں ان لوگوں نے کچھ سوچ کر اندری انداز میں مسئلہ
میں اختلاف کرنا شروع کر دیا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے ڈرتے بھی تھے چنانچہ ایسے ہی کسی
موقع پر جب ان لوگوں کے عقائد کے متعلق جماعت میں چیرہ گیوشیاں شروع ہوئیں تو انہوں نے اپنے

اخبار پیغام صلح میں یہ اعلان کیا۔ کہ

”معلوم ہے کہ بعض اہباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا و آدینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مجاہد فی الصلوٰۃ والسلام کے درجہ عالیہ کو اصلیت سے کم یا امتحانات کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھیدوں کو جانتے والا ہے حاضر نظر جان کر علی الاطلاق کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلنا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی مجاہد کو اس زمانہ کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم و بیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ہم اس کے خلیفہ برحق سیدنا و مرشدنا و مولانا حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کو بھی سچا پیشوا سمجھتے ہیں۔ اس اعلان کے بعد اگر کوئی ہماری نسبت بدظنی پھیلانے سے باز نہ آئے تو ہم اپنا معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں۔“

یہ تو ان لوگوں کے عقائد حضرت اقدس اور حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ میں تھے۔ لیکن جماعت سے علیحدگی کے بعد جناب مولوی محمد علی صاحب نے اعلان کیا کہ ”میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بھگنی سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت زور پڑتی ہے۔“

نیز لکھتے ہیں۔

”امت کے اندر ہو کر بھی نبوت کا دعویٰ کرنا کذاب کا کام ہے۔“

ان حوالوں سے جو نتیجہ لازمی طور پر نکلتا ہے وہ واضح ہے۔

تاثرین پر مسئلہ نبوت کی وضاحت کرنے کے بعد اب ہم اشہار ”ایک غلطی کا ازالہ“ کی وجہ تصنیف کا ذکر کرتے ہیں جو جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت اقدس ایک زمانہ تک نبی کی مروجہ تعریف کے مطابق اپنے منصب کا نام ”نبی“ کی بجائے ”محدث“ رکھتے تھے اور یہ زمانہ سن ۱۲۹۸ھ سے پہلے کا زمانہ

ہے سند میں حضور پر اس امر کا اچھی طرح سے انکشاف ہو چکا تھا۔ کہ نبوت کی مروجہ تعریف جس کے ماتحت پاپ اپنی نبوت سے انکار کرتے تھے قطعاً غلط اور اسلام کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے اصحاب کے وبرد اس کی وضاحت شروع فرمادی تھی چنانچہ اگر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے اس زمانہ کے طبابت جمعہ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے تو اس امر کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے کہ حضرت مولوی صاحب مہمون حضرت اقدس کو نبی و رسول کی حیثیت میں ہی پیش کیا کرتے تھے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ حضرت اقدس پر اپنے صاحب و مقام کی پوری طرح وضاحت ہو چکی تھی ایک ناواقف احمدی سے اس قسم کے مقام پر کسی معترض نے یہ اعتراض کر دیا کہ ”جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے“ اور اس کا جواب اس شخص نے محض انکار کے الفاظ سے دیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں تھا۔ حضرت اقدس اس احمدی کا کر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”اھمادی جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو مذمت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہونے کا ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس کی تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔“

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ حضور نے اس اشتہار کے ابتداء ہی میں جس امر کو سراسر واقعہ کیخلاف و اہل حق کے لئے سراسر موجب مذمت قرار دیا اور جماعت کو اس کے ضرر و نقصان سے آگاہ و ملاحظہ کر دینے کے لئے ایک مخصوص اشتہار شائع فرمایا ضروری خیال فرمایا۔ وہ امر ایک ناواقف احمدی کا کسی معترض کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یہ کہہ دینا تھا کہ حضرت اقدس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ حضور کی اس تحریر کے بعد مسلمانوں کے مشہور عقیدہ کی بنیاد پر سبجا طور پر یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ خاتم النبیین کے بعد نبی کیسے؟ سو حضرت اقدس نے خود ہی اس سوال کو اٹھا کر اس کا جواب دیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

”سو اگر یہ کہا جائے کہ ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں۔ پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے تو اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پُرانا نہیں آسکتا۔ جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں آتے تھے ہیں۔ اور پھر اس حالت میں ن کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے، اور آیت وَلَیْسَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ شَیْءٌ بَعْدَ رَسُولِیْ اِنَّکُمْ اَنتُمْ کُفِرْتُمْ عَلَیْکُمْ لَیْسَ لَکُمْ شَیْءٌ بَعْدَ رَسُولِیْ اور سَدِّ ثَلَاثِیْ بَعْدِیْ اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں۔ اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ جو فرمایا کہ وَلَیْکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیت میں فرماتا ہے کہ ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرتِ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظنی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوتِ محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی عکاسی نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں۔ بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے۔ پس یہ آیت کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالٍ وَّ لَکُمْ رَّسُوْلٌ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ادا احد من رجال لدیہا و لکن هو اب لرجل الاخر کا لان خاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر تو شطب۔ لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسیٰ کے ترسنے سے فرق آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اظہار یا کریم کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسولی بننا شرط ہے کہہ کہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیبِ صغی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت روکتی ہے فلا ینظہروا علی غیبہ احدًا الا من اذنی منی رسولی۔ اب اگر ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کی رُو سے نبی کا نام رکھا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ کھانا ہے۔ کہ یہ انسان

مکانات و منی طبابت الہیہ سے بے نصیب ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے۔ باخبر در اس پر آیت غلا یظہر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا۔ اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق در میان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر مجدد شریعت نازل ہو یا جس کو بعد قیامت آنحاب در ایسی فتنانی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھا جائے۔ یونہی نبی کا لقب منایت کیا جائے۔ ومن اذ عنی فقد کفر۔ ۱۷

اب دیکھ لیجئے اس ساری عبارت میں اشارۃ و کنایہ بھی محدثیت کا کہیں ذکر نہیں بسا لیکہ حضور کو محدثیت کا دعویٰ ہونے کی حالت میں تو اس موقع پر محدثیت کا ذکر مونا چاہیے تھا نہ کہ نبوت کا۔ لیکن تحریر منقولہ بابا میں نبوت کا تو ذکر موجود ہے محدثیت کا ذکر قطعاً نہیں۔ اگر حضور کا دعویٰ محدثیت کا موتا تو جیسا کہ اوپر نظر کیا جا چکا ہے وہ سوال ہی نہیں اٹھایا جاسکتا تھا جو حضور نے اٹھایا ہے لیکن اگر بالعرض اٹھایا گیا تھا تو اس کا سیدھا سادہ یہ مختصر جواب کافی تھا کہ تیرے خاتم النبیین کے خلاف تو نبی کی آمد ہے نہ کہ محدث کی۔ یہاں دعویٰ محدثیت کا ہے نہ کہ نبوت کا۔ لیکن حضور سے یہ جواب نہیں دیا۔ کیونکہ حضور کو نبوت کا دعویٰ تھا۔ اور آپ اپنے مقام کا نام نبوت رکھتے تھے نہ کہ محدثیت محض۔

آگے چل کر حضور فرماتے ہیں۔ کہ

”اخذنا لے سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتاؤ کس نام سے اس کو بتاؤ؟
 حاتمے اگر کہو کہ اس کا نام محمد رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ حدیث کے معنی کسی انت کی کتاب میں ظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی ظہار غیب ہے۔“ ۱۸

حضور کی اس تحریر میں محدثیت کا فیصلہ اس شان سے ہو ہے کہ حضور کی طرف محدثیت کا دعویٰ منسوب کرنے والوں میں سے کسی کو بھی دم مارنے کی گنجائش باقی نہیں رہی حضور کے دعویٰ نبوت و رسالت کو قبول کر کے انکار کر دینے والوں کے ہاتھ میں منجمد اور چند باتوں کے بڑی باتیں صرف دو تھیں۔ ایک یہ کہ ہر نبی شریعت لیا کرتا ہے نبی کے لئے شریعت لازم ضروری ہے۔ دوم یہ کہ جو شریعت نہ لائے وہ محدث ہی

۱۷ و ۱۸ ایک خطی کا احوالہ +

ہو سکتا ہے۔ نبی نہیں ہو سکتا۔ اور ان دو باتوں کا رد "ایک غلطی کا ازالہ" پہلے سے اپنے اندر موجود رکھتا ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

"اور یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔" اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک نبی تو آ سکتا ہے (اور اس جگہ بلحاظ موقع نبی کے لفظ سے حضور کی مراد خود اپنا ہی وہود ہے)۔ مگر ایسا نبی قیامت تک نہیں آ سکتا جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ اور حضور فرماتے ہیں:-

"نبی کے لئے شارع ہوتا شرط نہیں"

حضرت اقدس کی ان واضح اور مشرح تحریروں کے بعد یہ کہنا کہ الفاظ نبی و رسول سے حضور کی مراد ایک غلطی کا زالہ "لکھنے کے وقت محدث تھی اور حضور اپنے آپ کو نبی و رسول نہیں بلکہ محدث ہی یقین کرتے تھے۔ قطعاً لغو و باطل اور تفسیر القول کا مایرضی یہ قائلہ کے مطلق بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ حضرت اقدس کے مندرجہ بالا اقتباسات میں تو اپنی نبوت و رسالت کا ذکر اور اس کی تفصیل و تشریح اور اپنے لئے محدث کا نام درست نہ ہونے، ورنہ نبی و رسول کا نام درست ہونے کا ذکر تھا۔ اور اب اگلے اقتباس میں یہ ذکر ہے کہ حضور کو ابتدا میں نبوت و رسالت کے دعوے سے انکار کیوں تھا اور بعد کو تو کیوں ہوا چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اُس کا نام پا کر اُس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم فیض پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا تبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ "من فیستم رسول دنیا و دہ ام کتاب" اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے۔ کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ سے پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں۔ کہ

یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس عبارت سے بوضاحت و صراحت ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک حضور کا منصب غیر تشریفی نبوت کا ہے۔ اس کے سوا اور اس سے کم منصب ہرگز نہیں۔ جو نبوت حضور کو حاصل ہے۔ وہ نبوت کے علاوہ کوئی اور چیز قطعاً نہیں ہے۔ وہ تشریفی اور مستقل نبوت تو بے شک نہیں مگر غیر تشریفی ظلی نبوت ضرور بالضرار ہے۔ اور اس کا نام نبوت کے سوا اور کچھ نہیں رکھا جاسکتا اور یہ نبوت حضور کو اپنے آقا و سیدنا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور فیض سے حاصل ہوئی ہے اور حضرت اقدس کو اپنی نبوت و رسالت کے صحیح طور پر ذہن نشین فرمادینے کا یہاں تک خیال تھا۔ کہ جس امر سے اس کی نسبت ذرا بھی کسی کے شک میں پڑنے کا احتمال ہوگا۔ سے ابھی طرح واضح فرمادیتے جیسا کہ مصرعہ ”من نیستم رسول و نسیا در وہ ام کتاب“

تشریح فرمادینے سے ظاہر ہے۔ اس مصرعہ سے یہ شک پیدا ہوتا یا شک پیدا کیا جاسکتا تھا۔ کہ حضور رسول ہونے سے انکار ہے۔ بجا لیکر رسول ہونے سے ہرگز انکار نہیں۔ انکار تو صرف شریعت لانے سے ہے۔ پس حضور نے یہ فرما کر کہ ”اس مصرعہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں“ بیقت واضح فرمادی اور مثل مہر نیروز روشن ہو گیا کہ رسول تو حضور بیشک ہیں۔ لیکن شریعت لایزال نہیں۔ غرض ”ایک غلطی کا ازالہ“ وہ پہلا تحریری بیان ہے جو حضرت اقدس نے اپنی نبوت کے مفہام کی صحت کے لئے دیا اور اس کے بعد ہر کتاب میں اپنے آپ کو نبی اور رسول کے طور پر ہی پیش فرمایا۔ رت کے طور پر کبھی بھی پیش نہیں فرمایا۔

سیر احمد شریف احمد مبارک کہ سلیم
حضرت اقدس چنانکہ دین اسلام کو قائم کرنے اور شریعت اسلام کو زندہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس لئے آپ کو بچوں کی دینی تعلیم کا خاص خیال رہنا تھا۔ اور بچوں کے قرآن شریف پڑھانے پر تو آپ کو بے حد خوشی ہوتی تھی چنانچہ جب آپ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ حضرت زین العابدین صاحب نے قرآن شریف تمہ کیا تھا۔ تو اس موقع پر بھی آپ نے بڑی مسرت سے ایک تقریب

ایک غلطی کا ازالہ

منعقد فرمائی تھی جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اہلب جبکہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے قرآن شریف ختم کیا تو آپ نے اس خوشی میں بھی مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۱ء کو ایک جلسہ کیا جس میں بیرونجات سے بھی احباب کثرت کیساتھ تشریف لائے۔ اس روز غریب و مساکین کو کھانا بھی کھلایا گیا۔ اور حضور نے ایک نظم بھی تیار فرمائی۔ چونکہ وہ نظم ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اس لئے اس کے چند اشعار کا اس مقام پر درج کرنا احباب کے ازیاد ایمان کے لئے یقیناً مفید ہوگا۔ حضور فرماتے ہیں:-

| | |
|--------------------------------|---------------------------------|
| خدا یا اے میرے پیارے خدا یا | یہ کیسے ہیں ترے عجب پر عطایا |
| کہ تو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا | کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا |
| بشیر احمد جسے تو نے پڑھایا | شفادی آنکھ کو بیٹا بنایا |
| شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا | کہ اس کو تو نے خود فرقاں سکھایا |
| تیرے احساں ہیں اے رب البرایا | مبارک کو بھی تو نے پھر چھلایا |
| جب اپنے پاس اک لڑکا بلایا | تو دے کر چار جلدی سے ہنایا |

فہموں کا ایک دن اور چار شادی

نَسَبُحَانَ الَّذِي اَشْرَفَ اَنْعَامِي

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر | ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر |
| کلام شد کو پڑھتی ہے فرفر | خدا کا فضل اور رحمت سراسر |
| نوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر | کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر |
| عقب عزت کا پایسے وہ مقرر | یہی روز ازل سے ہے مقدر |
| خدا نے چار لڑکے اور یہ دختر | عطا کی پس یہ احساں ہے سراسر |

احصاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سدر حسن کی آنکھیں دکھتی رہتی تھیں۔ کافی علاج کیا مگر آرام نہیں آتا تھا اس پر صاحب نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو قبول ہوئی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی آنکھیں بالکل مندست ہو گئیں۔ قاعدہ شد مسئلہ ذلک۔
 لکھنؤ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب بھی ایک مرتبہ شدید بیمار ہو گئے تھے۔ در شرفائے نے انہیں حضرت اقدس کی عاتق شفا دہی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کی تھی۔
 علیہ السلام

اگر ہر بال ہو جائے سخنِ وز
تو پید بھی شکر ہے امکان سے باہر
کریا دور کر ٹو ان سے ہر شر
جیہا نیک کر اور پھر مہمتہ
پڑھایا جس نے اس پر بھی کرم کر
جزا دے دین اور دنیا میں بہتہ

رو تعلیم اک تو نے بتا دی

قُسْتَبَانَ الَّذِي أَتَى رَعَا دِي

مرے مولا مری یہ اک دُعا ہے
تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
سیری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پار ما ہے
تیری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو تو مجھ کو دیا ہے

عجب محسن ہے تو بجز الایا دنی

قُسْتَبَانَ الَّذِي أَتَى رَعَا دِي

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اوماد
کہا برگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھنگے جیسے باغوں میں ہوا شمشاد

خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی

قُسْتَبَانَ الَّذِي أَتَى رَعَا دِي

اگرچہ حضرت اقدس نے اپنے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے قرآن شریف ختم کرے کی خوشی میں بھی ایک تقریب منعقد کی اور مقامی و بیرونی خدام کو دعوت شرکت دی مگر درمحمود کی آمین کے نام سے ایک نظم بھی لکھی تھی جس کا ذکر حاشیہ کے ذیل میں آچکا ہے لیکن یہ عجیب لذت بخشنے والی بات ہے کہ جب اور فرزند ان جگر بند و دختر نیک اختر کے ختم قرآن شریف پر آمین کہی تو اس میں بھی اپنے فرزند گرامی ارجمند صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ذکر غروی خیال فرمایا۔ اس میں سوچنے والوں کے لئے فرحت و انبساط اور ازدیاد ایمان کا بڑا سامان ہے چنانچہ حضرت اقدس اسی زیر نظر آمین میں فرماتے ہیں۔

لے دستہ حضرت اقدس کے صاحبزادگان کو قرآن کریم پڑھانے والے رنگ حضرت پر مظلوم محمود صاحب موصوفہ اللہ تعالیٰ نے
پھر پانچ اگلے شعر میں "رو تعلیم" سے حضرت اقدس نے ناعدہ تیسرا قرآن کی بجا کی طرف ہی اشارہ فرمایا ہے یہ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
 کروں گا دور اس نہ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
 بشارت کیا ہے اک ال کی غذا دی

لَسْبَحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْآفَاقَ

اس جگہ اس سر کا ذکر کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ ایک مرتبہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس
 مالیر کوٹہ نے ان صاحبزادگان کی آئین سے متعلق حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور یہ آئین جو برقی ہے
 یہ کوئی رسم ہے یا کیا ہے؟ حضرت اقدس نے اس کا مفصل جواب دیا۔ جس کا خلاصہ حضور ہی کے الفاظ
 میں یہ ہے کہ

”میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے ایسا
 ہی اس آئین کی تقریب پر بھی ہوا ہے یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک ان
 میں سے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا نغمہ غونہ ہے۔ اس لئے میں خدا تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر
 کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود
 خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے خدا کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا
 کہ اس تقریب پر چند دعائیں شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو بلکہ دلوں میں
 جیسا کہ ابھی کہا ہے۔ اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا۔“

المنار ”انجن ایام کے حالات ہم لکھ رہے ہیں اس زمانہ میں قاہرہ سے ایک اخبار ”المنار“
 نام نکلا کرتا تھا۔ حضرت اقدس نے جب پیر گو لڑوی اور دوسرے علماء کو عاجز کرنے کے
 لئے رسالہ ”اعجاز المسیح“ لکھا۔ تو اس کی چند کاپیاں عرب ممالک میں بھی بھیج دیں۔ اس رسالہ میں چونکہ
 آپ نے مسئلہ جہاد کے متعلق بھی مسلمانوں کے غلط خیالات کی اصلاح فرمائی تھی۔ اس لئے رسالہ ”المنار“
 کے ایڈیٹر نے تعصب سے کام لے کر اس مضمون کا رد اپنے پرچہ میں شائع کر دیا۔ اس کا وہ پرچہ کسی
 طریق سے پنجاب میں پہنچ گیا۔ جسے کسی شخص نے نمک مرچ لگا کر اخبار ”چودھویں صدی“ میں شائع
 کر دیا۔ اس پرچہ کا ٹکٹنا تھا کہ جاہل لوگوں کو بغلیں بجانے کا موقع مل گیا اور وہ لگے شور مچانے کہ دیکھو



اہل زبان نے مرزا صاحب کی عربی کی کیسی خبر لی۔ حالانکہ اس کے مضمون کا عربی سے تو کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نے تو نفیس مضمون "جہاد" کی مخالفت کی تھی ہاں یہ ضرور کہا تھا کہ "اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل لکھ دیں" گویا اس طرح قرآن مجید میں درج شدہ ایک قول *تَوَلَّيْنَا قُلُوبَنَا عَنْ هٰذَا* دہرا دیا تھا۔ مگر مثل لکھنے پر وہ بھی قادر نہ ہوا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔

حضرت اقدس کو جب اس پرچہ کے مضمون کا علم ہوا تو آپ نے "المنار" کے عنوان سے ایک بہتر شائع فرمایا جس میں لکھا کہ ان

"بیوقوفوں کو معلوم نہ ہوا کہ یہ تو سدا جہاد کی مخالفت کا مضمون پڑھ کر جوش نکال لیا ہے۔ ورنہ اسی قاہرہ میں پرچہ "مناظر" کے ایڈیٹر نے جو ایک نامی ایڈیٹر ہے جس کی تعریف "منار" بھی کرتا ہے اپنے جریدہ میں صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ کتاب اعجاز المسیح در حقیقت فصاحت و بلاغت میں بے مثل کتاب ہے۔ اور صاف گواہی دے رہی ہے کہ اس کے بنانے پر دوسرے مولوی ہرگز قادر نہیں ہوں گے۔ ان مخالفوں کو چاہیے کہ جریدہ "مناظر" کو طلب کر کے ذرہ ہنکیں کھول کر پڑھیں اور ہمیں بتائیں کہ اگر ایڈیٹر "منار" اہل زبان ہے تو کیا ایڈیٹر "مناظر" اہل زبان نہیں ہے؟ بلکہ "مناظر" نے صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ اعجاز المسیح کی فصاحت و بلاغت در حقیقت معجزہ کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ اور پھر ایڈیٹر "منار" نے بھی تو عیسائی پرچہ ہے۔ اعجاز المسیح کی فصاحت و بلاغت کی تعریف کی۔ اور وہ پرچہ بھی قاہرہ سے نکلتا ہے۔ اب ایک طرف تو دو گواہ ہیں اور ایک طرف بیچارہ "منار" اکید۔"

عنایات ۱۹۰۱ء (۱) بقیہ تصنیف تحفہ گواہیہ (۲) تصنیف خطبہ الہامیہ ۳ تصنیف اشاعت اعجاز المسیح (۴) ایک غلطی کا ازالہ۔

مندرجہ بالا تینوں کتابوں وراثتہاً "ایک غلطی کا ازالہ" کا مختل ذکر اوپر ہو چکا ہے۔
جماعت کے چندوں کی تنظیم اس وقت تک جماعت کے چندوں کی کوئی خاص تنظیم نہیں تھی احباب اپنے اپنے اخلاص کے ماتحت کچھ نہ کچھ چندہ اپنی مرضی کے مطابق حضرت اقدس کی خدمت

۵ مارچ ۱۹۰۲ء

اس سال خطبہ کے ساتھ بقیہ مضمون کو ہمارے کتاب کی تصنیف کو مکمل کیا۔ مسیحیہ میں دیا گیا۔

میں بھیج دیا کرتے تھے۔ یا جب کوئی خاص ضرورت پیش آتی تو حضرت اقدس تحریک فرمادیتے۔
 احباب علی حسب الاخلاص اس چندہ میں حصہ لے لیتے۔ لیکن اب جماعت کی تعداد دن بدن بڑھ
 رہی تھی۔ اور مہمان بھی بکثرت آنے شروع ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے لنگر خانہ کے اخراجات کافی
 تک بڑھ چکے تھے۔ نیز بعض ایسے کام بھی مرکز میں شروع ہو چکے تھے جو ماہوار مستقل خرچ چاہتے تھے
 جیسے مدرسہ تعلیم الاسلام اور رسالہ ریویو آف ریجنز کا اجراء وغیرہ۔ اس لئے ضرورت پیش آئی کہ جماعت کے
 ہر دوست کو یہ تحریک کی جانے کہ وہ کچھ نہ کچھ چندہ خواہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو اپنے اوپر واجب کر
 اور پھر اسے ہر ماہ باقاعدہ ادا کیا کرے۔ چنانچہ حضور نے اس غرض کے لئے ۵ مارچ ۱۹۰۲ء کو ایک
 اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں لکھا کہ

”اب چاہیے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہوار چندہ کا اقرار کرے جس کو وہ دے
 سکتا ہے گو ایک پیسہ ماہوار ہو۔ مگر خدا کے ساتھ فضول گوئی اور دروغ گوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر
 ایک شخص جو مدید ہے اس کو چاہیے جو اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ اور
 خواہ ایک دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ
 مدد دے سکتا ہے۔ وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ اس سلسلہ میں رہ نہیں سکے گا اس اشتہار
 کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا۔ کہ
 وہ کب کچھ ماہوار چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب
 نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ اور مشہور کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے
 ماہوار چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ
 دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں۔ اس سلسلہ میں
 ہرگز نہ رہے گا۔“

| | |
|--------------------------|--|
| طاغون کا نشان اور | اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت اقدس نے سب سے پہلے ۲۶ فروری |
| جماعت کی غیر معمولی ترقی | ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ لوگوں کو اپنی ایک خواب کا ذکر |
| | کر کے بتایا تھا کہ ملک میں طاغون پھیلنے والا ہے اور اس کا علاج |

اُدی کے غلط کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اُدی کے معنی میں تباہی اور انتشار سے پی کر اپنی پناہ میں لے لینا۔ گویا اِنَّہُ دِی الْقَصِیۃ کا مطلب یہ ہو کہ قادیان میں سخت تباہ کن جسے عربی زبان میں طاعون جارف یعنی جھاڑ دینے والی کہا جاتا ہے کہ جس سے لوگ جا بجا بھاگتے پھرتے ہو کتوں کی طرح مٹتے ہیں اور کوئی ان کا پُرساں حال نہیں موتا۔ اس قسم کی حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوئی اسی مندرجہ بالا الہام کی تشریح میں قادیان کے متعلق آپ نے ایک دوسرا الہام بھی بیان فرمایا کہ

لَوْلَا الْاِکْرَامُ لَهَلَّكَ الْمَقَامُ

یعنی ”اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت محفوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا“

”اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں اول یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی حادثہ ساز و نادر کے طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فساد انتشار نہ ہو کیونکہ ساز و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر و ظالم اور بدچلن اور مفسد اور سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں۔ ان کے شہروں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی۔ یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے۔ ہم نے اُدی کا لفظ جہاں تک وسیع ہے اس کے مطابق یہ معنی کر دیئے ہیں اور ہم دعوئے سے کہتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی۔ مگر اس کے مقابل پر دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہونک صورتیں پیدا ہوں گی تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کے لئے یہ وعدہ ہوا اِنَّہُ عَلٰی ذٰلِکَ“ اسی کتاب میں آگے چل کر حضور فرماتے ہیں۔

”اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے۔ کہ لوگ یہ کہتے ہوئے کہ دِی صَیۡحِ الْخَلْقِ سَدَّ ذَا۔ میری طرف دوڑیں گے۔ یہ تو میں نے ذکر کیا ہے یہ خدا کا کلام ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اسے جو خلقت کے لئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے ساری اس ہلک باری کے لئے شفاعت کر تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی تسفیح نہیں رہتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ تسفیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جُہ نہیں

ہے۔ بلکہ اس کی شفاعت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے۔" ۱۵
ایسا ہی حضور نے تمام مخلصین و مائدین کو چیلنج کرتے ہوئے لکھا کہ

"میں۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے۔ میری نسبت درمیرے زمانہ کی نسبت تو بیت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے۔ کہ اس وقت سمان پر خسوف کسوف ہوگا و زمین پر سخت طاعون پڑے گی۔ اور میرا ہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ ۵۰۰۰ دہسہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ گلگتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گورٹہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھ کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا۔ تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابلے کی۔ اور یہ ام کچھ مولوی احمد حسن صاحب تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آگیا۔ اور جس قدر لوگ بھی جھوٹا جتھے میں بیٹھے شیخ محمد حسین شاہی جو مولوی کر کے مشہور ہیں۔ اور میرا ہر حلیہ گواہی دیتی ہیں کہ ہوں کہ خدا کی راہ سے رد کا ہوا ہے۔ اور عبد المجید اور عبدالحق اور عبدالحق غزنوی جو مولوی عبد اللہ صاحب کی جماعت میں سے ملزم کہلاتے ہیں اور غشی الہی بخش صاحب اکوٹھنٹ جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعوے کر کے مولوی عبد اللہ صاحب کو سید بنا دیا ہے اور اس قدر صبر و جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم بیع اور تکفیر کا بانی ہے۔ ان سب کو چاہیے کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں۔ اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے گا۔ اس میں بھونٹ کی ہراسہ بھلائی۔ اور گورنمنٹ کی خیر خواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی۔ ۱۶
دلی سمجھے جائیں گے۔ ورنہ وہ اپنے کاذب اور منتری ہمنے پر مہر لگا دیں گے۔" ۱۷

غور فرمائیے کہ ایک شخص جسے لوگ (نعوذ باللہ من ذلک) کذاب اور دجال کہتے تھے۔ اول تو وہ امون کی آمد سے چار سال قبل جبکہ اس موزی مرض کا نام و نشان بھی اس ملک میں موجود نہ تھا امون کی خبر دیتا ہے۔ پھر ایسے وقت میں جبکہ یہ مرض پوری شدت کے ساتھ ملک میں پھیل گئی۔

۱۵ یہ مولوی صاحب امر دہر کے باشندہ تھے اور انگلیب میں پیش پیش تھے۔ ۱۶ دافع السوء صفحہ ۳۴، ۳۵، ۳۶
۱۷ دافع السوء صفحہ ۳۵

اور لوگ کتوں کی طرح مرنے لگے۔ اپنی اور اپنے مسکن کی عصمت اور حفاظت کی خبر دیتا ہے۔ اور اپنے مخالفین اور مذہب کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر ان کا بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق ہے تو وہ بھی اسی قسم کا دعویٰ شائع کر کے دیکھیں۔ اگر ان کے مسکن بھی طاعون سے محفوظ رہے تو میں ان کو اولیاء اللہ میں سمجھ لوں گا مگر کسی کج بات نہیں ہوئی کہ اس میدانِ مقابلہ میں قدم رکھے۔

الذَّارِ کی حفاظت کا وعدہ

اسی زمانہ میں حضرت اقدس کو ایک الہام یہ بھی ہوا تھا کہ

إِنِّي أَحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ إِلَّا الَّذِينَ عَلَوْا
مِنْ اسْتِكْبَارٍ وَحَافِظُكَ خَاصَّةً - سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ۝
یعنی میں ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا۔ جو تبرے گھر میں ہوگا۔ مگر وہ لوگ جو تکبر سے اپنے تئیں ادبھا کریں۔ اور میں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدا نے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔“

اس الہام سے چونکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کا گھر بہر حال طاعون سے کلیتہً محفوظ رہے گا۔ اس لئے حضرت اقدس نے اپنے بہت سے احباب کو اپنے گھر میں رہنے کی دعوت دے دی حضرت مولوی عبدالحق صاحب تومہ امیہ صاحب پٹنہ ہی حضور کے گھر رہتے تھے۔ حضرت حافظ حکیم مولوی نور الدین صاحب حضرت مولوی محمد احسن صاحب امر دہی اور مولوی محمد علی صاحب کو بھی حضور نے اپنے گھر میں جگہ دے دی۔ ان کے علاوہ بعض اور خاندان بھی حضرت اقدس کے گھر میں رہنے لگے۔ مگر باوجود اس قدر اثر و حاکم کے کسی شخص نے ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں کی۔ اور خدا تعالیٰ نے ایسی اعلیٰ حفاظت فرمائی کہ انسان تو کیہ ایک چوہا تک بھی حضرت اقدس کے گھر میں کبھی نہیں مرا۔

حضرت اقدس فرماتے ہیں -

مولوی محمد علی صاحب کا واقعہ

”ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان

میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخلا ہو گیا۔ اور ان کو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کر دی۔ اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا۔ اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے۔ جس گھر کی نسبت خدا تعالیٰ

کا یہ الہام ہے۔ اِنِّیْ اَحْفَظُ کُلَّ مَنِّ فِی السَّائِرِ۔ تب میں اُن کی عیادت کے لئے گیا۔ اور اُن کو پریشان اور گھبراہٹ میں پا کر میں نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میری دعویٰ الہام غلط ہے۔ یہ کہہ کر میں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا۔ یہ عجیب نور قدرت الہی دیکھا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔ ۱۷

گویا حضور کو اپنی وحی پر اس قدر یقین تھا کہ آپ اس امر کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کہ آپ کے مرض میں بھی کوئی طاعون کا کیس ہو سکتا ہے۔

پھر اس زمانہ میں آپ نے ایک کتاب "کشتی نوح" لکھی۔ جس میں آپ نے گورنمنٹ کا اس امر پر شکریہ ادا کیا۔ کہ اس نے رعایا

کشتی نوح۔ ۱۹۰۲ء

رجائوں کی حفاظت کے لئے طاعون کا ٹیکہ لگوانے کا انتظام کیا ہے۔ لیکن اپنے متعلق لکھا کہ ہمارے لئے نہ آسمانی مدد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو سب سے پہلے ہم ٹیکہ لگوتے۔ اور وہ روک یہ ہے کہ

کابل پیرو کے لئے "خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا ٹیکہ کی ضرورت نہیں" نشان دکھاوے۔ سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تو اور جو شخص

تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کابل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ

نشان ہوگا۔ تارہ قوموں میں فرق کر کے دکھاوے۔ لیکن وہ جو کابل طور پر پیروی نہیں کرتا، وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے صفت دلگیر ہو۔ یہ حکم الہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس

کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں ٹیکہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ . . . بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور

انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے متکبر اور سرکش، در مغرور اور غافل اور خود مر اور خود پسند نہ ہو۔ اور عملی حاست موافق تعلیم رکھتا

ہو۔ اور اس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمادیا۔ کہ عموماً قادیان میں سخت برمادی افکن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیونہ ہو جائیں۔ ۱۸

آگے چل کر حضور فرماتے ہیں۔

”میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کہ دراصل برابر میں بائیس برس سے شہرت پا رہی ہے۔ ظہور میں نہ آیا تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کے چار دیواریں کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میرا سلسلہ نسبتاً و مقابلہ طاعون کے حملہ سے بچا رہے گا۔ اور وہ سلامتی جو ان میں پائی جائیگی اس کی نظیر کسی گروہ میں قائم نہیں ہوگی۔ اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئے گی۔ لاکھ اور شاذ و نادر“ ۱۷

پھر فرمایا۔

شاذ و نادر کے طور پر کسی موت سے | ”کسی سوہ دہم نہ گزرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر
نشان کا مرتبہ کم نہیں ہو سکتا | ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہو

جائے۔ تو لسان کے فہرہ مرتبہ میں کوئی غلط آئے گا۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں موسیٰ اور یسوع اور
آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلوار اٹھائی اور صدائے انسانوں کے
غون گئے ان کو تلوار سے ہی قتل کیا جائے۔ اور یہ بیوں کی طرف سے ایک نشان تھا جس کے بعد
فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابلہ مجرمین کے ہل چل ہی ان کی تلوار سے قتل ہوتے تھے مگر بہت کم اور
اس قدر نقصان سے نشان میں کچھ فرق نہیں آتا تھا۔ پس ایسا ہی اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری
جماعت میں سے بعض کو باعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے تو ایسی طاعون نشان نہیں ہے
کچھ حرج انداز نہیں ہوگی۔ کیا یہ عظیم نشان نشان نہیں کریں بارہا کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس پیشگوئی
کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہیں رہے گا۔ اور وہ سمجھ جائیگا
کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے۔ بلکہ بطور نشان الہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ
طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھے گی۔ اور خارق عادت ترقی کرے گی۔ اور ان کی یہ
ترقی تعجب کی نظر سے دیکھی جائے گی۔“ ۱۸

حضرت اقدس کی اس تشریح کے مطابق طاعون کے پیام میں خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی

مخلط کا ایک ایسا زبردست نشان دکھایا کہ باوجود ٹیکانہ کرانے کے ہزار ہا کی جماعت میں سے شاذ و
در کے طور پر ہی کوئی کیس جماعت میں ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک کھدا کھدا معجزہ تھا۔ جو لکھو کھا مخلوق خدا کے
شاہدہ میں آیا پناہ پھر اس کا اس قدر زبردست اثر ہوا کہ گاؤں کے گاؤں احمدی ہو گئے بعض اوقات کئی
سوا فرد کی طرف سے روزانہ بیعت کے خطوط آتے تھے۔ اور ان ایام میں آپ کی تعلیم جسے آپ نے
مشتی نوح میں درج کیا۔ ایک آسمانی ٹیکہ ثابت ہوئی جس کی وجہ سے آپ کی جماعت طاعون کے عذاب
سے محفوظ رہی۔

اپریل ۱۹۰۳ء کی بات ہے کہ ایک شخص چراغ دین جمونی نام جو
حضرت اقدس کے مریدوں میں شامل تھا وہ اس خطبہ میں مبتلا ہو
لیا کہ میں عیسیٰ کا رسول ہوں اور خدا کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں
سجڑوں اور قرن و انجیل کا باہمی تفرقہ دور کروں حضرت قدس کو تب اس امر کا علم ہوا۔ تو آپ نے
جناب باری میں توجہ کی اس پر آپ کو اس کی نسبت الہام ہوا کہ

”قَدْ لَبَّيْ جَبْرِ“ یعنی اس پر جبر نازل ہو۔ اور اسی کو اس نے الہام یا رؤیا سمجھ لیا۔ جبر دراصل
شک و رہے بہ روٹی کو کہتے ہیں جس میں کوئی خلوت نہ ہو اور مشعل سے ہی حلق میں سے اتر سکے
اور انجیل اور لشیر کو بھی کہتے ہیں۔ جس کی طبیعت میں کینگی اور فرو مائیگی اور بخل کا حصہ زیادہ ہو۔
اور اس حکم جبر سے مراد وہ حدیث النفس اور اضغاث الاصنام میں جن کے ساتھ آسمانی روشنی
ہیں۔ اور بخل کے آثار موجود ہیں۔ اور ایسے خیالات خشک محبتات کا نتیجہ یا تمنا اور آرزو کے
وقت القائے شیطانی ہوتا ہے۔ و یا خشکی اور سودا کی مواد کی وجہ سے کبھی آرزو کے وقت ایسے
خیالات کا دل پر القاء ہو جاتا ہے اور چونکہ ان کے نیچے کوئی روحانیت نہیں ہوتی۔ اس لئے الہی
اصلاح میں ایسے خیالات کا نام جبر ہے اور علاج توبہ و استغفار اور ایسے خیالات سے عرض
کئی ہے۔ ورنہ جبر کی کثرت سے دیوانگی کا اندیشہ ہے۔ خدا ہر ایک کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔

پھر ایک رات رب چاند گرہن ہو رہا تھا حضرت اقدس کو اس کی نسبت الہام ہوا۔
”إِنِّي أَدِيبُ مَنْ يَدِيبُ“ میں نفا کروں گا۔ میں غارت کروں گا۔ میں غضب نازل کروں گا

اگر اس نے شک کیا اور اس پر بیان نہ لایا اور رسالت اور مامود ہونے کے دعویٰ سے توبہ نہ کی۔
 یہ شخص مولوی محمد احسن صاحب امر دہی کا دوست تھا۔ ان کے زور دینے پر پیسے تو اس نے ۲۴ اپریل
 ۱۹۰۲ء کو اپنا توبہ نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ جو الحکم میں شائع کر دیا گیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر اس پر وہی جنون مسلط
 ہو گیا۔ اور اس دفعہ اس نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنے دعویٰ کی اشاعت کرنا شروع کر دی۔ بلکہ
 حضرت اقدس کی مخالفت میں ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام اس نے "منارۃ المسیح" رکھا۔ اور حضور کو
 نفوذ باشد و جمالِ محمود کے نام سے یاد کیا۔ جب اس کتاب کی اشاعت پر ایک برس گزر گیا۔ تو اس نے حضرت
 اقدس کے خلاف ایک اور کتاب لکھی۔ اور اس میں اپنی ہاکت کو دعوت دینے کے لئے مباہلہ کی دعا بھی درج کی۔
 قدرت حق دیکھئے کہ جب مباہلہ کا مضمون اس نے کتاب کے حوالہ کیا۔ تو ابھی وہ کاپیاں پتھر پر چھپنے بھی نہ
 پائی تھیں کہ اس کے دونوں لڑکے طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ اور آخر ہمز اپریل ۱۹۰۲ء کو اپنے لڑکوں کی
 موت سے دو تین روز بعد خود بھی طاعون کا شکار ہو گیا۔ اور لوگوں پر ظاہر کر گیا کہ کون صادق ہے اور کون
 کاذب! فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
 خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا نکاح
 حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی دختر نیک

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد
 صاحب کا نکاح۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء

اتنے حضرت محمود بیگم صاحبہ کے ساتھ ہونا قرار پایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف چونکہ اس زمانہ میں ایسبیلہ
 لازمیت رڑکی (دوبی) میں مقیم تھے۔ اس لئے ابتدائے اکتوبر ۱۹۰۲ء میں حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب
 کی قیادت میں چند اصحاب پر مشتمل ایک مختصر سی پارٹی رڑکی گئی۔ اور نکاح کی تقریب میں شامل ہو کر
 ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو واپس قادیان آگئی۔ نکاح کا اعلان حضرت مولانا موصوف نے ایک ہزار روپیہ مہر پر
 کیا تھا۔ رخصتانہ اگلے سال اکتوبر ۱۹۰۳ء میں ہوا جبکہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف آگرہ میڈیکل کالج
 میں پروفیسر تھے۔ رخصتانہ حاصل کرنے کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بمعیت
 حضرت میر نامر نواب صاحب قادیان سے آگرہ گئے۔ اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو واپس دارالامان تشریف لے
 آئے فاعلموا فضلہ ذلک۔ آمین

خبر البدر کا اجرا

محترم بابو محمد افضل صاحب مشرقی افریقہ کے محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ ۱۹۰۲ء میں وہ ریشٹر ہو کر واپس پنجاب تشریف لائے اور قادیان دارالامان میں سکونت اختیار کر لی۔ چونکہ قابل اور صاحبِ قلم تھے۔ اس لئے ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک "خبر القادیان" قادیان سے جاری کیا۔ لیکن گھٹے ہی پھینکے یعنی اکتوبر ۱۹۰۲ء کو اس اخبار کا نام بدل کر "البدر" رکھ دیا۔ محترم بابو صاحب ارج ۱۹۰۵ء میں وفات پا گئے۔ ان کی زندگی میں یہ اخبار عہدگی کے ساتھ چلتا رہا۔ بابو صاحب مرحوم اپنے اخبار میں حضرت اقدس کی ڈائری بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد کچھ دن تک اخبار بند رہا۔ پھر تیس مارچ کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اس کام کو سنبھال لیا۔ مگر بابو صاحب مرحوم تو اخبار کے کلبشہ مالک تھے۔ اب اس نئے دور میں اخبار کے مالک حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر تھے اور ایڈیٹر حضرت مفتی صاحبؒ۔ ایک تبدیلی حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق یہ بھی عمل میں آئی کہ اخبار کا نام "البدر" کی بجائے "بدر" کر دیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب نے بھی حضرت اقدس کی زندگی میں اخبار کو دلچسپ بنانے میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ آپ بھی بڑے التزام کے ساتھ حضرت اقدس کی ڈائری اور الہامات شائع فرماتے رہے۔ دراصل یہ دونوں اخبار الحکم اور البدر یا بدر حضرت اقدس کے دوبارہ دہتے جنہوں نے سلسلہ حقہ کی اشاعت میں خوب ہی حصہ لیا اللہ تعالیٰ ان کے مریعوں کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔

مناظرہ بمقام مَدّ ضلع امرتسر

۲۹-۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء

منشی محمد یوسف صاحب اور محمد یعقوب صاحب دو بھائی تھے جو موضع مَدّ ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ پہلے منشی صاحب نے بیعت کی مگر وہ چونکہ بسلسلہ ملازمت مردان ضلع پشاور میں

رہتے تھے اس لئے گاؤں میں کوئی اچھل نہیں مچی۔ لیکن جب ان کے بھائی محمد یعقوب صاحب نے بھی بیعت کر لی۔ تو وہ چونکہ گاؤں میں رہتے تھے۔ اس لئے ان کی شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ گاؤں کے لوگوں نے ان کا مقاطعہ کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی منشی محمد یوسف صاحب کو لکھا۔ وہ رخصت لے کر گاؤں میں پہنچے۔ لوگوں کو بہتر سمجھایا۔ مگر وہ اپنی مخالفت پر قائم رہے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ اختلافی مسائل پر مناظرہ کر لیا جائے۔ انہوں نے قادیان پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں اس فیصلہ کی اطلاع دی۔ حضرت اقدس کو تو مناظروں سے نفرت تھی خصوصاً تقریری مناظروں سے مگر ان کے اصرار کی وجہ سے حضور نے مان لیا۔ اور اپنی طرف سے حضرت

مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو مناظرہ کے لئے بھیجا۔ دوسری طرف سے مولوی شاد اللہ صاحب اتر گئے۔ مورخہ ۲۹ - ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مناظرہ ہوا۔ فریقین کی تقریروں کے لئے ۲۰ - ۲۰ منٹ مقرر ہوئے۔ حیات و مہات مسیح ناصری علیہ السلام اور نزول مسیح پر بحث شروع ہوئی۔ جب مولوی شاد اللہ صاحب نے دیکھا کہ وائیل کے میدان میں توئیں بالکل تہیہ دست ہوں تو انہوں نے حضرت اقدس کی ذات پر حملے شروع کر دیئے۔ اور خوب اشتعال انگیزی کی۔ حتیٰ کہ بلوہ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ یہ حالات دیکھ کر مسجد ڈرو گونہ نے مناظرہ بند کر دیا۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب جب حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچے۔ تو صاری سرگزشت کہہ سنائی حضرت اقدس نے سارا واقعہ سن کر مولوی شاد اللہ صاحب کی تین باتیں قابل جواب سمجھیں۔ یعنی

اول یہ کہ بقول مولوی شاد اللہ صاحب حضرت اقدس کی تمام پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔

دوم یہ کہ میں مرزا صاحب سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

سوم یہ کہ جب حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے "اعجاز المسیح" کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ اگر تم سچے تھے تو تم نے کیوں "اعجاز المسیح" کا جواب نہ لکھا تو مولوی شاد اللہ صاحب نے کہا تھا۔ کہ اگر میں چاہوں تو بڑی آسانی سے جواب لکھ سکتا ہوں۔

اعجاز احمدی کی تصنیف | مذکورہ بالا تینوں باتوں کے جواب کے لئے حضرت اقدس نے ایک کتاب "اعجاز احمدی" لکھی۔ جسے ۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو شروع کیا۔ اور

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء تک ختم کر دیا۔ گویا اس اہم تصنیف پر صرف پانچ دن صرف ہوئے۔ اس کتاب میں حضور مولوی شاد اللہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مولوی شاد اللہ نے موضع مذکور میں بحث کے وقت یہ بھی کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔

اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں۔ کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان آویں اور تمام پیشگوئیوں کی پڑاقل

کریں اور ہم قسم کہ اگر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے

جھوٹی ثابت ہو۔ ایک ایک سو روپیہ ان کی مذکور کریں گے۔ ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا ان کے گلے

میں رہے گا۔ اور ہم آمد و رفت کا خرچ بھی دیں گے۔ اور کل پیشگوئیوں کی پڑاقل کرنی ہوگی تا آنکہ

کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا۔ اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔"

مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ میں مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔
اس کا جواب حضرت اقدس نے یہ دیا کہ

"پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے جیسے کے لئے مستعد ہوں تو صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا بلکہ
میں اچانک یہ ایک جھپٹا ہوا اشتہار میں مضمون کا شائع کریں کہ میں شخص کو اس جگہ میرا نام
منہ سے لکھوں، اس نے اب اردو دہقان اور فاجر سمجھتے ہوں اور جو کچھ یہ شخص مسیح موعود ہونے اور
صاحب الہام اور وحی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس دعویٰ کا میں جھوٹا ہونا یقین رکھتا ہوں۔ اور
اسے خدا، میں ہی جناب میں دعا کرتا ہوں کہ یہ میرا عقیدہ صحیح نہیں ہے اور اگر یہ شخص فی الواقع
مسیح موعود ہے اور فی الواقع عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو مجھے اس شخص کی موت سے پہلے
موت دے اور اگر میں اس عقیدہ میں صادق ہوں اور یہ شخص درحقیقت دجال ہے ایساں
کا دہ مرتد ہے اور حضرت مسیح آسمان پر زندہ موجود ہیں جو کہ نامعلوم ذات میں پھر نہیں گئے۔
تو اس شخص کو ہلاک کرنا فتنہ و ارتداد ہے۔ اور اسلام کو ایک دجال و رافضی اور ضلالت سے ضرر
نہ پہنچے۔ آمین نہ آمین۔ . . . اور پھر ایسے اشتہار میں ہلہ برکم زکیم بچاؤ معزز آدمیوں
کے دستخط ثبت ہونے چاہئیں، ورنہ اس مضمون کا سات سو شنبہ ملک میں شائع ہونا
چاہیئے اور میں اس پر بذریعہ رسپنڈری مجھے بھی بھجوں۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں ہندو مالہ
کے لئے تبلیغی رسالوں کے مقابلہ میں ہوں۔ ان کا اپنا مہر جس کے لئے نہیں ہے۔ یہ رسالہ
کی بے میری صداقت کے لئے کافی ہے۔

تیسری بات یہ تھی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا تھا کہ میں اگر چاہوں تو "اعجاز المسیح" جیسی کتاب
میں زبان میں لکھ سکتا ہوں۔ حضرت اقدس نے اس کے جواب میں ایک مضمون اردو اور ایک قصیدہ عربی
سے ترجمہ اردو اعجاز محمدی کے نام سے شائع فرمایا۔ اور نہ صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کو بلکہ پیر مہر علی شاہ
صاحب گورکھ پور، مولوی اصغر علی صاحب راجی پور، مولوی علی حائری صاحب شلیہ
شہید پور، مولوی محمد حسین صاحب بلالوی اور قاضی ظفر الدین صاحب پور فیروزہ اور غوثی کالج لاہور کو بھی جیسے
یہ کہ اگر وہ اردو مضمون کے جواب میں اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے جواب میں عربی قصیدہ مرحوم ترجمہ مرتب
یقینہ کے اندر شائع کر دیں تو انہیں دس ہزار روپیہ العوام دیا جائے گا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ انہیں بذریعہ

عدالت بھی اس انعام کے حاصل کر لینے کا حق ہوگا۔

حضرت اقدس نے "اعجاز احمدی" کے مکمل ہونے پر اس کا ایک نسخہ دے کر حضرت مولانا سید محمد سرور صاحب اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کو بتا دیا کہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء کو قسطنطنیہ میں مولوی شہداء صاحب کو پہنچا دیں اور اسی روز دوسرے نسخے کو بھی جسیٹہ رجسٹری ایک ایک کتاب بھیج دی اور کتاب کی عام اشاعت بھی کر دی۔

مخالفین کے قلم ٹوٹ گئے | میعاد مقررہ گزر گئی مگر کسی مخالف کو اعجاز احمدی کی نظیر لانے کی توفیق نہ ملی سب کے قلم ٹوٹ گئے۔ البتہ قاضی ظفر الدین صاحب

پروفیسر اور ٹیل کا لاج لاہور نے اتھار کا جواب لکھنا شروع کیا تھا۔ اور ابھی چند ہی شعر لکھے تھے کہ اچانک یہاں پر گئے درخت ہو گئے۔ مولوی شامشاہ صاحب نے نہ تو کتاب اعجاز احمدی کا جواب لکھا اور نہ جوابیہ پر تیار ہونے

ایک شخص مولوی عبداللہ نام موضع چکڑا الا ضلع میانوالی کے رہنے والے تھے پہلے اہلحدیث تھے۔ مگر پھر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل منکر ہو گئے تھے۔ اور نمازوں میں جو

ریویو بر مباحثہ ثبوتی و سکتہ الوی

۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء

التحیات یا درود شریف یا اور دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کو بھی پڑھنا چھوڑ دیا اور ان کی بجائے قرآن کریم کی آیات پڑھنے کو رواج دینا چاہا۔ حضرت اقدس کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ان کی اس حالت پر بہت افسوس کیا۔ ابھی دنوں میں اس شخص کا مولوی محمد حسین صاحب ثبوتی کے ساتھ منظرہ ہوا حضرت اقدس چونکہ حکم و عدل تھے حضور نے ضروری خیال فرمایا۔ کہ اس مباحثہ کے متعلق صحیح رائے ظاہر کر دی جائے

چنانچہ ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو آپ نے دونوں مولوی صاحبان کے مباحثہ پر ایک محرکہ الٹا ریویو لکھا۔ جس میں فرمایا۔ کہ

"اصل بات یہ ہے کہ ان ہر دو فریق میں سے ایک رقی نے فراط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور دوسرے

نے تفریق کی۔ فریق اول یعنی مولوی محمد حسین صاحب اگرچہ اس بات میں سچ پر ہیں کہ احادیث

نبویہ مرقوعہ شمسہ ایسی چیز نہیں ہیں کہ ان کو ردی و رنوا سمجھا جائے۔ لیکن وہ حفظ مراتب کے قاعدہ کو

فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند معیار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہمتک لازم

سے تفصیل کے لئے دیکھئے اعجاز احمدی ۷

آئی ہے اور اس سے انکار کرنا پڑتا ہے اور یہ صریح غلطی ہے اور جادۃ الصافات سے تجاوز ہے۔ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قَبْلَ آيَةِ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ زَايٍ بِهِ يُؤْمِدُونَ یعنی خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان نہیں گئے۔ . . . اور ان کے مخالف مولوی عبد اللہ صاحب نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے۔ اور احادیث سے انکار ایک طور سے قرآن شریف سے بھی انکار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ پس جبکہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے اور اس جناب کے عملی نمونوں کے دیانت کسے جن پر اتباع موقوف ہے حدیث بھی ایک ذریعہ ہے۔ پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے وہ طریقہ اتباع کو بھی چھوڑتا ہے۔

آگے چل کر حضور فرماتے ہیں۔

”اور صراطِ مستقیم جس کو ظاہر کرنے کے لئے میں نے اس مضمون کو لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں

۱۔ قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔

۲۔ دوسری سنت۔ اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے لگ ہو کر باب کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ سبھی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواثر رشتی ہے اور ابتداء سے قرآن کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہیگی یا بہ تبدل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل۔ اور قدم سے عادت اللہ ہی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے۔ اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کرنے میں

۳۔ تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں جو قصوں کے رنگ

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف ادیوں کے ذریعوں سے
جمع کئے گئے ہیں۔ ۱۔

تصنیفات ۱۹۰۲ء | ۱۔ دافع البلاء اس کتاب کی تصنیف اور شاعت کا ذکر کسی قدر
تفصیل کے ساتھ اوپر گزر چکا ہے

۲۔ نزول المسیح۔ یہ کتاب جولائی اور اگست ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس کے زیر تصنیف تھی اور
ساتھ ساتھ چھپتی بھی جاتی تھی۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ اس کتاب کی تصنیف کے دوران میں میرا شہباز الدین
اور مولوی کرم الدین صاحب سکندر جیس کے خطوط مہر علی شاہ صاحب کوڑوی کے مدقہ کے متعلق پہنچے۔ اور
حضرت قدس نے انہیں "نزول المسیح میں راج فرما با حضرت اقدس کی کتاب تو ابھی شائع نہیں ہوئی تھی
نور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب زاب ایڈیٹر الحکم نے سبقت کر کے ان خطوط کو اپنے اخبار الحکم میں شائع
کر دیے۔ جس پر مولوی کرم الدین صاحب بکڑ گئے۔ اور انہوں نے احمدیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اب میں تمہیں
بجھ لوں گا۔ چنانچہ ہمد کے اخبار "سراج الانبار" مورخہ ۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک خط اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء
میں ایک قصیدہ شائع کر دیا۔ جن میں لکھا کہ یہ خطوط جیسی اور جھوٹے ہیں اور میرے لکھے ہوئے ہرگز نہیں ہیں
میں نے تو صرف مرزا صاحب کی اہمیت کو آزمانے کے لئے ایک پتہ سے خطوط لکھوا کر انہیں دھوکا دیا تھا
ان کی اس کارروائی کو دیکھ کر حضرت قدس نے نزول المسیح کی اشاعت غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی
کر دی۔ اس دوران میں مولوی کرم الدین صاحب نے حضرت اقدس، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب
تراب ایڈیٹر الحکم اور حضرت مولوی فضل الدین صاحب بھیروی پر انہی خطوط کے بارہ میں مقدمہ دائر کر دیا یہ
مقدمہ دو اڑھائی سال تک چلتا رہا۔ کتاب مذکورہ نامکمل کی پڑی رہی اور اسی حالت میں حضور کی
دفات کے بعد ۲۵ اگست ۱۹۰۵ء کو شائع ہوئی۔

۳۔ اشاعت تحفہ گوڑویہ۔ اس کتاب کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ کہ اس کی ابتدا تصنیف ۱۹۰۹ء
میں ہوئی اور تکمیل ۱۹۱۰ء میں۔ ابتدا اشاعت ۱۹۰۲ء میں ہوئی

۴۔ اشاعت تحفہ غزنویہ۔ یہ کتاب بھی ۱۹۰۹ء میں تصنیف کی گئی تھی۔ مگر اشاعت ۱۹۱۰ء
میں ہوئی

۱۔ خطبہ الہامیہ ۱۔ اس کتاب کا ابتدائی حصہ تو وہ ہے جو حضور نے سنہ ۱۹ء کی عید الفصحیہ کے موقع پر
نقلہ کے حکم سے بطور خطبہ عید دیا تھا۔ مگر لقیہ تصنیف سنہ ۱۹۰۱ء میں کی گئی تھی۔ البتہ اشاعت اس کی بھی
سنہ ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔

۲۔ تریاق القلوب۔ اس کے متعلق مفصل نوٹ سنہ ۱۸۹۹ء کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ یہ کتاب
سنہ ۱۸۹۹ء میں لکھی گئی تھی۔ ہاں اشاعت اس کی بھی سنہ ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔
۳۔ کشتی نوح۔ اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

۸۔ تحفۃ الندوہ۔ یہ کتاب رسالہ ”قطع لوہن“ مصنفہ ابو اسحاق محمد دین کے باب میں لکھی گئی
ہے۔ اس کتاب میں حضور نے آیت ”وَتَشَوُّوا عَسَنَ“ اور مفصل بحث کی ہے۔
۹۔ اعجاز احمدی۔ اس کتاب کا ذکر اوپر مفصل آچکا ہے۔

۱۰۔ ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکر لالوی اس رسالہ کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔

ریوی بٹالوی شہداء اللہ صاحب امرت سہری کی | اوپر ”اعجاز احمدی“ کی تصنیف کے عنوان کے
تحت اس امر کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولوی شہداء اللہ
دیان میں آمد۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء | صاحب امرت سہری نے مباحثہ مذ میں یہ بھی کہا تھا

۱۱۔ حضرت مرزا صاحب کی کوئی پیشہ گوئی سچی ثابت نہیں ہوئی اور اس کے جواب میں حضرت اقدس نے
جہ نقہ کہ

”ہم ان دہلوی شہداء صاحب کو مدعو کرتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان آویں۔ اور

تہم پیشگوئیوں کی پڑتال کریں۔“

۱۲۔ صاحب نصوص اس سلسلہ میں ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچے اور حضرت اقدس کے پاس
پہنچنے کی بجائے اسلام اور سلسلہ اہمادیہ کے اشد ترین مخالفوں کے ایک مندر میں دیا ہوا ہڈیہ
وٹے اور دھوکے سے روز ۱۰ جنوری کو حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا کہ

”میں اعجاز احمدی کی دعوت کے مطابق قادیان گیا ہوں امید ہے کہ اب میں تمہیں اس کوئی

دلیل دے سکتا ہوں کہ اس سلسلہ کے اہل حق و سیدہ خواجہ جیسے جازت بخش گئے۔ کہ میں تمہیں اس

سب کی پیشگوئیوں کی نسبت اپنے خیالات سے آگاہ کروں۔“

کے خدس نے جہلم میں لالہ سمنار چند صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں مذکور الصدفینہ حضرت
مخلاف زبردقہ ۵۰۰ ۵۰۱ اور ۵۰۲ تعزیرت ہند ازالہ جینست عفی کی نالاش دائر کردی جس کے
سلسلہ میں حضرت اقدس کو جہلم تشرف سے جانا پڑا۔

غدر میں بریت کی پیشگوئی رأس کی اشاعت

الذمات نے اس مقدمہ سے ایک سال قبل آپ کو متعقد دربار
یہ رویہ دکھائی تھی کہ ایک شخص نفیم آپ کی عزت کو نقصان پہنچاتا
جانبہ کا۔ لیکن وہ اپنی اس خواہش میں ناکام و نادم اور رہے گا۔

ان دنوں آپ ایک عربی کتاب "مواہب الرحمن" تصنیف فرما رہے تھے۔ سفہ جہلم پر تشرف سے
نے سے قبل آپ نے ہمالا کہ اس میں طور پیشگوئی۔ وہاں ہی دینے کر دی جانے والا بعد اس کی اشاعت بھی
موجود ہے۔ پہلے ہی ہوجائے مساجد آپ سے یہ رونا موسیٰ الرحمن میں شائع ہوا۔

غدر کی تاریخ ۱۴ جنوری ۱۹۳۳ء مقرر ہو چکی تھی۔ اس لئے حضورؐ کی جہوری لوگوں کو دہان سے روک دیا
۱۳ میں ۱۳۳۳ء کو مہاراجہ راجہ غور و غور والد مہاراجہ اربن کاب تین ٹکٹ خریدے تھے۔ یہی ہیں انھیں ہر
یہلو سے برکتیں دکھلاؤں گا حضرت اقدس نے یہ ابہام اسی وقت نام، حجاب کو ٹٹا دیا رت آپ
ماہ ۱۶ جنوری ۱۹۳۳ء کو بدلیہ ریل گاڑی جہلم کی طرف روانہ ہوئے۔ ماہور سے لے کر جہلم
رستہ کے تمام ٹینسوں یعنی لاہور، گوجرانوہ، ڈیرہ، بکرت، لالہ موسیٰ اور جہلم پر مشتاقان رات
بہ جگہ جمع ہوئے اور اسٹیشن پر پلیٹ فام کے ٹکٹ ختم ہو جانے کی وجہ سے بکرت وگ جگہ ٹوڑا ریڈ
پر آئے۔ ہر شخص آپ کے چہرہ مبارک پر یک نظر ڈالنے کے لئے بچھین ہو رہا تھا۔ ریل کے عملہ نے بھی
وہ کے ساتھ نہایت ہی نرمی کا سلوک کیا۔ کئی جگہ گاڑی اپنے وقت پر روانہ نہ کی گئی جب گاڑی پلینی
وہوں گا گاڑی سے الگ کرنا مشکل ہو جاتا، گاڑی دیر تک وگ گاڑی سے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے دکھائی
دیتے تھے۔ راستہ میں ایک گڈز جنٹلمین دراندازی حضرت اقدس کا فوٹو لینے کی سرکشی پر دستش نے
ہے مگر انہیں کوئی موقع نہ ملا۔ بکرت کے اسٹیشن پر جوہری نواب خاں صاحب تحصیلدار بکرت نے یہاں
رکھانے سے آپ اور آپ کے رفقاء کی تواضع کی جب خد خد کر کے گاڑی جہلم سے پیش پر پہنچی تو
ریک کے انجم کا یہ حال تھا کہ جہاں تک نظر جاسکتی تھی۔ آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا۔ حضرت اقدس کے لئے
یکند ٹھاس کا ڈبہ ریز روکھا۔ اس لئے اس زمانہ کے دستور کے مطابق نہ ہی تھا کہ جہلم اسٹیشن پر وہ ڈبہ

کاشا کر علیحدہ کر دیا جاتا۔ مگر کثرتِ جہوم کا یہ حال تھا کہ انجن کو گاڑی ہٹانے اور لگ کرنے کے لئے جبرہ
 تھی۔ حضور بڑی مشکل سے اسٹیشن سے باہر نکل کر فٹن پر سوار ہوئے۔ راجہ غلام حیدر صاحب جو ڈاکٹر
 ہنری مارٹن ٹارک والے مقدمہ کے زمانہ میں پکتان ڈپس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے مسخوں تھے وہاں خاص
 متعین تھے۔ وہ برابر حضرت اقدس کی فٹن کے ساتھ ساتھ جہوم کے سینگے کو روکتے اور مناسب انتظام
 کرتے چلے جاتے تھے۔ شہر جہلم کی حالت یہ تھی کہ حضرت اقدس کی تشریف آوری کا علم پا کر لوگ
 وقت پہلے سے سڑکوں، مکانات، چستوں اور تختوں پر جمع ہوتے۔ اس روز حضرت اقدس میں اس قدر
 جذبہ تقویٰ سی تھا۔ درجہ ہر اس قدر نور ہوتا تھا جس شخص کی نگاہ آپ پر پڑتی تھی وہ چہرہ لگا
 ہونے لگا، منہ نہیں ہٹاتا تھا۔ یہ شخص کا بھی جی چاہتا تھا کہ وہ ٹھنڈوں حضور کی طرف ٹکس لگا کر دیکھتا سی
 رہے۔ حضور نے قیام کے لئے سردار بری سنگھ صاحب رئیس اعظم جہلم نے اپنی کوٹھی پیش کی تھی جو دریا
 جہلم کے کنارے پر تھی جتنا نیچے حضور اس کوٹھی میں داخل ہوئے مگر کوٹھی کے باہر مشتاقانِ زیارت کا جہوم
 موجود تھا۔ در لوگ چاہتے تھے کہ کسی صورت حضرت اقدس کا دیدار نصیب ہو جائے۔ یہ حالت دیکھ کر کہ
 لوگ اپنے گھروں کو نہیں جاتے راجہ غلام حیدر خاں صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
 جہوم کی کثرت کا ذکر کیا۔ اور ان کی خواہش رتھ کا اظہار کر کے حضور سے درخواست کی کہ اگر حضور تھوڑی
 دیر کے لئے کوٹھے پر تشریف فرما ہو جائیں۔ تو مشتاقانِ زیارت کی آرزو پوری ہو جائے۔ اور وہ اپنے
 گھروں کو چلے جائیں حضور نے راجہ صاحب کی یہ درخواست منظور فرما دی ایک کرسی آپ کے لئے کوٹھے
 پر بچھا دی گئی جس پر حضور تھوڑی دیر کے لئے رونق افروز ہو گئے۔ اور پھر نیچے تشریف لے آئے۔ اور جہوم
 اپنے پتے گھروں کی طرف رواں ہو گیا جہلم کی جماعت نے نہان نوزی کا خوب حق دیا اور قیامتین روز
 تک سینکڑوں آدمیوں کو دونوں وقت حُسنِ انتظام کے ساتھ کھانا کھلاتی رہی۔ جنہاں اللہ سے بھلا
 دوسرے روز یعنی ۱۱ جنوری ۱۹۰۲ء کو عدالت میں مقدمہ پیش ہوتا تھا عدالت کے باہر حضور
 ایک بڑے درخت کے نیچے کرسی پر تشریف فرما تھے۔ اور احباب کے لئے بھی کافی تعداد میں کرسیاں موجود
 تھیں۔ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید بھی اس سفر میں حضور کے ہمراہ تھے۔ اور خان
 عجب خاں صاحب آف زیدہ بھی موجود تھے۔ اور لوگ ہزار ہا کی تعداد میں ارد گرد جہوم کئے ہوئے تھے اس
 جذبہ اور روحانی تصرف کو دیکھ کر خاں عجب خان صاحب نے عرض کی کہ حضور دل چاہتا ہے کہ حضور کے

کو بوسہ ڈول۔ حضور نے بلا تکلف ہاتھ آگے کر دیا۔ اور خاں صاحب نے قیامت کے ساتھ اسے چوم لیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے ایک پرمعارف تقریر فرمائی جو پوری توجہ اور محویت کے ساتھ سنی گئی۔

بمقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو حضرت اقدس کو دیکھتے ہی لالہ سنسار چند جسٹس ریٹ درجہ اولیٰ مخاطب ہوئے۔

لئے جس وقت کا کچہری میں بھی بہت بڑا جھوم تھا مقدمہ پیش ہوا۔ مولوی کرم الدین کی طرف سے حضرت اقدس کے رشتہ شریع یعقوب علی صاحب تراب اور حضرت حکیم موسیٰ فضل دین صاحب بھیروی کے خلاف استغاثہ۔

حضرت اقدس کے خلاف یہ استغاثہ تھا۔ کہ آپ نے اپنی کتاب "نزل المسیح" میں محمد حسن فیضی کی نسبت ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یاد رہے کہ "نزل المسیح" کی بھی اشاعت نہیں ہوئی تھی کہ مولوی محمد بن نے کسی شخص کے درجہ اس کے مطبوعہ اوراق چوری کر دیا کہ استغاثہ میں شامل کر دے تھے۔

رشتہ شریع صاحب کے خلاف یہ الزام تھا کہ انہوں نے اپنے اخبار الحکم میں مولوی کرم الدین کے خطوط جمع کئے تھے۔ اور محمد حسن فیضی کی نسبت بھی لکھا تھا۔ حضرت مولوی فضلہ بن صاحب کے خلاف الزام تھا کہ وہ مالک طبع تھے کرم الدین جو مستغیث تھا۔ اس نے استغاثہ کرنے کا حق لوں جنابا۔

چونکہ میں متوفی کا سال اور اس کی اولاد کا متوفی ہوا۔ اس لئے ان ہتک آمیز کلمات سے مجھے سبب پہنچا۔

اور مجھے عدالت دیوانی میں طرمان سے ہرجاء وصول کرنے کا استحقاق ملنا چاہیے۔ حضرت اقدس کی اس سے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ ان کے مددگار کے طور پر مولوی محمد علی صاحب، میراے شیخ محمد صاحب اور میاں عزیز اللہ صاحب تھے۔ دیکھنے والے یہ سوال اٹھایا کہ آیا قانون کی رو سے مولوی کرم الدین متوفی کا ایسا بڑا وارث قرار دیا جاسکتا ہے کہ اسے متوفی کے خلاف بیعتہ طور پر ہتک آمیز کلمات بحال کرنے والے پر استغاثہ دائر کرنے کا حق حاصل ہو؟ اس پر بڑی بحث ہوئی۔ بحث ختم ہونے کے بعد جسٹس نے فیصلہ دیا کہ متوفی کے باپ، اس کی بیوہ اور لڑکوں کی موجودگی میں کرم الدین کا کوئی حق نہیں رہتا کہ وہ کسی کے خلاف استغاثہ دائر کرے اور نیز اس کا تہا کہہ رہا کافی نہیں کہ مجھے متوفی کا وارث ہونے کا حق ہے۔ یہ محض ایک تقریر اور وہی بات ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ پس اندر یہ حالات مستغیث کو حرج نہ کی۔ عدالت پرانی مقدمہ دائر کرنے کا حق نہیں مل سکتا لہذا فیہ خارج کیا جاتا ہے۔

کچھ ہی سے واپس ہو کر حضرت اقدس فرادگاہ پر تشریف لائے۔ غلامی نصرت کا سلسلہ وراثت

جاری رہتا تھا اور لوگ کشت کے ساتھ پنجاب کے تمام حصوں سے زیارت کے لئے بہلم میں جمع تھے بیعت کا جو سلسلہ شروع ہوا۔ رنگیارہ سو مردوں اور دو سو عورتوں نے بیعت کی۔ لوگوں نے بہت اداوت اور انکس سے نذرانے دیئے اور تحفے پیش کئے اور اس طرح حضرت اقدس کی برکتوں سے مالا مال ہو کر واپس تشریف لائے۔ بے محل نہ ہوگا۔ اگر اس جگہ لاہور کے ایک غیر احمدی اخبار "پنجہ فولاد" کا ایک حوالہ نقل کر دیا جائے۔ اخبار مذکور نے لکھا کہ

"بہ سے دینی پر ر غلام احمد صاحب قادیانی دربر دیہیجے بادجو کہ نہ انہوں نے شہر میں آنا تھا۔ رہنا نہ کی کوئی علاج کی تھی درصورت پیشین پر ہی چند منٹوں کا قیام تھا۔ پھر جی ریلوے سٹیشن سے ایک قدم پر غلطی سے وہ جہنم تھا کہ کل درصورت کو جگہ نہ تھی۔ اگر سٹیشن ماسٹر صاحب جو نہایت فہم مند ہیں خاص طور پر اپنے سبب تسلیم سے کام نہ لیتے۔ تو کوئی شبہ نہیں کہ اکثر آدمیوں کے پاس نہایت دلیقنا کٹی ایک کے کٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ مرزا صاحب کے دیکھنے کے لئے ہندو اور مسلمان یکساں شوق سے موجود تھے۔"

۸ جنوری کو حضور جہلم سے لاہور پہنچے اور ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کو واپس دارالامان بمبہنچے گئے۔

مولوی کرم الدین کی نگرانی کی درخواست کا فیصلہ حضرت اقدس کی واپسی کے بعد مولوی کرم الدین نے لائے سنہار چند مجسٹریٹ درجہ اول کے فیصلہ کے خلاف سشن جج بہلم کی عدالت میں نگرانی کی درخواست کی جس کی سماعت نے ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔ تاریخ مقررہ پر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب اور حضرت مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی معہ وکلاء پہنچ گئے۔ مقدمہ پیش ہوا۔ فریقین کی بحث سننے کے بعد سشن جج نے فیصلہ سنانے کے لئے ۲۹ تاریخ مقرر کی چنانچہ اس تاریخ کو سشن جج نے بھی وہ نگرانی خارج کر دی۔ نہ عہدہ عیسیٰ ذلک۔

مولوی کرم الدین کی خلاف تمین استغاثہ چونکہ مولوی کرم الدین صاحب کے مقدموں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

بعد کے مقدمات کا بھی اسی موقع پر ذکر کر دیا جائے۔

مولوی کرم الدین نے "سراج الاخبار" جہلم میں مورخہ ۲۱ اکتوبر اور ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں حضرت

قدس کی شان کے خلاف بعض مضامین لکھے تھے۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ میری میرزا صاحب کے ساتھ ہرگز کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ جو خط میری طرف منسوب کر کے "الحکم" میں شائع کئے گئے ہیں وہ میرے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ اس لئے حضرت اقدس نے چاہا کہ بذریعہ عدالت یہ فیصلہ کرایا جائے کہ کیا یہ نوٹ جو محمد حسن فیضی متوفی نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس ازخود پر لکھے تھے اور جن کو چڑا کر پیر مہر علی شاہ صاحب گوالہری نے اپنی کتاب سیفِ جشتیاہ کی رونق بڑھائی تھی اُن کے اپنے ہاتھ لکھے ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور کیا یہ خط جو مولوی کرم الدین اس بارہ میں قادیان لکھتا رہا یہ جعلی ہیں یا اصلی؟ چنانچہ ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو لالہ گنگا رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں مولوی کرم الدین کے خلاف یمن استغاثے دائر کئے گئے۔

۱۔ ایک استغاثہ حضرت مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیرائی کی طرف سے مولوی کرم الدین کے خلاف دائر کیا گیا تھا کہ اگر اس کا یہ بیان صحیح ہے جو اس نے "سراج الاخبار" میں چھپوایا ہے۔ تو اس نے ہمیں دغا دی ہے۔

۲۔ دوسرا استغاثہ بھی انہی کی طرف سے تھا کہ میرے مطبع سے ایک ایسی کتاب کے اوراق حاصل کر لیں جو ابھی شائع نہیں کی گئی تھی صریحاً سترہ ہے۔

۳۔ تیسرا استغاثہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کی طرف سے ازالہ حیثیت عرفی کا تھا۔ کیونکہ مولوی کرم الدین نے شیخ صاحب کے خلاف "سراج الاخبار" میں بعض ایسی باتیں لکھی تھیں جو ان کی حیثیت عرفی کے خلاف تھیں۔ اس استغاثہ میں مولوی کرم الدین کے ساتھ فقیر محمد ایڈیٹر "سراج الاخبار" جہلم بھی ملزم تھے۔

جب مولوی کرم الدین صاحب نے دیکھا کہ ازالہ حیثیت عرفی مولوی کرم الدین کا استغاثہ

کا جو مقدمہ میں نے لالہ سفار جیند محبت ریٹ درجہ اول جہلم کی عدالت میں دحض کیا تھا وہ خارج ہو گیا اور سیشن جج کی عدالت میں جو نگرانی دائر کی تھی وہ بھی خارج کر دی گئی تو انہوں نے حضرت قدس علیہ السلام کی کتاب "مواہب الرحمن" میں درج شدہ اُس پیشگوئی کی بنیاد پر آپ کے خلاف جہلم میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ جس میں یہ مضمون تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ مجھ پر ایک

کتاب اور لکچر، ایک بہت بڑا بہتان رکائے گا۔ اور میری عزت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر
 مگر مجھے نقصان پہنچا سکیں گے۔ مولوی کرم الدین نے اپنے استغاثہ میں لکھا کہ اس عبارت میں مجھے کذا
 اور لکیم کہا ہے اور کذب کے مدنی جھوٹے سے بھی ہیں، اور بہت جھوٹے کے بھی اور لکیم کے معنی عام طور
 کمینہ کے ہیں مگر کھمبہ بھی لکیم ولد الزنا کو بھی کہتے ہیں۔ لہذا ایسے سخت الفاظ استعمال کر کے مرزا صاحب
 سرتی بنیت: مرنی کا زہ کیا ہے۔ ساتھ ہی حضرت حکیم مولوی فضل الدین صاحب کے خلاف بھی یہ الزام
 عاید کیا۔ کتاب مواہب الرحمن ان سے مطبع میں چھپی تھی۔ نائیک دونوں طرف سے مقدمات شروع ہو گئے
 درخواست ہائے انتقال مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب یہ پیادہ تھے کہ ان مقدمات کی
 سماعت جہلم میں ہو اور حضرت اقدس کی خواہش یہ تھی کہ

ان مقدمات کی سماعت گورداسپور میں ہو۔ لہذا جب مولوی کرم الدین نے چیف کورٹ میں گورداسپور کے
 مقدمات کو جہلم میں منتقل کئے جانے کی درخواست کی تو حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب اور حضرت
 حکیم مولوی فضل الدین صاحب نے بھی چیف کورٹ میں یہ درخواست دے دی کہ جہلم کا مقدمہ گورداسپور
 میں منتقل ہو جائے چنانچہ مولوی کرم الدین کی درخواست نامنتور ہوئی اور حضرت شیخ صاحب کی منظور ہو
 گئی۔ اور ۱۵ مئی ۱۹۰۲ء کو مقدمات کی سماعت کے لئے پہلی تاریخ گورداسپور میں پڑی۔ گو یہ سارے
 مقدمات ایک ہی وقت میں پہلو بہ پہلو چلتے رہے لیکن قارئین کرام کی آسانی کے لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ
 الگ الگ بیان کئے جائیں۔

لانا گنگارام صاحب مجسٹریٹ کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ اُن کی عدالت میں از الہ حیثیت عرفی کے مقدمات
 دائر کئے گئے تھے۔ مگر اس اثنا میں وہ تبدیل ہو چکے تھے اور اُن کی بجائے ایک کٹر ورتدصب آریہ لالہ
 چند راج صاحب آچکے تھے۔

مقدمہ۔ دغا کا مقدمہ جو حضرت حکیم مولوی فضل الدین صاحب کی طرف سے مولوی کرم الدین
 کے خلاف کیا گیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ پہلے مولوی کرم الدین نے یہ لکھا تھا کہ ”اعجاز المسیح“ اور ”شمس بازغہ“
 پر جو نوٹس لکھے ہوئے ہیں۔ وہ مولوی محمد حسن متونی کے ہیں۔ در بعد کو ”سراج الاخبار“ جہلم میں لکھا
 کہ اُن کے لکھے ہوئے نہیں۔ اس مقدمہ میں یہ معاملہ صاف ہونا تھا نیز اس امر کی تصدیق ہونی تھی کہ
 میر محمد علی شاہ صاحب گولڑادی نے جو خط مولوی کرم الدین صاحب کو لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے اعتراف

ایسا تھا کہ میں نے محمد حسن متقی کے نوٹ ہی "سیف بہشتی" میں نقل کئے ہیں آیا وہ خطا نہیں کا تھا یا کسی
 دور کا۔ پیر گوڑوی صاحب ۲۲ جون ۱۹۰۳ء کو عدالت میں طلب کئے گئے تھے مگر انہیں چونکہ اصل حقیقت
 معلوم تھا، انہوں نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ بھیج کر اپنی جان چھڑائی اس کے بعد بھی وہ کئی دفعہ عدالت میں
 حب کئے گئے۔ مگر ہمارے وہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ بھیجے ہوئے ہیں اور اس طرح قرآن کریم کے فتوے میں
 لمبھارت سے قید معنی حوالہ دیتے ہیں اس کا ال گنہگار ہے۔ کی زد سے نیچے آگئے۔
 مولوی کرم الدین نے دغا لے الزام سے بچنے کے لئے ان مضامین سے جو انہوں نے سراج الاخبار جیل
 شائع کئے تھے، انکار ہی کر دیا۔

یہ مقدمہ نہایت صاف تھا۔ مگر مجسٹریٹ صاحب چونکہ متعصب تریہ تھے اس لئے انہوں نے اس
 مقدمہ کو بہت لٹکایا۔ حتیٰ کہ آٹھ ماہ اس پر گزر گئے اس اثنا میں ان کی طرف سے بعض بنیادی کے
 رد بھی کرنا وہ کمال امین صاحب نے ۱۴ جنوری ۱۹۰۷ء کو یہ مقدمات کسی دوسری عدالت میں منتقل
 دیے جانے کی درخواست دی اور اسی تاریخ کو لالہ چند و لعل صاحب کی عدالت میں بھی یہ درخواست
 کی کہ مقدمات کی سماعت ملتوی کر دی جائے۔ لالہ چند و لعل صاحب نے اس دغا کے مقدمہ کا فیصلہ
 سی روز سنایا۔ در باقی مقدمات کے لئے تاریخ ۱۶ فروری ۱۹۰۷ء ڈال دی فیصلہ انہوں سے یہ سنایا کہ
 خطوط مولوی کرم الدین سے "حضرت مرزا صاحب اور فایان کے احمدیوں کو لکھے تھے وہ اسی کے لکھے
 گئے ہیں اور سراج الاخبار میں شائع شدہ مضامین بھی اسی کے ہیں۔ اور بعد اس کا یہ لکھنا کہ
 سراج الاخبار والے مضامین میرے نہیں ہیں۔ جھوٹ ہے۔ تاہم اس نے حکیم مولوی فضل الدین کو دغا
 دی نہیں دی۔ لہذا دغا کا مقدمہ خارج۔

اس مقدمہ میں جو بظاہر خارج ہو گیا عدالت نے یہ فیصلہ ضرور دے دیا کہ مباہلہ سہاب الدین اور
 مولوی کرم الدین کے خطوط اصلی ہیں اور پیر گوڑوی صاحب کا خط بھی اصلی ہے۔ اور اس فیصلہ سے حضرت
 امین پر جو الزام لگایا گیا تھا وہ غلط ثابت ہو گیا۔ اور پیر صاحب کا "سماوات شہادہ" کی رد سے نہیں بچ سکے
 مقدمہ ۲۔ دوسرے مقدمہ حضرت حکیم مولوی فضل الدین صاحب کی طرف سے یہ تھا کہ مولوی کریم الدین
 کتاب "نزول المسیح" کی شاعت سے قبل اس کے مصنف اور مالک مطبع کی مرضی کے خلاف اس کے
 قی حاصل کئے جو صریح طور پر سرقہ ہے۔ لیکن لالہ چند و لعل صاحب مجسٹریٹ چونکہ بڑی دلیری کے ساتھ

حضرت اقدس اور آپ کی جماعت کے خلاف چل رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے دس مہینے کے بعد ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء کو یہ مقدمہ بھی خارج کر دیا۔

مقدمہ ۳ و ۴۔ اب صرف دو مقدمے باقی رہ گئے مقدمہ ۳ جس میں حضرت شیخ یعقوب صاحب تائب نے مولوی کرم الدین اور ایڈیٹر سراج الاخبار کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کیا تھا اور مقدمہ ۴ جس میں کرم الدین نے حضرت اقدس کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کیا تھا۔ مقدمہ ۴ چونکہ بہت اہم تھا۔ اور جسٹریٹ اسی کو زیادہ ہمت دے رہا تھا۔ اس لئے ہم بھی اس کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ مقدمہ ۴ کا ذکر اس کے دوران میں ہی آجائے گا۔

سو واضح ہو کہ مولوی کرم الدین صاحب کا زیادہ زور اس بات پر تھا کہ ”موہب الحسن“ کے تین الفاظ بہتان کذاب اور لٹیم میرے لئے سخت ناقابل برداشت ہیں۔ اور ان سے میری سخت توہین ہوئی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو یہ الفاظ ان پر بالکل صحیح طور پر چسپان ہوتے تھے۔ کیونکہ زالہ چند لعل صاحب خود ہی یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ جو خطوط کرم الدین نے حضرت اقدس اور آپ کے اصحاب کو لکھے وہ بھی انہی کے ہیں اور ”سراج الاخبار“ میں جو مضمون لکھے گئے۔ وہ بھی انہوں نے ہی لکھے تھے اور عدالت میں سرسچا جھوٹ بولا تھا کہ یہ خطوط اور مضامین میرے نہیں تو ایسی صورت میں ان کے کذاب ہونے میں کیا شک اور جو اس قدر جھوٹ اور بہتان سے کام لے۔ اس کے لٹیم ہونے میں کیا کسر باقی رہ جاتی تھی مگر ہوا تو عصب کا۔ زالہ چند لعل صاحب نے اس مقدمہ کو اتنا لمبا کیا۔ اتنا لمبا کیا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب جو انگریز تھے وہ بھی اس پر اظہار تعجب کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چونکہ وہ اکثر اپنی عدالت کو جاتے ہوئے حضرت اقدس اور آپ کے اصحاب کو احاطہ کچہری میں بیٹھتے ہوئے دیکھتے تھے اس لئے ایک دفعہ انہوں نے سخت متعجب ہو کر کہا کہ اگر یہ مقدمہ میرے پاس ہوتا تو میں اس کا ایک دن میں فیصلہ کر دیتا۔ اس مقدمہ میں آریہ مجسٹریٹ تو مخالف تھے ہی بعض مسلمان مجسٹریٹوں نے بھی مولوی کرم الدین کا ساتھ دیا۔ اور لاہور کا پیسہ اخبار بھی حضرت اقدس کی مخالفت اور مولوی کرم الدین کی تائید میں مضامین لکھتا اور اس کیلئے چندہ کی مجلسیں کرتا رہا۔ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت اقدس کا یہ حال تھا کہ اپنے روز کے مشاغل و عطا و نصیحت، خدمتِ دینیہ میں مصروفیت، احباب سے ملاقات وغیرہ امور میں اس طرح اطمینان قلب کے ساتھ مصروف تھے کہ گویا آپ پر کوئی مقدمہ ہے ہی نہیں خواجہ کمال الدین صاحب آپ کا

تھے جب پیشی سے فارغ ہو کر قادیان آئے اور حضرت اقدس کی خدمت میں مجسٹریٹ کے منصب اور اس کی شرائط کا ذکر کرتے اور کہتے کہ اس مقدمہ میں بظاہر بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو حضرت میں انہیں ڈھارس دلاتے اور منس کر فرماتے کہ

”نہیہ صاحب، کوئی خائن خدا کے لئے بھی نہ ہو چھوڑو گریب اسباب ہمارے موافق ہوں تو لوگ کہہ سکتے ہیں کہ سب موافق تھے۔ وہ ان کے لئے بڑے قانون دان تھے۔ اس لئے مقدمہ فتح ہو گیا۔ لغت و جب ہی سے کہ اسباب سب مخالف ہوں اور خدا اپنی جناب سے فضل کرے تو وہ امر ازدیاد ایمان کا باعث ہوتا ہے۔“

نہیہ صاحب روتے ہوئے آتے اور ہنستے ہوئے جاتے۔

باص مقدمہ کے متعلق پیشگوئی

ناظمین رام غور دہانیں مجسٹریٹ محنت سے صاحب سے ہمسایہ خدات ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کی ہمدردیاں بھی مولوی رحم الدین کے ساتھ میں ملکہ اور باتوں کو تو جانے

۲۹ جون ۱۹۰۳ء

یہ ایسا پہلا واقعہ ہے جس سے عدالت نے کھٹک کر محنت سے جہاں پہلے طریق میں اس وقت ایجنٹ کے لئے میں معلوم ہیں۔ اور اپنے خالق و مآب پر اتنا کامل یقین ہے کہ ہر پر گھبراہٹ کا نام نشان اور ایسے حالات میں ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو ”انجمن مذہب کی نسبت پیشگوئی“ کے عنوان سے ایک شہاد شائع فرماتے ہیں کہ

”رات کے وقت جو ۲۸ جون ۱۹۰۳ء کے دن کے بعد رات تھی میری بہنیں پر۔“

کشمکش غائب ہوئی کہ یہ مقدمات جو رسم لندن کی طرف سے مہرے پر ہیں۔ ان کا خاتمہ کیا ہوگا۔ سو

اس غلبہ کشمکش کے وقت میری ساتھی بنی کی طرف متعلق ہو گئی اور خدا کا نام میرے پر

تازل ہو۔ ”وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَتُحْسِنُوهُ“ ”وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَتُحْسِنُوهُ“

اس کے لئے مجھے یہ سمجھئے گئے کہ دونوں فرقوں میں سے خدا اس فرقے کے ساتھ ہوگا اور اس کو فتح

اور نصرت نصیب کرے گا جو پر بیزگار ہے یعنی جھوٹ نہیں بولت، ظلم نہیں کرتا، تہمت نہیں لگاتا۔ اور دغا

دہن نہیں کرتا۔ اس لئے حق خدا سے بڑا کو نہیں جانتا۔ اور خدا سے ڈرتا اس کے خدا کے ساتھ

بھڑکی اور خدائی اور نیکی کے ساتھ پیش آتا ہے اور اپنی نوع کا وہ منجانیہ خواہ ہے اس میں دہرئی اور

وقت بہرے میں رو گئے کمرے تھے کہ اب کب ہوگا۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ

سورنہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے بلایا گیا اس وقت حضرت صاحب نے اپنے دونوں ہاتھوں کے سبے لاکر اپنے سر کے نیچے دیئے ہوئے تھے اور چت بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے جانے پر ایک پہلو پر ہو کر کہنی کے بل اپنی ہتھیلی پر مڑا ہوا دسے کر لٹ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ میں نے آپ کو اس لئے بلوایا ہے کہ وہ سارا وقت سنوں کہ کیا ہے اس وقت کمرے میں کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ عین روز سے ہر ماں شادی غاں گٹھے تھے۔ میں نے سارا وقت ٹنڈا . . . حضور صوفی سے بیٹھے رہے صاحب یں "تسکار" کے لغز پر پہنچا ایک ایک حضرت اقدس اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کی آنکھیں چمک نکلیں اور چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔

"میں اس کا شکر ہوں! میں شکر نہیں ہوں۔ میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ ایسا کر کے تو دیکھے۔"

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ

الفافہ کہتے ہوئے آپ کی باز آتی بند ہو گئی کہ میرے کے باہر بھی سب لوگ جھک گئے۔ اور حیرت سے ساتھ ساتھ منوج ہو گئے۔ مگر کمرے کے اندر کوئی نہیں آیا۔ حضور نے کئی دفعہ خدا کے شہر کے لفافہ دوہرے۔ اور اس وقت آپ کی آنکھیں جو ہمیشہ ٹھیک ہوتی درجہ سندرہ بنی تھیں واقعی شیر کی آنکھوں کی طرح کھل کر شعلہ کی طرح چمکنے لگی تھیں۔ اور چہرہ تنہا سرخ تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ میرا آپ نے فرمایا

"میں کیا روں۔ میں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ میں تیرے دین کی خاطر اپنے اٹھ اور پاؤں میں نوبہ پہننے کے لئے تیار ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں۔ میں تجھے ہر دت سے بچاؤں گا اور عزت کے ساتھ بری کروں گا۔"

پھر آپ محبت الہی پر تقریر فرمانے لگے اور تقریباً نصف گھنٹہ تک جوش کے ساتھ بولتے رہے۔ یہیں پھر ایک سخت آپ کو بولتے ہوئے "بکاٹی" اور ساتھ ہی قے ہوئی جو خاص خون کی تھی جس میں کچھ خون تھا جو تھا۔ اور کچھ پہنے والا تھا۔ حضرت نے قے سے سر اٹھا کر رومال سے اپنا

نہ لپوچا اور آنکھیں بھی پونچھیں۔ حوتے کی وجہ سے پانی سے آئی لٹھیں۔ مگر آپ کو یہ سہم نہیں ہوا کہ قے میں کیا نکلے ہے۔ کیونکہ آپ نے ایک غٹ ٹٹا کر قے کی اور پھر سر اٹھا لیا مگر میں اس کے دیکھنے کے لئے ٹھکے تو حضور نے فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور قے میں خون نکلا ہے تب حضور نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر خواجہ صاحب درمولوی محمد علی صاحب درمولوی لوگ مرہ میں آگئے اور کٹر کو بویا گب ڈکٹر مار بڑھا۔ وہ سب اور قے دیکھ کر خواجہ صاحب کے ساتھ ٹریزی میں باتیں کرتا رہا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس بڑھاپے کی عمر میں اس طرح خون کی قے آنا خطرناک ہے۔ پھر اس نے کہا کہ بہ آرام کیوں نہیں کرنے؟ جو بہ صفا نے کہا کہ آرام اس طرح لیں محشر صاحب قرب قرب کی پیشیں ڈال کر تنگ کرتے ہیں۔ حالانکہ معمولی مقدار میں بہ بہن طے ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا اس وقت آرام ضروری ہے میں ٹرنک ٹکے دساں کتے عرصہ نے حاشیہ پر خود ہی کہنے کا مہرے خیال میں، وہ پہلے آرام کرنا چاہتے ہو اجہ صاحب نے کہنے میں ایک مہینہ کافی ہوگا میں نے فوراً مکہ پہنچنے سے بڑھ کر نصیب کھینچا۔ ہر مکہ نہیں اس عرصہ میں ان کو کیمری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے والین کا ٹیمڈ۔ مگر جب سب ڈسٹ تھے اب کہیں کوئی یہ مقدمہ نہ شروع ہو جائے ہو کہ وہ سب اس میں تھے و حضور گورہ سیور آکر غیر عدالت کی اجازت کے ولس حار سے قے۔ مگر حضرت صاحب کے چہرہ پر بالکل اطمینان تھا چنانچہ ہم سب قادیان چلے آئے۔

دوسرے روز ۱۶ فروری کو تاریخ پیشی تھی۔ عدالت میں حضرت اقدس کی بیماری کا ڈاکٹر ٹریٹمنٹ پیش کر دیا جسے دیکھ کر جسٹریٹ صاحب بہت براؤ نہ ہوئے۔ مگر کچھ نہیں کہتے تھے چیٹنگورٹ میں جو درخو سر نا تھا۔ اس کے لئے پیش کی گئی تھی وہ بھی ۲۲ فروری سنہ ۱۹۵۸ء کو مانو ہو گئی اور ۲۳ فروری کو مقدمہ پہلے چلنے لگا۔ سب کی عدالت میں ہی پیش ہوئے۔ ان حضرات اقدس کی طرف سے مسٹر راجہ صاحب، مسٹر شاہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب بطور وکیل پیش ہوئے۔

ابا با جود اس کے کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے ۹ مارچ ۱۹۵۸ء کو قادیان میں ہمارے گھر پر برسرِ گادی گئی۔ ایک اس امر پر مدلل بحث کی کہ یہ مقدمہ ہمارے خلاف نہیں چل سکتا مگر جسٹریٹ

صاحب چونکہ فرحرم اگانے کا معتمد رادہ آرچیکہ تھے۔ اس نے انہوں نے۔ ۱ مارچ کو حضرت اقدس در حکیم مولیٰ فضل الدین پر فوہرہ نکال دی۔ ۳ مارچ ۱۹۰۴ء کو لاکھنؤ میں سٹریکیٹ کی پینا دھتہ ہو رہی تھی لیکن حضرت اقدس کی بلغمت اسی پر سے طویر حال نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے ۳ مارچ کو پھر ڈاکٹر کو گورد پور سے تھوکیا گیا۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ ابھی در آرام کی ضرورت ہے۔ پناہ ایک ماہ کے لئے سے اور سٹریکیٹ پر دیا جب ۶ مارچ ۱۹۰۴ء کو بہ سٹریکیٹ پیش ہوا تو چہرہ و لعل صاحب بہ بخوش رہا۔ پناہ تھوڑی ہوئی۔ اور اگلے روز ۷ مارچ کو مولیٰ سرجن کو عدالت میں طلب کر کے صحنی بیان دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اسی عدالت میں بہ سٹریکیٹ صاحب کو لاکھنؤ کی طرف سے تاریخ نوڈاکہ کی سٹریکیٹ پیش تھی۔ اگر اسی سٹریکیٹ میں لاکھنؤ کو صحنی بیان دینے کے لئے یکبارہ بھی تسلیم نہیں کیا ہوتا۔ بموجب قلم بدلت ڈاکہ صاحب بہ نے اگر صحنی شہادت دے دی۔ اس پر الزام اپنا کی تاریخ دے دی گئی۔

حضرت اقدس کے ساتھ لاکھنؤ و لعل صاحب کا ملک بن سمویہ نہ تھا کہ لاکھنؤ و لعل صاحب کی غیرت ان کے خلاف نہ ہو سکتی۔ اب تین دنوں کے گورد پور میں ایک روز کسی بزم کو پانسی کی نہ اعلیٰ تھی اور ایسے موقع پر قاعدہ ہوتا ہے کہ ڈپٹی کمشنر کسی سٹریکیٹ کی دیوانی رگایت ہے اور اس کے سامنے بزم کو پانسی کی دیوانی ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے اس روز لاکھنؤ و لعل صاحب کی دیوانی لگا دی۔ لاکھنؤ صاحب بزموں نے اپنے تئیں قلعہ بنا ہوئے کی بن پر موزوں کیا کہ میں کسی بزم کو پانسی لگیتے دیکھ نہیں سکتے اس لئے کسی اور ایوان میں دیوانی لگائی جاسے۔ ڈپٹی کمشنر نے لکھا کہ تم فوجداری کے بزم میں یہ مکمل کو ترقی کر کے اگر سٹریکیٹ نہ ہوئے تو کیا کر دئے کیا بزم کو پانسی کا حکم نہیں سنائو گے؟ پھر تمہیں روز اس ڈیوانی پر جانا ہوگا۔ چند روز بعد صاحب نے بنی بات بچہ اصرار کیا۔ اس بزم سٹریکیٹ مجھے سٹریکیٹ کو نہ لے گا۔ پھر یہ کہ میں نے یہ بزم سٹریکیٹ کو فوجداری عدالت کا فیصلہ کرنے کے لئے نہ سب و موزوں نہیں جس کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ یہ بزم تاریخ ڈپٹی سے جسے پناہ پند و لعل صاحب کا فوہرہ لگسا کر اس میں منسلک بنا دیا گیا۔ اور وہ قاعدہ تھا کہ بزم میں لگے اور حضرت اقدس کا اہم ہر روز ہوتا تھا۔ اس لئے ایک رات پھر تری صاحبان کا قلعہ بنا دیا گیا۔

بزم سٹریکیٹ لاکھنؤ و لعل صاحب کا حضرت اقدس سے ملوک

لاکھنؤ و لعل صاحب کا حضرت اقدس سے ملوک

میں متعصب آریہ تھے۔ انہوں نے جو طبعی اختیار کیا۔ وہ لالہ چند دلال سے بھی سخت نفرت تھا۔ ان سے قبل
 نہایت اقدس و برہم عدالت میں باقاعدہ کرسی ملنی تھی۔ مگر انہوں نے آپ کو نہ صرف کرسی دینے سے انکار
 بلکہ جنس دفعہ سخت پیاس کے باوجود بانی پینے کی بھی اجازت نہ دی اور تاریخیں بھی جلد جلد مقرر کر فی
 رائے لیں۔ تاکہ حضور آرم کرنے کے لئے قادیان بھی نہ جائیں۔ اس لئے حضور نے ۳۰ اگست ۱۹۰۷ء
 کے ایک خط میں یہ برے ارمان اُن و عہدال گورداسپور میں سکونت اختیار کر لی

مولوی شاد الدین صاحب کی گواہی | اس مقدمہ میں عموماً الفاظ کذب اور لٹیم پیشیں
 ہوا کرتی تھیں۔ بڑے بڑے مولوی صاحبان لغت

۱۔ عربی کی کتابیں لے کر پیش ہوا کرتے تھے۔ گویا سارے مولویوں کے سلم و ردیانت کا پورا عدالت
 کا مالک بالکل سب سے زیادہ ذلیل و نامی تھا۔ نہ صاحب کو ہونا پڑا۔ اور نہ اس سے سارے مولوی شاد
 صاحب نے اپنی شہادت میں مولوی رحمہ اللہ کو کوئی ثبوت ثابت کرنے کے لئے کہا دیا کہ انتہی کے لئے ضروری
 ہے کہ وہ جھوٹے شواہد۔ اور یہ انہیں سے لئے کہنا پڑا کہ لالہ چند و لعل صاحب اپنے ایک بیٹے میں
 مولوی رحمہ اللہ کے جھوٹا ہونے کا فیصلہ دے چکے تھے۔ مولوی شاد الدین صاحب نے اپنی یہ بات کی
 یہ ہیں سند کے طور پر سورہ بقہ کا پہلی آیت پیش کیں جہاں بیانیات کا تو ذکر ہے مگر اعمال کی
 میں موجود نہیں۔ مولوی شاد الدین صاحب کی اس مسئلہ پر جرح کرتے ہوئے حسب خواہہ کمال الدین
 صاحب نے پتہ کیا کہ مولانا اچھر بہار چوری کرنے اذکار نے اور شاد اب پینے کا بھی باقصد بیان ذکر ہمیں تو
 یا شادی کے لئے یہ کام بھی جائز ہیں، مولوی صاحب کو تو چونکہ یہ کہیں تہمتیں کرتا تھا اس لئے انہوں
 نے کہہ دیا کہ اے اے اس پر عدالت میں ایک ذرا نشی قہر قہر تھا۔ اور مولوی صاحب خفیہ ذکر رہ گئے

عدالت کی کوشش | مقدمات پورہ مدت تک ہو گئے تھے۔ ۳۱۔ لئے عدالت کے بیمار بعض
 درانداز سمانوں نے چاہا کہ در بیان میں پڑ کر مصدق کر دیں۔

یہ مصداق نہیں ہو سکا۔ اس پر ہم مقدمہ عدالت میں چلنے شروع ہو گئے۔
 لالہ چند دلال مجسٹریٹ نے جو ذرخیر خانہ کی تھا اس سے لالہ آتما رام نے بھی بھاری رکھا عدالت کے
 دوسرے میں پیر مہر علی شاہ صاحب نے منہ سے ایونکہ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط کی تصدیق کروانا بھی
 ضروری تھا۔ مگر عدالت نے اس کو ماننے کی ضرورت نہیں سمجھی حالانکہ سب سے زیادہ ضروری گواہ وہی

تھے مگر یہ باطلہ سب کی نیت و نیر نہ ہو تو کیا کیا جاسکتا ہے۔

مقدمہ کا فیصلہ، اکتوبر ۱۹۰۴ء

تہذیب و تمدن کے شرف ہونے کے بعد مقدمہ کا فیصلہ ہوا۔
 مقرر کی کمی اس سے قبل جب نہیں تھی اس لئے اس کو تکمیل کرنا شروع کیا گیا تھا۔ تو ان کا ایک جوان
 بیٹا بہار کر لیا تھا۔ اور حضرت اقدس کی متعلق اس کی بیوی کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ اس رستہ پر
 اگر قیام تو ہرگز نہ ہو، دیو تھر پر ہاں آئے گا۔ اس لئے یہ خوب لالہ جی و سندھی مگر افسوس کہ لالہ جی
 کا دل پالو اس سے اس کے مانتے حضرت مسیح مہدی علیہ السلام کا مقدمہ پیش کیا گیا تھا۔ زیادہ سخت
 نکلا اس لئے تو اپنی بیوی کے خواب سے متاثر ہو کر برسر عدالت پانی منگو کر پاتھ دھوئے تھے۔ اور کہا
 تھا کہ میں اس شخص کو کوئی جزا نہیں پاتا مگر یہودیوں نے چلا چلا کر اسے کہا تھا کہ اسے صلیب سے
 اسے صلیب سے تب اس نے کہا اس خون ناحق کا مال کس پر؟ تو یہودیوں نے کہا کہ ہم پر اور ساری
 اور پر۔ مگر افسوس کہ یہ جھوٹے مرثیہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہم سے پلٹوں سے بھی زیادہ سخت دانی ہے اور سارا
 دیاں اپنی گردن پر ہی برداشت رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب انہوں نے فیصلہ دیا تو یہ ہے ان کا وہ
 جوان بیٹا جو یہاں تھا۔ وہ مر گیا۔ اور یہ بیٹا بچپن سے روزانہ بعد دوڑا بیٹا بھی مر گیا۔ اور حضرت اقدس کے ایک
 کشت کے مصوب وہ وردے غم میں مبتلا ہو گئے۔

نوٹ کر کیا جا چکا ہے کہ فیصلہ سنانے کے لئے لالہ آقارام نے یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء کی تاریخ مقدمہ
 کی تھی۔ اس روز غیر حیدروں کا ایک جم غفیر اجماع کی پیش موجود تھا۔ اور احمدی اسباب بھی ٹھکانے تین سو
 کے قریب کیچے۔ یہ آباد سندھ، پشتون، وزیر آباد، کپور تھلہ، قادیان، لاہور، امرتسر، ناروول، دینا نگر
 وغیرہ میرہ مقامات سے آئے ہوئے تھے۔ غالباً اس کشت اردعاء کو دیکھ کر یا کسی در مسکنت سے خوشنیت
 صاحب نے اس روز فیصلہ نہ سنایا۔ بلکہ فیصلہ سنانے کی تاریخ ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء مقرر کر دی ان کا ارادہ
 یہ کہ حضرت اقدس کے شہداء خط ناک تھا اس لئے نہیں۔ یہ طریق اختیار کیا کہ حضرت اقدس کے مقدمہ
 کا فیصلہ اس وقت سنایا جائے جبکہ عدالت کا دست ختم ہو جائے اور خبر مانہ کی ادائیگی کا فوری طور پر تمام
 نہ ہو سکے۔ دوسرے انہوں نے مسکنت فیصلہ سنانے کا دن ۱۰ شوال مقرر کیا۔ حضرت میاں محمد اعظمی صاحب

ن فریاد کرتے تھے کہ مجسٹریٹ کی نیت یہ تھی کہ میں فیصلہ سناتے سناتے پھری کا وقت گزر دوں گا۔ اور
جرمانہ کی رقم پیش کرنے پر کہہ دوں گا کہ اب پھری کا وقت ختم ہو چکا ہے لہذا جرمانہ پر سوں برز پر وصول کیا
ئے گا اور اس طرح سے (حضرت) مرزا صاحب کو کم از کم دو دن جیلخانہ میں رہنا پڑے گا۔

خاکسار راقم الحروف نے جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ الرحمن سے اس امر کی
مذہبی چاسی تو حضور نے بھی اس کا اثبات میں جواب دیا۔

حضرت شیخ اجتوب علی صاحب ترازب نے جو مقدمہ مولوی کریم الدین اور ایڈیٹر سراج الاخبار کے خلاف
تقد مجسٹریٹ صاحب نے پہلے اس کا فیصلہ سنایا جو یہ تھا کہ ملازم کو کہا گیا کہ تمہارا جرم ثابت ہے اور
اسے عذرات غلط یہ کہہ کر مولوی کریم الدین کو سپاس دے دیا۔ اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ دو ماہ قید
میں اور سید محمد ایڈیٹر سراج الاخبار "چالیس روپے جرمانہ کیا" اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ دو ماہ
قید محض۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت اقدس اور حضرت سکیم مولوی فضل الدین صاحب کو اندر ملا۔ اور
س کو واپس لے کر تھیں یہ تاکید کر دی کہ سوائے ملازمان کے اور کسی کو اندر نہ آنے دے۔ صاحبان کہ
ملازمین کو گھبراہٹ۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جرمانہ کی ادائیگی کے لئے بہر حال کچھ دقت لگے گی اور میں فیصلہ
ایسے وقت میں سنوں گا کہ فیصلہ سنانے کے بعد عدالت کا وقت ہو جائے اور بعد میں جرمانہ
نے کے لئے کچھ دقت باقی رہے۔ اور ان کو کم از کم بیس روز تک ادا کرے۔ نئے تو غور کر رہے ہیں
رہنا پڑے۔ جناب انہوں نے پورے بار بجے فیصلہ سنایا۔ شرع کا منہ کس کے پاس؟ جہاں صاحب وائے حضرت
دفعہ ہونے کے لئے موٹے تھے وہ جہاں اس وقت دہیں آئے ہیں وقت ضرب قدر وہ ضرب
م صاحب کے بعد عدالت میں داخل ہوئے تھے وہ جگہ کر عدالت کے لئے وہاں آئے تھے وہاں
تو دو سپاہیوں نے انہیں اندر داخل ہونے سے روکا جو صاحب کے دونوں سپاہیوں کو دھکیلا کر یہ کہتے
تھے اندر داخل ہو گئے کہ میں اندر کہیں نہ جاؤں میں لوہے کے دروازے کا دھکیلا ہوں۔ جب کہ عدالت کے لئے وہاں
نصاب فیصلہ سن رہے تھے۔ درختی سوچی سمجھی تجویز کے مطابق انہوں نے فیصلہ سنایا کہ صاحب کو قید کیونکہ
ہ حال تھا کہ وہ فیصلہ ختم ہو گا۔ اصرار عدالت کا وقت ختم ہو جائے گا پھر اگر جرمانہ ادا بھی کیا گیا تو میں
نہیں کہیں گا۔ اور کہوں گا کہ یہ سوں ادا کرو۔ عدالت کی قدرت کہ وہ فیصلہ سنیں کہ مرزا غلام احمد کو یا نہیں

افدس کو الہام ہوا۔ عاشقِ دند یعنی اللہ تعالیٰ کوئی تار کی نازل کرنے والا ہے۔ اس پر آپ ہی وقت اٹھ اور ساڈوں میں ایک گئے۔ لندوں نے اپنے افضل سے حضرت ام المومنینؓ کو تو بچایا مگر جوڑ کی پیدا ہوئی۔ وہ چھ ماہ بعد ۳۴ دسمبر ۱۹۲۹ء کو آپ کے الہام عاشقِ دند کے مطابق وفات پا گئی۔ اللہ والی اللہ رحمۃً
بیت الدعاء کی تعمیر | حضرت اقدس کو عرصہ سے بہ خواہش تھی کہ بیتِ افکار کے ساتھ ایک چھوٹا سا حجرہ بیتِ دعا کے طور پر تعمیر کیا جائے جس میں سونے دعا کے اور کوڑا
 کا نہ ہو چنانچہ مارچ ۱۹۳۰ء میں وہ حجرہ تعمیر ہو گیا۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب افغانستان
 حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے علاقہ خوست کے رہنے والے صاحبِ الہام اور صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے سارے

ملک میں ان کی بزرگی سب سے تھی۔ افغانستان میں ان کے ہزار ہا پیرو تھے۔ ان کے تقویٰ و طہارت و عزم و
 تقاضا کا بہ حیا تھا کہ امیر کابل حبیب اللہ کی تاجپوشی کے موقع پر دستار بندی کی رسم انہی کے دست مبارک
 سے ڈاکرتی گئی تھی۔ آپ اسلام کا دست دے دیکھتے تھے۔ اور دعائیں کرتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی
 حفاظت سے نئے محمد کسی عظیم نشان بند کو مبعوث کرے۔ یہی نشان میں کسی طرح سے حضرت اقدس کی
 بعض باتیں مل گئیں پس پھر کیا تھا۔ ایک نظر ڈالتے ہی ہزار جاں سے فدا ہو گئے۔ ملاقات کا شوق یہ ہو
 مگر کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا۔ آخر آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حج کرنے کی تحریر پیدا کی۔ اس پر خیال آیا کہ
 راستہ میں قادیان سے بھی جوتے جائیں گے آپ نے اپنے ارادہ حج کا ذکر میر کابل سے بھی کیا۔ انہوں نے
 صرف اجازت دی بلکہ اخراجات سفر کے لئے کچھ روپیہ بھی دے کیا۔ آپ اپنے ملک سے روانہ ہو کر غالباً کتور
 ۱۹۳۲ء میں قادیان پہنچے اور حضرت اقدس کو دیکھ کر آپ کے عشق و محبت میں بالکل محو ہو گئے۔ یہاں تک
 کہ حج کا وقت گزر گیا۔ آپ کئی ماہ قادیان میں مقیم رہے۔ پیچھے گئے چکا ہے کہ مولوی کرم الدین والے مقدمہ میں
 حضرت اقدس نے جو جہاد سفر اختیار کیا تھا۔ اس میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب بھی حضور کے ہمراہ تھے۔
صاحبزادہ | آپ کی اپنی ایک واپسی اور لاہور میں قیام آپ کے ایک رفیق میں احمد
 صاحب کا ہے کہ جب

پانادیاں ہیں تھے تو آپ کو بار بار یہ الہام ہوا کہ

”اس رو میں اپنا سر دے دے اور دینے نہ کر لے نہ سننے کاں کی زمیں کی ہوائی کے ٹٹے میں پناہ۔۔۔“

باب دفعہ فرمایا کہ

”مجھے یہ موقع کہ آواز شکر ران اور زمین سر آواز کی آواز پرہیز کی۔ بے نیت وایز
میں مبتلا ہو دیا اس کو نہیں جانتی یہ امر ہونے والا ہے۔“

پانادیاں نے اندس سے اجازت حاصل کر کے قابو نہ سے رخصت ہونے لگے تو حضورؐ ان کی مشابہت کے
نے دور تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ رخصت ہونے کے وقت حضرت صاحبزادہ صاحب پر سونے وقت طری
کی او ڈپا موت میں آپ بے اختیار چھٹنے کے قدموں پر گر گئے، اچھے والے گنگوہار نے جبکہ ان کی سر
مات کو کہہ کر ذات اقدسؐ کی تابعدار ہو گئے۔ در شہر سے اپنے آپ کا ہمدردی، آپ نے لسنڈس ڈیٹے
تھے کہ کوئی شہر نہیں آتا، ان پر وہ تعظیماً گئے، گنگوہار نے تو کہہ دئے۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو
ٹٹنے کے لئے کہا، کردہ پرستور سی طرح پر سے اس پر آپ نے فرمایا، ”اے صاحبزادہ، یہ
ہمان میں رہا آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ حضور! میری بھتیجی در بقراری کی دہلیہ، نہ کہ سرے میں کو
غفلت سے کہ اس زندگی میں میں یہ آپ کو نہیں، کہہ سکتا ہوں، آپ کا اب آخری دیدار ہو گیا، گنگوہار
یہ عرض کر کے، اب یہاں سے تشریف رخصت ہونے لگے، آپ نے جبکہ تھیں، یہ فیانی تھیں حضرت میاں
عبدلہ صاحب نے مغل جن کو روایات کے ایک بہت بڑے ذخیرہ کا مالک ہوئے، ان سے نہیں کہہ سکتا
ابو پیرہ کہہ رہا ہوں، انوں نے غالباً ۱۳۵۹ھ میں مذکور صاحبزادہ صاحب کی وفات سے روایات
عناہدیت کرنے کی غرض سے قلعہ شہر میں در قیوس میں مقیم رہے، بعد ازاں یہاں سے قلعہ سیالپور
حضرت صاحبزادہ صاحب پر چار لپیٹے رکھنے لگے، وہ ایک برس ساتھ نہایت ہی رخصت ہوئے، وہ
لاہور میں ایک صاحب نے کسی قریب پر لچوہر کی حالت میں میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھی
نشدت میں گئے مغل صاحب مدح فرمایا، اے بھائی، میں نے یہاں حضرت صاحبزادہ صاحب کی معیت
میں میں بھی یہاں تھا، باب آپ دعوت کے کا دل پہنچے نو دستر خوان پر، خدمت کے کھانے نہایت ہی دینے سے
جئے ہوئے تھے حضرت صاحبزادہ صاحب بھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ کی حالت طاری ہو گئی، در آپ نے

۱۳۵۹ھ میں جو مسافر کے حضور میں راج کی مجلس صرف پیر کے روز میں انہوں نے حضور علیہ السلام

فارسی زبان میں مجھے فرمایا کہ تم لوگ مجھے یہاں گونگھلانے کے لئے آئے ہو۔ یہ کہہ کر اٹھے اور تیز تیز جھنے لگے۔ آپ کا جتہ ہوا میں اڑا ہوا تھا۔ راستہ میں مجھے آپ نے چار آنے دیئے۔ اور فرمایا کہ نان اور کباب خریدو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی پھر وہ نان کباب جو کافی مقدار میں تھے۔ ہم لوگوں نے کٹی والی مسجد میں جو اس وقت جماعت احمدیہ کے پاس تھی۔ بیٹھ کر کھائے۔ میزبان نے جب اس طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کو واپس لے کر لے دیکھا تو وہ آپ کی کشتی غ سے بہت متاثر ہو کر کہہ کر وہ جانتا تھا کہ یہ دعوت سودی روپے سے کی گئی ہے لاہور سے پہلے آپ اپنے وطن خوست تشریف لے گئے۔ راستہ میں آپ بار بار اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ اہل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے بعد ازاں چونکہ خود حضرت اقدس نے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادین میں تحریر فرمائی ہے کہ ہندوہی خلافت حضور نبی اکرم میں بیان کئے جاتے ہیں

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت ۱۲ جولائی ۱۹۰۳ء

مولود صاحب جب سرزمین عترت بہار
میں کے دریک پہنچے۔ اس وقت ٹلیری میں ٹھہر
رہے تھے محمد حسین کو توں کو جوان کا شکر دیتے۔

بیک خط لکھا کہ اگر آپ امیر صاحب سے میرے آنے کی اجازت حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں۔ تو امیر صاحب کے پاس بہتے مکاؤں میں حاضر ہو جاؤں بلا اجازت اس لئے تشریف نہ لے سکے کہ وقت سفر امیر صاحب کو بہ اطلاع دی تھی کہ میں حج کو جانا ہوں۔ مگر وہ رادہ قادیان میں بہت دیر ٹھہرنے سے پور نہ ہو سکا۔ اور وقت ہفتہ سے جاتا ہوا۔ سو نہیں نے مناسب سمجھا کہ برگزیدہ محمد حسین کو خط لکھا جائے۔ وہ مناسب موقع پر اصل سقیفہ مناسب لفظوں میں امیر کے لئے لکھ کر دیں۔ اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کے لئے روانہ ہوا ہوں مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی۔ اور چونکہ مسیح کے سننے کے لئے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیان ٹھہرنا پڑا۔ اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا۔ بلکہ قرآن و حدیث کے رو سے اس کو ضروری سمجھ جب یہ خط برگزیدہ محمد حسین کو لیا کہ بہنہ تو اس نے وہ خط اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت جیش نہ کیا۔ مگر اس کے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح بتا دیا گیا کہ یہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا خط ہے اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے۔ تب اس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا۔ چونکہ قضا وقت

سے مولوی صاحب کی شہادت مقدرتھی اور آسمان پر وہ بے کزیدہ بزمِ شہداء داخل ہو چکا تھا۔ اس لئے امیر صاحب نے ان کے بھانے کے لئے مکمل عمل سے کام لیا۔ اور ان کی طرف خط لکھا کہ آپ باختر چلے ڈگریہ دعوتے سپہ ہوا تو میں بھی شریک ہو جاؤں گا۔ راویوں سے بیان کیا ہے کہ جب شہیدہ حرم کا بل کے بازار سے گزرے تو گھوڑے پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے۔ اور یہی بات کیا کہ یہ سوار خوش سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے۔ کیونکہ ان کے دوست میں ناچے سے پہلے حکم سرکاری اس کے گرفتار کرنے کے لئے حاملہ خوش کے نام سے جکافت غرض؟۔ امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے نو سو لافوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متاثر رکھا تھا۔ اس لئے وہ بہت فداکارانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے ملو تو ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قسم میں جس میں امیر صاحب خود جتے ہیں قید کر دو۔ اور انہیں زراعت کا دو سو بیجہ درختی ایک سو چوبیس سہ گریز کی مٹی ہے گروں سے لے کر تک گھیر لیا ہے۔ وہ اس میں بھٹکری بھی شامل ہے اور بڑے حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی دینی آٹھ سو گریز کی گلا دو۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب پر رہنمائی قید میں رہے۔ اور اس عرصہ میں اپنی دفعہ ان کو امیر صاحب کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اس خصال سے توبہ کرو کہ قادیانی اور تحفہ مسیح موعود ہے۔ تو نہیں رہائی دی جائے گی مگر ہر مرتبہ انہوں نے ہی جواب دیا کہ میں صاحب سلم ہوں اور اس کی مصلحت کی شناخت کرنے کی خدائے مجتہدات عطا کی ہے۔ پس نے وری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانوں کہ جسے اس پہلو کے اختیار کرتے ہیں میری حال کی یہ نہیں ہے۔ اور میرے اہل و عیال کی یہ یاد دہانی نہیں اس وقت اپنے اس کو ہی جان و رہ ایک دنیوی رحمت پر مقدم سمجھتوں۔

چار مہینے تک گزر گئے تب امیر صاحب نے اپنے روبرو شہیدہ حرم کو بل کر اپنی عام بیڑی میں لے کر لئے ہائس کی۔ وہ بڑے رور سے رغبت دی۔ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو کاررو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی ورنہ عزت و شہادت چھوڑے جاؤ گے شہیدہ حرم نے خوب دما کہ یہ تو فیر مسیحا ہے۔ کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے خلاف کا عذاب تو موت تک ختم ہو جانا ہے۔ لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب

کبھی ختم نہیں ہو سکتا ہاں چونکہ میں سچا پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے
 عقیدہ کے مخالف ہیں مہربانی بحث رائی جائے۔ اگر میں دلائل کی رُو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دیا جائے
 امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجدت ہی میں خاں ملاخاں اور آٹھ مفتی بحث
 کے لئے منتخب کئے۔ اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالفت بخاطر نشانہ
 کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا۔ اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے
 وقت موجود تھے۔ مباحثہ تقریبی تھا۔ صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں
 جاتی تھی۔ اس لئے اس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ سات بجے صبح سے تین بجے بعد دوپہر
 تک مباحثہ جاری رہا۔ پھر جب صبح کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگا گیا۔ اور آخر بحث میں
 شہید مرحوم سے یہ بھی سوچا گیا کہ اگر مسیح موعود ہی تو دیوانی شخص ہے تو پھر علامہ علیہ السلام
 کی نسبت کیا کہنے ہو کیا وہ واپس آئیں یا نہیں آئیں گے یا نہیں؟ تو انہوں نے بڑی استقامت سے
 جواب دیا کہ خدمت معنی عبدہ تسلیم فرماؤ جو چکے ہیں۔ اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن
 کریم ان کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے تب تو وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنوں نے
 حضرت عیسیٰ کی مات کوئس کر اپنے کیڑے بھاڑ دیئے تھے۔ گالیاں دینے لگے اور کہا کہ اب اس
 شخص کے کفر میں کب شک رہا۔ اور بڑی غصہ ناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ نکھا گیا۔
 پھر بعد اس کے یہ فتویٰ کثرت کیونکہ مہر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا درجہ چار کی
 کی کئی کمبخت کے کاغذات کی خدمت میں عہد نہ بھیجے گئے۔ ورنہ عہد میران کا مضمون
 خط کیا گیا بہ صحت اس بات پر دس بھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے بہت پیش کردہ کا
 کوئی رد نہ کر سکے مگر افسوس اس پر کہ اس نے کفر کے فتوے پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے
 کاغذات طلب نہ کئے جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش
 پر لوہے کرنے سے انکار کر دیا۔ تو امیر نے ان سے مالوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا جھڑا کاغذ
 لکھا اور اس میں مولویوں کا فتوہ درج تھا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا
 سزا ہے۔ تب وہ فتویٰ افروز زدہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا اور پھر میر نے حکم دیا کہ شہید
 مرحوم کے ناک میں چسپید کر کے اس میں رشتی ڈال دی جائے اور اس رشتی سے شہید مرحوم کو کھینچ

اسے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے
صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد
رہینگے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔“

حضرت قدس صاحبزادہ صاحب شہید کے بقیہ حالات بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ”تذکرۃ الشہداء“
کے آخر میں بیان فرماتے ہیں۔

”مہاراجہ نور جو حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کے خاص شاگرد ہیں۔ سچ مراد نمبر ۱۹۳۳ء کو
محرم الحرام ۱۲۵۳ھ سے قادیان پہنچے۔ ان کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کی لاش برابر چالیس دن تک ان پتھر
میں پڑی رہی جس میں رہ سنگسار کئے گئے تھے۔ بعد اس کے میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر رات کے
وقت ان کی نعش مبارک نکالی اور ہم پور مشہدہ طور پر شہر میں لائے اور اندیشہ تھا کہ امیر در اس کے ملازم
کچھ مزاحمت کریں گے۔ مگر شہر میں وہاں نے ہر ضلع اس قدر پڑ چکی تھی کہ ہر ایک شخص اپنی بلا میں گرفتار تھا۔
اس نے ہم اطمینان سے مولوی صاحب مرحوم کا قریستان میں جنازہ لے گئے اور جنازہ پڑھ کر وہاں دفن کر
دیا۔ وہ محبوب مات ہے کہ مولوی صاحب حب پتھروں سے نکالے گئے تو کستوری کی طرح ان کے بدن سے
خوشبو آتی تھی اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔“

اس ناسحق خون کا نتیجہ | حضرت اقدس نے اپنی اسی کتاب ”تذکرۃ الشہداء“ میں ایک جگہ لکھا
ہے کہ

اور کابل کی زمین دیکھ بیگی کہ یہ خون کیسے کیسے پھیل اسنے۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس
سے غریب عہد رحمت میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ
نہیں رہے گا اور بڑے بڑے ناسحق نظر ہوں گے۔ جتنا چھوٹا تھا کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں
پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہرجسہ کابل میں پھوٹا۔ اور بڑے بڑے ریاست کے نامی
اس کا شکر کار ہوئے اور بعض امیر کے دستوراً در عہد راجہ اس جہان سے رخصت ہوئے مگر ابھی کیا
ہے۔ یہ خون بڑی بیرحمی کیساتھ کیا گیا ہے۔ اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی نظیر
نہیں ملے گی۔ ہائے! اس نادان امیر نے کیا کیا۔ کہ ایسے معصوم شخص کو کشتی
بیدردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیں۔ اے کابل کی زمین! تو گواہ رہ۔ کہ میرے

پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اسے بد بخت زمین! تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔

اس قتل میں امیر کابل سے بھی زیادہ ذمہ دار اس کا بھائی سردار نصر اللہ خاں تھا۔ اس کے متعلق مسٹر ٹس مملٹن لکھتے ہیں:-

دشمنہ جوہ کی سنگ ہی کے دوسرے ہی دن یعنی ۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو تعلق افغانستان کے تہر کابل، در شمال و مشرق صوبہ پکتیا میں دور رشور سے ہیضہ پھوٹ پڑا جو اپنی شدت کے سبب سے لاشوں کی دبا دھبہ سے بدتر تھا۔ سردار نصر اللہ خاں کی بیوی اور ایک بیٹ اور خاندان شاہی کے کئی فرد اور بہار باہنہ کابل اس وبا کے ذریعہ لقمہ اجل ہو گئے۔ اور نہ ہی فرافری پڑ گئی کہ ہر شخص واپسی بن کا فکر لاحق ہو گیا۔ اور ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر ہو گئے۔

میر حبیب اللہ خاں جن کے زمانہ میں حضرت شہید مہم کو سسک رکھا گیا تھا۔ اپنے بھائی نصر اللہ خاں کی سازش سے ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کی رات سوئے وقت بستر کے ایک ہی فائر

میر حبیب اللہ خاں کا قتل

۲۰ فروری ۱۹۱۹ء

سے ہمیشہ کی نیند سلا دیئے گئے۔

میر حبیب اللہ خاں کے قتل کو جانے کے بعد ان کے جائز وارث سردار عنایت اللہ خاں کا حق غصب کر کے سردار نصر اللہ خاں بادشاہ

سردار نصر اللہ خاں کا حشر

میں بیٹھا یہ حالت دیکھ کر سردار مان اللہ خاں نے جو امیر حبیب اللہ خاں کے غیر سے فرزند تھے۔ انہیں سلطنت اور علم کو بنے ساتھ لے کر تخت حکومت پر خود قبضہ کر لیا۔ اور سردار نصر اللہ خاں اور اس کے ساتھیوں کو پابجوان حاضر دربار کرنے کا حکم دیا۔ اور ۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو ایک شاہی میں نظر بند کر دیا۔ اور بعد میں نہیں ایک بیچ میں رکھا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس صدمہ سے ان کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد نہیں جس دم کر کے مار دیا گیا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ڈاکٹر احمد بیگ ترک معادل ڈاکٹر منیر عزت نے دختر پریل ۱۹۱۹ء میں امیر مان اللہ خاں کے حکم سے زہر کھد کر مار دیا تھا۔

ڈاکٹر عبد الغنی "بنجانی ڈاکٹر" کو جس نے مجلس بخت میں ثالث کے فرائض انجام دیئے تھے۔ منہ اپنے بھائیوں کے لیے یہ سال تک امیر

بنجانی ڈاکٹر عبد الغنی کا حشر

زندانی رہنا پڑا جب اس کی بیوی کاٹل سے پنجاب آنے لگی۔ تو اس سنہ میں بمقام لنڈی کوتل سرائے میں مرگئی اور پبلک نے چندہ کے کفن و دفن کا انتظام کیا۔ اس کا نوجوان لڑکا عبدالجبار شہر کاٹل میں سودا لے کر بازار سے گھر پہنچا۔ کہہ چکے تھے کسی نے تلوار مار کر سر تن سے جدا کر دیا۔ اس کا ایک دوسرا لڑکا نقا جو اپنے وطن ضلع گجرات میں میٹرنی ہسپتال میں ڈریسہ کا کاسکرتار رہتا ہے اب فارغ ہو کر یہاں ساری کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

ملاں عبدالرزاق قاضی کا حشر

ملاں عبدالرزاق قاضی جس نے شہید مرحوم کو سب سے بہتر پتھر مارا تھا۔ اس کا یہ حشر ہوا کہ امیر کاٹل حبیب اللہ خاں نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص کسی سڑک پر دائیں طرف نہ چلا کرے بلکہ سب لوگ بائیں طرف چلا کریں۔ ایک روز امیر کاٹل سڑک پر گزر رہے تھے دیکھا کہ ملا عبدالرزاق خاں ملائے حضور سڑک کے دائیں طرف چل رہے ہیں اور ڈیوٹی والا سپاہی روک رہا ہے۔ مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتے۔ یہ دیکھ کر امیر کاٹل نے انہیں ایک بزرگوں پر جہانہ کی سزا دے دی۔ بعد ازاں حبیب امیر امان اللہ خاں کا زندہ آیا۔ تو انہوں نے حاجی عبدالرزاق کو کوڑے ٹوٹے اور نچروں کی طرح دھڑکھڑکی کا حکم دیا۔

اس سزا کے حدودہ ہاں سے بسے غائب ہوئے نہ تو باز زندہ درگور ہو گئے۔

امیر حبیب اللہ کے خاندان سے حکومت نکل گئی

اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو اسیو امیر حبیب اللہ کے خاندان سے حکومت چھین لیتا۔ مگر اس نے کچھ مہدت دی کہ یہ خاندان اپنی اصلاح کر لے مگر جب کوئی بھی اچھا کام اس خاندان سے نہ ہو سکا۔ ملکہ ان لوگوں نے مستعد اہلیوں کو شہید کر کے خدا تعالیٰ کے غضب کو اور بھی بھڑکا دیا تو ایک تہایت ہی معمولی شخص بچہ سزا نے اس خاندان کے آخری امیر امان اللہ خاں پر چڑھائی کر کے انہیں ملک سے نکال دیا۔ اور وہ آج تک اٹلی میں کسی ٹوٹل سے مالک کی حیثیت سے زندگی کے بقیہ ایام گزار رہے ہیں۔ ناعنبرواں اونی لایضارہ۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب لکھنؤ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

قبولیت دعا کا ایک معجزانہ واقعہ
۲۵ اکتوبر ۱۹۰۳ء

”ہمارے کرم خان صاحب محمد علیوں صاحب“

۱۰ جھوٹا لڑکا جسے سب سے پہلے دیکھا گیا خود روز تک ایک ہی تپ مازم حال رہا اور اس پر حواس میں

نہایت دلچسپی تھی۔ لکھنؤ شہر کے محکمہ صحت کے سربراہان نے اس کا معائنہ کیا اور اسے صحت مند پایا۔

فتور اور بہوشی رہی۔ آخر نبوت احقر تک پہنچ گئی۔ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کو ہر روز دعا کے لئے توجہ دہانی جاتی تھی اور وہ کرتے تھے۔ ۲۵۔ اسویر کو حضرت اقدس کی خدمت میں ٹری سٹائی سے عرض کی گئی۔ عبد الرحیم کی زندگی کے آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ حضرت رؤف رحمہما میں مد کھیلنے دھاک رہے تھے کہ اتنے میں خدا کی طرف سے آپ پر کھلا۔

”تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر ہے“

نسب یا جب خدا تعالیٰ نے کی یہ فہرہی وحی نام نہ ہوئی۔ تو مجھ پر حد سے زیادہ خزان طاری ہوئی۔ اس وقت سے اہل حق سے منہ سے نکل گیا کہ یا الہی اگر یہ دعا کا وعدہ نہیں تو میں شفا عطا کرنا ہوں۔ اس کا موقع تو ہے۔ اس پر دعا وحی نازل ہوئی

يُسَبِّحُكَ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَكَرَكَ تَبَدَّى كَشَعْفٍ عِنْدَكَ
 كَذَلِكَ دَرَبَهُ (یعنی آسمانوں اور زمین کی سب مخلوق اس کی تسبیح کرتی ہے۔ اس پر وہ عجب
 کے اذن کے بغیر اس کے حضور شفاعت کرے۔ ناقل)

اس جلدی وحی سے تیرا بدن کانپ گیا اور مجھ پر سخت خوف اور ہیبت طاری ہوئی کہ میں نے بلا اذن شفاعت کی ہے۔ ایک دو منٹ کے بعد پھر وحی ہوئی۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْمَجَازُ

یعنی تجھے اجازت ہے۔ اس کے بعد حالاً بعد حالاً عبد الرحیم کی صحت ترقی کرے لگی۔ اور اب ہر ایک جو
 دیکھتا اور پہچانتا تھا۔ اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے شکر سے بھجھتا اور اعتراف کرتا کہ اربابِ مدد ہوا۔
 ۱۔ مواہب الرحمن۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء۔ مصر سے ایک عربی اخبار
 ”النواہر“ نکلا کرتا تھا۔ نومبر ۱۹۰۲ء میں اس کے ایڈیٹر نے اپنے پرچہ میں
 لکھا کہ ایک انگریزی پرچہ سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے ایک شخص نے مسیحیت اور نبوت کا دعویٰ کیا
 ہے اور کہتا ہے کہ طاعون کا سیدہ کرنا کچھ مفید نہیں۔ یہ توکل کے خلاف ہے۔ ۲۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدس
 کی خدمت میں یہ اخبار پیش ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ

”معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ مصر میں اعلانِ شاعت کرے۔“ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اسی طرح ہوتی۔ مخالف بُرے بُرے پیروں میں شہرت دیتے تھے سیدنا
کا گردہ اُن سے نکل کر الٹ ہو گیا اس سے اُن کو خیر تو ہو گئی۔

اس پر حضرت اقدس نے رادہ فرمایا کہ اخبار ”یلو“ کے جواب میں ایک کتاب عربی زبان میں تصنیف
کی جائے چنانچہ آپ نے ”مواہب الرحمن“ لکھنا شروع کر دی حضور نے اس کتاب میں ایمان اور رعایت
سبب پر بڑی بسوط بحث فرمائی ہے۔

۲۔ نسیم دعوت۔ ۸ مارچ ۱۹۰۳ء۔ حضرت اقدس کی تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ کر قادیان کے
آریوں میں بھی جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے ۷ فروری ۱۹۰۳ء کو حضور کے خلاف ایک نہایت ہی گندہ اشتہار
نکال جس کا عنوان تھا ”کادیانی پوپ کے چیلوں کی ایک ڈینگ کا جواب“ اس اشتہار میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت اقدس اور جماعت کے معززین کے خلاف اس قدر بکواس کی گئی تھی کہ الامان والحفیظ اس
اشتہار کے جواب میں حضور نے کتب نسیم دعوت شائع فرمائی۔ اس کتاب میں پہلے تو حضور نے اپنی جماعت کو تاکہ
فرمائی کہ صبر سے کام لیں اور پھر آریوں کی ایک ایک بات کا جواب دیا۔

۳۔ سناتن دھرم۔ ۸ مارچ ۱۹۰۳ء۔ قادیان کے آریہ صاحبان نے یکم مارچ ۱۹۰۳ء کو ایک جلسہ
کیا۔ حضرت اقدس نے اس جلسہ میں اپنی کتاب ”نسیم دعوت“ بھجوا دی اس کتاب میں سے نیوگ کا ذکر
پڑھ کر پنڈت رام بھجوت نے کہا کہ اگر مرزا صاحب اس کتاب کی اشاعت سے قبل میرے ساتھ مسئلہ نیوگ
پر گفتگو کر لیتے۔ تو نیوگ کے فوائد بیان کر کے میں ان کی تسلی کر دیتا۔ پنڈت جی کی یہ بات سُن کر حضرت اقدس
نے ایک رسالہ ”سناتن دھرم“ تصنیف فرمایا۔ جس میں مسئلہ نیوگ کی گندگی نہایت ہی وضاحت سے بیان
فرمائی۔ یہ رسالہ ۸ مارچ ۱۹۰۳ء کو شائع ہوا۔

۴۔ تذکرۃ الشہادین۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ یہ کتاب حضور نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو شائع فرمائی۔
اس میں حضرت اقدس نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل اور ان کے شاگرد رشید حضرت
میاں عبدالرحمن صاحب کی شہادت کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

۵۔ سیرۃ الابدال۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ یہ ایک فصیح و بلیغ مگر مشکل ترین عربی زبان کا ایک چھوٹا
سار رسالہ ہے۔ جو حضرت اقدس نے مولویوں کی عربی دانی کا امتحان لینے کے لئے تصنیف فرمایا تھا۔ اس رسالہ
میں حضور نے بدالی یعنی ادلیا اللہ کی علامات تحریر فرمائی ہیں۔

یاد اللہ صاحبزادی امۃ الحفیظہ بیگم صاحبہ
۲۵ جون ۱۹۰۴ء

۲۵ جون ۱۹۰۴ء کو حضرت اقدس کے ان ایک صاحبزادی
پیدا ہوئیں جن کا نام امۃ الحفیظہ بیگم رکھا گیا۔ صاحبزادی
صاحبہ کے متعلق حضرت اقدس کو ایک الہام ہوا تھا
”دخت کرام“

مقرر لاہور۔ ۲۰ اگست ۱۹۰۴ء

لاہور کی جماعت نے متعدد مرتبہ حضور کی خدمت میں لاہور تشریف
لانے کی درخواست کی تھی۔ اور حضور نے وعدہ بھی فرمایا تھا۔ مگر

مولوی کرم الدین والے مقدمات میں مصروفیت کی وجہ سے حضور اپنے اس وعدے کو پورا نہیں کر سکے تھے۔ ۱۰
ست ۱۹۰۴ء کی پیشی کے بعد جو ۵ ستمبر ۱۹۰۴ء کی تاریخ یڑی۔ تو درمیانی وقفہ کو کافی سمجھ کر حضور گورداسپور سے
اسی سہ ماہی و عیال ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا حکیم نور الدینؒ حضرت مولوی عبد الکریمؒ
حضرت نواب محمد علی خانؒ اور جناب مولوی محمد علی صاحب بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ حضور کی آمد آمد کی خبر بجلی کی طرح
سارے شہر میں پھیل گئی۔ چنانچہ جب حضور اسٹیشن پر پہنچے۔ تو اسٹیشن پر ہندو و مسلمانوں کا اس قدر مجمع تھا
کہ تین دھڑے کو جگہ نہ تھی۔ کافی تعداد میں انگریز بھی حضور کو دیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضور کے قیام کے
لئے حضرت میاں معراج ادیس صاحب عمرؒ کا مکان تجویز ہوا جو بعد میں ”مبارک منزل“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔
دوسرے دن ۲۱ اگست ۱۹۰۴ء کو حضور ظہر کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے۔

پانی ناپاک نہیں ہوا

نماز باجماعت داکر نے کے بعد احباب جماعت نے اصرار کیا کہ حضور کرسی پر
تشریف فرما ہوں تا سب لوگ باسانی حضور کی نیارت کر سکیں۔ اس راز حضور نے حقائق و معارف سے لبریز
ایک نہایت ہی لطیف تقریر فرمائی۔ پنجاب کے اکثر ضلعوں سے کافی تعداد میں مرد اور عورتیں جمع ہو گئی تھیں
حضرت میاں عبدالغزیز صاحب سفلؒ فرمایا کرتے تھے کہ لثرتِ حرم کی وجہ سے پانی کے لئے بڑے بڑے شے

لے کیا سال کی عمر میں ان کا کاح حضرت نواب صاحب بن حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس دہلی کوئٹہ
کے ساتھ قرار پایا۔ چنانچہ ۱۰ جون ۱۹۰۴ء مطابق ۲۳ رجب المرجب ۱۳۲۴ء بروز دوسرے دن مبارک نوحہ کا اعلان
ہندہ ہزار روپیہ ہر پر حضرت مولوی غلام رسول صاحب راہیکی نے بعد نماز عصر مسجد افضلی میں کیا۔ اور اس کے قیام و عمل
کے بعد ۲۴ دوری ۱۹۰۴ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ء بروز جمعہ ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء عمل میں آئی۔ اور ۲۳
اور ۲۴ تاریخ کو حضرت نواب صاحب نے احباب قایان کو میاں عبدالغزیز صاحب کی دعوت پر مدعو کیا۔

۞ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ۞

رکھے ہوئے تھے۔ بعض عورتوں نے جو اپنے بچوں کے ہاتھ پاؤں دھونے کے لئے ان سے پانی لیا۔ تو کسی نے شکایت کر دی کہ حضور عورتوں نے تو پانی کو ناپاک کر دیا ہے۔ حضور بڑی متانت سے مٹکوں کی طرف تشریف لائے۔ ایک مٹکے سے کچھ پانی لے کر پیا۔ دیر بھر فرمایا کہ پانی تو بڑا ٹھنڈا ہے۔ گویا حضور نے خود اپنے عمل سے بتا دیا۔ کہ پانی ناپاک نہیں ہوا۔ اگر ناپاک ہوتا تو میں کیوں پیتا۔

ایک ایمان افرا تقریر اور کثرت بیعت ۲۸ اگست ۱۹۰۷ء کو حضور نے توبہ ایمان اور نزدیکی بلا کی فلاسفی پر ایک نہایت سی ایمان افرا تقریر فرمائی۔ اس روز بیرون جات کے بہت سے احباب نے بیعت بھی کی۔ جو کثرت بیعت کنندگان کی وجہ سے پگڑیوں کے واسطے سے کی گئی۔

لیکچر لاہور ۲ ستمبر ۱۹۰۷ء | ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء کو آپ کا مشہور و معروف "لیکچر" اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب کے موضوع پر اس منہ دہ میں ہوا جو مزار حضرت دنا گنج بخش کے عقب میں ہے اور اس وقت میلارم کا منہ دہ کہلاتا تھا۔ لیکچر کے متعلق اشتہارت سارے لاہور میں تقسیم کر دیے گئے تھے۔ اس لئے لیکچر شروع ہونے سے قبل ہی سارا منہ دہ بھر گیا۔ مخالف علماء و سیکر گاہ کے نزدیک لوگوں کو جس گاہ سے روکنے کے لئے گلا پھاڑ پھڑ کر یہ کہہ رہے تھے۔ کہ جو مسلمان لیکچر سنے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ ایک مولوی جو شیخ شرم (ٹاہلی) کے درخت پر چڑھ کر لوگوں کو روک رہا تھا۔ وہ بعد میں مولوی ٹاہلی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ خدا کی قدرت! کہ جیسے جیسے حضرت علماء لوگوں کو روکتے تھے۔ ویسے ویسے مخلوق نیا وہ ذوق و شوق کے ساتھ اس طرٹ اٹھی چلی آتی تھی۔ پولیس کا بھی زبردست انتظام تھا۔ لیکچر ٹھیک اپنے وقت مقررہ پر صبح ساڑھے چھ بجے شروع ہوا۔ حضرت اقدس کا لیکچر جو طبع کروا لیا گیا تھا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے ہزار ہا کے مجمع میں بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔ لیکچر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا پہلے حصہ میں اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب کے درمیان موازنہ کیا گیا تھا۔ اور دوسرے حصہ میں زندہ خدا کے زندہ نشانات پیش کر کے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت دیا گیا تھا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب جب حضور کا لیکچر سنا چکے تو بلبک نے اصرار کیا کہ حضرت اقدس زبانی بھی کچھ ارشاد فرمائیں لیکن جب حضور کھڑے ہوئے۔ تو بعض مخالفین نے شور مچانا شروع کر دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے قرآن کریم خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ لوگ ایسے

ناثر ہوئے کہ مجمع پر بالکل سکوت جاری ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد حضرت اقدس کی تقریر شروع ہوئی۔ حضور نے پہلے پیٹک کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر فرمایا کہ مذہبی اختلافات کو آپس کی عداوت اور ایذا رسانی کی وجہ نہ بنائیں۔ خدا تعالیٰ کے اخلاق و صلح ہیں آپ لوگ بھی اپنے اندر وسعت قلبی پیدا کریں میں تمہیں یہ نہیں بتا کہ مذاہب کے اختلاف کا ذکر نہ کرو۔ کرو اور بیشک کرو۔ مگر نیک نیتی کے ساتھ کرو۔ تعصب اور پیشہ کو درمیان میں نہ لاؤ۔

لیکچر کا اثر نہایت ہی چھ پڑا اور حضرات علماء کی ساری مخالفتانہ کوششیں اکارت گئیں۔ فائنل نہ ملے ڈنک۔

سفر لاہور کے دو ماہ بعد اکتوبر ۱۹۰۲ء میں آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے

۱۹۰۲ء ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء

ہاں کے احباب نے قباہ لاہور میں درخواست پیش کر دی تھی جو حضور نے منظور فرمائی تھی چنانچہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو ۵ بجے آپ قادیان سے روانہ ہوئے۔ مل جہاں بھی ساتھ تھے۔ جٹا اسٹیشن سے ایک ڈیپ سیکنڈ کلاس کا اور ایک ڈیپ انٹر کلاس کا ریزرو کر دیا گیا۔ مرتسہ پہنچنے پر وہاں کی جماعت نے سے اخلاص کے ساتھ حضور کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ جو حضور نے قبول فرمایا۔ جب گاڑی لاہور پہنچی تو قباہ پیٹک اسٹیشن پر جمع ہو گئی کہ ریلوے ختم اور پولیس کو انتظام کرن مشکل ہو گیا۔ وزیر آباد کے اسٹیشن بھی لوگوں کا اتنا اشتیاع تھا کہ ریلوے سٹیشن آپ کے ریزرو ڈیپ کاٹا سیالکوٹ کی گاڑی کے ساتھ ہانے میں دقت پیش آئی وزیر آباد کے احباب نے بھی حضور اور حضور کے ساتھیوں کی تواضع سوڈا اور مینڈ سے کی۔ اگرچہ گاڑی مغرب کے بعد سیالکوٹ اسٹیشن پر پہنچی تاہم مشتاقان زیارت یہ جہاں تھا کہ اسٹیشن پر تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی جب حضور مع احباب مینی قباہ گاہ پر جانے کے لئے گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔ تو ماہر جہاں تک نظر پڑتی تھی انسان ہی انسان نظر آنے لگے۔ سمنڈوں کی لہر میں لوگ آپ کی گاڑی کے ساتھ بھاگے چمے جارہے تھے۔ خاں محمد باقر خاں صاحب آزر کی مجسٹریٹ انتظام کرے کیلئے حضور کی گاڑی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے رستہ میں روشنی کے بٹے بہ انتظام کیا گیا تھا کہ حضور کی سوار ہونے آگے آگے جہت بیاں چھوڑی جا رہی تھیں۔ حضور ہاں تسیام حضرت حکیم حسام الدین صاحب کے ایوان میں کیا گیا تھا۔

احباب سیالکوٹ کی مہانداری

چونکہ حضرت حکیم صاحب کا مکان سارے احباب کی مہانداری کے لئے ناکافی تھا۔ اس لئے ارد گرد کے کئی احباب نے کچھ

ایسے انداز سے مہانوں کو ٹھہرانے کے لئے مکان خالی کر دیئے تھے کہ وہ سارا محلہ جہاں یہ مہمان فروکش تھے ایک ہی مکان کا حکم رکھتے تھے۔ ہر کمرے میں پانی اور روشنی کا معقول انتظام تھا۔ جماعت کی طرف سے شہر میں عطا روں کی دو کانپیں مفت دوا حاصل کرنے کے لئے مخصوص کر دی گئی تھیں۔ کھانا کھانے کا یہ انتظام تھا کہ قادیان کے بزرگوں کو تو کھانا ان کی جائے قیام پر پہنچا دیا جاتا تھا۔ مگر باقی احباب جو سیالکوٹ، گوجرانولہ، اور حیدر آباد وغیرہ کئی اضلاع سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہیں ایک وسیع صحن میں ایک ہی جگہ بیٹھا کر میں یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ حضرت اقدس کی سیالکوٹ تشریف آوری پر جماعت کی طرف سے مطبوعہ خیر مقدم بھی تقسیم کیا گیا تھا جس پر مندرجہ ذیل دو شعر تھے۔

خیر مقدم

اے آمدت باعث آبادیِ نا ذکرِ تو بودِ مسز مہ شادیِ نا

سایہ ستم باد یارب بر دلِ شیدا نا

خضرِ مہدیِ نا عیسیِٰ مہرزا نا

دوسرے روز ۲۸ اکتوبر کو جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھائی جس میں سورہ جمعہ کی تفسیر بیان کی گئی۔ نماز کے بعد کافی

نماز جمعہ کے بعد حضرت اقدس کی تقریر

دستوں نے محبت کی بیج کر یو الوں کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اسلئے بارہ پگڑیاں مختلف سمتوں میں بھیلادی گئیں جنہیں کریمیت کا عہد دوہرایا گیا بیج کے بعد حضور نے ایک مختصر سی تحریر فرمائی جس میں تحقیق محبت پر روشنی ڈالی اور دینِ مودت پر مہدی کی تلقین فرمائی یہ تقریر سلسلہ کے اخبارات میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ بعد نماز جمعہ دیر تک لوگوں میں بیٹھنے کی وجہ سے حضور کی طبیعت غصیل ہوئی۔ اس لئے اگلے دو روز یعنی ۲۹ اور ۳۰ اکتوبر کو حضور باہر تشریف نہ لاسکے۔ ۳۱ اکتوبر کو حضور نے واپسی کا ارادہ ظاہر فرمایا کیونکہ توقع سے بہت زیادہ مہمان جمع ہو گئے تھے۔ درحضور کو ڈر تھا کہ کہیں جماعت سیالکوٹ کے لئے مہانوں کا انتظام کرنا مشکل نہ ہو جائے۔ حضرت حکیم صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو وہ فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایسے

مائر خور و نوش کا ذکر کر کے حضور سے اس ارادہ کے التوا کی درخواست کی حضور کو محترم حکیم صاحب کی خاطر
نت عزیز مفتی کیونکہ سب لکھوٹ میں مہرمت کے امام سے ہی ان کے ساتھ سعادت چلتے تھے۔ اس لئے
مور نے اپنے ارادہ واپسی کو ملتوی فرما دیا۔

اور فیصلہ ہوا کہ سب لکھوٹ میں ایک ہفتک جلسہ کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اس
مکمل لکچر کی تجویز غرض نے ۲ نومبر ۱۹۰۷ء کی تاریخ مقرر کر کے بذریعہ شہادت عامہ اعلان
ایا۔ اور مضمون کی پیروی میں مصروف ہوئے۔ اس لئے اس اکتوبر ۱۹۰۷ء کو بھی حضور باہر
رہے نہ لاسکے۔ مشتاقانِ اید کی بہ جانب مفتی کہ ان کی تعداد بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر
مور نے درخواست کی گئی کہ حضور کچھ دیر اپنے میں روق فرما دیں تا کہ میں ناگوں گلی سے شہر و دیار حاصل
کریں حضور دیکھ کر تشریف نہ لے سکتے تھے۔ اس لیے اس سے کہہ دیا: "مخلوق جو جمع ہے۔ اس کوئی بڑھایا
یام و سبب کے ہیں۔ اگر پڑنا چاہئے۔ یک منٹ کہہ دے سو کر واپس آئے۔" ان کے لئے

آپ کے فلم میں اس ویرانی تھی کہ بعض اوقات سب لکھوٹ کی کتاب چند دن میں لکھ بیٹے
تھے۔ سب لکھوٹ یا لکچر نو ایک مقررہ لکچر ہے اسے حضور نے ۲ اکتوبر کو بعد ۵ بجے لکھنا شروع فرمایا
۱۹۰۷ء نومبر کو تا طبع سے بھی آئندہ ہو گیا۔ لکچر کا موضوع تھا "اسلام"۔ یہ لکچر ۲ نومبر ۱۹۰۷ء کی صبح سات
بہر پہنچا۔ اس لئے میں اٹھا جانے والی تھا۔ جلسہ گاہ چوہا چوہوں کی سڑائے کا صحن تھا۔ اس
دروں در سامبانوں کا وسیع انتظام کیا گیا تھا۔

چونکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب حضور سے پہلے تشریف لاکر شہر میں دو سبک بیکر دے چکے
تھے۔ اور استہانات بھی کافی تعداد میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اس لئے مخالف علماء صاحبان نے اس سڑک کو
سہ گاہ میں جانے سے روکنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ صبح ۵ بجے ہی منہ کے مختلف مقامات پر آرائش
فرمائی شروع کر دیں باوجود اس کے حضرت اقدس کا لکچر سننے کے لئے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ ان کو
ان کے انتظام و شوار ہو گیا۔

بیکر گاہ کو روانگی حضرت اقدس ایک جلوس کی شکل میں بیکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے قریباً پندرہ سولہ
گاہیاں ساتھ تھیں حضرت اقدس کے ساتھ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سب لکھوٹ
تھے۔ اور حضور کی گاڑی کے ساتھ ساتھ انتظام کرنے کے لئے مولوی محمد یوسف خان صاحب بیٹھی

بستر چل رہے تھے۔ جلوس کے دو ٹوہ محلوں کا اس قدر انبوه تھا کہ بڑی مشکل سے گاڑیوں کے چلنے کیسے
 رستہ بنا جاتا تھا۔ راستہ میں مخالفت مولوی صاحبان کے اڈے بھی دکھائی دیتے تھے۔ مولوی لوگ گلا بھاڑ بھاڑ کر
 مخلوق خدا کو جلسہ گاہ میں جانے سے روک رہے تھے۔ مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں کو جلسہ گاہ کا پہلے سے
 علم تھا وہ تو اس کی طرف جاسی رہے تھے جن کو علم نہیں تھا انہیں بھی مولویوں کی تقریروں سے علم ہو گیا اور
 وہ دیوانہ وار جلسہ گاہ کی طرف دوڑ پڑے۔ عدو شوذ سبب خیر گر خد خواہد !

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کی صدارتی تقریر | جب حضور لیکچر گاہ میں پہنچے تو دیکھا کہ ہر طرف
 کی یہ رائے تھی کہ آج تک سیالکوٹ کی زمین میں کسی شخص کے لیکچر میں نہایت ہی بڑا ہجوم نظر نہیں آیا۔ سٹیج پر
 حضرت اقدس کے ساتھ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور دیگر بزرگان شریف فرماستے تھے۔ تہہ کے بعض معززین بھی
 وہاں ہی بیٹھے تھے۔ میں فضل حسین صاحب پیر سٹر کی تحریک اور حاضرین کی تائید سے حضرت مولانا حکیم
 نور الدین صاحب جلسہ کے صدر قرار پائے۔ آپ نے ایک جربستہ مگر مختصر سی تقریر میں حاضرین سے خطاب
 کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیت لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِسُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِينَ میں جن لوگوں کی
 باتیں نہ سنیے گی وجہ سے قبضہ کے روز لوگوں کو یہ کہنا پڑے گا کہ کاش ہم ان باتوں کو سنتے اور پھر عقل سے کام
 لے کر ان پر غور کرتے تو آج ہم دکھوں میں نہ ہوتے۔ وہ اس قسم کے لوگ ہیں جس قسم کے انسان کا ابھی آپ
 لیکچر نہیں گئے۔ اس لئے توجہ سے سنتے اور اس پر عمل کیجئے۔

حضرت اقدس کا لیکچر | اس کے بعد آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم سے فرمایا کہ آپ حضرت اقدس
 کا لیکچر سنائیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پہلے سورہ ہشر کے تہی
 رکوع کی نہایت خوش الحانی سے باور بند تلاوت کی اور پھر نہایت دلآویز اور دلنشیں انداز سے حضرت اقدس
 کا لیکچر سننا شروع کیا۔ اس وقت کے منظر کا نقشہ کھینچنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ لوگ ہمد تن محویت کے
 ساتھ حضرت اقدس کا لیکچر سن رہے تھے اور بشارت لوگ دھوپ میں بھی کھڑے تھے۔

اس لیکچر کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے اپنے دعاوی بیان کرتے ہوئے پہلی دفعہ پہلے میں نے
 آپ کو مشیل کرشن کی بشارت میں پیش فرمایا اس کے بعد آپ نے ہندوؤں اور آیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

میں تمہیں بحیثیت کرشن ہونے کے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مادہ اور روح کو انہی اور ابدی ماننا
 یہ ایسا عقیدہ ہے جو سرسرخ غلط و شرک سے بھرا ہوا ہے اس لئے اس عقیدہ کو چھوڑ دو۔ ایسا ہی فسوس کہ
 مانع کا عقیدہ بھی غلط ہے اور نیوگ کرانا تو ایسا گندہ فعل ہے کہ اسے بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے
 لیکر ختم ہو جانے کے بعد جب حضور بیک بند گاڑی میں معہ خدہ پہلے قیام کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ
 میں مخالف لوگوں نے آپ کی گاڑی پر خستہ باری شروع کر دی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے حضور غناظت
 سے قیام پر پہنچ گئے۔ مخالفین کی ن شر توں کو اکیکھ کر ایک یو پین الہیٹر چس نے جو اس وقت ڈیوٹی پر
 تھے۔ ان مولویوں کو مخاطب کر کے کہا۔

ہم کو چاہیے کہ تم لوگ اس شخص کا حافظہ کھول دیتے ہو۔ یہی وہ شخص ہے جو ہم کو لوہے کی جالی سے باندھ کر رکھا
 ہوا ہے کہ اس کو اس سے بھی جس کے لئے یہ ہے کہ اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی
 اس کے ساتھ اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی اس کو اس سے بھی

بیعت کنندگان کی کثرت
 ۳۲ نومبر ۱۹۲۹ء کو حضور کی دہلی کا پروردگار سے اس کے ملازمین یعنی
 بیکچر دے دن کثرت سے لوگوں نے حضور کے بیعت کی۔

حضرت چوہدری نصیر اللہ خاں صاحب کی بیعت
 انامی و محترمی چوہدری اسد اللہ خاں صاحب
 بہادر احمد صاحب احمدیہ پورہ دہلی
 دہلی کے دارالچوہدری نصیر اللہ خاں صاحب سے بھی ۲۲ نومبر کو بیعت کی گئی۔ اور ان کے والد صاحب
 سے بھی بیعت کی گئی۔ بیعت کر چکی تھیں حضرت اسد صاحب خاں کی کبریٰ نظر سے مطالبہ کرنے
 لے گئے تھے۔ اور حضرت اقدس سے کیر کٹر و جھمی سے جانتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحبین سے حدیث میں
 حضرت اقدس نے والد صاحب کو اپنی طرف سے بطور دعا بھی طلب کیا تھا اور گویا سے نہیں دیا تھا۔ کہ
 دھری صاحب: آپ نے وہی میں دہلی چلے بہت ہیں کا جب کہ علم ہے اس سے والد صاحب بہت
 شاکر ہوئے تھے۔ جماعت کی راست وائی کا علم آپ لوگ طرح ہو کہ ملکوتی چھائی میں ایک مسجد میں جس
 کے نام درستی حضرت مولوی بوایسٹ مبارک علی صاحب تھے وہ جو کہ احمدی ہو گئے تھے اس سے مسجد
 برہمی قبضہ احمدیوں کا ہی تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد غیر احمدیوں سے اس مسجد پر فنی لہانہ قبضہ کرنا چاہا حضرت اقدس
 کے حکم سے ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء کو ہر گھر سے چوہدری محمد عمر صاحب سے موجودگی حضرت اقدس کے صحابی ہیں
 مصنف "سیریۃ النبی" میں بیان فرمایا ہے کہ والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کی بیعت کے وقت وہ ساتھ تھے۔

کی خدمت میں مدد پیش ہو۔ حضور نے فرمایا۔ اگرچہ بدری نصر اللہ خاں صاحب مان جائیں تو آپ لوگ اپنے
مقدمہ میں ان کو کیل کر میں۔ اب وہالت کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ آپ حضرت قدس کے لڑکچہ
... کے لئے جب بچہ آپ نے اپنے ... جب عدالت میں پیش ہوئے تو دیکھا کہ احمدیوں کی مخالفت میں بڑے
بڑے مولوی صاحبان آئے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ ذرا بھی سچا چاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ لیکن میرا احمدی گو
... دہی نہ کہتے جس کا سے یقینی علم ہوتا ہے اور جھوٹ بولنے سے سخت نفرت کرتا ہے۔ والد صاحب
وہ ان منافق ... احمدیوں ... احمدیوں کے سر کاٹ کر ناگہری نظر سے مطالعہ کر رہے تھے۔ اور احمدیوں کی شہادتوں
سے متثر ہو رہے تھے۔ چہ بچہ ایک موقع پر حسب حکام پانچ ... آپ سے کہہ چکا کہ احمدی صاحب! کیا آپ بھی
احمدی میں؟ تو وہ صاحب نے فرمایا کہ پہلے تو نہیں تھا مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ مجھے بھی احمدی ہونا پڑے گا۔
ارشادت میں مقدمہ کے دافعت پیش کئے۔ اور فرمایا کہ میں شخص کے متبعین کا بہت حصہ ہے کہ باوجود اس کے کہ
میں کوئی بھی دینی وزائش حاصل نہیں کر سکتا۔ پناقصان دیکھتے ہوئے بھی سچائی کو ماننے سے نہیں جانے دیتے
تو جس کے وہ مدد میں اس کا کیا حال ہوگا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس روز بہت لوگوں نے بیعت کی۔ بیعت کے بعد حضور نے ایک نصیحت یہ
تقریر فرمائی جس میں بیعت کے مقصد پر روشنی ڈالی۔

سب لکھو وہ شہر تھا جہاں آپ بسلسلہ سائمت ۱۸۶۴ء سے لیکر ۱۸۶۸ء تک چار سال رہ چکے تھے
مگر اس زمانہ میں صرف چند اشخاص کی آپ سے شناسائی تھی اور باقی لوگ آپ کے نام تک سے نا آشنا تھے
اور اب جو حضور تشریف لے گئے تو خدا تعالیٰ کے ایک عظیم ارشاد مانور کی حیثیت سے گئے۔ اس سے آپ
کی آمد سے قبل لوگ اس طرح جمع ہوئے جیسے ایک بگل بجا کر حکم لوگ جمع کئے جاتے ہیں اور اس موقع
کے نظر رہے جہم کا موقع آنکھوں کے سامنے آگیا۔

۳ نومبر ۱۹۰۴ء کے روز آپ کو واپس قادیان کے لئے روانہ ہونا تھا حضور جس
مکان پر قیام فرماتے تھے۔ اس کے باہر حسب معمول صبح سے ہی لوگ جمع ہونا شروع
ہو گئے۔ حضرت قدس نے احتیاط اپنی روانگی سے کافی وقت پہلے مستوران کو
حضرت میرزا نواب صاحب کے ساتھ اسٹیشن پر بھیج دیا تھا۔ جماعت سب لکھو نے صبح دس بجے سے قبل
ہی وہاں لوگوں کو کھانا کھلایا تھا۔ ۱۲ بجے کے قریب حضرت اقدس مکان سے اترے۔ خلقت بکثرت جمع تھی۔

قادیان کو واپسی
۳ نومبر ۱۹۰۴ء

اس زمانہ میں حضرت قدس کو لہام ہوا۔ "ایک مشرقی طاقت اور کویا کی نازک حالت" ظاہر ہے کہ دنیوی سیاست سے ایک ناراض شخص قدیان کی ایک چھوٹی سی بستی میں بیٹھے ہوئے جس کا کسی بڑے سے اتصال بھی نہیں تھا۔ یہ دعویٰ کرنا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لہام یہ بتایا ہے کہ مشرق میں ایک طاقت پیدا ہوگی جس کی وجہ سے کویا کی حالت نازک ہو جائے گی۔ سخت تعجب نگیز نہیں تو اور کہا ہے، تاریخ ظن جنت میں کہ ۱۹۰۷ء میں سہی بڑی بڑی طاقتیں مدب میں ہی محدود قسطنطنیہ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ جاپان جو حضرت قدس کے اس لہام کے بعد مشرق میں ایک عظیم طاقت مانا جانے لگا۔ اس وقت ایک ہائل چھوٹی سی سلطنت تھی۔ روس یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح کویا پر اس کا قبضہ ہو جائے۔ مگر جاپان کو باریک دوس کے قبضہ کی پٹی نہ سمجھتا تھا۔ آئینہ میں سہی بات بردوں میں خوزیز جنگ شروع ہو گئی۔ اس زمانہ میں روس و جاپان کا تقابل تھی ورجیونٹی کے مقامے سے بھی زیادہ تعجب نگیز سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ جاپان روس کے مقابلہ میں بالاحتیث ہی نہیں تھا مگر خدا تعالیٰ کا فرمودہ بہرحال پورا ہوا تھا۔ اس جنگ میں روس کو مایہ نوری بہت بڑی جنگی قوت درسا و سامان کے جاپان کے مقابلہ میں حیرت انگیز شکست ہوئی۔ اس کا بہت بڑا جھٹکا جاپان کے سمندر میں غرق ہو گیا۔ و کو باریک جاپان کا قبضہ تسلیم ہو کر حضرت قدس کی پیشگوئی "ایک مشرقی طاقت و کویا کی نازک حالت" نہایت آب و تاب کے ساتھ پوری ہو گئی۔

تصنیفات ۱۹۰۴ء | چونکہ ۱۹۰۴ء کا تہ حصہ مولوی کریم الدین وائے مقدمہ میں مصروف رہنے کی وجہ سے مونا سفروں میں گزارا اس لئے اس سال تصانیف کا سلسلہ بند ہی رہا۔ لیکن گھر سے باہر رہنے کی وجہ سے حضور کو اپنے اصحاب کی تربیت کا موقعہ خوب ملا۔ جنہ بچہ جتنی روایات ہم حضور کے اصحاب سے اس زمانہ سے متعلق سنتے ہیں۔ اتنی دوسرے زمانوں کی نسبت سننے میں نہیں آتیں۔ وجود اس کے اس سال میں بھی حضور کے دو عظیم شان لیکچر ہو "لیکچر لاہور" اور "لیکچر سیالکوٹ" کے ناموں سے موسوم ہیں۔ شائع ہوئے۔

زلزلہ کانگرہ۔ ۲۷ اپریل ۱۹۰۵ء | ۱۹۰۵ء کا آغاز اس مقدمہ کی فتح کے ساتھ ہوا جو مولوی کریم الدین نے آپ کے خلافت دائرہ رکھا تھا۔ اس مقدمہ کا تفصیل کے ساتھ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو پیشگوئی کے مطابق باعزت رہیں حاصل ہوئی۔ اور کریم الدین کے خلافت لٹوٹاں بچھنے سے سخت ربا کس دیئے۔ کیونکہ مولوی کریم الدین صاحب

بار اس بابت پر زور دیتے تھے۔ کہ مجھے مرزا صاحب نے کذاب کہا ہے حالانکہ کذاب اس کو کہتے ہیں۔
 بڑا ہی جھوٹا ہوا اور بار بار اس کے جھوٹ ثابت ہو چکے ہوں۔ اس لئے ڈویژنل جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ
 ”ہمارے خیال میں، ان متک آمیز الفاظ کا استعمال یہاں تک درست تھا کہ اگر احاطہ مذکور کسی

قدر اس سے بڑھ کر بھی ہوتے تب بھی ہم مستغنیٰ کی مدد نہ کرتے۔“

اس فیصلہ کے بعد اس سال آپ کی پیشگوئی کے مطابق جو بڑا نشان ظاہر ہوا وہ کانگریس کے علاوہ کا
 زلزلہ تھا۔ ۲۰- اپریل ۱۹۰۵ء شمالی ہندوستان میں آیا۔ اس زلزلہ سے قریباً ایک سال قبل آپ اپنا یہ الہام
 نازل فرمایا تھا۔ کہ۔

”عَفَنَ الدِّيَارُ بِحُلَّهَا وَ مَقَامِهَا“

یعنی عنقہ بیک تباہی آئے دالی ہے جس میں سکونت کی عارضی جگہیں اور مستقر جگہیں دونوں ہی
 بربت جائیں گی۔

اس کے بعد جب زلزلہ موعودہ کے دن قریب آگئے۔ تو آپ نے ایک شہتار ”الوصیت“ کے عنوان سے
 نازل فرمایا۔ جس میں لکھا۔ کہ

”اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت قریب آگیا ہے۔ میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد
 چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور مچا رہا ہے
 میرے منہ پر یہ الہام، لہی تھا۔ کہ ”موتا موتی نگ رہی ہے“ کہ میں میدار ہو گیا۔ اور اس وقت
 جو بھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے۔ میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو! اٹھو اور ہوشیار
 ہو جاؤ۔ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہے۔ اب اس دیہ سے پار ہونے
 کے لئے بڑی تقویٰ ہے اور کوئی کشتی نہیں۔“

اس کے بعد ۲۰- اپریل ۱۹۰۵ء کو وہ مصیبت ناک زلزلہ آیا جس نے دنیا کے سامنے ایک قیامت کا
 منہ پیش کر دیا۔

حضرت اقدس کا بلوغ میں قیام۔ اپریل تا جون ۱۹۰۵ء

چونکہ آپ کو بار بار زلزلوں کے متعلق
 اہل کائنات کو بتاتے تھے۔ اس لئے

۱۰- جلد نمبر ۱۹۰۵ء ۱۱- اشتہار مصیبت ۱۲- ۱۳- ۱۴- ۱۵- ۱۶- ۱۷- ۱۸- ۱۹- ۲۰- ۲۱- ۲۲- ۲۳- ۲۴- ۲۵- ۲۶- ۲۷- ۲۸- ۲۹- ۳۰- ۳۱- ۳۲- ۳۳- ۳۴- ۳۵- ۳۶- ۳۷- ۳۸- ۳۹- ۴۰- ۴۱- ۴۲- ۴۳- ۴۴- ۴۵- ۴۶- ۴۷- ۴۸- ۴۹- ۵۰- ۵۱- ۵۲- ۵۳- ۵۴- ۵۵- ۵۶- ۵۷- ۵۸- ۵۹- ۶۰- ۶۱- ۶۲- ۶۳- ۶۴- ۶۵- ۶۶- ۶۷- ۶۸- ۶۹- ۷۰- ۷۱- ۷۲- ۷۳- ۷۴- ۷۵- ۷۶- ۷۷- ۷۸- ۷۹- ۸۰- ۸۱- ۸۲- ۸۳- ۸۴- ۸۵- ۸۶- ۸۷- ۸۸- ۸۹- ۹۰- ۹۱- ۹۲- ۹۳- ۹۴- ۹۵- ۹۶- ۹۷- ۹۸- ۹۹- ۱۰۰-

۱۰۔ اپریل ۱۹۵۵ء کے زلزلہ کے متعلق سہ روز آپ نے حکم دیا کہ کچھ عرصہ کے لئے احباب ہشتی مقبرہ کے متصل جو حضور کا باغ ہے اس میں قیام کریں چنانچہ حضور کے اس ارشاد کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اس باغ میں ایک چھوٹی سی بستی آباد ہو گئی۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور دیگر احباب باغ میں رہنے لگے۔ اخبارات و انجمن کے دفاتر بھی باغ میں منتقل ہو گئے اور متواتر تین ماہ تک آپ نے احباب سمیت اسی باغ میں قیام فرمایا۔ ۱۲ جولائی ۱۹۵۵ء کو واپس اپنے مکانوں میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد بھی آپ نے متعدد دستہ داروں "الدعوت" "الانذار" "النہاد من دینی السی" اور "زمرہ" کی خبر بار سوم کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ بدلوں کو ترک کر کے نیکی و رفقوتی کی راہوں پر گامزن ہوں کہ خدا تعالیٰ کے غضب سے بچنے کا یہی ایک دعوہ ہے۔ حضور کے ن سہ روزی بھرے شہادت پر بھی لوگوں میں برائی و فرخندگی پیدا ہوئی چنانچہ پیسہ شہار اور بعض اور لوگوں نے "اعتض" کا نام زلزلوں سے آنے کی خبریں شائع کر کے خواہ مخواہ لوگوں کو رسوا کیا جو یہ ہے۔ اگر گورنمنٹ کو بھی توجہ دائی کہ ان کو ایسی وحشت ناک خبریں شائع کرنے سے روکے۔

اشتہار ضروری گذارش
 حضرت اقدس نے اس قسم کے اعلانوں کے جواب میں ۱۹۵۵ء کا ایک اشتہار "حضرت گذارش لائق توجہ گورنمنٹ" کے عنوان سے شائع فرمایا جس میں لکھا کہ

"یہ عجیب زمانہ ہے کہ ہمدردی کی بھی ناشکری کی جاتی ہے بعض اخباروں والے خاص کر پیسہ اخبار لاہور میں بات سے بہت ناراض ہوئے ہیں کہ میں سے دوسرے زلزلہ کی خبر کیوں شائع کی ہے حالانکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے شائع کیا وہ بد نیتی سے نہیں ہے اور نہ کسی کو آزار دینا اور تشویش میں ڈالنا میرا مقصد ہے۔"

اور حضور نے اس اشتہار کے آخری حصہ میں لکھا کہ

"بعض نادان کہتے ہیں کہ ہر اشتہار اس غرض سے لکھے گئے ہیں، لوگ ڈر کر ان کی بیعت فہم کر لیں مگر اس حق پرستی کا میں کیا جواب دوں۔ میں بار بار انہیں اشتہار میں لکھ چکا ہوں کہ اصلاح نفس اور توبہ سے اس جگہ میری بہادری نہیں ہے کہ کوئی ہندو یا عیسائی مسلمان سو جائے۔ یا میری بیعت اختیار

کرے۔ بلکہ یاد رکھا جائیے کہ اگر کسی کا مذہب غلطی پر ہے تو اس غلطی کی سزا کے لئے یہ دنیا عذاباً نہیں ہے۔ اس کے لئے عالم آخرت مقرر ہے۔ اور جس قدر قوموں کو پہلے اس سے سزا ہوئی ہے مثلاً آسمان سے پتھر سے ماطوفان سے غرق کئے گئے یا زلزلہ نے ان کو فنا کیا۔ اس کا یہ باعث نہیں تھا کہ وہ بُت پرست تھے (آتش پرست یا کسی اور مخلوق کے رستہ تھے۔ گروہ سادگی و رستہ فست سے پتی غلطیوں پر سام ہوئے تو کوئی عذاب ان پر نازل نہ ہوتا۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ خدا تعالیٰ کی تکذ کے سامنے سخت سزا کئے۔ اور نہایت درجہ شوخیوں دکھائیں۔ اور ان کی بدکاریوں سے زمین بیاک ہو گئی اس لئے اسی دنیا میں ان پر عذاب نازل ہوا۔ خدا کریم و رحیم ہے اور مصلحت میں سمجھتا ہے۔ اس زمانے کے لوگ اس سے ڈریں۔ اور بدکاریوں اور ظلموں کی طرح ظہور کے لئے ہوں۔ یہی حیرت انگیز واقعہ ان پر ہونی عذاب نازل ہوا۔

سوانا ابوالکلام آزاد کے برادرِ کارِ ابوالنصر مولانا
 کلام السیدین آہ کی قادیان میں آغا پیراں ۱۹۰۵ء

ابن دناں بیکہ خضر خدام سمیت پیشہ میں
 قیام پذیر تھے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہمائی
 مولانا صاحب قادیان میں آنحضرت آئے۔ وہ

راشرت بننے میں لگے۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے اشیر و کل اشیرہ میں شائع کیا۔ وہ لکھتے ہیں۔
 'میں نے دربارِ اشیرہ قادیان میں رہا۔ وہاں سے میں نے ساری باتیں یاد کر لی ہیں۔ انہوں نے ان کے خلاف
 در توجہ کا مجھے شک ہے۔ ان کا چاہئے کہ وہ اس سے بچیں۔ ان کے لئے یہ ہے کہ ان سے بچیں۔
 خدا میں کہ نہیں سکتا تھا کہ ان صاحب نے ان کے خلاف سے ان کے لئے یہ ہے کہ ان سے بچیں۔
 پورے ڈی تھوڑے دنوں میں

راجہ گل مرزا صاحب دادان سے ہم ایک وسیع و متنوع بات چیت میں آئے۔ وہ انہوں نے ان کے
 سب سے اقیام پذیر ہیں۔ بزرگانِ ملت بھی وہیں ہیں۔ انہوں نے ان کی باتیں یاد کر لی ہیں۔ انہوں نے ان کے
 اور جس میں بہت سے بدکارانہ کام ہستی ہیں۔ ان میں سے ایک ہی عمارت ہے

کچے اور ناہموار ہیں۔ انہوں نے وہ سب کچھ یاد کر لیا ہے۔ انہوں نے ان کے لئے یہ ہے کہ ان سے بچیں۔
 انہی سے آتے ہوئے یہ ہیں مجھے جس قدر تکلیف ہوئی تھی۔ ان کے لئے یہ ہے کہ ان سے بچیں۔ ان کے لئے یہ ہے کہ ان سے بچیں۔

اُس میں نصف کی تخفیف کر دی۔ اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ سیل تو کیا آٹھ قدم بھی جس آگے نہ بڑھ سکتا۔

اکرام ضیافت کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا۔ اور مولانا حاجی عظیم نور الدین صاحب جن کے اسم گرامی سے تمام اندریاؤں قندھے اور مولانا عبدالکریم صاحب جن کی تقریر کی پنجاب میں دھوم ہے۔ مولوی مفتی محمد صادق صاحب بیڈیٹر بدرجن کی تحریروں سے کہتے انگریز یورپ میں مسلمان ہو گئے ہیں۔

میرزا صاحب کی صورت نہایت سندر ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے۔ اور باتوں میں طائنت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیر مزاج۔ طشتا مگردلوں کو گرمادینے والا۔ بربادی کی شان نے انکاری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا تبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے۔ بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں تبسم مضبوط اور محنتی ہے سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں۔ پاؤں میں رُرب اور ایسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً ۶۶ سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔ میری موجودگی میں بہت سے معزز مہمان آئے ہوئے تھے جن کی ارادت بڑے پایہ کی بھی اور بے حد عقیدت مند تھے۔ مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا۔ ”ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتے قیام کریں۔ اس وقت کا تبسم تاک چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے۔ میں جس شوق کو لے کر گیا تھا ساتھ لایا۔ اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔ واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ وَحَسْبُنَا خُلُقُكَ وَلَوْ مَعَ الْكَفَّارِ“ لے

زلزلوں سے متعلق بقیہ اشتہارات کا ذکر | گودا قعات تو سنہ ۱۹۰۵ء کے بیان کئے جا رہے ہیں۔ لیکن زلزلوں کی پیشگوئیوں کے تسلسل کو قائم رکھے

کے بئے آئندہ سال کے اشتہارات کا بھی یہیں ذکر کیا جاتا ہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو حضور نے اپنی وصیت

ملکہ کوآندہ سال ۱۹۰۵ء میں سنہ ۱۳۲۵ھ میں فوت۔ بعد صاحب سے معلوم ہے۔ مولانا ابوالنور صاحب سے بیعت اعلیٰ اور اعلیٰ +

مائع فرمائی اور اس میں بھی اس زلزلہ والی پیشگوئی کا ذکر فرمایا۔ در پنا تازہ الہام "پھر بہار آئی خدا کی بات
 برپوری ہوئی" کو بھی پیش فرمایا۔ اور بہار کے موسم کی تعین حضور نے آخر جنوری سے لے کر آخر مئی تک فرمائی
 تاچہ اس کے مطابق ۸ مارچ ۱۹۰۶ء کی سنہ کورت کے یک بجکر بیس منٹ پر ایک شدید زلزلہ آیا جس کا مرکز
 محلہ کی پہاڑیاں تھیں۔ اس زلزلہ نے مشرقی پنجاب کے علاقوں کو سخت نقصان پہنچا چنانچہ میسہ اخبار لاہور
 نے لکھا کہ موضع دودھ پور تحصیل جگدھی ضلع بہار کے سرے آدمی رات کو سوئے ہوئے ہو گئے صوف تین تومی
 بچے اور تیرہ ضلع بہار پور میں یک سوکھ کنواں پانی سے بھر گیا۔ حضرت اقدس اور حضور کے منہ ام پہلے تو
 مجھ کو زلزلہ عظیمہ جس کی پیشگوئی کی گئی تھی یہی ہے لیکن صدی الہام ہی نے اس غلط فہمی کو رفع کر دیا۔ اور
 خدا دیا کہ وہ موعودہ زلزلہ جسے قیامت کا نمونہ کہا گیا تھا وہ آئندہ کسی نہ آئے گا۔

استہار "زلزلہ کی پیشگوئی" اجزیجہ آب ۱۰۰ ج ۱ ص ۱۰۱ تا ۱۰۲ تہار زلزلہ کی پیشگوئی کے
 عنوان سے شائع فرمایا جس میں اس کی وضاحت نے ہونے لکھی۔

دوستو جاگو۔ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے پھر خدا قدرت و نبی جلد دکھانے کو ہے
 وہ ہوا سہری میں تم نے دیکھا زلزلہ نہ یقین جاگو کہ وہ کب زحمت سمجھنے کو ہے
 آنکھ کے پانی سے بار دیکھ کر اس کا علاج آسمان سے عالموں گ بڑھانے کو ہے
 "اے عزیزو اب لوں نے اس زلزلہ کو دیکھا ہو گا جو ۲۸ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کی رات کو بک بجے کے
 بعد آیا تھا۔ وہی زلزلہ تھا جس کی سبب خدا نے ہی میں ذیبات پھر بہار آئی
 خدا کی بات پھر پوری ہوئی" یہ سچ میں نے یہ پیشگوئی رسالہ وصفت ص ۳۳ ۳۴ ۱۳۰ میں
 اپنے استہاروت اور اخبار الحکم و رہبر میں شائع کر دی تھی۔ خداوندہ و ملتہ کہ اسی نے مطابق میں
 مبارک کے نام میں یہ زلزلہ آیا۔ لیکن آج یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو صبح ۱۰ بجے خدا سے ہوا ہی سے
 بزل کی جس کے لفظ یہ ہیں "زلزلہ آنے کو ہے" اور میرے دس میں آگیا۔ وہ رات جو
 قیامت کا نمونہ ہے۔ وہ بھی میں نے بلکہ آنے کو ہے۔ وہ زلزلہ اس ہفتہ میں ہے جو مشرقی
 کے مطابق ہوا ہو۔

اس کے بعد حضور نے اپنی کتاب "جستہ مسیحی" میں مذکور مالا اشعار کے ساتھ کہہ اور اشتراط کر پنی

یہ نظم مکمل فرما دی۔

جناب عظیم کی پیشگوئی۔ اپریل ۱۹۰۵ء | حضرت قدس ن دنوں اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم "تصنیف فرما رہے تھے۔ اس کتاب میں حضور نے

مہمودہ زلزلہ کی کسی قدر تفصیل ایک اور نظم میں بیان فرمائی ہے اور اس نظم کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ کی دہائی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرما کہ ایسا زلزلہ آئے گا جو نوٹہ قیامت ہوگا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورۃ ذار لزلہ لکھا ہے اَلْاَرْضُ زُلْزَلَتْ اَشْرَافُ کَرْنِی ہے۔ ممکن میں تھی تب اس زلزلہ کے بعد اُٹھیں گے مہم جوئیں کے ساتھ خدا پر جہا نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو۔ اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آئے ہوں گے ایسا ہونی بعد ازاں نشان ظاہر نہ ہو در لوگ کھٹے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں ہیں کاذب شہروں کا گھر میں مار مار لکھ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو حدقل لے لے زلزلے کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف احداث مدسب ہوئی۔ یہاں کھٹے اور بندہ، مسافری ہوئی وجہ سے کسی پر عذاب آتا ہے اور نہ اس وجہ سے سزا ہے کہ کوئی میں موت میں داخل ہیں۔ یہ مسافری اس شہر میں سے محفوظ ہیں پس جو شخص خواہ کسی مدسب کا یا بندہ ہو۔ مزارعہ ہمیشہ ہونا اپنی عادت رکھے اور فسق و فجور میں غرق ہو۔ اور رنی اور نوئی۔ چورہ غلام و رعایتی۔ طار پر یہ اندیشہ درون در بدین ہو۔ اس کو اس سے ڈرنا چاہیے در گر تو بہ کرے تو اس پر بھی کچھ غم نہیں اور غم کے ہلکے رد و دنیا کے حس ہونے سے یہ عذاب نہیں بھی سکتا ہے" سے

نذر کہ یہ ہر نظم پر سوچ چھپن انتہا پر مستعمل سے جس میں اپنا دعویٰ اس کے داخل۔ محافلین کی حالت اور ان کا انجام دہی شرح البسط کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ آخر میں زلزلے کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں کھینچا ہے

| | |
|---------------------------------------|---|
| آسمان پر شور ہے پر کچھ نہیں فہ کو رہ | دل تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار |
| ک نشان ہے آنے والے آج سے یہ دن کے بعد | جس سے گردن لہ بیٹے بہت دشہر و مرغزار |
| میرہ قبر خدا سے غفلت پر اک انقلاب | اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا بانہ سے ازار |

یک بیک ک لزلہ سے سخت جنبش کھانیسکے
 ایک جھپک میں یہ زمین ہو جائے گی زیر و زبر
 راست جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ باسمن
 ہوش اڑ جائیں گے انساں کے رنڈوں کے حواس
 ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
 خون سے مردوں کے کوہستان کے تب راز
 مضمحل ہو جائیں گے اس خون سے سب جن انس
 اک نمونہ تہرہ ہو گا وہ رانی نشاں
 اس کہ کھل دی ہے اسکارے سفید ناستاس
 وحی حق کی مات سے ہو کر رہ گئی ہے خطا
 یہ گنگاست کر کہ یہ سب بدگمانی ہے مدائن
 فساد ہے دلیس لے گا بچہ کو یہ سارا دھار

ایسا معادہ ہونا ہے کہ کشفی سنگ میں حضرت اقدس کو آنے والی جنگ عظیم کا نقشہ دیا گیا تھا چنانچہ
 ۱۹۱۷ء سے لے کر ۱۹۱۹ء تک جو جنگ عظیم ہوئی۔ اس جنگ میں اس کی فضاصل بن شعراء میں بہاں رہی
 یں ہیں حتیٰ کہ زروں جو اس زمانہ میں دنیا کا سب سے بادشاہ مانا جاتا تھا۔ اس کی حالت زار کا نقشہ بھی
 مات اور دستاویز تھا میں بیان دیا گیا ہے۔ آج دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس طرح اس جنگ عظیم میں دنیا
 سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اختیار رکھنے والا روس کی جا و حشمت کی تھی کہ روس کا سب سے بڑا
 شہر سے فائدہ تھی۔ روس کی ثولت و سلطوت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ اس کی نگاہ نسبت
 نے منظر رہے تھے اس دن وہ طاقتور اور جاہل بادشاہ جو ہے آپ کو رات تھا یعنی کسی کی حکومت نہ مانتے
 اور سب پر حکومت کرنے والا کس طرح، سے ۱۵ مارچ ۱۹۱۷ء کو دن کے سو گیارہ بجے اپنے ہاتھ سے یہ
 دن لکھنا پڑا۔ کہ وہ اور اس کی اولاد تخت روس سے دست بردار ہونے میں نوب سے ہتہازی
 اعلان کرنے وقت نکولس ثانی ازیر روس کا بہنیں تھا۔ اسے اس کی دانی حند سے جو کروڑوں روپے
 لکھی بیدخل نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ نئی نندوں کے ہاتھ ہا یا م خا موشی لے سکتا اس جہند کے بہار سے

برامن کے ساتھ گڈ روئے گا۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ افسر و قدر میں اس کے لئے مسلسل اور بے پناہ مظاہر کی پاداش میں کہا کہ دکھ اٹھائے مقدّر ہیں ۱۵ مارچ ۱۹۱۷ء کو وہ تخت حکومت سے دستبردار ہوا۔ اور ۲ مارچ کو تہہ رگے سکوسیلو بھیج دیا گیا۔ جہاں اُسے ایک شاہی محل میں نظر بند کر دیا گیا۔ گو یہ بھی ایک مطلق العنان مانتہ کے لئے بڑی سزا تھی درمیں کی "حالت زر" ہونے کا ایک کافی ثبوت تھا۔ مگر مسلم الہی میں اس کے لئے زیادہ کلیفیں مقرر تھیں۔ بھی تک حکومت روس کی باگ ڈور شاہی خاندان کے ایک فرد شہزادہ دولوڈ کے ہاتھ میں تھی۔ جس کی وجہ سے قندش میں کے ساتھ ساتھ کاسوک ہوسا تھا۔ مگر جوتانی میں اس شہزادہ کو بھی عبودہ ہونا پڑا۔ و حکومت کے براہ راست کی ہو گئے جنہیں زار اس کے ساتھ کوئی خاص ہمدردی نہ تھی تاہم ان کے زمانہ میں بھی زاروں کی قیدی مختبیاں انسانیّت کی حدود سے آگے نہیں نکلی تھیں لیکن ساتھ ساتھ وہ بوجہ شوک بغاوت نے کرنسکی کی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اب زار پر سختیوں کا وہ خط باک و رشتہ شروع ہوا کہ جسے سُن کر سنگدل انسان بھی کانپ جاتا ہے۔ "زار سکوسیلو کے شاہی محل سے نکال کر مختلف جیلوں میں کھایا کچھ مدت اسے ایک غلیظ اور تنگ و تاریک کوٹھڑی میں رہنا پڑا۔ جہاں جوہوں کے بل چڑیوں کے گھونسلے درمیزی کے جاسے تھے۔ اس کے بعد سے کیسٹرن برگ بھیج دیا گیا۔ جو جیل یورپ کے مشرق کی طرف باب جھوٹا شہر ہے۔ یہاں سے دو کمروں کے ایک بوسیدہ مکان میں بند کر دیا گیا۔ وہ کھانے کے لئے دل میں دو تہہ سید آٹے کی باسی روٹی اور سیرپوں کا کٹھا سا شوربا پیش کیا جاتا تھا۔ ان چوبیس گھنٹوں میں صرف پانچ منٹ کے لئے نہیں محققہ باغیچہ میں گھومنے کی اجازت تھی۔ نگہانی کرنے کے لئے سیاہی اس شاہی خاندان کے ساتھ نہایت ہی خاصہ نہ تھا۔ کرتے۔ ایک دن ایک ظالم سپاہی نے زارینہ کا بٹو اچھین کر اس میں سے یہ کہہ کر تمام نقدی نکال لی کہ "تمہیں اب روپیہ کی ضرورت نہیں" نوجوان شہزادیوں پر تازے کسے جاتے غلیظ اور گندی گاساں دی جاتیں۔ سحر ایک دن زارینہ کو سامنے کھڑ کر کے اس کی نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔

۱۔ جولائی کو بھٹ ٹوپ اندھیری رات میں ایک نصاب پوش کمانڈر مکان کے اندر داخل ہوا۔ اور شاہی خاندان کو جگاتے ہوئے اُس نے بلند آواز سے کہا کہ شہر میں سخت بلوہ ہو گیا ہے اور لوگ آپ لوگوں کو قتل کرنے کے لئے اُٹھ چکے ہیں۔ اس لئے جلد کپڑے پہنیے ورنہ تہ خانے میں چھپ جائیے یہاں سے آپ کو جلد ہی کسی محفوظ مقام میں پہنچا دیا جائے گا۔ کمانڈر کے یہ الفاظ سُن کر ڈر اور خوف کے مارے تمام

اد پر خوف اور لرزہ طاری ہو گیا۔ زار بندہ کی تو یہ حالت تھی کہ اس کے لئے کھڑا ہونا مشکل ہو گیا۔ نہ شکل وہ بھی بُری
 اس اُسے ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھا دیا گیا۔ اس لوگوں کا نیچے گرنا تھا کہ اس وقت باغی سپاہی تہہ خانے میں
 ملے۔ اور لٹکار کر کہنے لگے کہ

”تمہارے صاحبوں نے تمہیں یہاں کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بادِ موت کیلئے تیار ہو جاؤ“
 کے بعد یکایک ایک سپاہی نے گولی جھڑی جو شہنشاہ کے حاکم کو چیرتی ہوئی گزر گئی۔ زار کے گرتے ہی گویوں
 کو تیرا شروع ہو گئی زار بندہ اور تہہ خانوں نے جھٹکتے جھٹکتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے بھپ کر اپنے آپ
 ہی نے کی بہت کوشش کی مگر سپاہیوں نے ان کے بدنوں میں سنگین گھونپ گھونپ کر ان کی چیتوں پر خون
 دھاتوں کے زب زب کر ٹھنڈا ہو جانے کے بعد ایک کنبیا مادی ہو کر نعشوں کے درمیان انہی نعش مالک کو
 موڈنی تھی کہ ایک سپاہی نے ایک کر سے سنگس میں جواب دہ اس کے بعد سپاہیوں نے رتوں کے ٹکڑے
 نہ۔ ان پر مٹی کا تیل جھڑکا اور آگ لگا دی اور سطح سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی مات بوسی ہوئی کہ
 زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی یا حال زار“

زار روس کے حالات سے بہ امر بالکل یا بیہ ثبوت پہنچ چکا ہے کہ یہی جنگ عظیم تھی
 وعودہ زلزلہ سے مراد زلزلہ موعودہ ہی کا ایک حصہ تھی اور یہ امر کہ حضرت قدس کو جو یہ فرمایا گیا ہے کہ
 ”چمک دکھاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار“

اس سے یہ جنگیں ہوں گی یا کوئی زلزلہ بھی اس سے مراد ہو سکتا ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے مگر ہمارے اس
 ختمِ زمانہ ہے کہ دنیا کے لئے پانچ بار اس قدر شدید تباہی مقدر ہے کہ جس کی نظیر گزشتہ تاریخ میں نہ ہو سکتی
 ہے نہیں ملے گی جن لوگوں نے تہہ خانوں اور کوٹہ کے زلزلے دیکھے ہیں یا اخبارات میں ان کے حالات پڑھے
 یا یقیناً یقیناً زندگی بھر وہ خطرناک اور مہیب نظارے ان کی آنکھوں سے اچھل نہیں ہو سکتے جس دن
 زلزلہ کا زلزلہ آئے گا خاکسراں دنوں کراچی میں مقیم تھے گرمی کی جھنوں کے دن تھے کوٹہ کے آٹھ لوگ نو
 ت کا تھکا رہے تھے۔ مگر جو بچے کھجے زخمی تھے ان کا ایک حصہ کراچی میں آیا تھا وہ نظارہ بسا
 لٹاک تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ کسی کے بازو کٹے ہوئے کسی کی ٹانگیں نڈر کسی کی پیٹھ زخمی کسی
 تہہ خانہ سوار غرضیکہ اکثر لوگوں کی حالت نہایت ہی ناگفتہ بہ تھی۔ کچھ نوجوان عورتیں اوصاف صحیح و سالم ہی
 تھے مگر وہ بھی یہ کہہ کر زار زار روتے تھے کہ ہمارے کوئی رشتہ دار نہیں بچا۔ سب کے سب زلزلہ کی نذر ہو

یہ بیمار سسٹم میں آکر پورا ہوا۔ جبکہ اس شاہی خاندان کے آخری تاجدار امیر امان اللہ خان
کابل ریسٹورائی کر رہے تھے۔ ان کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کے مبلغ حضرت مولوی نعمت اللہ خان محسن
مذہبی تعصب کی بناء پر سسٹم مار گئے۔ اور پھر ان کے چند مفتے بعد حضرت مولوی عبد الحلیم صاحب ورحمۃ
ملاذ علی صاحب سے جرم میں شہید کئے گئے۔

ان امور مناک واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فیہد اپنے نہ نہیں کیا۔ کہ ملک افغانستان کی عنایت حکمران
اس خاندان کے اقد میں رہے جس نے پانچ بے گناہ اور معصوم احمدیوں کو شہید کیا۔ چنانچہ اس نے اس خانہ
کوٹنے کے لئے کسی بڑے پادشاہ کو نہیں کہا کہ ایک مذہب ہی معمر لی انسان معنی حبیب اللہ
المدون بچہ کو اس کی تباہی دربربادی کے لئے ہٹا کر دیا۔ اور اس نے ایک نہایت ہی مختصر سی جمعیت
کے ساتھ ہزاروں سے زیادہ تین سو افراد پر مشتمل تھی۔ مان اللہ خاں جیسے طاقتور اور گولہ باز دوسرے نہیں
فوج رکھنے والے بادشاہ کو ایسی خطرناک شکست دی۔ کہ وہ بڑی طرح ناکام ہو کر اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور
ہو گئے۔

وہ پیشگوئی جو عنوان میں درج کی جا چکی ہے۔ اس طرح پوری ہوئی کہ جب بچہ صفہ نے بغاوت کی
تو جرنیل مادر خاں جو بعض وجوہ کی بنا پر سسٹم میں یورپ چلے گئے تھے اور ان دنوں فرانس میں بیمار
تھے۔ افغانستان کی اس تباہی اور مہم دی کی حالت کو برداشت نہ کر کے مریض ہونے کی حالت میں ہی
کابل کے اللہ سے روانہ ہو گئے۔ بمبئی اور پنجاب ہوتے ہوئے پشاور پہنچے۔ لیکن پشاور پہنچتے ہی پھر سخت
بیمار پڑ گئے۔ چونکہ قدرت کو یہ منظور تھا کہ نادر خاں کے پہنچنے سے پہلے ہی امیر امان اللہ خاں کابل سے نکل
جائیں۔ اس لئے قبل اس کے کہ نادر خاں صحتیاب ہو کر کابل کی طرف روانہ ہوں۔ امیر امان اللہ خاں کابل
سے بھاگ گئے۔ آخر ۹ مارچ ۱۹۲۹ء کو وہ افغانستان میں اس قدر بے سرو سامانی کی حالت میں داخل
ہوئے۔ کہ انہوں نے ملک کو صحیح حالات سے باخبر رکھنے کے لئے ایک پریس جاری کرنا چاہا۔ مگر ان کی
مالی حالت اس قدر کمزور تھی۔ کہ وہ پریس نہ خرید سکے۔ اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے ایک
مشائو پریس جو معمولی چالیس پچاس روپیہ کی چیز ہے۔ خریدا۔ ان حالات میں بچہ صفہ جیسے دشمن کا مقابلہ جو

مولوی نعمت اللہ خاں صاحب ۱۲ اگست ۱۹۲۹ء کو شہید کئے گئے (الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۲۹ء)

مولوی عبد الحلیم صاحب اللہ خاں قانور علی صاحب ۱۲ فروری ۱۹۳۵ء کو شہید کئے گئے۔ بحوالہ مذکور صفحہ ۵۸۶ حاشیہ

ن اندھاں جیسے بادشاہ کو شکست دے کر کابل کے تحت برقا بعض ہو کا تھا۔ . . . کوئی سہولی
 نہ تھا۔ مگر اندھا تھائے کو چونکہ یہ نشان دکھانا مقصود تھا اس لئے وہ بادشاہ کے سر و سامانی خرابی
 مت و رطوائف الملوکی کے بچہ سقہ کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے اور پھر کہ اہل افغانستان پر
 سے جس کو چاہیں اپنا بادشاہ بنالیں مگر ان دنوں سے آپ کو ہی اپنا بادشاہ ماننا منظور ہے۔ نادریاں
 تحت حکومت پر بیٹھنے ہی ملک کے تیزی و زور کے خلاف یہ اعلان کیا کہ آئندہ کے لئے نہیں نادریاں
 وہ نادریاں کے نام سے نہ پکار جائے۔ بلکہ نادریشاہ کہہ کر پکارا جائے۔ جب حضرت قدس کی پیشگوئی
 کی سوتی تو سلسلہ احمدیہ کے رکن افضل نے اس کامیابی کا ذکر اس بر اخبار "المجید" نے اعتراف کیا کہ
 "کے افغانستان میں بادشاہ کا ہے۔ ان دنوں کی اصطلاح میں بادشاہ کو "قہار" لقب
 سے کبھی پکارتے ہیں۔ یہ کبھی "امیر" یا "صاحب" یا "شاہ" یا "امان" اور "شاہ" کے القاب کسی نے
 لئے۔ ان دنوں کا لقب "قہار" ہے۔ لیکن یہ ہیں وہ جو ہمیں گے کہ سرور میں کسی قدر
 قرین میں عبدالرحمن شاہ صاحب "شاہ" وغیرہ ہیں۔ لیکن اگر یہ الہام افغانستان کے قریبی
 کی ترجمانی ہوتی تو شاہ کا لقب نہ ہوتا۔ بلکہ نادریاں کا لقب ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ

والہام کسی اور موقعہ کے لئے ہے۔ امیر نادریاں کے متعلق سرور

لیکن قارئین کرام یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ابھی اس اشار کی سہا ہی بھی خشک ہوئے نہ پائی تھی۔
 بادشاہ کے بھائی سردار ولی خان صاحب لاہور میں تشریف لائے اور انہوں نے سید صاحب
 اخبار "سیاست" کو یہ بیان دیا کہ

"ہندوستان میں لوگ اعلیٰ حضرت کا نام غلط کہتے ہیں۔ جس روز انہوں نے عہد مسکت کیا۔ اس

روز وہ مہمان کی جگہ شاہ ہو گئے۔ اب ان دنوں بادشاہ افغانستان ہے۔

خدا کے نوشتے پورے ہوئے مگر اس الہام و ملک اور ملک و مملکت پر دہائیہ و شہاب چار برس

امت کرنے کے بعد ۱۹۳۳ء کو بادشاہ اپنے ہمراہ و مملکت میں ملے علموں کو لے کر انہوں کے ساتھ

نتیجہ میں انعامات تقسیم کر رہے تھے کہ انہیں خاص طور پر ان کے لئے ایک خاص گز کے فاصلے

تو انہیں فخر کر دیئے اور یکدم وہ عجیب طرح زخمی ہوئے۔ انہیں اور ان کے ساتھ گئے ہوئے بازو

فی طرقت دوڑ پڑے کہ شاہ فوت ہو گئے۔ شاہ فوت ہو گئے۔ پہرے رکھنے کے کٹاے رہ گئے۔ اور کوئی شخص ایسے محبوب اور بردبار بادشاہ کو موت کے حملہ سے نہ بچا سکا اس غیر متوقع اور اچانک موت کے نتیجہ میں ملک بھر میں صفت ماتم بچھ گئی۔ ایک مار بچھ لوگوں نے بن جھال سے کہا کہ

”آہ نادر شاہ کہاں گیا“

”نادر شاہ خدا کی باتیں بھی کس نادر عجیب کرتی ہیں۔ سالہا سال قبل ایک بات ایسے رنگ میں اور ایسے ماحول میں کہی جاتی ہے کہ پیشگوئی لڑنے والے ابھی صاف طے نہیں ہوتا۔ نہ میری یہ پیشگوئی کس رنگ میں ایک دینی سوگند صاف ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تیرے یہ پیشگوئی فرماتی تھی۔ نادر شاہ کا تئیس ہجرت کوئی فراموش نہیں تھا۔ مگر اٹھائیس برس یہ پیشگوئی کس ماس سے پوری ہوئی۔ ماتم صریح تھا۔ اللہ تعالیٰ میں یہ ہنس کر رہا تھا کہ نادر شاہ کی بے وفائی سے ملک بھر میں صفت ماتم بچھ گئی اور ہر شخص یہ پکار اٹھا کہ ”آہ نادر شاہ کہاں گیا۔“

پیشگوئی کے دو مفہوم اور دراصل اس ناگہانی موت میں بھی پیشگوئی کا دوسرا مفہوم پور ہوا۔ مقدّر تھا۔ اور یہ ہم اس وقوعہ کے بعد نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ بات سب کے آگے ”الفضل“ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے شاہد کے تحت اس وقت لکھی گئی جبکہ نادر شاہ ابھی تخت پر بیٹھے ہی تھے۔ اور ان کی برادر عزیز فہم و ذہنیت اور تدبیر کے باعث یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ انہیں وہ حادثہ پیش آئے گا جو چار سال بعد پیش آیا۔ چنانچہ الفضل نے لکھا کہ

”دوسرے مفہوم میں ایک لسان حال جھلک رہا ہے کہ موسم کوئی خیر نہاک مصیبت پیش آئے گی اور اس نقصان پر بہت رنج و غم محسوس کیا جائے گا۔“

اس تقریر سے ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ شروع سے ہی اس پیشگوئی کے دونوں پہلوؤں کی قائل تھی۔ خدا ترس لوگ اگر غور فرمائیں۔ تو یہ بات بھی ان کی ہدایت کا کافی سامان اپنے نذر رکھتی ہے۔ آخر خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ ایک نہایت ہی معمولی انسان بچہ سقہ کے ذریعہ امان اللہ خاں ایسے زبردست بادشاہ کی حکومت کا تختہ الٹ کر رکھ دے کیا وہ نادر خاں کے ذریعہ ہی یہ کام نہیں کر سکتا تھا؟ یقیناً کر سکتا تھا مگر وہ اس خاندان کے لئے اور دوسرے دنیا کے لئے ایک عبرت کا سامان پیدا کر

سا تھا کہ دیکھو جب کوئی شخص غم میں حد سے بڑھ جاتا ہے اور ہمارے بندوں کو ماضی نقل کرنے سے بھی راج نہیں
تو ہم اسے اس طرح ذلیل و رسوا کیا کرنے میں

ماں اللہ خاں کو ذلیل کرنے کا ایک سامان اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ اس واقعہ سے پہلے نہیں سارے گورپ
یہ لڑائی اور دُعا کے نام سے بڑے بادشاہ اُس کے ہتھیار کے لئے حاضر ہوتے رہتے اور ان کے اعزاز میں
تہ تیہ کی باتیں منعقد ہوتی رہیں۔ اور ان کے سفر کے لئے بھی پورے جہاز و حوال کے ساتھ شاہانہ انتظامات
میں حاضر رہے اور یہ سارے اعزازات انہیں مل گئے دیتے جاتے۔ یہ تاج و تخت و شرف اللہ کی ہمتی
ماتحت نہیں ذلیل ہو کر اپنے ملک سے بھاگنے لڑے تو اس واقعہ کو ایک معمولی واقعہ سمجھ جائے جتنا چاہے
ماتحت ان کے فراموش ہونے پر تمام دنیا کے اخبارات نے بڑے بڑے ٹیٹل لکھے درج ذیل ٹیٹل سے آدمی
یہ ہوں شکست کھسا کر بھاگنے کو ایک غیر معمولی واقعہ قرار دیا گیا۔

سب دیکھو۔ اگر ان تعالیٰ چاہتا تو اس سنگ میں ہی ان اللہ خاں ہاک کر دیتے جاتے۔ درج ذیل چند
رنگ ان واقعات کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر رستا اور بھر لوگ بھول جانے لگتے مگر اللہ تعالیٰ عزت افروز نے
ہم کو یہ بات یاد دلانی چاہی کہ یہ بھولنے کی ایک جتنی بھی تصویر بنانا چاہنا خود اس لئے
کے لئے یہ مقدمہ کیا کہ وہ اس جلا وطنی میں ہی زندگی کے مافیہ ماہہ ایام گزاریں خدا کی قدرت
ان کی زندگی کے دن بھی لمبے ہو گئے اور وہ جتنک جتنی ہیں کتب ہوٹل کے مالک کی حیثیت سے ہی
تسلسلہ زندگی ان سے کر رہے ہیں۔ کاش اللہ تعالیٰ ان سے دانستہ ہی عدت حاصل کرے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
کی بیماری۔ اگست ۱۹۰۵ء

عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی وفات ہے حضرت مولوی صاحب خوش حالی کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے میں
ہیں شان رکھتے تھے غیور اس قدر تھے کہ بڑے بڑے مخالفوں کو بھی ان کی جدلی آواز و دانت
نے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ آپ کو ذیابیطس کی بیماری تھی جس کے نتیجے میں اگر وہ سیدھے بیمار ہو جاتے
دونوں شانوں کے درمیان کارنیکل کا پھوٹا انگلی یا حضرت مولوی صاحب صاحب کٹر مرزا
محبوب بیگ صاحب حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید لدین صاحب مولوی صاحب کٹر سید محمد حسین شاہ صاحب

جیسے قبل معالوں نے آپ کے علاج میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی کئی پرلین کئے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔
حضرت قدس نے علاج کے لئے اس قدر کوشش اور جدوجہد فرمائی کہ روپیہ کو پانی کی طرح بہا دی
حضرت مولوی صاحب جس چیز کی خواہش کرتے مضمون خاص آدمی بھیج کر لاہور یا امرتسر سے منگوا دیتے۔
حنا کھڑکھٹائی یا بیو حضرت مولوی صاحب خاص طور پر مرغوب تھا۔ اس کے لئے حضرت اقدس برون منگوا
کر ہمیشہ محفوظ رکھتے ایک ایک ٹکڑا رخانی بخنی حضرت مولوی صاحب کے لئے تیار ہوتی رہی۔ قیمتی
سے قیمتی دوائیں استعمال کی جاتی رہیں۔

لیکن کسی مرض سے صحت اعلیٰ بہانہ کے علاج پر موقوف
نہیں جب قضا آتی ہے۔ تو وہی چیز اس کو رد نہیں سکتی
اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ وہ حضرت مولوی صاحب کو

حضرت مولوی صاحب کی وفات

۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء

اپنے وقت میں بنگہ دے اس لئے گواہ نہیں اصل مرض کارنگی چینی سرطان سے تو صحت ہو گئی بلکہ جب خود
نہیں بھڑکے کی جگہ پر ہاتھ بھر کر دیکھا تو فرمایا کہ میں بی بی دو چار روز میں پھر نے لگوں گا۔ مگر یہ
ذات اجنبی کی وجہ سے صحت بیمار ہو گئے درجہ حرارت ۹۰ تک پہنچ گیا جس کے لئے کوئی علاج اثر پذیر نہ
ہوا۔ اور حضرت مولوی صاحب ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بعد نماز ظہر وفات پا گئے۔ فانا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی روز شام کے قریب حضرت اقدس نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ عام قبرستان میں جو بابہ
کے جانب شرق ڈھاب کے قریب واقع ہے انا تدفن کئے گئے۔ اس کے بعد جلسہ سالانہ ۱۹۰۵ء کے موقع
پر جسکے ہشتی مقبرہ کے لئے زمین مخصوص کی جا چکی تھی۔ ۲۶ دسمبر کو نماز ظہر و عصر کے بعد آپ کا تابوت قبر
سے نکالا گیا۔ اور پھر ۲۷ دسمبر کو ۱۰ بجے کے قریب خود حضرت اقدس نے ایک مجمع کثیر کے ساتھ آپ کی نماز
جنازہ افراتی درگاہی دیر تک آپ کی ترقی درجات کے لئے دعا فرماتے رہے۔ پھر آپ کو ہشتی مقبرہ میں
دفن کر دیا گیا۔ ہشتی مقبرہ میں آپ کی قبر سب سے پہلی قبر ہے۔ اس قبر پر حضرت اقدس کی ایک نظم جو
مضمون نے حضرت مولوی صاحب کی خوبیوں کے امتزاج میں لکھی تھی۔ بطور کتبہ پتھر پر کندہ کرا کے لگا دی
گئی۔ چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ننگہ جاں داد از شجاعت بر صراط مستقیم
عاصی امرا بر حق انجمنہ دین تو

کے لواں کردن شہر خوبی عبد المریک
حامی دین آنکہ یزداں نام الیڈر نہاد

گرچہ جنس نیکوایں یہ چرخ بسیار آورد
دل بدرد آید ز ہجر این چنین بیک رنگ دست
کہ ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے کہ

”مومن عبد کریم حرم کی حوٹ کس طرح کی جانیں وہ عبد کریم جس سے دل بہار مست
میں شجاعت اور بہادری کے ساتھ بڑھتے ہوئے جان دی ہے وہ دین کا ایک زبردست پہلوان تھا
سوں ۱۸۰۰ء کو حد تک اپنے ایک اہم میں مسلمانوں کا بیڑا کھینچا۔ وہ حق کے اہلکارہ رہا۔
نہ دردی نہ حریف نہ ایک مراد تھا۔ اگرچہ اس آسمان کے نیچے بڑے بڑے حکماء مدد
ہیں گئے اس وقت وہ مونی رہا جسے بتایا ہے کہ اس نے بزرگ دوستوں کی صفائی سے
میں درداٹھتا ہے میں ہم پرے سے کہ جس طرح حال میں میں آتا ہوں۔“

علاج کیلئے کوشش حضرت اقدس نے مولوی صاحب دوسون کے عدالت کے لئے پورے نئے ذہنی
مس کا احترام حضرت مولوی صاحب کے والد صاحب نے ان الفاظ میں کیا کہ
”اس اصلی یہ نئے پر قدیاں میں میرے بیٹے کا علاج کیا گیا ہے کہ جس پنی ساری جڑاؤ خدائے رکے
بھی اس پہانے پر علاج کن پہانہ نہ ہوتا ہے۔“

حضرت مولوی بران الدین صاحب
بہمی کی وفات ۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء
حضرت مولوی عبد کریم صاحب کی وفات سے کچھ عرصہ قبل
حضرت اقدس کو اہام ہوا تھا کہ
”دو شہتیر ٹوٹ گئے۔ انا لندہ و نا ائیہ را بھوان“

فسرنا۔ یہ اہام بھی خطرناک ہے۔ خدا تعالیٰ ہی اس کے معنی پہنچاتا ہے۔“

جب حضرت مولوی عبد کریم صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولوی بران الدین صاحب بھی بھی
مدہی فوت ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ دو شہتیروں سے مراد یہ دو عالم تھے۔ حضرت مولوی صاحب دوسون بھی
بہت بڑے عالم و فاضل انسان تھے۔ آپ نے ۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو صبح کے وقت وفات پائی۔ آپ
سے پرانے احمدی تھے اور حضرت اقدس سے آپ نے سب سے پہلی مرتبہ ہوشیار پور میں ملاقات کی تھی۔
کہ حضور چٹ کشی کے لئے داس تشریف لے گئے تھے۔ ہمدانیانہ مذاق رکھتے تھے۔ اور جماعت کی تعلیم و تربیت

میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔

ان دونوں بزرگ عوام کی وفات کی وجہ سے جماعت میں ایک
تجویز قیام مدرسہ احمدیہ نادیاں
 خدایا محسوس دئے لگا چنانچہ یہ تجویز کی گئی کہ جماعت میں ص
 سا کر نے سے نئے ملک انگ رسی درگاہ فاطمی چھوٹے جس پر مدرسہ احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ درج
 ذیل مشتمل کہ آئینی مسئلہ میں جلسہ سالانہ کے لئے اسباب جمع ہوئے۔ نو حضرت اقدس نے یک بہت دور
 فقر و فاقہ میں جہنم میں پہنچنے سے پہلے وہ بارہ پیش فہائی کہ موجودہ انگریزی مدرسہ کے علاوہ ہمیں ایک ایسی درگاہ
 کی فسی ضرورت ہے جس میں اسے علم پیدا کئے جائیں جو مادی غلو کے ساتھ ساتھ لسانی قدر انگریزی و
 علوم سے بھی رافت ہوں سنو رکی یہ تقریر سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رانے لگے اور حصر کے فقر پر تھ کر
 کے لب سب نے بالانفاق عرض کی کہ بو تجویز ہی حضور کے ذہن میں ہے ہم صاب اس پر عمل یہ ہونے
 اس کا لوجہ تھانے کے لئے بدل و جان تیار ہیں۔ اس کے بعد درگاہ مادی مشورہ ہوتا رہا۔ درج
 کہ غلو اور مبلغ پیدا کرنے کے لئے الگ شاخ فاطمی کی جڑے۔ چنانچہ مسئلہ سے دینیات کی گشت خارج
 کر دی گئی۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اپنے وطن دہلی گئے کافی عرصہ ہو
 سزا دہلی۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۵ء
 گیت تھا کسی دفعہ دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ مگر بعض موانع پیش آئے
 کی وجہ سے اس ارادہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکیں۔ اب ایک تقریب بھی پیدا ہوئی کہ حضرت ڈاکٹر
 محمد اسماعیل صاحب جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے وہ دہلی کے ہوا ہسپتال میں ڈیوٹی پر لگ گئے حضرت
 ام المؤمنین اپنے والد محترم حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئی یہی نہیں کہ
 حضرت اقدس نے نئی عادت کے مطابق اسخارہ کہ جس پر آپ کو بتایا گیا کہ آپ کو بھی دہلی ساتھ جانا چاہیے
 اس پر آپ چند خدام سمیت تیار ہو گئے۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو انوار کے روز صبح کے وقت آپ نادیاں سے
 روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل آپ نے رویا میں دیکھا کہ

”دہلی گئے ہیں۔ نو ماہ دروازے بند ہیں یہ دیکھا کہ ان پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ کوئی
 شخص کچھ تکلیف دینے والی شے میرے کان میں ڈالتا ہے۔ میں نے کہا کہ تم مجھے بگڑکھ دے ہو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ ڈکھ دے گا کہ تھا۔“

اس رؤیا سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ملی والوں کے دلوں پر ایسے قفل لگے ہوئے ہیں کہ وہ بہت کم ہی کوئی اثر قبول کریں گے۔ حضرت اقدس قادیان سے روانہ ہو کر بٹالہ پہنچے۔ بسکٹ کلاس کا ایک کمرہ آپ کیسٹے پر روک دیا گیا تھا۔ بٹالہ اسٹیشن پر ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں۔ امرتسر میں گاڑیوں کا درمیانی فاصلہ پانچ گھنٹے کا تھا۔ اس لئے آپ آرام کرنے کے لئے گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم کے ایک طرف درختوں کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ گو حضرت اقدس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ امرتسر کے احمادیوں کو اطلاع نہ دی جائے۔ ان کو کسی نہ کسی ذریعہ سے پتہ لگ ہی گیا۔ جس پر آنا فانا کافی دوست اکٹھے ہو گئے۔ اور شام کا کھانا محبت امرتسر کی طرف سے ہی اسٹیشن پر پیش کیا گیا۔

رات کے نو بجے گاڑی امرتسر کے اسٹیشن سے روانہ ہوئی اور قریباً ساڑھے تین بجے صبح دہلی پہنچی۔ اس کے اسٹیشنوں پر احباب جماعت حضور سے ملاقات کرتے رہے۔ مگر جب لودھیانہ کے احباب اپنے ہوب آفا کی ملاقات کے لئے اسٹیشن پر پہنچے۔ تو حضرت اقدس کی آنکھ لگ چکی تھی۔ اس واسطے ڈاکٹر مرزا تقیوب بیگ صاحب نے حضرت اقدس کو جگانے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے درست ملاقات نہ کر سکے۔ دہلی پہنچ کر جب حضرت اقدس کو پتہ لگا تو فرمایا کہ واپسی پر ہم لودھیانہ میں ضرور قیام کریں گے۔ دہلی میں حضور نے چٹلی قبر میں الفاضل کے مکان پر قیام فرمایا۔

خواجہ باقی باللہ کے مزار پر دعا
۲۴ اکتوبر کی صبح حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے فرمایا۔
کہ یہاں بعض بزرگ اولیاء اللہ کی قبریں ہیں۔ ان کی قبرست
نائیں ناجانے کے لئے انتظام کیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت اقدس خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
کے مزار پر پہنچے۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا کی۔ اس موقع پر حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا
یہ حضور! قبر پر کیا دعا کرنی چاہیے، فرمایا کہ

”صاحب قبر کے واسطے دعائے مغفرت کرنی چاہیے۔ اور اپنے واسطے بھی خدا سے دعا مانگنی چاہیے۔“

خواجہ صاحب کے کتبہ پر ایک فارسی نظم لکھی تھی۔ فرمایا کہ اسے نعتیں کر لو۔ اس کے بعد بعض اور بزرگوں
کی قبروں کو دیکھا۔ واپسی پر جامع مسجد دہلی کو دیکھ کر فرمایا کہ
”مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ

ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو خلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ورنہ یہ سب مساجد دیران بڑی ہوئی

میں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مجبوتی سی تھی۔ کھجور کی پھڑپڑوں سے اس کی پھت بنائی گئی تھی۔
 اعداوش کے وقت پھت میں سے پانی ٹپکتا تھا۔ ۱۰۶

حضرت مولوی نور الدین صاحب کو دہلی بلوالیا | دہلی پہنچ کر حضرت اقدس کو خیال آیا کہ اگر مولوی نور الدین صاحب کو بھی دہلی بلوالیا جلیٹے۔ تو بہتر

سے گا۔ چنانچہ مولوی صاحب کو تار دلوادی۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطلب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس خیال سے کہ حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ اسی حالت میں فوراً چل پڑے نہ گھر گئے نہ لبس بدلانہ بستر لیا۔ اور نہ کوئی امد تیار کی۔ بلکہ یکے کی بھی انتظار نہیں کی۔ سید سے بٹالہ کی طرف پیدل ہی چل پڑے۔ دوستوں کو جب آپ کے اس طرح بغیر ساز و سامان کے عازم سفر ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے ضروری سامان آپ کو بٹالہ کے رستہ میں ہی پہنچا دیا۔ ۲۹ اکتوبر کو آپ دہلی اپنے اہم کے حضور پہنچ گئے۔

آپ کو مانسائیکوں ضروری ہے؟ | ۲۵ اکتوبر کو چند مولوی صاحبان معہ کچھ طلبہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ ہم نہاریں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں۔ قرآن اور رسول کو مانتے ہیں۔ آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا۔

”افسوس کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے وہ سب موجب محصیت ہو جاتا ہے۔ ایک ادنیٰ سہا ہی سرکار کی طرف سے کوئی پروا نہ لے کر آتا ہے تو اس کی بات نہ ماننے والا مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ اور سزا پاتا ہے۔ مجازی حکام کا یہ حال ہے تو حاکم الحاکمین کی طرف سے آنے والے کی بیعتی اور بے قدری کن کس قدر عدول حکمی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ خدا تعالیٰ غیور ہے۔ اس نے اپنی مصلحت کے مطابق عین ضرورت کے وقت بگڑی ہوئی صدی کے سر پر ایک آدمی کو بھیجتا کہ وہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے۔ اس کے نام مصالح کو پاؤں کے نیچے کیلنا ایک بڑا گناہ ہے۔“

ملاقات کے قابل لوگ | شام کو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے دریافت فرمایا کہ آج آپ نے کہاں کہاں کی سیر کی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ حضور۔

فیروز شاہ کی لاٹ، مہابت خاں کی مسجد۔ لال قلعہ وغیرہ مقامات دیکھے ہیں۔ فرمایا۔
 ”ہم تو حضرت بختیار کاکی، نظام الدین ادریاء، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ کی قبروں پر جانا

چاہتے ہیں دہلی کے یہ لوگ جو سطح زمیں کے اوپر ہیں نہ ملاقات کرتے ہیں نہ ملاقات کے قابل ہیں۔ اس لئے وہاں لوگ ان میں سے گندہ چکے ہیں اور زمین کے اندر مدفون ہیں۔ ان سے ہی ہم ملاقات کر لیں۔ تاکہ بدوں ملاقات تو واپس نہ جائیں۔ میں ان بزرگوں کی یہ کرامت سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قسمی القلب لوگوں کے درمیان بسر کی اس شہر میں ہمارے حصہ میں ابھی وہ نیولیت نہیں آئی جو ان لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔

چشم باز و گوش باز و یں ذکا خیر و ام از چشم بندی غشا

مہم پر یہ کیا مصیبت کا نہ ہے۔ اندوئی مصائب بھی بے انتہا ہیں اور ہیرونی بھی بے حد ہیں۔ پھر یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کسی معجزہ کی ضرورت نہیں۔ الخ

قبروں کی زیارت | چنانچہ اس پرگرام کے تحت حضور ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بیٹے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت تہ علیہ لعزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے مزاروں پر تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فرمایا کہ یہ بزرگ صاحب کشف و کرامت تھے۔ حضرت اقدس نے ۲۸ اکتوبر کو اپنی قیامگاہ پر ظہر سے لے کر عصر تک ایک تقریر فرمائی۔ اور دس دست بیعت میں داخل ہوئے۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو صبح کے وقت حضور سلطان محبوب سبحانی نظام الدین اولیاء کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں ہی امیر خسرو کی قبر بھی تھی حضور نے دونوں قبروں پر دعا فرمائی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب ٹٹے اصرار کے ساتھ حضور کو اپنے حجرے میں لے گئے اور ایک کتاب بنام "شوبہ نظامی" پیش کی۔ حضرت اقدس اور حضور کے خدام کی چائے سے تواضع کی۔

اسی روز نماز ظہر کے بعد میرٹھ اور بلب گڑھ کے چند دوستوں نے بیعت کی جس کے بعد حضرت اقدس نے ایک لمبی تقریر فرمائی۔

۳۱ اکتوبر کو حضور کی طبیعت نامساں رہی۔ یکم نومبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں لمبی دعا فرمائی۔

حضرت اقدس کو میرزا حیرت ایلڈیر کرزن گزٹ کا چیلنج | میرزا حیرت صاحب دہلوی ایک شہر پسند آدمی تھے۔ انہوں نے نسبی

شہرت حاصل کرنے کے لئے اپنے اخبار "کرزن گزٹ" کی یکم نومبر ۱۹۰۵ء کی شاعت میں حضرت اقدس کو مبارکبادیں پیش کر دیں۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب نے ۲ نومبر کو ایک اشد شائع کیا جس میں لکھا کہ بحیثیت ایک اخبار نویس کے میں مرزا حیرت دہلوی کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے علاوہ دہلی کی جماعت نے بھی ایک اشتہار نکالا جس میں لکھا کہ آپ کے ہم پیشہ شیخ یعقوب علی صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب آپ کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ دہلی کے مشہور مولوی صاحبان یعنی مولوی عمر بشیر صاحب، مولوی عبدالحق صاحب، مولوی ابوالکلام صاحب وغیرہ آپ کے ساتھ پرداختہ کو بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار منظور فرمائیں۔ اس اشتہار کا نکلتا تھا کہ مرزا حیرت صاحب دریائے حیرت میں ایسے ڈوبے کہ پھر نہ اُبھرے۔

دہلی سے روانگی۔ ۴ نومبر ۱۹۰۵ء | اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ دہلی جاتی دفعہ لودھیانہ کے احاطہ میں حضرت اقدس کا شرف زیارت نہیں ہو سکا تھا۔ اور

حضور کو اس کا بہت خیال تھا۔ اور دہلی پہنچتے ہی فرمایا تھا کہ واپسی پر ہم لودھیانہ میں ضرور قیام کریں گے جماعت لودھیانہ کو بھی شرف زیارت نہ ہو سکنے کا بہت قلق تھا۔ اس نے حضرت مولوی عبد القادر صاحب و دھیانوی کو دہلی بھیجا تا وہ حضرت اقدس سے جماعت لودھیانہ کی طرف سے درخواست دعوت حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کریں چنانچہ حضرت مولوی صاحب موصوف اس غرض کے لئے دہلی پہنچے۔ جماعت کی درخواست دعوت پیش کی۔ جسے حضرت اقدس نے بڑی خوشی سے منظور فرمایا۔ ۴ نومبر ۱۹۰۵ء کی شام کو حضور واپسی کی غرض سے معہ خدام دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے خواجہ حسن نظامی مرحوم بھی مشالعت کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دہلی کے مقام اور مرتبے سے متعلق ایک تحریر قسبان سے لکھ کر روانہ فرمائیں حضور نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ پھر حضرت اقدس دہلی سے روانہ ہو کر ۵ نومبر کو صبح الزبحہ کے قریب لودھیانہ پہنچے جہاں ایک ہزار کے قریب احباب حضور کے

لودھیانہ میں ورود۔ ۵ نومبر ۱۹۰۵ء | پہنچے جہاں ایک ہزار کے قریب احباب حضور کے

استقبال اور زیارت کے لئے موجود تھے۔ پٹیالہ، راہول، بنگہ، حاجی پور، یسی اور مالیر کوٹ وغیرہ کی جماعتوں کے اکثر احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔ احباب لودھیانہ نے حضرت اقدس کے قیام کے لئے ایک وسیع

مکان کا انتظام کر رکھا تھا۔ جس میں ضرورت کی تمام اشیاء موجود تھیں۔ ہر نومبر کی شام کو ہی حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؒ کا لودھیانہ میں ایک وعظ ہوا۔ جو بہت ہی پسند کیا گیا۔ ہر نومبر کی صبح کو حضرت اقدس نے کچھ نصائح فرمائیں۔

مشہور بد زبان مولوی سعد اللہ لودھیانوی اور بعض دوسرے مولویوں نے حضور کے خلاف بعض گندے اشتہارات نکالے۔ جن کا جواب ایک اشتہار کے ذریعہ ہر نومبر کو ہی شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے دیا۔

لیکچر لودھیانہ۔ ۶ نومبر ۱۹۰۵ء | ہر نومبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس نے کئی ہزار کے مجمع میں ایک عام تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں حضور نے اسلام کی سچائی اور اس کی موجودہ حالت اور اصلاح کے وسائل کا ذکر فرمایا۔ نیز اپنے دعویٰ کے دلائل بھی بیان فرمائے۔ صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک متواتر میں گھنٹہ تک ہوتی رہی۔ اور لوگ پورے سکون کے ساتھ سنتے رہے۔

رُوداد امرتسر۔ ۷ نومبر ۱۹۰۵ء | ہر نومبر ۱۹۰۵ء کی صبح کو حضرت اقدس لودھیانہ سے روانہ ہو کر ۷ بجے کے قریب امرتسر پہنچ گئے۔ اسٹیشن پر جمعہ کے دوست کافی تعداد میں استقبال کے لئے موجود تھے۔ جماعت نے نماز عشا کی کہ حضور امرتسر میں بھی کچھ عرصہ قیام اور کوئی تقریر فرمائیں۔ چنانچہ حضور کی نظری کے ساتھ سیکو کا اعلان دیا گیا۔ حسب اعلان ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو بمقام منڈوہ کھیاں ال صبح ۸ بجے حضور نے لیکچر شروع کیا گو لوگوں کو اشتہارات کے ذریعہ بھی اور جلسہ شروع ہونے سے قبل بھی پیر تار کیا گیا تھا کہ

”کوئی صاحبِ عادی نہ کر کے پہلے یا درمیان میں، بعد میں ہمارے مقابل مخالفانہ اعتراض یا سوال نہ کریں۔“

وریہ ضروری بھی تھا۔ کیونکہ حضور کا مقصد محض تبلیغ تھا کوئی مباحثہ نہ تھا۔ مگر امرتسر کے مولویوں نے حسبِ عادت ہنگامہ آرائی اور مفسدہ پردازی میں حد ہی کر دی۔ حضرت اقدس کو اس ہنگامہ کی اطلاع جلسہ سے قبل بذریعہ رڈیا بل چکی تھی۔ حضور نے گتے کا ایک کھیت دیکھا جس سے

توجہ الحکم۔ ہر نومبر ۱۹۰۵ء

مراد مفسدہ یا ہنگامہ ہوا کرتا ہے۔ وقت مقررہ پر منٹوہ کا ہال سامعین سے بھر گیا حضرت اقدس
نے پہلے تو یہ بیان فرمایا کہ دیکھو آج سے چودہ سال قبل جب میں یہاں آیا تھا تو صرف چند آدمی تھے سنا
تھے مولوی صاحبان نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا مولوی عبدالحق صاحب غزلی نے میرے ساتھ مبارک کیا جس میں میں
صرف اپنے لئے بددعا کی تھی کہ میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا اور فتنہ خیز ہوں تو خدا تعالیٰ مجھے ذلیل اور ہلاک کرے اس کیلئے
کوئی بددعا نہیں کی تھی مگر اس مبارک کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری اس قدر نصرت و تائید کی کہ آج ہزار آدمی میرے
میں پھر مخالفوں کے دھڑکے ہوئے مقدمات میں ہمیتہ مجھ کو کامیابی عطا فرمائی۔ اور ان کے شر و فساد سے محفوظ رکھا فرض
ابھی حضور نے پون گھنٹہ کے قریب تقریر کی تھی کہ حضور کے ایک مرید نے اس خیال سے کہ حضور کا کلا خشک ہو گیا ہو گا
کی پیالی پیش کر دی رمضان کا ہیضہ تھا اور حضور سفر میں بھی تھے اور بیمار بھی تھے اسلئے حضور پر روزہ فرض نہیں تھا لیکن اس کے
باوجود اپنے اسکے پینے سے انکار کر دیا تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ اور پھر میری بار پیش کی گئی آپ نے اسے روزہ نامناسب خیال
فرمایا اور چائے پی لی پس پھر کیا تھا۔ وہ ہنگامہ برپا ہوا کہ امان و تحفیظ! مخالف مولویوں کو تو ایک متحدہ ٹکلیاں انہوں نے
طوفان بدتمیزی برپا کیا کہ تو یہی تھی حضور نے بہتیرا سمجھایا کہ میں مسافر بھی ہوں اور مریض بھی اور قرآن کریم کی رو سے مجھ پر
روزہ فرض نہیں ہے قرآن کریم ص ۱۵ الفاظ میں فرماتا ہے فَتَنَّاكَ تَعْلَمُ خَلْقَ الْإِنسَانِ أَنَّمَا هُوَ فَتَنٌ وَإِنَّ خَيْرَ الْخَلْقِ
مَنْ عَمِلَ فِي فِتْنَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ دوسرے یام میں روزوں کی گنتی پوری کرے "مگر جب بت ہی بد ہو تو معقول بات کو کون منکر ہے غصہ پر
بڑبڑا رہتے رہے اور سیٹیوں اور تالیوں سے جلسہ کو درجہ پر ہم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی بعض بد طبع لوگ گندی
فحش کالیاں بھی دیتے رہے اس قسم کے رُسا اور پولیس نے لوگوں کو پراسن طور پر جھٹانے کی بہت کوشش کی مگر ان کی کسی نے
یہ سنی نہ سنی یہ سب سمجھا گیا کہ حضرت اقدس کو ایک بند گاڑی میں سوار کر کے حضور کی جائے قیام پر پہنچا دیا جائے چنانچہ
بند گاڑی منگوائی گئی اور حضور اس میں سوار ہو گئے حضور کی گاڑی کا باہر ٹکنا تھا کہ مخالفین نے بے تحاشا گاڑی پر پتھر
کی بارش شروع کر دی یہ خدا تعالیٰ کی حفاظت تھی کہ حضور کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی مگر انہوں نے حضور کو تکلیف پہنچانے کا
کوئی ذریعہ فرو گذاشت نہ کیا راستہ میں حضور نے فرمایا "ضرور تھا کہ یہ سنت بھی پوری ہوتی"

آخر نومبر ۱۹۰۵ء کو ان کے صاحبزادے حضور محمد خیر عافیت دلیان و دلالان پنج
روزہ قادیان ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء گئے عالم شریعت کے ذاک حجہ مبارک روز تھا قادیان پہنچنے پر حضور نے نماز جمعہ

جامعت ادا فرمائی جامعہ خواجہ حسن نظامی حنا کی ایک تقریر اپنی درخوست کی یاد دہانی کیلئے حضور کی خدمت میں پہنچی حضور نے
اس کے جواب میں تقریر فرمائی۔ "دہلی میں میرے دل نے اس بات کیلئے خوش مارا کہ وہ اسباب صدق و صفا اور عاشقان

حضرت مولانا ابوالحسن علی دہلوی کے شاگردوں سے بہت سے علماء و فضلاء نے اپنے خوب لکھے ہوئے کتب و رسائل کے ساتھ ان کے تشریح و تفسیر کے لئے حاضر ہوئے۔

چھٹا باب

ازالہ مات قرب وصال تا وصال حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۹۰۵ء کے آخر میں حضرت اقدس کو بغداد روایا
۱۰ الہامات یہ بتا اگیا کہ اب آپ کا وقت

سب سے پہلے سب سے پہلے آپ نے دیکھا کہ آپ کو ایک کوری ٹیڈ میں مصطفیٰ و مفضلہ نے دیا اگیا ہے
صرف دو تین گھونٹ باقی رہ گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کو اہام ہوا کہ ”بس زندہ رہی“ کو مال اللہ تعالیٰ
نے خود ہی بنا دیا۔ کہ یہ جو مٹی کے لٹ ہیں، وہیں گھونٹ باقی آپ کو دکھایا گئے۔ یہ آپ زندہ رہی ہے یعنی
بس کی عمر اب صرف دو تین سال باقی رہ گیا ہے۔ اس کے بعد الہام ہوا کہ ”میرا وقت اب سب سے پہلے ہے“
ن مقرر کردہ بعد۔ اب بخیر رہ گئی ہے۔ بعد الہام ہوا کہ ”حاصل کی طرف سے سب سے پہلے آدھ چھ گئی“ یعنی
آپ یہ واقعہ پیش آجائے گا۔ تو سب سے پہلے اس چھ گئی گئی۔ بعد الہام ہوا کہ ”میرا وقت اب سب سے پہلے ہے“
یعنی تری مقدس وقت کا وقت قرب گیا ہے۔ اور ہم سے ہے چھ گئی کوئی
یہ کہنے والی بات نہیں دینے دیں گے کہ الہام ہوا کہ ”وہ وقت اب سب سے پہلے ہے“ یعنی میرا
وقت اب سب سے پہلے ہے۔ اور ہم سے کہنے نہ ہی ماضی میں روشن نشانات قائم رکھیں گے۔ اب یہ بھی الہام ہوا
کہ ”موت و نارا میں میرا وقت اب سب سے پہلے ہے“ یعنی تو میں حالت میں فوت ہو گا کہ میں شجر سے رہتی ہوں گا“ اسی طرح ایک
الہام یہ ہوا کہ ”موت و نارا میں میرا وقت اب سب سے پہلے ہے“ گئے ہیں اس لیے اب سب سے پہلے چھ گئی گئے۔ اب یہ بھی الہام ہوا
کہ اس کے بعد ۱۰۰ روز کی تمام ہوا۔ اب ۱۰۰ روز اب سب سے پہلے ہے۔ اب یہ بھی الہام ہوا کہ

اسی طرح کہ اب سب سے پہلے ہے الہامات ہوئے چھ گئی سے الہام چھ گئی۔ اور میں سب سے پہلے ہے
ایدا دیا۔ اور اس زندہ رہی کو آپ پر صبر کر دیا۔ اس قسم سے الہامات کی کہ اب کو دیکھ کر اب سب سے پہلے ہے
نے لکھی کاٹا ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال
۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال
۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال ۱۰۰ سال

اباب کی وفات کا زمانہ وہ تھا۔ اس وقت نے اپنی جماعت کو نصائح کر کے لئے
 ایک خط لکھا جس میں مقرر کیا۔

”یہ خدا تعالیٰ کی بات ہے کہ جب سے اس نے نسل کو زمین میں پیدا کیا ہے۔ ہم ہمیشہ
 اس صفت کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ سب نبیوں اور رسولوں کی یاد کرتا ہے۔
 جس سے سب نبی کو وہ بتا رہا ہے۔ چنانچہ اس کی تخم بہری نئی سے ہمارے
 کہ ہے۔ اس کی پوری جملہ ان سے ہر سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایک وقت میں
 ان وقت سے، تو ہر ایک کا جی کا خوف ہے۔ اس سے بڑھ کر کھنکھن سے۔ مخافین کو سب سے
 اور ٹھٹھے اور طعن اور لہجہ کا وہ وقت سے دساتے۔ اور اب وہ سب سے بڑھ کر چلنے ہیں تو
 پھر ایک دوسرا اللہ اپنی قدرت کو کھاتا ہے۔ اور اس سے دوسرے کی قدرت کا سر کرنا
 ہے۔ ان اہل شیعہ و فلیسہاں سے۔ اس سے بنی قدرت کا لایا ہے۔ چنانچہ اس سے
 ایسے وقت میں جب ہی کی۔ فاب کے بعد شکوات کا ساتھ دیا ہو جاتا ہے۔ اور انہیں
 رورس سے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ تب اللہ تعالیٰ دوسری
 عہدہ ہی پر دست قدرت کو ہر کر ماسے۔ اور گری ہوئی حالت کو منہاں لیتا ہے۔ پس وہ
 جو نہ ملک سے رہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے اس شجرہ کو لکھا ہے۔ جس کا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ
 کے وقت میں نبی جبریلؑ نے حضرت مسلم بن ابی بکرؓ کے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے
 یادداشتیں مردہ ہو گئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ
 نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھاکر کے۔ بارہا اسی درجہ کا فیضان کیا۔ اور سلام کو بڑا
 ہوتے ہوئے تمام لیا۔“

اس سے عزیز و اہم سے سنت شریعی ہے کہ خدائے دو قدرتیں
 دکھاتا ہے۔ تاخلفوں کی دو جھوٹی پوشیموں کو ہل کر کے دکھاوے۔ صواب ممکن نہیں۔ کہ
 خدائے عظمیٰ اپنی قدیم صفت کو ترک کر دے۔ اس لئے تم ہماری اس بات سے جو ہم نے
 تمہارے پاس بیان کی ہے۔ (یعنی خبر وفات سے) سب سے مت پر۔ اور تمہارے دل پر۔
 ہو جائیں گے۔ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دکھانا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا نام ہے

(۳) ایسے ہی شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا مسفی ہو۔ اور ضرورت سے پرہیز کرتا ہو۔ اور اپنی سرگاہ اور بدعت سے باز نہ لے کر ہو۔ سچا اور صاف سدا ہوا ہو۔

اس شرط سے عدوہ سے انہیں ایک امر کا حذف ان الفاظ میں بھی کیا ہے کہ۔
 "اے ایک صاحب جو اس کی کوئی طبی جائداد نہیں۔ اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا۔ اگر ثابت ہو کہ وہ اس کے لئے اپنی زندگی وقف رکھا تھا۔ اور صاحب تھا۔ تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔"

انجمن کا پروردگار ان مصالح حضور نے اس مقصد کے انتظام کے لئے ایک انجمن بھی قائم فرمایا جس کا نام انجمن کا پروردگار ان مصالح قبرستان رکھا۔ حضرت امام احمد سے اس انجمن کا صدر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب

کو مقرر فرمایا۔ اور اس بات کو راجح قرار دیا کہ یہ کم از کم وہی ہے اس انجمن کے عالم دن ہونے بائیں حضور نے اس امر کی تصریح فرمائی کہ اس مقصد کے قیام کا یہ مطلب نہیں کہ یہ زمین کسی کو بہشتی بندگی کے بعد مطلب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے انصاف کرے گا۔ کہ بہشتی ہی اس مقبرہ میں دفن ہو سکے گا۔

حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ صدرین کی جانشینی کا مطلب خلیفہ کی جانشین ہے۔ حضور کے اس فقرہ سے بعض لوگ

بہ استدلال کرتے ہیں کہ جب حضور نے وصایا کے ال کی وصوں اور استاعت و خدمت اسلام پر خرچ کرنے اور جماعت کے نظام کے لئے اپنے بعد ایک انجمن تجویز فرمائی۔ جسے اپنا جانشین قرار دیا۔ اور جس کے فہم کو جو کثرت رائے سے جو جوئے۔ یعنی وفات کے بعد نفعی قرار دیا۔ تو ظاہر ہے کہ تمام جماعت کی مطہر و تنبیہ ہوئی۔ اور اس کی کثرت رائے سے جو فیصلہ ہو اس کی اطاعت کرنا اور وفاداری کے لئے لازم ہو گا۔ مستتر ضمیمہ کے اس استدلال کے جواب میں اس امر کو ہمیشہ زیر نظر رکھنا چاہیے کہ حضرت اقدس نے رسالہ الوصیت میں جماعت کے نظام کو چلانے کے لئے دو چیزیں کو ضروری قرار دیا ہے۔

۱۱۔ درستی ثانیہ کو جو حضور کی زندگی میں موجود ہیں تھی۔ کیونکہ اس کا آنا حضور کے وصال کے بعد ہی مقدر تھا۔ اور اس نے اسی کام کرنا تھا۔ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ خلاف کے سو اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔

۱۲۔ انجمن کو۔ جو حضور کی زندگی میں قائم کی گئی۔ مگر حضرت اقدس نے اس کے پیڑ صرف یہ کام کیا۔ کہ وہ بندوں کی عیبوں اور ان کے خراج کے لئے مناسب تجویز سوچا کرتے۔ اور حسب بیت سلسلہ نہایت کیا کرتے۔

چنانچہ حضرت اقدس کے وصال کے موقع پر تمام جماعت میں سے کسی شخص کے وہم و گمان میں یہ بات نہیں تھی۔ کہ حضرت اقدس کے بعد سلسلہ خلافت جاری نہیں ہوگا بلکہ انجمن آپ کی خلیفہ ہوگی۔ مگر جن لوگوں نے بعد کو سلسلہ خلافت سے انکار کیا ہے۔ انہوں نے بھی حضرت مولانا حکیم نوریؒ کی جانب سے دوسرے حق پرست حضرت اقدس کا حلیف ہونے کی نسبت سے آپ کی موت کی اور اسے مطابق رسالہ مصیبت قرار دیا۔ اور انہوں نے اس امر کو اپنے دستخطوں کے ساتھ جاری جماعت میں نفع کیا۔ جس کا کہ آگے چل کر وضاحت سے معلوم ہوگا۔

۱۹۰۵ء تصنیفات
(۱) تصنیف برہین احمدیہ حصہ پنجم۔ برامین احمدیہ کے پہلے چار حصوں میں جن میں کتبگوشتوں کا ذکر تھا۔ ان میں سے اکثر یواری ہو چکی تھیں۔ اقل نو حضرت اقدس کے ان کا اس کتاب میں ذکر کیا۔ دوم معجزہ فی صل حقیقت اور ضرورت پر بحث فرمائی۔ سوم زمرہ پیشگوئی بر جو اعتراضات ہمیشہ اخبار لاؤرنے کئے تھے۔ ان کا مفصل جواب دہ مدارہ از جن حینہ است سورہ مومنون کی ایسی لطیف تفسیر فرمائی ہے۔ کہ اس کی سیر نظر نہیں آتی۔

۱۹۰۵ء آپ نے ۱۹۰۵ء کے ابداء میں کھانا شروع کی تھی اور اس کا نام برہین احمدیہ کے وہ حضرت انجمن بھی لکھا تھا۔ یہ کتاب حضور کے وصال کے بعد ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوئی۔ (۲) تصنیف دلائل اربعیت۔ اس رسالہ کے متعلق مفصل ذکر و حکا ہے۔

زلزلہ در ایوان کسری فتاد
الہام ۱۵ جنوری ۱۹۰۶ء
ایراں یک بہت پڑاتا تا یکی ملک ت مدت ہئے
دراز سے اس ملک کے بادشاہ ہوں کا لقب کسری چلا

۱۲۔ کچھ رسالہ مصیبت۔

آنحضرت افغان کو دارچین سے لے کر ۹۰ سالہ کو اسام بنوا۔

"تذکرہ" و "تاریخ" میں مذکور ہے کہ اسام بنوا نے اس وقت ان کے دربار میں لکھنے والے اسام بنوا سے سند ماہ ہجری ۹۰۰ میں باشندگان ملک کے مطابق کہیں کر کے بہمنیت کے قیام کا اعلان کر چکے تھے۔ اور ایران کے لوگ بادشاہ سے اس سونے بہت خوش تھے اور بادشاہ بھی اپنی ذوق و بہت پر خوش مو رہا تھا۔ لیکن رب العرش خدا جس سے اسام تذکرہ درالو ان کسری قتادہ ناز فرمایا تھا وہ اسے اسام کو لوراکر چاہتا تھا۔ منظران قاجار شہنشاہ ایران ۹۰۰ سالہ ہیں وفات پا گئے۔ وہ ان کو ولی عہد بن کر محمد علی اپنے باپ کی جگہ تخت نشین بنوا۔ اگرچہ اس نے بھی تخت حکومت پر بیٹھتے ہی مجلس کے استحکام و رنیا ہی حکومت کے دوام کا اعلان کیا۔ مگر خدا کی قدرت سے ملک میں ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ بادشاہ اور مجلس میں کٹاف شروع ہو گئی۔ پھر بادشاہ کے بعض درباریوں کو قتلہ کا بانی مبین سمجھنی لگی۔ اور اس کا سرطانیہ اس کے دربار سے علیحدہ کر دیا۔ جہاں گویا بادشاہ نے اپنے دربار سے کامیاب ہو کر باہر چلا گیا۔ اس کے بعد بھی اس کے دربار میں بہتوں کے مائوس کے درمیان بگاڑ پیدا ہو گیا اور حریت و قدس کے اس رنگ میں پورے ہو گئے۔ کہ یہ ان کا دارالمیثاق بن گیا۔ اور بادشاہ نے بارہندہ کو موقوف کر دیا۔ بادشاہ کے اس فعل سے ملک میں عام بغاوت پھیل گئی۔ بالآخر بادشاہ کی باڑی گیارہ لوت بھی جس پر بادشاہ کو بہت ناز تھا۔ پھر اس کے ساتھ مل گئی۔ اور مرزا محمد علی قاجار کسری ایران کے ایوان میں ایسا تذکرہ لکھا۔

..... کہ اسے سند رہ جو تالی ۹۰۰ سالہ ہے حرم مہمیت و وسی سفارت خانہ میں بنادینی عری نبیجہ بہ ہوا۔ کہ سلطنت ہمیشہ کے لئے اس حاضرین سے نکال گئی۔ و کسری کا وجود دنیا سے مٹ گیا۔

اہل بنگال کی دلیجوئی حضرت قدس کو ۱۹۰۶ء کو یہ مہم بنوا کہ
الافروری شہید
پہلے بنگال کی سیدت جو تلمہ جاتی یہ کہا تھا۔ اب انکی دلیجوئی ہو گئی۔

رسالہ تشیخہ الاذیان کا اجرا

یکم مارچ ۱۹۰۶ء

یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب
ابنہ التذنبصر والعزیز نے ایک اردو رسالہ نکالنا شروع کیا جس
کا نام تشیخہ الاذیان رکھا گیا۔ اس زمانہ میں لوجوانوں کی تربیت

اور مخالفین سلسلہ کو سبر کرن اور تسلی بخش جوابات دینے اور احمدیت کو پھیلانے میں اس رسالہ نے بہت
عمدہ کام انجام دیا۔

پادری احمد مسیح کا

مقابلہ سے انکار

مئی ۱۹۰۶ء

دہلی میں ایک نامیادری احمد مسیح تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح کے صلیب
یا نہ مرنے کے مسئلہ پر حضرت میر قاسم علی صاحب سے مناظرہ شروع کر
حضرت میر صاحب نے دلائل قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح

صلیب پر نہ گز نہیں مرے بلکہ بیہوش ہونے کی حالت میں زندہ ہی صلیب پر سے اتار لئے گئے تھے
یہ دلچسپ مناظرہ منہ زبانی روز تک جاری رہا۔ اور آخر میں حاضرین نے یک زبان ہو کر حلیفہ شہاد
دی کہ اس مناظرہ میں پادری احمد مسیح کو شکست ڈال دی ہے۔ اور خود پادری احمد مسیح کو بھی ہم
۱۹۰۶ء کو ایک جلسہ عام میں بہبود بدل اس شکست کا اعتراف کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔
چنانچہ انہوں نے کہا۔

”حاضرین۔ آپ نے جو جلسہ گذشتہ میں میرے برخلاف احمدی کو ڈگری دی ہے۔ اس سے مجھے
چند اں رنج نہیں۔ بلکہ ایک قسم کی خوشی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ نے بغیر سوچے جلدی سے
سید صاحب کو ڈگری دے دی۔ مگر نہ جانا کہ اس ڈگری دینے سے ہم کو سید صاحب کے
مرتب اور غافل کا مان لینا بھی ضروری ہو گیا۔ پس میں بھی سید صاحب کو ہی ڈگری دیتا
ہوں۔ کہ آپ نے ایک کثیر جماعت سے عفاۃ الحمد یہ کو متوالیا۔“

اس مناظرہ کے بعد حضرت میر قاسم علی صاحب نے پادری صاحب کو مقابلہ چیلنج کا گروہ اور
پر آمادہ نہ ہوئے۔ بلکہ جواب میں اشنہارہ سے یہ کہ میں میر صاحب کے مرشد و امام مرزا غلام احمد صاحب
سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اس کے جواب میں حضرت قدس نے لکھا۔ کہ پادری احمد مسیح ایک گمنام
سادی ہے اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کا چند ن فائدہ نہیں ہوگا اسے چیلنج نہ کرے کہ وہ مقابلہ کے
لئے لاہور، کلکتہ، مدراس اور ممبئی کے مشہور صحابیوں کو میرے ساتھ مقابلہ کرنے پر آمادہ کرے کہ

صورت میں مباہلہ کا اثر تمام قوم پر پڑے گا۔ اور اگر یہ خیل ہو کہ وہ چاروں یکجا جمع نہیں ہو سکتے
 ہیں نہ بھی ظہر کر دینا ہوں۔ کہ مباہلہ تحریری بھی ہو سکتا ہے جب ان کی درخواست میرے پاس
 سچے گی۔ اخبارات میں مضمین مباہلہ فریقین کی طرف سے شائع ہو جائیگا۔ اور اس کا انجام فیصلہ کن
 ہوگا۔ جس شخص حق رس فی کے خصال سے نہ بھی مدظہر کرتا ہوں کہ اگر چاروں بقیہ صاحبان ازکار کر
 یں۔ تو پھر ان چاروں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی باقیوں کے وکیل کی حیثیت سے مباہلہ کر لیا
 دے گا۔ مدظہر درخواست ان کی طرف سے ہونی چاہئے۔ میں اس امر کے لئے تین ماہ تک انتظار
 کرے گا۔ پھر چند روز بعد ضرورت کے ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا کہ

"لشیر احمد صاحبان آپس میں کرنے کو وہ باقاعدہ اپنا نام پیش نہ کریں کہ اپنی تقریری مسند
 دے کر بیٹھ جیسے ہوئے اشتہار کے حصار میں نہ رہیں بلکہ اس وقت رسد کر دیں۔ کہ احمد
 مسیح کا منسوب ہو۔ یہ اشتہار صحت میں کامیاب ہو یا نہ ہو صاحبان۔ تو اس صورت میں
 ہم پادری احمد مسیح سے ہی مباہلہ کے بارے میں بات بھی ہم سے واسطہ پڑے گی۔ کہ احمد
 مسیح ایک گنہگار آدمی ہے۔ اور جب تک بقیہ صاحبان اس کو اپنا نام مفہم نہ مانویں۔ قوم
 پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اب معاملہ بہت صاف کر دیا گیا ہے۔ اب رہا ہے کہ لشیر احمد صاحبان
 پورے غور و فکر کے بعد اس مباہلہ کو مسترد کریں گے۔ مگر اگر یہ کہ اگر سر حصار اپنے منظر و نظر
 تو صرف مامور کے شب صاحبان ہی بخیرہ فی سمجھ جائے گی۔"

پادری صاحب اس اشتہار کے نکلنے پر اسے خاموش ہوئے کہ تو اس میں حضرت اقدس سے
 مباہلہ کرنے کے لئے کوئی لفظ ہی زیبا ہے۔ نہ میں نکال دیتا۔

نادی حضرت صاحب جزاؤں مرزا
 شیر احمد صاحب سید الرحمن
 ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء

ماجد سے دو ایک سکین مانتی تھی کہ میں نے میری دنی بھی

۵۔ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء

۱۰ مئی ۱۹۰۶ء

اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور تم اور بدیہی امر ہے کہ خدا کے احکام سے مختلف کرنا عصیت اور موجب جہنم ہے اور اس مقام میں جس طرح خدا کی اطاعت کے لئے حکم فرمایا ہے۔
ایک اور رسول کی اطاعت کے لئے حکم فرمایا ہے۔ سو جو بعض اُس کے حکم سے منہ پھیرتا ہے۔
وہ سے جہنم کا رکا جاتا ہے جس سے سزا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوا آيَاتَ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ وَالْعَوَالِفِ إِنَّ اللَّهَ يَكْفِي عَذَابُ الْغَافِلِينَ
الحجرات ۲۶ سورۃ حجرات ترجمہ اے ایمان والو۔ خدا اور رسول کے حکم سے
بڑھ کر کوئی بات نہ کرو۔ حتیٰ کہ ایک قبیح حد خدا اور رسول پر چلو۔ اور نافرمانی میں خدا
سے ڈرو۔ خدا مستجاب بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔

ابن عربیہ کہتے ہیں کہ جو شخص جس چیز میں اپنی نجات کو سید پر غور نہ کر کے (جو دراصل وہ توحید پر بھی نہیں
رسول سے اپنے تئیں مستقل مبعوث ہے اور رسول سے قطع تعلق کرتا ہے۔ اور اس سے باطل اپنے تئیں
غلبہ کر دیتا ہے۔ دگرگت فی تہذیب آگے رکھتے ہیں۔ وہ خدا کا فرمان ہے اور نجات سے بے نصیب
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ غَيْرٍ فَلَا يُطْعَمُونَ سَبْعَ عَشْرَ نَجْمًا
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ غَيْرٍ فَلَا يُطْعَمُونَ سَبْعَ عَشْرَ نَجْمًا

ترجمہ اور جو وہ دوزخ میں کوئی چیز کا فروں کی طرح نہ لگے۔ تو جو فرشتے دوزخ میں مقرر ہیں وہ
دوڑھیوں کو کہیں گے۔ کہ کاش تم اسے اس کوئی پذیر نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے۔ کہ ہاں آیا تو تھا
مگر ہم نے اس کی مذہب کی۔ اور ہم نے کہا۔ کہ خدا سے کچھ نہیں آتا۔
اب دیکھو ان آیات سے۔ وہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ دوزخی دوزخ میں اس لئے پڑیں گے۔ کہ وہ وقت
کے نبیوں کو قبول نہیں کریں گے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ غَيْرٍ فَلَا يُطْعَمُونَ سَبْعَ عَشْرَ نَجْمًا
ترجمہ سو اس کے نہیں۔ کہ مومن وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ پھر بعد
اس کے ایمان پر فائز رہے۔ اور ششوک نہ نہایت میں نہیں پڑے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ غَيْرٍ فَلَا يُطْعَمُونَ سَبْعَ عَشْرَ نَجْمًا
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ غَيْرٍ فَلَا يُطْعَمُونَ سَبْعَ عَشْرَ نَجْمًا

سے حق تعالیٰ سجدہ ۱۵۵
سے اس میں کی بعض آیات اور بھی گذر چکی ہیں۔ مرتب

اور المحدث نے لکھیں کہ

”ہم خدا تعالیٰ کے لئے نہیں رکھتے نہ ڈاکٹر صاحب اس میں کرتے۔ یعنی جو وہ ماہ کی مشیونری
کر کے مرزا صاحب کی موت کی تاریخ ۱۴۔ اگست ۱۹۰۶ء مندرجہ ذیل ہے۔ تو آتی ۵۰ اعراض نہ ہوا
و معترضہ طور سے اخبار سے اس کے روزانہ سے اخبار سے ڈاکٹر صاحب کے اس المام پر شہد ہوا
کہ ۲۰ سال تو کی بجائے ۲۰ سال تک“ بنا دو ثبوت ہوتا ہے

حضرت اقدس اسی لقب اذیت میں متعارف شدہ مسند کے اندر اور ڈاکٹر صاحب کی مقبرہ تاریخ
کے بالکل خلاف ۲۶ مئی ۱۹۰۶ء کو فوت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اس طرح ڈاکٹر صاحب کا
بی مشیونری میں کاذب زلف روز روشن طرح ظہور ہوگا۔ اس کے مقابل میں ڈاکٹر عبدعلیم جال کا حال
سنئے ۱۹۰۶ء نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو ایسا ایک المام متعارف ہوا تھا۔ ”مرزا بھی میٹر کے لئے مرض سے ہلاک
ہو گیا۔“ مگر وہ خود بھی میٹر کے لئے مرض سے ہلاک ہوئے۔ پھر انہوں نے اپنے حل یہ المام متعارف کیا تھا۔
You will succeed یعنی تم کامیاب ہو جاؤ گے اور حضرت اقدس کے متعلق رہنماؤں کی بھٹی کہ مرزا
نی بڑھ گیا اٹھ جائے گی۔

مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی بڑھائی کہ ان کا نام و نشان مسک گیا۔ حضرت اقدس کے اس
نے ایسی برکت دی کہ آج روئے زمین کا کوئی قابل ذکر خط ایسا نہیں جس سے خدا مہریت اسلام
بجائے میں ملے وہ نہ ہوں۔ فالحدیث علی ذلک۔

پھر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ۱۵ نومبر ۱۹۰۶ء مطابق ۲۰
نومبر ۱۹۰۶ء مطابق ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ کو
سفرت صاحبزادہ مرزا احمد بن صاحب ملکہ راجہ کراچ میں فوت ہوئے۔ ان کی وفات کو
ہو تر نیک اختتام سے زینب بیگم صاحبہ کے سوا کسی اور پریرہ نہ تھی۔ حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب
حضرت اقدس کی موجودگی میں نئے مہمان خانہ کے کورس ایبٹ آباد میں اس مکان کا اعلان فرمایا
حضرت صاحبزادہ صاحب کی جلالت شان کے تحقق و اہمات حضرت اقدس کے جو حکم میں ۱۱ دسمبر
کی بیدارش کے ذکر کے ساتھ درج کر چکے ہیں۔ حضرت اقدس صاحب نے بھی کہ مخدومہ وزینب بیگم صاحبہ

کارِ رخصت نہ جلد ہو جائے۔ تا موصوفہ کے پاس ہونے سے ان کے لئے دعا کا مہ قہر مل جائے۔ مگر حضرت نواب صاحب اس معاملہ میں جلد تباری نہ کر سکے۔ اور اس طرح بے رخصت نہ حضرت اقدس کی زندگی میں نہ ہو سکا۔ بلکہ حضور کے وصال کے بعد ۹ مئی ۱۹۰۹ء کو ہوا۔ رخصت نہ کی تقریب نہایت سادگی سے عمل میں آئی۔ حضرت نواب مبارک بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ "یوزنیب بیگم صاحبہ کا رخصت نہ نہایت سادگی سے ہمارے دارالمسح سے ملحق مکان سے عمل میں آیا۔ حضرت اماں جان نے سارا کپڑا زیور وغیرہ ہمارے پاس بھجوا دیا تھا۔ اور چونکہ نواب صاحب کا منشا تھا کہ حضرت فاطمہ کی طرح رخصت نہ ہو۔ سو جو بے ہیں تیار ہو گئی۔ تو نواب صاحب نے پاس بٹھا کر نصیحت کیں۔ اور پھر مجھے کہا کہ حضرت اقم المؤمنین کی طرف چھوڑ آؤں سیدہ اقم، صر صاحبہ والے صحن میں جو سترہ اقم و سیم صاحبہ کی طرف سے بیڑھیاں اترتی ہیں۔ وہاں حضرت اماں جان نے استقبال کیا اور دُہن کو درالبرکات میں لے گئیں۔"

میاں عبدالکریم کے متعلق یادگیر ضلع کلیر کہ ریاست حیدر آباد دکن سے ایک طالب علم عبدالکریم خدرا کا نشان ۱۹۰۶ء نام قادیان دارا مان میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ اُسے اتفاقاً ایک لڑکے سے ملنے کا ٹکڑا ملا۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے صحن باب ہونے کا وہ قسم میں حضرت اقدس کے الفاظ میں ہی بیان کر دوں۔ حضور فرماتے ہیں۔

"مہم نے اس کو معالجہ کے لئے کنوں کو بچھ دیا۔ چند روز تک اس کا کسوں میں علاج نہ ہوا۔ پھر وہ دُور دُور میں واپس آنا۔ کھوڑے دونوں کے گزرنے کے بعد اس میں وہ آثار دیوانگی کے ظاہر ہوئے جو دیوانہ گئے کے کائے کے بعد ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔ اور بالی سے ڈرنے لگا اور خوفناک حالت پیدا ہو گئی۔ تب اس غریب الوہی عاجز کے لئے مراد دل سخت سے قرار دیا۔ اور عا کے لئے ایک خاص موقعہ پیدا ہو گئی۔ سر ایک شخص مجھ سے تھا کہ وہ قریب چند گھنٹے کے بعد خانقاہ ناپار میں کو پور ڈونگ سے باہر نکال کر ایک مکان میں دوسروں سے علیحدہ ہر ایک احتیاط سے رکھا گیا۔ ورسولی کے نگر نگر ڈونگ کی طرف سے بھڑکی اور پوچھا کہ اس حالت میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے اس طرف سے بذریعہ تدریب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر اس غریب اور بے وطن لڑکے کے لئے میرے دل میں بہت توجہ پیدا ہو گئی۔ اور میرے دوسرے

نے بھی اس کے لئے دعا کرتے کے لئے بہت سی دعا کر کیا۔ کیونکہ اس غربت کی حالت میں وہ
 لڑکا قابلِ رحم تھا۔ اور نیر دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ مر گیا، تو ایک ٹرے رنگ میں اس
 کی موت شہادتِ اعداء کا موجب ہوگی۔ تب میرا اور اس کے لئے سخت درد اور بے قراری میں
 مبتلا ہوا۔ اور عارضِ عادت توجہ سدا ہوئی۔ جو اپنے اختیار سے پیدا میں ہوتی تھو کہ بعض
 خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ نے ان سے
 وہ اثر دھاتی ہے کہ فریب ہے کہ اس سے وہ زندہ ہو جائے۔ غرض اس کے لئے اہل
 علی ہاشمی کی حالت بہتر آگئی۔ اور جب وہ توجہ انتہائی پہنچ گئی۔ اور درد نے اپنا پورا سہ
 میرے دل پہ کر لیا۔ تب اس بیمار پر جو درحقیقت مڑ رہا تھا۔ اس توجہ کے آثار ظاہر ہونے
 شروع ہو گئے۔ اور یا تو وہ پانی سے ڈرتا اور رہتی تھی۔ اور ایک دفعہ طبیعت
 نے صحت کی طرف رخ کیا۔ اور اس نے کہا کہ اب مجھے پانی سے ڈر نہیں آتا۔ تب اس کو پانی
 دیا گیا۔ تو اس نے بغیر کسی خوف کے پی لیا۔ بلکہ پانی سے دھو کر کھانے میں پڑھوں اور
 تمام رات سوتا رہا۔ اور خوفِ کافور و حیاتِ حالت جاتی رہی۔ اس تک کہ چند روز تک
 بالکل صحت یاب ہو گیا۔ میرے دل میں قہرِ المورڈ الایا۔ کہ یہ دیوانگی کی حدت ہو اس میں سے
 ہو گئی۔ اس لئے نہیں تھی کہ وہ دیوانگی اس کو ہلاک کرے۔ خدا اس لئے بھی کہ خدا ان کے
 ظاہر ہو۔ اور تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ کبھی دنیا میں الیہ دیکھتے ہیں نہیں آتا کہ اسی حالت
 میں کہ جب کسی کو دیوانہ گئے نے کاٹا ہو۔ اور دیوانگی کے آثار ظاہر ہو گئے ہوں۔ پھر کوئی
 شخص اس حالت سے جانیر ہو سکے۔ اور اس سے زیادہ اس بات کا دریا بہت ہو سکتا
 کہ تو اب اس فن کے کسولی میں گورمنٹ کی طرف سے سنگِ ترمہ کے علاج کے لئے ڈاکٹر امر
 تھے۔ انہوں نے ہمارے تار کے بوب میں صاف بکھر دیا کتاب کوئی طرح میں ہو سکتا
 اس جگہ میں قدر لکھنا رہ گیا۔ کہ جب میں نے اس بھوکے کے لئے دعا کی۔ تو خدا نے
 میرے دل میں القا کیا کہ فلاں۔ دادی چاہئے۔ مگر انہیں نے چند دفعہ وہ دعا دیا کہ وہ
 آفریدہ اچھا ہو گیا۔ یا یوں کہو کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد بیاں عبد العظیم اٹھائیں برس تک زندہ رہے۔ اور آخر دسمبر ۱۹۳۷ء میں فوت ہوئے۔
اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سید عبد الرحمن صاحب
مدراستی کے متعلق ایک نشان
مئی ۱۹۰۶ء

جوں نکلا۔ تو سخت گھبرائے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے تار دیا۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ
”اُن کی بیماری کی وجہ سے شرافت اور بڑا تردد ہوا۔ قریباً نو بجے کا وقت تھا۔ اور میں غم اور فکر
میں مبتلا ہوا تھا۔ کہ ہدف غنودگی ہو کر میرے اس سر پہ کی طرف جھٹ گیا۔ اور دعا پڑھنے
عز و جس کی طرف سے وحی آتی۔ کہ ”آتش زندہ گی“ بعد اس کے ایک اور بار اس سے آید کہ حالت
ابھی بہ کون کھرا ہٹ رہا تھا۔

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب
رئیس مالیر کوٹلہ کے متعلق ایک
نشان۔ ۱۹۰۶ء

اپنے جہتیوں کے سخت مشکلات میں پھنس
گئے۔ منجملہ ان کے یہ کہ وہ وحی محمد کے مانع و عیا کی طرح قرار دیئے گئے تھے۔ وراثتوں نے
بہت کچھ کوشش کی۔ مگر کام نہ ہوا۔ صرف آخر و شش یہ باقی رہی تھی۔ کہ وہ نواب گورنر
جنرل بہادر باقیہ سے دادری پہنچا اور اس میں بھی کچھ امید نہ تھی۔ کیونکہ اس کے خلاف قلعی
صوبہ کا کام۔ سخت سے فیصلہ کر دیا تھا۔ اسی صوفان نم و ہم میں عیب نہ، انسان کی فطرت میں اہل
ہے۔ ساتوں نے صرف مجھ سے دعا ہی کی درخواست نہ کی۔ بلکہ یہ وعدہ بھی کیا۔ کہ اگر خدا تعالیٰ
اُن پر رحم کرے۔ اور اس عذاب سے نجات دے۔ تو وہ تین ہزار نقد روپیہ بعد کامیابی کے
لاؤں گا۔ لکھنا نہ کی مدد کے لئے ادا کریں گے۔ چنانچہ ہر تالیف دعاؤں کے بعد مجھے یہ الہام ہوا۔

”اے سیف! اپنا رخ اس طرف پھیر لے۔“

تپ میں نے نواب محمد علی خاں صاحب کو اس وحی الہی سے اطلاع دے دی۔ بعد اس کے شرف

تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا چنانچہ انہوں نے جاتو قف تین مہینہ اور وہ پیدل لنگر خانہ کے لئے بھیج دیا۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے متعلق ایک نشان ۱۹۰۶ء

حضرت ام المومنین کے چھوٹے بھائی استاذی المسکرم حضرت میر محمد اسحاق صاحب ۱۹۰۶ء میں سخت بیمار ہوئے۔ اور تیز بخار کے ساتھ ہر دو رات میں کلاٹیاں بھی نکل آئیں۔ اور یقین ہو گیا۔ کہ طاعون سے حضرت میں کو اطلاع ہوئی۔ حضور نے دعا فرمائی اور خدا تعالیٰ نے حضرت میر صاحب کو خارق عادت طور پر صحت عطا فرمائی۔ حضور نے اس نشان کا ذکر اپنی کتاب حقیقہ الوحی میں کیا ہے۔ جسے حضور ہی کے غلامین درج کیا جاتا ہے۔

”اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور خوشی کا نشان مجھے عطا فرمایا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میر نے ان دونوں میں ایک دفعہ دعا کی تھی کہ کوئی نشان خدا تعالیٰ سے مجھے عطا کرے۔ تب جساکہ ۲۰ اگست ۱۹۰۶ء کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ ۱۶۱۔ مجھے ہوا۔ کہ آج کل کوئی نشان نہ ہو گا۔ یعنی غنقریب کوئی نشان ظاہر ہونے والا ہے۔ چنانچہ وہ نشان اس طرح برظہور میں آیا۔ کہ میر نے کئی دفعہ ایسی مندر خواہیں دیکھیں جن میں صبر صبر یہ نہ دیا گیا تھا۔ کہ میر صاحب میرے شریک ہیں ان کے عیاش کے متعلق کوئی مصیبت آنے والی ہے چنانچہ ایک دفعہ میں نے کہا، ہر کی ایک رات لٹکانی ہوئی دیکھی۔ جو کئی موت پر دلالت دیتی تھی۔ اور ایک دفعہ میں نے وہیہ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اسمٹڈٹ میر جن اس جو بارہ کے پاس باہر کی طرف چھٹا کے ساتھ لگ کر کھڑا ہے۔ جس میں میں رہتا ہوں۔ تب کسی شخص نے مجھ کو کہا۔ کہ عبدالحکیم خاں کو دلہا اسحاق نے گھر کے اندر رکھ لیا ہے۔ (والدہ اسحاق میر صاحب کی بیوی ہیں اور اسحاق ان کا لڑکا ہے) اور وہ سب ہمارے گھر میں ہی رہتے ہیں۔ تب میں نے یہ بات سنا اور جواب دیا۔ کہ میں عبدالحکیم خاں کو ہرگز اپنے گھر میں آنے نہ دوں گا۔ اس میں میری بے عزتی ہے۔ سب وہ آنکھوں کے سامنے سے گم ہو گیا۔ اندر داخل نہیں ہوا۔

یاد رہے کہ علم تعمیر میں میر جن نے یہ لکھا ہے۔ جس کو راجہ بھگت سنگھ کے گھر

میں دشمن داخل ہو جائے تو اس میں کوئی مصیبت نہ ہوتی تھی۔

غرض جب اس در میر صاحب کو یہ خبر پہنچا کہ میر صاحب کے

کوئی مصیبت و پریشانی ہے۔ تو میں دعا میں لگ گیا۔ اور وہ اتفاقاً مع اپنے بیٹے اسحاق اور اپنے
 گھروالوں کے لاہور جانے کو تھے۔ میں نے ان کو یہ خواہش سنائی۔ اور لاہور جلتے سے روک دیا۔
 اور منوں نے کہا کہ آپ کی اجازت کے بغیر برگزینہ جاؤں گا۔ جب دوسرے دن کی صبح
 ہوئی۔ نو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو نیز تپ چڑھ گیا۔ اور سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ اگلے
 دونوں طرف میدان میں فطشیاں نکل آئیں اور یقین ہو گیا۔ کہ طاعون ہے۔ کیونکہ اس ضلع کے
 بعض مضافات میں طاعون بھوت پڑی ہے۔ تب معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ بالا خوابوں کی تعبیر یہی تھی۔
 اور میں نے سخت غم پیدا ہوا اور میں نے میر صاحب کے گھر کے لوگوں کو کہہ دیا۔ کہ میں خود جا کر
 ہوں۔ آپ نو بہت سے سفار بہت کریں۔ کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ آپ نے دشمن کو
 اپنے گھر میں بلایا ہے۔ اور یہ کسی غرض کی طرف اشارہ ہے اور اگرچہ میں جاننا ہوں۔ کہ موت
 موت قدیم سے ایک دن قدرت ہے۔ لیکن یہ عجیب آیا۔ کہ اگر خدا شواستہ ہمارے گھر میں
 کوئی طاعون سے مر گیا۔ تو ہماری تکذیب میں ایک شور قیامت برپا ہو جائیگا۔ اور پھر گو میں
 نزار نشین بھی ہوں۔ تب بھی اس واقعہ کے مقابل پر کچھ بھی ان کا اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ
 میں صد ہا مرتبہ دیکھ چکا ہوں۔ اور سناچ کر چکا ہوں۔ اور ہزار ہا لوگوں میں بیان کر چکا ہوں کہ
 ہمارے گھر کے تمام لوگ طاعون کی موت سے بچے رہیں گے۔ غرض اس وقت جو کچھ میرے دل
 کی بات تھی میں بیان کر سکتا ہوں۔ فوراً عین مشغول ہو گیا۔ اور بعد کے عجیب
 نظارہ قدرت دیکھا۔ کہ دو میں گھڑ بس قاصد عادت کے طور پر اسحاق کا تپ اتر گیا۔ اور
 گھڑیوں کا نام و نشان نہ رہا۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور صرف اس قدر کہ پھرنا چلا گیا
 دوڑنا نہ رہا۔ وہ بھی اپنی بیماری میں سوئی تھی یہی ہے اس لئے موتی۔ میں حلفا کہہ سکتا
 ہوں۔ کہ حضرت یحییٰ کے اٹھیا موتی میں اس سے ایک ذرہ لمحہ زیادہ نہ تھا۔ اب لوگ جو چاہیں
 ان کے معجزہ پر مہینے بڑھائیں۔ مگر حقیقت یہی تھی۔ جو شخص حقیقی طور پر مر جاتا ہے۔ اور
 اس دہشت گردانہ ہے۔ اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ وہ مرکز واپس نہیں آتا۔
 وَاَمَّا الَّذِي لَعَلَّكَ ذَرْنُكَ شَرِيفٌ مِّنْ فِرْمَانِ اللَّهِ فِي مَسْأَلِهَا الْمَوْتَ ۝

۱۹۰۶ء کے بعض متفرق واقعات | اس سال بہشتی مقبرہ کے بعض ابتدائی انتظامات
کئے گئے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا قیام بھی

اس سال ہوا۔ حضرت صاحب جزاءہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاں پہلا بچہ نصیر احمد بھی اسی سال
پیدا ہوا جو بعد فوت ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

تصنیفات ۱۹۰۶ء | ۱۱ اشاعت ضمیمہ الوصیت۔ اس ضمیمہ میں بعض شرائط موصی
صاحبان کے متعلق، بعض انجمن کے متعلق اور بعض میت کے باہر سے
نے کے متعلق درج ہیں۔ اور آخر میں حضرت اقدس نے احباب کو وصیت کرنے کی پُروردہ الفاظ میں
قریب فرمائی ہے۔

(۲) تصنیف و اشاعت چشمہ مسیحی۔ ۹ مارچ ۱۹۰۶ء کو حضرت اقدس نے ایک کتب خانہ مسیحی شائع
ہی۔ اس کتاب میں حضور نے عیسائیوں کی کتاب "بناہجہ الاسلام" کا تہمت ہی لطیف رنگ میں جوایر ہے۔ اس تصنیف کا
نتیجہ یہ ہوا کہ بریلی روپی انسایت ہی مشہور و معزز ذوالی خاندان کے ایک فرد نے حضرت اقدس کی حدیث میں مروجہ پیش کیا
ہوئیوں کی کتاب "بناہجہ الاسلام" پر جو اسلام کے متعلق میرے دلوں میں بعض شکوک اور دساوس پیدا ہو گئے ہیں۔
حضور نے انہیں مخاطب کر کے نہایت ہی ناصحانہ رنگ میں "بناہجہ الاسلام" کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

(۳) تصنیف تجلیات الہیہ۔ ۱۵ مارچ ۱۹۰۶ء کو حضرت اقدس نے "تجلیات الہیہ"
کے نام سے ایک کتب لکھنا شروع کی تھی۔ اور اس میں آپ خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی پر کہ "چمک
کھداؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار" شرح و بسط کے ساتھ لکھنا چاہتے تھے۔ اس کتاب میں
حضور نے عذاب کی پیشگوئیوں کے فلسفہ پر بھی بحث شروع فرمائی تھی۔ مگر افسوس کہ بعض موانع کے
پیش آ جانے کی وجہ سے اس کتاب کے مکمل ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ "تجلیات" صفحات جو پہلے چھپے
وئے موجود تھے۔ ٹائٹل پر لگا کر وہ ہی حضور کے وصال کے بعد مذکورہ صورت میں چھوٹی نسخی بر شائع
ہوئے گئے۔

۱۲ حضرت حافظہ سید مختار احمد صاحب شاہ جہاں پوری کے سرکاری سینئر پروفیسر بن کر ملا کرتے تھے۔ اور ان کو
سید احمد کے عقائد کے ساتھ اتفاق تھی لکن ابھی سلسلہ میں۔ اصل سوے کی موت نہیں آئی تھی کہ وفات
پائی گئی۔ ۱۱ مارچ ۱۹۰۶ء۔ دہلی

سعد اللہ لودھیانوی کی
براکت - ۳ جنوری ۱۹۰۷ء

لودھیانہ میں ایک شخص سعد اللہ نامی نو مسلم تھے۔ جو کسی قد عربی
سے بھی واقف تھے۔ وہ حضرت اقدس کی مخالفت میں سمیتہ پیش
پیش رہا کرتے تھے۔ اور ایسی سو قیامت اور قابل نفرت زبان استعمال
کیا کرتے تھے جو نہایت متبذیل و گہ بھی استعمال نہیں کرتے۔ انہوں نے ایک کتاب "شہادت ثاقب
برسے کاذب" بھی لکھی تھی۔ جس کے دو اشعار درج ذیل ہیں :-

انحر یسین وقطع دتین است ہر تو بے رونقی و سلسلہ ہائے مزدوری

اکتوں بہ اصطلاح شان نام ابتلا است آخر بروز حشر و بہ این وار خاصری

ان اشعار میں سعد اللہ نے حضرت اقدس کو مخاطب کر کے بلکھا ہے کہ "خدا کی طرف سے تیرے
سے مقدور ہو گا ہے۔ کہ خدا تجھے بکڑے گا۔ اور تیری رگ جان کاٹ دے گا تب تیری موت کے بعد
یہ اسلسلہ جو سراسر جہنم ہے۔ تباہ و برباد ہو جائیگا۔ اور اگرچہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابتلا بھی آیا کرتے ہیں
مگر آخر تو حشر کے روز بھی اور اس دنیا میں بھی خائب و خاسر رہو گے۔ اور نامراد مر جاؤ گے۔"

اس نے بعد سعد اللہ صاحب گندہ دہنی اور مدنیانی میں دن بدن بڑھتے چلے گئے۔ آخر انہوں نے
۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو حضور کے منعلق ایک نہایت ہی گندی اور ناپاک تحریر شائع کی جس میں حضور کو اللہ و اللہ
ایتر لکھا۔ ان کی اس کارنامی کو حضرت اقدس نے نہایت رنج و قلق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش
کر کے دعا کی۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت آپ پر انکشاف فرمایا۔ اسے آپ نے "انوار الاسلام" کے
مشمور استعاروں میں سے تیسرے استعارے میں جو تین ہزار روپے انعام کی شرط سے شائع کیا گیا تھا۔ ان
الفاظ میں ظاہر فرمایا۔ کہ

"حق سے بڑا نہ ہو۔ آخر سے مڑو۔ تو۔ یکے گا۔ کہ بتر کیا انجام ہوگا۔ اسے عدو اللہ اؤ مجھ سے نہیں۔"

خدا سے بڑا نہ ہو۔ بخدا مجھے اسی وقت ۹ ستمبر ۱۹۰۷ء کو تیری نیت بہ امام شوالیہ سے۔ ایچ

مشتاقی لکھی ہو۔ اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ سعد اللہ جو تجھے ایتر لکھتا ہے۔ اور

یہ دعوائے کرتا ہے۔ کہ نہرا (حضرت اقدس کا) سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا مقطع ہو جائے گا۔

ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ خود ایتر چمکے گا۔"

۵۔ ارشاد ہمارا - انکو برکات اللہ مشورہ "انوار الاسلام"

ان تحریروں کی اشاعت کے بعد حضرت اقدس کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے مگر سعدانہ موسم کے گھر میں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ اور جو اولاد اسکے ہاں پیسے پیدا ہو چکی تھی۔ پیسے ہی مر چکی تھی۔ جبکہ ان کے رنج و غم کا اظہار وہ اپنے ان اشعار میں کرتا ہے جو اس نے اپنی مناجات "قاصی اسی جات" نامی میں لکھے ہیں۔

جگر گوشہ دادی اسے بے نیاز دے چند زان لگ رفتی تو باز
دل من بنم المیدل شد کن بدھف ز غم و غفہ آزار کن
ز ازدواج و اولاد ام اسے ذوالمنن بود ہر یکے فسترة العین من
جگر پارہائے کہ رفتند پیش نہ ہجو رئی شاں دم ریش ریش

یعنی اسے بے نیاز بنانے مجھے اولاد دی تھی۔ مگر ان میں سے بدھف کو لڑنے والے لیا۔
ب میرے دل کو ان کے عوض میں اور اپنی اولاد دینے کے لیے اسے لطف کے ساتھ مجھے رنج و غم سے آزاد کر۔ اسے احسانوں والے! میری ازدواج اور اولاد کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ میرے جگر کے ٹکڑے جو فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی رنج بھرائی سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہے۔

سعدانہ موسم کے ان دردناک اشعار پر نظر ڈالکر ہر شخص سرج سگنا ہے کہ اولاد نہ ہونے اور
رجلنے سے کس قدر حسرتیں اس کے دل میں بھری ہوئی تھیں اور وہ اس درد و غم سے کس قدر بے قرار
رہے تاب تھا۔ لیکن وہ اس غم و ہم سے نجات نہ پاسکا۔ اور سالہا سال گریہ و زاری کے ساتھ دعا
برسے۔ یہی اس کے گھر کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور حضرت اقدس کے مندرجہ بالا اشعار ان کے
شائع ہونے کے وقت اس کا صرف ایک لڑکا محمود نامی چودہ ہند رہ سال کی عمر کا موجود تھا۔ مگر اس کے
حدودہ بارہ سال تک زندہ رہا۔ لیکن کوئی اولاد اس کے ہاں پیدا نہیں ہوئی۔ اور جو لڑکا موجود تھا باجوڑ
مرزیدہ ہو جانے کے اس کی تنادی نہیں کی گئی ممکن ہے کہ وہ تنادی کے قابل نہ ہو۔ باسی اور وہ
سے تنادی کی نوبت نہ آئی۔ یہاں تک کہ اس کے ہم خیال عبدالحی سے نہیں آیا۔ بعض احمدیوں نے
بھی اسے لوجہ دلائی۔ کہ تم اپنے بیٹے کی تنادی کیوں نہ کرے۔ رفتہ رفتہ اس کی عمر اس سال یا اس
سے بھی زیادہ ہو جانے پر اس کی نسبت حاجی عبدالرحیم صاحب کی لڑکی سے ہوئی سعدانہ نے تنادی
کا سارا سامان خود تیار کیا۔ مگر اسے اپنے اکلونے بیٹے کی تنادی کی خوشی نہ آک سونا نصیب نہ ہوا

اور وہ شادی سے پہلے ہی ۳ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء کو طاعون میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ لیکن
عجیب قدرت الہی ہے۔ کہ اُس شادی سے سعد اللہ کے بیٹے کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ البتہ
تو گزر جانے کے بعد اس کے ہاں اولاد پیدا ہونے سے ناامید نہ ہو کر مولوی شاد اللہ و فیروزہ نے کوشش
م شروع کی۔ کہ اس کی دوسری شادی کرائی جائے۔ مگر وہ اُس سے انکار کرتا تھا۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید
دوسری شادی سے اولاد پیدا ہو جائے۔ اسے دوسری شادی کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ مگر ان کی یہ اُمید
اس شادی سے بھی برباد ہوئی۔ اور سعد اللہ کا بڑا بیٹا زاد کے ہی مورخہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء کو موضع
کام کلاں ضلع لودھیانہ میں مر گیا۔ اگر وہ بڑا بیٹا میں مر جانا تو کوئی بہ کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ اتفاق تھا۔ مگر
بیشکونی کے بعد پہلے تو باپ کے ہاں ہندوہ سال تک اولاد نہ ہوئی۔ اور جو بڑا کاموجود تھا۔ یاد جو دیکھ
اس غرض سے دو مرتبہ اس کی شادی کی گئی۔ کہ اگر ایک سے اولاد نہیں ہوئی تو دوسری سے ہو جائے۔
اور سعد اللہ کے امتر ہونے کی پیشگوئی پوری نہ ہونے پڑے۔ لیکن یہ تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ اور اس کے
بچے بھی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ اور جس کے لئے امتر ہونے کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ اس کا امتر ہونا کسی کے
مخفی کئے متغی نہ ہو سکا۔ اور وہ امتر ثابت ہو کر رہا۔ فاعتر وایا اولی الابصار۔

سعد اللہ کا بیٹا حکیم نرمن کلرک تھا۔ اور کافی عرصہ شیخ پورہ اور لائل پور میں سلسلہ ملازمت
مقیم رہا۔ ملک مولوی محمد شفیع صاحب جو ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست ہیں۔ اور آج کل شکار پورہ
میں مقیم ہیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ واقعہ مجھے سنایا ہے۔ کہ سعد اللہ کے بیٹے نے ایک بچی ہال رکھ
تھی۔ اور وہ اُسے بابا کہا کرتی تھی۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ مگر ہم اس سے کہتے تھے۔
کہ تمہارے باب کے امتر ہونے کا تو حضرت اقدس کو الہام ہو چکا ہے۔ پھر یہ تمہاری بیٹی کس طرح
ہو سکتی ہے۔ یہ ہرگز تمہاری بیٹی نہیں۔ اور اگر تم اس بات میں سچے ہو۔ تو ہمارے ساتھ لودھیانہ چلو
تمہارا آمد و رفت کا کرایہ اور دیگر اخراجات سب ہم برداشت کریں گے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ
تمہاری ہی بیٹی ہے۔ تو ہم تمہیں گرانقدر انعام اس کے علاوہ دیں گے۔ مگر بار بار کہنے کے باوجود
وہ ہمارے ساتھ لودھیانہ جانے پر رضامند نہ ہوا۔ آخر اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہم نے
اپنے اصحاب کو لودھیانہ خط لکھا۔ وہاں سے جواب آیا۔ کہ سعد اللہ کا بیٹا جھوٹ بولتا ہے۔ یہ اُس کی
سالی کی لڑکی ہے۔ جب ہم نے اسے وہ جواب سنایا۔ تو وہ ایسا خاموش ہوا کہ گویا اس میں جان ہی نہیں

سعد اللہ والا نشان حضرت
قدس کی اپنی زبانی
نمبر ۹۰۶

ذیل میں ہم قارئین کرام کی تقویت ایمان کے لئے حضرت اقدس کی
کتاب حقیقۃ الوحی کے آخری حصہ یعنی "الاستفنا" سے حقیقۃ الوحی کی
عربی عبارت کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ اس عبارت میں حضور نے

سعد اللہ کے لاولد مرنے کی خبر کو تفصیل کے ساتھ متاثر فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

"کئی ایذا رسا لوں کی ایذا کا بیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے بعض نسمات
دکھائے۔ ایسے لوگوں کا ذکر ہم نے طالبان حق کی بصیرت کی غرض سے حقیقۃ الوحی میں کیا ہے۔
اور ایک قسم کا تازہ واقعہ ایک شخص کی ہلاکت کا ہے۔ جو ابھی ماہ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ میں واقع
ہوا ہے۔ ایک شخص مہرے متعلق غلت بد زبانی سے کام کیا کرتا تھا۔ اور مجھ پر لعنتیں بھیجا کرتا تھا۔
اس کا نام سعد اللہ (لوحہ ہانوی تھا)۔ یہ شخص اپنی بد زبانی سے ہرزہ کی طرح سخت زخم پیدا کرنا تھا
جب اس شخص کی بد زبانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اور وہ اب زبانی میں سب سے آگے بڑھ گیا۔
تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے جلد ہلاک ہونے اور ذلیل اور لایا اور ابز ہونے کے مصیق اپنی
قضا و قدر سے آگاہی بخشی۔ اور اُس کے متعلق فرما: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ یعنی تیرا بد دشمن
مقطع النفس اور زکام و نامراد رہے گا۔ مناسب نہیں ہے اس وحی الہی کو لوگوں میں منسوخ کر دیا۔ اور اس
کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی اس وحی اسی کی سحائی کو جو اُس نے مجھے الہام کی تھی۔ ظاہر کر دیا اور اسے
فرسودہ کو ورا کر دیا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اسے تفصیل سے بیان کر کے لوگوں میں اس کی اشاعت
کروں لیکن ایک دیکھنے والے جو میری جماعت میں شامل تھا۔ مجھے اس کی اشاعت سے روکا۔ اور
اس کے متعلق بہت خوف اور خطرہ کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اس کی اشاعت کی صورت میں برصاعد
ضرور حکام تک پہنچے گا۔ اور اس وقت قادیان کی زد اور سز سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی
اور مصائب کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور مقدمہ کی سخت مصیبت اٹھائے

یہی سعد اللہ (لوحہ ہانوی تھا) جسکی اس قسم کی باتوں کے حوالہ میں آخری کلمہ بعد اقبال کے دو ہیں۔ اس سے واضح
سیالکوٹ میں ہونے لگے۔ ایک طویل نظم لکھ کر پڑھی جس کا پہلا شعر توں ہے :-

سعد مایس دیکھ و گندہ نی آبی ۔۔۔ جہیزوں میں خوب مہو قدرتانی آب کی

۱۔ توکل خواہ گمان الہی صاحب تھے۔ دیکھئے مجدد اعظم حصہ دوم صفحہ ۴۴

کے بعد اس کا جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔ اور اسی صورت میں حکومت ضرور سراہے گی۔ اس لئے بہتری اس میں ہے۔ کہ احتیاط سے کام لے کر اس وحی کا احوال کیا جائے۔ میں نے اسے کہا۔ کہ میرے نزدیک تو راہِ صواب یہی ہے کہ اہامِ الہی کی تعظیم کو مقدم کیا جائے۔ اور اس کا احوال میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی معصیت میں داخل اور ایک مہرِ نعل ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی طاعت نہیں کہ ضرر پہنچا سکے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد میں حکام کی تہدید سے نہیں ڈرتا۔ ہاں ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو فعل و کرم کا منہج ہے۔ دعا کریں گے۔ کہ وہ ہمیں ہر ایک معصیت اور فتنہ سے محفوظ رکھے۔ اور اگر خداوندِ قدر میں یہی لکھا ہے۔ کہ یہ معصیت ہم پر آئے۔ تو ہم اس نکتہ الٰہی نہ گنہگار رہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر مٹا ہوں کہ وہ اس طریقہ میں کو مجھ پر مسلط نہیں کرے گا۔ ورنہ اس سے کسی نکتہ میں مبتلا کر کے پتہ اس بندہ کو جو اس کے حقیر پناہ کا طالب ہے۔ اس کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ جب میری بی بات میرے بکنِ مخلصِ فاضلِ اہلِ علوم و دین مولوی حکیم نور الدین صاحب نے سنی۔ تو ان کی زبان پر حدیث اُثْبِتْ اَسْعَدَتْ اَسْبَدُ حَارِیْ ہوئی۔ اور میرے جواب کو سن کر اور نیز مولوی صاحب سے یہ حدیث سُکِرَتْ عَن کُفُوں کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ اور انہوں نے اس ذیل کو جس نے مجھے ڈرایا دیا۔ غلطی خوردہ فرار دیا۔ اور اس کی شہادت کو اسے سمجھا۔ اس کے بعد میں نے دو تین روز تک سعد اللہ کی موت کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں دعائیں کیں۔ جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی تائید کی کہ دُبَّ شَعْتِ اَغْبَر لَوْ اَحْسَمَ عَلٰی اَدْلَہِ لَا یَرْجُ۔ یعنی بعض لوگ جو عوام کی نظروں میں رائدہ ٹو اور غبار آلود ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مقام رکھتے ہیں کہ اُرْدَہ کسی باب کے معنی قسم کی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتا ہے۔ اور اس سے مراد یہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے سر سے نہیں محفوظ کرے گا۔ سو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔ کہ جس چند ہی روز گذرے تھے۔ کہ میں نہ اس کی نہ رائی نہ

اخبارِ شیعہ: پیناس کے مالک
اور ایڈیٹر کی ہلاکت

اداسنہ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰

”سین و لغتہ اللہ علیہ رکاذیں۔ ایسا ہی ملا داخل کو چاہیئے کہ چند روزہ دنیا سے محبت نہ کرے
اور اگر ان بیانات سے انکاری ہے۔ تو میری طرح قسم کھا دے۔ کہ یہ سب، فزا ہے۔ اور اگر یہ
باتیں سچ ہیں۔ تو ایک سال کے اندر میرے پر اور میری تمام اولاد بر خد کا عذاب نازل ہو۔
آمین و لغتہ اللہ علیہ رکاذیں“

حضرت اقدس کے اس بیان کی اشاعت پر لالہ شرمیت اور لالہ ملا داخل کے بیوں پر ہر سکوت لگ گئی۔
ظاہر ہے کہ انہوں نے ان کو افسانے پر کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ یہ معاملہ ہی ایسا تھا کہ اس
کی وجہ سے ان پر بہت بڑی زد آتی تھی۔ لیکن لالہ شرمیت اور لالہ ملا داخل کو کسی طرح یہ منظور نہ ہوا۔ کہ وہ
حضرت اقدس کی مضبوط قسم کے مقابلہ میں قسم کھا دیں۔ یا اُس کا کوئی جواب دیں۔ اور ان کے اس غر معولی
دیتے ہوئے ایک مرتبہ اُس امر کے صحیح اور درست ہونے پر ہر تصدیق ثبت کر دی۔ کہ حضرت اقدس نے لالہ
شرمیت اور لالہ ملا داخل کو جو اپنے نشتاؤں کا گوہ قرار دیا ہے۔ اور تریاق القلوب وغیرہ کتابوں میں جن کا بار
بہ ذکر آیا ہے۔ وہ ضرور ان نشانات کے گواہ تھے۔ ورنہ ایسے نازک موقع پر جو انہیں حضرت اقدس کے قسم
کمانے کے مقابلہ کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ وہ کبھی ح موت نہیں رہ سکتے تھے۔ اس خاموشی سی کا نتیجہ تھا
کہ وہ عذاب اپنی سے محفوظ رہے۔ لیکن اخبارِ نبویٰ جنک سے تینوں کا رتہ سے جن کا اور ذکر کیا ہے۔ چکا ہے۔
اپنی شوخی و شرارت میں بڑھ جانے کی وجہ سے طاعون کا شکار ہو گئے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا قارئین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ ہم ۱۹۶۷ء کے حالات میں حضرت
میاں سے خوف و ارکار۔ اقدس کے علماء و صوفیاء کو مباہلہ کے لئے پہنچا دینے کا ذکر

کر چکے ہیں۔ اس پہنچ میں ہندوستان کے عمائدین سے ۵۸ مشہور علماء اور صوفیائیں سے ۴۹ معروف
صوفیاء کے نام درج کر کے انہیں مباہلہ کے لئے بلایا تھا۔ اور علماء کے ناموں میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا نام
بھی گیارہویں نمبر پر تھا۔ اور جس طرح تمام علماء کو مباہلہ کے لئے میدان میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔
اسی طرح مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی۔ مگر اس معاملہ میں اور تمام علماء سے مولوی ثناء اللہ صاحب
کو یہ امتیاز خاص طور پر حاصل ہے۔ کہ وہ بعض علماء کی طرح دو ایک بار مباہلہ کرے سے متعلق رکبک اور
بارد عدالت پیش کر کے خاموش رہیں ہو گئے۔ بلکہ جو دورنگی جال انہوں نے اختیار کی تھی اس پر چلتے
رہے۔ اور کبھی اس سے علیحدگی نہیں کی۔ اور وہ چال یہ تھی۔ کہ وہ دل سے تو ہرگز نہیں چاہتے تھے۔ کہ

سے فری منہ سلام لے صاحب کا بیان ہے۔ کہ نیوٹن مورلے کو جب طاعون ہو گیا۔ تو انہوں نے علاج کیسے حضرت حکیم مولوی حمید اللہ
صاحب سے کچھ ملا۔ حکیم صاحب سے اسطرح پر حضرت اقدس سے کہلا بھیجا۔ کہ علاج ضرور کرو۔ مگر دیکھا کہ چنانچہ علاج کرنے کے باوجود
وہ اس طاعون میں مر گیا۔

حضرت اقدس کے ساتھ مباہلہ کی نوبت آئی۔ مگر لوگوں پر طعنے لگنا چاہتے تھے۔ کہ جس مباہلہ کے لئے بائبل بنایا ہوں۔ کبھی نواچتے ہم خبروں کی اس سرسش پر کہ آپ مباہلہ کیوں نہیں کرتے۔ آپ کو عزور مباہلہ کرنا چاہیئے۔ وہ مباہلہ پر آدگی ظاہر کر دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی خود بھی ترنگ میں آکر بڑے مطراق و کڑو فرسے مباہلہ مباہلہ کا شور مچا دیتے تھے۔ لیکن جب حضرت اقدس کی طرف سے جواب دیا۔ تا۔ تو ان کو یہ کہہ دینے میں کوئی حجاب نہ ہوتا۔ کہ میں نے تو کبھی مباہلہ کے لئے نہیں کہا۔ اور صرف انکار پر اکتفا نہ کرنے۔ ثالثی و ثالثیت کو بالکل ہی خیر باد کہہ کر درباری و دریدہ دہنی کو بھی انتہا تک پہنچا دیتے تھے۔ اس میں اس کے چند نمونے درج کئے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے حسبِ حادثہ اپنے دوستوں میں مباہلہ پر بڑی شدت سے آمادگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ آپ کے دوست آپ سے مباہلہ کرنے کے لئے زبان ی کھلے رہتے تھے۔ اور کچھ کچھ کر بھی بھرتے رہتے تھے۔ اور آپ نے زبانی آمادگی کے اظہار پر بس نہ کر کے ش میں آکر اپنے ایک دوست کو مباہلہ کی آمادگی سے متعلق ایک سخریہ بھی لکھ کر بھجادی۔ وہ تحریر حضرت اقدس تک پہنچی۔ تو حضور نے اپنی زیرِ قالیف کتاب اعلیٰ ز احمدی میں فرمایا۔

”میں نے سنا ہے۔ بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی سخریہ بھی میں نے دیکھی۔ جس میں وہ درخت کڑی ہے۔ کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لئے بدن خواہش مدہوں۔ کہ مرقبین بدعا کریں کہ جو شخص مسموموں میں۔ ٹھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔ سو اگر مولوی صاحب نے یہ خواہش دل سے ظاہر کی ہے۔ تو اس سے بہتر کیا ہے۔ وہ اس اہم مسئلہ پر اس لہر کے زمانہ میں بہت احسن کریں گے کہ مردم میدان بیکر اس ذریعہ حق و باطل کا فیصلہ کر لیں گے۔ یہ تو انہوں نے اچھی تجویز رکائی ہے۔ اب اس پر قائم رہیں۔ نوبت ہے۔ آگے چل کر حضور لکھتے ہیں۔“

”اگر اس حلیج پر وہ مولوی ثناء اللہ صاحب مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق سے اس مر جائے تو وہ ضرور پہلے مر جائے۔“

مولوی صاحب نے حضرت اقدس کی یہ کتاب تباح ہو جائے راہتِ مساجد کے لئے تحریر لکھنے کا کوئی ذکر نہ کیا۔ اور حضرت اقدس کی سخریہ کے جواب میں صرف یہ لکھ دیا۔ کہ

"چونکہ برحق سارہ واضح میں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ یا اللہ ہی اس لئے ایسے مفاد کی جرات نہیں کر سکتا۔"

لہذا باوجود اس کے کچھ مدت کے بعد مولوی صاحب نے پھر یہ کہا کہ

"السلامت لہ البغی قالوا لا یزالوا یصلونہ (یعنی پکارتے رہتے ہیں) ہم تیار ہیں میں اب بھی ایسے مباحہ کے لئے تیار ہوں۔ حواست مروحہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جسے مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔"

مولانا صاحب کی اس تحریر کے جواب میں حضرت اقدس قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "اس میں لالہ قمر مہیت اور لالہ ملا داس کو بابت باقی قسم کھانے کے لئے بلانا۔ تو اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھیجی گئی جس کے متعلق ایڈیٹر صاحب الحکم نے لکھا کہ

"اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھیجی گئی ہے۔ قادیان کے آدمیوں نے حضرت مرزا صاحب کے جو ثنائت دیکھ کر تعجب کی اور کر رہے ہیں۔ اس رسالہ میں ان سے مباحہ کر دیا ہے اور ثناء اللہ نے کوئی نکتہ صدفات بطور خارق عادت گز نہیں دیکھا ہے۔ تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے۔ تا معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ نے کس کی حمایت کرنا اور کس کی قسم کو سچا کرنا ہے۔"

ایڈیٹر صاحب اعظم کی اس تحریر کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ "مرزا صاحب بھی ہو تو آؤ اور اسے دیکھو سا کھلاؤ۔ وہی مسداں عبد گاہ امرتسرنہار ہے۔ جمال ہم باب زمانہ میں حضور خدا حق عز و جلی سے مبالغہ کر کے آسمانی ذلت اکھاڑ چکے ہو۔ اور امرتسری میں۔ تو بطلان میں آؤ۔ سب کے سامنے کارروائی ہوگی۔ مگر اس کے نتیجہ کی توقعیں اور تسخیر کرنا بیانی سے پسے کرادو۔ اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ۔ جس نے ہمیں رسالہ "انجام اتھم" میں مبالغہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے۔"

بادجو داس کے مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے مباہلہ کے لئے نہیں کہلئے۔ جتنا لغو اور ماطن ہے محتاج بیان نہیں۔ یہ تو سچ ہے کہ وہ دس سے مباہلہ کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے لیکن ایسے ہم خیالوں کو غلط دینے کے لئے انہوں نے ضرور یہ رنگ اختیار کیا ہے۔ کہ وہ مباہلہ کے لئے آمادہ ہیں۔ اگر یہ باتیں۔ تو انہوں نے کس غرض سے بہ لکھا۔ کہ وہی میدان عبید گاہ امرتسر نیار سے جہاں تم صوفی بدامنی غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے اس رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے۔

بہر حال مولوی ثناء اللہ صاحب کی ادب پر والی تحریروں نے ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء کے اشعار کے انجمن کے نتائج کی تھی حضرت اقدس کے علم میں آئی۔ تو حضور نے حضرت مہدی محمد صادق صاحب سے اس کا جواب دینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضرت مہدی صاحب نے لکھا کہ۔

”مباہلہ کے واسطے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کر لیا گیا۔“
”حضرت مسیح موعود کے حکم سے لکھا گیا۔“

اس عنوان کے نیچے پہلے مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر کو نقل کیا گیا ہے۔ اور پھر اپنا جواب دیا گیا ہے

واب جو تکہ بہت مفصل ہے۔ اس لئے ہم صرف خلاصہ درج کر لے ہیں۔ وہو ہذا

”اس مضمون کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو تیار دتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس صبیح کو مسطور کر دیا ہے۔ وہ نے شک قسم کھا کر یہ مان کر ہیں۔ کہ یہ شخص ایک بدعوے میں ٹھہرا ہے۔ اور عینک بہ کہیں۔ کہا گریں اس باب میں ٹھہرتا ہوں۔ لیکن اللہ علی انکاد من۔ اور اس کے علاوہ اس کو اختیار ہے کہ اپنے جھوٹے سونے کی صورت میں ہلاکت و فخرہ کے جو عرب اپنے لئے چاہیں۔ مانگیں۔ صرف اس نے بھر بھی اس۔ رحم کر کے فرمایا ہے۔ کہ نہ مباہلہ

چند روز کے بعد یہ۔ جبکہ ہماری کتاب حصہ اولیٰ اب کر سانیہ سوچا ہے اس

کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے ہو گا جس میں ہم یہ شرط کر دیں گے۔ کہ ہم

مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا۔ اور ہم اس قسم سے ہیں۔ کہ وہ ہمارا

جو ہم نے اس کتاب میں درج کئے ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اور اگر ہمارا انفرادی ہے تو خدا

علی الکافین۔ اسبابی مولوی ثناء اللہ صاحب بھی اس ہمارا کتاب پڑھنے کے بعد بذریعہ

ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے ساتھ یہ لکھ دیں۔ کہ میں نے اس کتاب کو اقل سے آخر تک بغور پڑھا ہے اور یہ کہ اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ اور مرزا غلام احمد کا اپنا افتراء ہے۔ اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں۔ تو لعنت اللہ علیہ اذکاذبین۔ اور اس کے ساتھ اپنے واسطے اور جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگتا جاہیں مانگ لیں۔ ان اشتہارات کے نتائج ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دیگا۔ اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ نے کوئی جیلہ جوئی کر کے اس مباہلہ کو اپنے سر سے نہ طامال دیا۔ تو پھر خدا تعالیٰ باغز و ر مولوی مذکور کے متعلق کوئی ایسا نشان ظاہر کرے گا۔ جو صدق و کذب کی پوری امتیزا کر دے گا۔ . . . امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود بخود پر کردہ مباہلہ سے گریز کی راہ میں نادمی کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی۔

مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا تھا حضرت مفتی صاحب نے اس کا کافی اثنافی جواب دے دیا۔ اور بہ سہولت بھی جدا کر دی۔ کہ یہ مباہلہ تحریک کے ذریعہ سے ہو جائے۔ لیکن مولوی ثناء اللہ نے محض لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنی تحریک میں یہ الفاظ بھی لکھ دئے تھے۔ کہ "مرا اثبوت ہے ہو تو اذہا اور اپنے گرد کو بھی ساتھ لاد۔ وہی میدان عید گاہ امرتسر تیار ہے۔ جہاں تم صوفی عبد الحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت پہنچ چکے ہو" اس لئے حضرت مفتی صاحب نے اس سے متعلق بھی تجویز پیش کر دی۔ کہ

"لیکن اگر آپ اس بات پر راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہو کر زبانی مباہلہ ہو۔ تو پھر آپ قاریان آسکتے ہیں۔ اور اپنے ہمراہ دس تک آدمی لاسکتے ہیں۔ اور ہم آپ کا زائرہ آپ کے یہاں آئے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپے تک دے سکتے ہیں۔ لیکن ہر امر ہر حالت میں ضروری ہوگا۔ کہ مباہلہ کرنے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہو جائیں گے۔ اور الفاظ مباہلہ تحریر ہو کر اس تحریر پر فریقین اور ان کے ساتھ گواہوں کے دستخط ہو جائیں گے۔"

حضرت اقدس کی طرف سے حضرت مفتی صاحب کے اس جواب کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے ۱۲۔ اپریل اور ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۸ء کے پرچے جو یکجا فی طور پر ۱۲۔ اپریل ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئے تھے۔

ان میں مولوی صاحب نے پھر یہ لکھا کہ

”میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے تہیں بٹا۔ میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے۔ مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں۔ کہ فریضہ من مقابلہ پر تہیں نہیں۔ میں نے حلف اٹھایا کہ ہے۔ مباہلہ نہیں کہا۔ قسم اور تہ اور مباہلہ اور تہ ہے۔“

جب مولوی صاحب کے اپنی تخریروں میں بار بار ایک ہی جے میں بات کا وعدہ کئے جاتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہو گئی۔ کہ آپ مباہلہ پر آمادگی تو ظاہر فرماتے جاتے ہیں۔ لیکن مہدین مباہلہ میں کبھی نہیں آتے۔ تو حقیقتہً اوجی ان کے کھینچا جانا ضروری نہ سمجھ کر حضرت اقدس نے اپنی طرف سے ”وامی تہا لہذا“ کی آخری فیصلہ کے عنوان سے دُعا لے مباہلہ شائع کر دی۔ اور یہ چاہا کہ مولوی صاحب جہاں اس تقرر کے نیچے جو چاہیں اپنی طرف سے دُعا مباہلہ کے طور پر لکھ کر اپنے اخبار میں شائع کر دیں۔ حنا بخت حضرت اقدس کی وہ دعا درج ذیل ہے۔

”مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ“

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الهدی

مذمت سے آپ کے پرچہ بخیریت میں میری کذب و نفس کا سلسلہ جاری۔ یہ تہا لہذا۔ یہ ہے اس پرچہ میں مردود۔ کذاب۔ و جال و مفسد کے نام سے مستعجب۔ ہیں اور وہیں میں میری نسبت۔ اب دیتے ہیں۔ کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے۔ اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہے۔ کا سراپا الہی ہے۔ میں نے آپ سے بہت دُعا اٹھایا۔ اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ میں جی نہیں دے رہا۔ کہ میں نے آپ سے افترا میرے پر کر کے دُعا کو میری طرف آنے سے روک لیا ہے اور مجھے ان گاہیوں اور ان تہمنوں اور ان افواہ سے یاد کرتے ہیں۔ کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سزا نہیں دے سکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر وفات آپ اپنے مراد سے میرے یاد کر لے میں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ مفسد اور کذاب کی مدت عمر نہیں ہوتی

مسیح کرشن اور محمد احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت و ذلت مبالغہ من العلو نائب بطرس اور اس تحریر کے متعلق اہل حدیث ۱۳ جولائی ۱۹۰۷ء میں لکھا کہ "میں اس کو صحیح جانتا ہوں۔" بجا بلکہ نائب ایڈیٹر کی یہ تحریر دروغ گوئی اور مغالطہ دہی کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ ان آیات میں تو مفتری علی اللہ کے لمبی عمر پانے کا ذکر نہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ جو جھوٹے اور کاذب ہیں۔ ان کا ذکر ہے۔ اور حضرت اقدس نے مفتری علی اللہ کے زیادہ عمر نہ پانے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ان دونوں میں جو فرق ہے۔ وہ بالکل ظاہر۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ایسا لکھنے سے نائب ایڈیٹر کا مقصد کیا تھا؟ اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کی تائید کس غرض سے کی؟ تو بادی تاقل معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ دونوں کے دل میں یہ یقین تھا۔ کہ اگر مفاہمہ کی نوبت آگئی۔ تو مولوی ثناء اللہ یقیناً پیسے مریں گے۔ اور اس وقت ہمیں یہ کہنے کا موقع ملے گا۔ کہ جھوٹے کو لمبی عمر دیا جانا تو ہم جلتے ہی لکھ چکے ہیں۔ اور اگر مفاہمہ ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس امیر صاحب پہلے وفات پا گئے۔ تو ہم کہیں گے۔ یہ مکلفہ بد دعا کرنے کا نتیجہ ہے۔

اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود حضرت اقدس کی تحریر دعائے مباہلہ کے نیچے اپنی تحریر دعائے مباہلہ درج کرنے کی بجائے لعن طعن و دشنام دہی۔ بد زبانی۔ دربدہ دہانی۔ لغو گوئی اور مغالطہ دہی سے بھری ہوئی ایک تحریر درج کر دی۔ ہم اس کی لغویات و نیز خرافات کو چھوڑ کر اس میں سے چند باتیں درج کرتے ہیں:-

۱۔ "اقل اس دعا کی منظوری مجھ سے تیس لی۔ اور بغیر منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔"

۲۔ "مذہب دہی یہ تحریر کیسی صورت میں بھی فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔"

۳۔ "میرا مقصد تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا۔ تو میرے مرنے سے وہ لوگوں پر کیا نجات ہو سکتی ہے۔"

۴۔ "خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت میں نہ پڑے۔ مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔"

۵۔ "خدا تعالیٰ جھوٹے دعا باز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دے رہا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مملکت میں آج بھی شرے کام کر لیں۔"

نوٹ۔ یہ آخری عبارت نائب ایڈیٹر کی طرف سے لکھی گئی مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کی تصدیق کی اور

اس اعتراض کا جواب کہ
حضرت اقدس کا اشتہار
مسودہ مباہلہ نہ تھا

مولوی ثناء اللہ صاحب اور بعض دوسرے معترضین نے حضرت
اقدس کے بصال کے کچھ عرصہ بعد مولوی ثناء اللہ صاحب کے
”مباہلہ سے فرار“ پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ کہنا شروع کر دیا تھا

کہ حضرت اقدس کی دعا ”دعاء مباہلہ“ نہ تھی۔ مگر یہ اعتراض ان کا مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔
اول۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس اشتہار کی تصدیق سے ”دعاء مباہلہ“ ہی سمجھا۔ ورنہ مندرجہ
بالا انکار کی ”وجوہ“ دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ خاص طور پر مکتوبہ دعا کی نامنظوری کا اعلان تو قطعاً غیر منقول
دوم۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت اقدس کی وفات کے ایک ماہ بعد لکھا۔

”کرشن قادیان نے ۱۵۔ برہنہ شہزادہ کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا۔“
سوم۔ حضرت اقدس کے اشتہار کا عنوان ہے۔ ”مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ“
مولوی ثناء اللہ کے متعلق آخری فیصلہ ”نہیں۔ اور کسی شخص کے ساتھ آخری فیصلہ“ سے مراد یہ ہے
یہی ہوا کرتا ہے۔ کہ جب تک دونوں فریق کسی متحدہ طریق فیصلہ کو منظور نہ کریں۔ کوئی فیصلہ معروض
وجود میں نہیں آسکتا۔

مندرجہ بالا حقائق سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت اقدس نے ”مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ“ دینے
اشتہار میں اپنی طرف سے ”دعاء مباہلہ“ ہی شائع فرمائی تھی۔ اور مولوی صاحب نے بھی اسے دعاء مباہلہ ہی سمجھ
کر یا مقابل ”دعاء مباہلہ“ شائع کرنے سے گریز اختیار کیا تھا۔

حضرت اقدس کا ایک
فیصلہ کن حوالہ
حضرت اقدس نے اپنی زندگی میں ہی کسی شخص کے سوال کے سبب فرمایا۔ کہ
”کہاں لکھا ہے۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ سمجھنے تو بہ
لکھا ہے۔ کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو۔ وہ سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ کہ انھوں
صعہ کے سبب اعداء ان کی زندگی میں ہلاک ہو گئے تھے ہزاروں اعداء آب کی وفات کے بعد
زندہ رہے۔ ان جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے
مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے۔ ہم تو ایسی باتیں سن کر حیران ہو جاتے ہیں
دیکھو ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ اور تحریف کرنے میں وہ کمال کیا ہے کہ

لے مرقع قادیانی ص ۱۹۰

یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے گئے

اکٹر الیگزینڈر ڈوٹی کی
اکت ۹ مارچ ۱۹۰۷ء

امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوٹی کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے ۱۸۹۹ء کے آخر میں یا سنہ ۱۹۰۰ء کی ابتدا میں یہ دعویٰ کیا کہ "جو کچھ میں نہیں کہوں گا تمہیں اس کی تعمیل کرنی پڑے گی۔ کیونکہ میں خدا کے وعدے کے مطابق پیغمبر ہوں۔" یہ امریکہ کا ایک مشہور و متمول شخص تھا۔ اس نے سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک شہر مسسولن آیا کیا۔ جو اپنی خوبصورتی اور عمارات کے لحاظ سے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر امریکہ کے مشہور شہروں میں شمار ہونے لگا۔ اس کا چنا اخبار "لیوز آف ہیڈنگ" بڑی آب و تاب کے ساتھ دکھاتا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی شہرت مملکت امریکہ میں نہایت ہی نکساجی کے ساتھ پھیل گئی۔ اس کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی تھی ایک شخص باطلان نامی نے ڈاکٹر ڈوٹی کی زندگی کے حقائق تحریر کئے ہیں۔ اس کی کتاب "اسٹنڈ" جتنے ہوئے شکاگو کے پرنٹنگ پریس میں چھپائی گئی۔

گزشتہ بارہ برس کے زمانہ میں کم ہی ایسے شخص گذرے ہیں جنہوں نے امریکن اخباروں میں اس قدر جگہ حاصل کی جس قدر کہ جان الیگزینڈر ڈوٹی نے۔

مطلب یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب مذکور کو امریکہ اور اس کے اخباروں میں بہت بڑی شہرت کا مقام حاصل تھا۔ ڈاکٹر ڈوٹی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن اور بدگو تھا۔ اور ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ چنانچہ وہ اپنے اخبار میں لکھتا ہے۔ "میں امریکہ اور یورپ کی مسائی اقوام کو خبردار کرتا ہوں کہ اسلام مردہ نہیں ہے۔ اسلام طاقت سے بھرا ہوا ہے اگرچہ اسلام کو ضرور ناؤد ہونا چاہیے۔ محمدؐ ازم کو ضرور نباہ دیا جائے گا۔ اسلام کی بربادی نہ تو مصحح لاطینی عیسویت کے ذریعہ ہو سکے گی۔ نہ بطرف لاطینی عیسویت کے ذریعہ سے اور نہ ان لوگوں کی عقلی مادی عیسویت کے ذریعہ سے جو مسیح کو صرف برائے نام ماننے ہیں۔ اور پٹلوگوں اور بدستونوں اور بدکاروں اور دلوٹوں اور ظالموں کی زندگی بسر کرتے ہیں۔"

حضرت اقدس کو جب اس شخص کے دعویٰ کا علم ہوا۔ تو آپ نے ۸۔ اگست ۱۹۰۷ء کو اسے ایک

۱۰ اگست ۱۹۰۷ء کو اکٹر ڈاکٹر خود دھری خلیل احمد صاحب ماہر منہج مرید بھولہ یار لان۔

۱۰ لیوز آف ہیڈنگ ۲۵۔ اگست ۱۹۰۷ء۔

چھٹی بکھی جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات اور سرینگر کشمیر میں اُن کی قبر کا ذکر کرتے ہوئے اسے مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے لکھا۔

’غرض ڈوٹی بار بار کہتا ہے۔ کہ غریب پر سب ہاک ہو جائے گی۔ سچ اس گروہ کے جو شروع مسیح کی خدائی مانتا ہے اور ڈوٹی کی رست۔ اس صورت میں یورپ و امریکہ کے تمام عیسائیوں کو جاپیئے کہ بہت جلد ڈوٹی کو مان لیں۔ تا ملاک نہ ہو جائیں۔ اور جبکہ اُنہوں نے ایک ناممقول امر کو مان لیا ہے۔ کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ رہے مسلمان۔ سو ہم ڈوٹی کی خدمت میں بہ ادب عرض کرتے ہیں۔ کہ اس مقدمہ میں گردن مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے۔ ایک سہل طریق ہے۔ جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوٹی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوٹی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناؤں۔ بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں۔ کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے۔ وہ پیسے مر جائے۔“

حضرت اقدس کے اس چیلنج کا ڈوٹی صاحب نے تو کوئی جواب نہ دیا۔ مگر امریکہ کے اخبارات نے اس پیشگوئی کا ذکر اچھے ریا کس کے ساتھ کیا۔ چنانچہ ایک اخبار ارگوناٹ سان فرانسسکو نے اپنی ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں بعنوان ”انگریزی زبان میں اعلیٰ عیسائیت اور اسلام کا مفاد بلکہ دعا“ لکھا کہ ”مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جو ڈوٹی کو لکھا ہے کہ تم ایک جماعت کے لیڈر ہو۔ اور میرے بھی بہت سے پیرو ہیں۔ بس۔ بس۔ بات کا فیصلہ کہ خدائی صرف سے کون ہے۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے یہ دعا کرے۔ اور جس کو مقبول ہو وہ سچے خدا کی طرف سے سمجھا جائے۔ نہ ناپ ہوگی۔ کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے۔ خدا اُسے ہرے ملاک کرے یقیناً۔ نہ ایک معقول اور منصفانہ نتیجہ ہے۔“

حضرت اقدس اس کا اخبار منگواتے تھے۔ اور دیکھتے تھے۔ کہ وہ اسلام کی عداوت میں برابر ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس پر آپ نے ۱۹۰۳ء میں بھی ایک خط لکھا ہے کہ اس مباہلہ کے چیلنج کو دہرا بار چنانچہ

ملہ اسی زمانہ میں ایک پادری مشرک گیلے نے لندن میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ جسکو حضرت اقدس نے عذاب اسی سے ڈرایا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بالکل خاموش ہو گیا۔ اور غیر معروف زندگی گزار کر مر گیا۔ مؤلف

سے سچا اور حقیقی علوی صحابہ کا وفد۔

۱۹۰۲ء ستمبر ۲۰ء

آپ نے لکھا کہ

”میں شریک کے قریب ہوں۔ اور ڈوٹی جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں۔ بچوں میں سے جو ان
ہے۔ لیکن میں نے اپنی عمر کی کچھ پروا نہیں کی۔ کیونکہ مبادیہ کا فیصلہ ٹورس کی حکومت
سے نہیں ہوگا۔ بلکہ خدا جو احکام اسی کا کہیں ہے۔ وہ اس کا فیصلہ کریگا۔ اور اگر ڈوٹی مخالف
سے بھاگ گیا۔ تب بھی لفظ سمجھو کہ اس کے صحیح پر جلد نرا ایک آفت آئے والی ہے۔“
جو جھٹی آپ اسے بھیجتے تھے جو کہ اس کی نفلیں امریکہ کے انگریزی اخبارات میں بھیجی گئی تھیں۔
اس لئے سنہ ۱۹۰۳ء میں کثرت کے ساتھ اخبارات نے حضرت اقدس کے اس جیلج مبادیہ کا ذکر کیا۔
چنانچہ بتیس اخبارات کے مضامین کا خلاصہ یہ حضرت اقدس نے تتر حقیقہ الوحی صفحہ ۴۰، ۴۱ کے حاشیہ
میں درج فرمایا ہے۔ جب لوگوں نے اسے بہت سنگ کیا۔ اور اصرار کے ساتھ اس سے اس مبادیہ کے
جیلج کا جواب دینے کے لئے کہا۔ تو سنہ ۱۹۰۳ء کے جنوری میں میں نے لکھا کہ
”ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے۔ جو مجھے بار بار لکھا ہے کہ انیسویں کی قبر کسٹھ
میں ہے۔ اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ درکہ انیسویں میں شمس
کا جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں تجھیں اور انیسویں کا جواب دوں گا۔
مگر میں ان پر اپنا باؤں رکھوں۔ تو میں ان کو کھیل کر مار ڈاؤں گا۔“
حضرت اقدس کو جب اس کی اس گستاخی پر بے ادبی اور شوخی و تترات کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے
خدا تعالیٰ کے حضور اس فیصلہ میں کامیابی کے حصول کے لئے زیادہ زور سے دعائیں کرائیں۔ غرض
دس دن اس دوران میں وہ امریکہ پر پہنچے اور آسٹریلیا میں سب شہرت۔ موری و عت حاصل کر کے
بھا۔ اور چونکہ وہ صاحبِ نومند تھا۔ اس لئے ہر سے جہنوں میں اکثر اپنی شانہ و صف پر فخر کرتے تھے۔
ممکن ہے وہ خوش ہوتا ہو۔ کہ اس دن ملن عروج پکڑنا جاری ہوں مگر حضرت اقدس نے اسے
تنبیہ میں منہور کرنے کے بعد اس مری طرح سے نکل کر ناچا ہوتا تھا۔ کہ جس سے سادہ سادہ
اور اسے تہ لگ جائے۔ کہ جس کے ماموروں کے مفاد میں انہوں نے ٹریڈ ٹریڈ میں
کا کیا حشر ہوتا ہے۔

مہٹر ڈوٹی چونکہ ایک عیانت آدمی تھا۔ اور صیحوں کا شہر بھی اس نے اپنے مریدوں سے قرضے حاصل کر کے یاد کیا تھا۔ اس لئے ایک طرف تو شہر کی رونق میں کمی آنے لگی۔ اور دوسری طرف جو مرید جمع تھا۔ وہ ڈوٹی کی عیانتوں میں خرچ ہونے لگا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مہٹر ڈوٹی کا وقار کم ہونا شروع ہو گیا۔ اس مہلک مالی بحران کو دور کرنے کے لئے ڈوٹی نے میکسیکو میں ایک زمین خریدنے کا ارادہ کیا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ اگر ایک دفعہ یہ زمین خرید لی گئی۔ تو صیحوں کی ساری مالی مشکلات دور ہو جائیں گی۔ چنانچہ اس زمین کی خرید کے لئے اپنے صیحوں کی مریدوں سے قرضہ حاصل کرنا چاہا۔ اور اس غرض سے سنہ ۱۹۰۵ء کی آخری الوار کو ایک غیر معمولی جلسہ کا اعلان کیا۔ اس جلسہ کی تیاری بڑے اہتمام سے کی گئی۔ جب ڈوٹی اپنے زرعی برق لباس میں جس کو وہ اپنا پیغمبری لباس کہا کرتا تھا۔ بیوس ہو کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہاں جمع کیڑا ہنس اس انتظار میں اس پر جم گئیں۔ کہ دیکھیں مہٹر جان ایڈنڈر ڈوٹی اب کیا اعلان کرتے ہیں۔ مہٹر کو مرب نے جو مہٹر ڈوٹی کا سوانح لگا رہے۔ لکھا ہے۔

”ڈوٹی اس روز اپنی فصاحت کے حراج پر تھا۔ وعظ کے بعد LORD'S SUPPER کی تقریب تھی۔ جس کے بعد ڈوٹی سفید لباس پہن کر پھر اپنے مریدوں کے سامنے آیا۔ پیسے دعا بٹہ تراہ لگایا گیا۔ بائبل سے بعض آیات کی تلاوت کے بعد صبح کا خون اور گوشت روٹی اور مرب کی صورت میں خاص لباس میں بیوس نہ بین کے ذریعے سے تمام حاضر الوفت، رادت کیشوں میں تقسیم کیا گیا۔ اب اصل تقریب قریب تکمیل تھی۔ ڈوٹی کو صرف چند اختتامی الفاظ کہا تھا۔ جس کے بعد جلسہ ریخوامت ہو جانا تھا۔ ان آخری الفاظ کے لئے لوگ ذبیحہ کے ساتھ منتظر تھے۔

اچانک ڈوٹی نے اپنے دامن ہاتھ کو دور سے جھٹکا دیا۔ جیسے کہ کوئی گندہ کبرا اس کے بازو کو اچھا ہو۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ کو زور زور سے کرسی کے بازو پر مارا۔ لوگ اس غیر معمولی حرکت سے کچھ حیران سے ہو گئے۔

ڈوٹی کا رنگ رد ہوا گیا۔ اور وہ گرنے ہی لگا تھا۔ کہ اس کے دو مریدوں نے اس سے سہارا دیا۔ اور گھیلے ہوئے اسے ہال سے باہر لے گئے۔“

قرض ڈوٹی میں اس وقت فیلچ کا حملہ ہوا جو کہ صیحوں شہر کے مالی بحران کو ختم کرنے کے لئے میکسیکو میں جائداد خریدنے کی سکیم اپنے پورے عروج پر پہنچ رہی تھی۔ خدا نے متنتقم و خادہ مطلق نے آج



2000

په نا عکس صویر د اکوړ دوی بېرته ... د وړوالتی کانت د یام صحت



عکس صویر د اکوړ دوی بېرته

ان حالات میں ڈوٹی کا بچہ سکا سے کیویا اور پھر کیویا سے میکسکو کے سفر کا ارادہ کھڑا۔ روپیہ بہر حال صحیح
 سے ہی حاصل کرنا تھا۔ جب اس نے مسٹر والوا کو اپنے اس ارادہ کی اطلاع دی۔ تو اس نے اس جرم میں
 ڈوٹی کا شریک ہونے سے صرف انکار کر دیا۔ اب تو ڈوٹی غصہ میں دیوانہ ہی ہو گیا۔ ادا خمار مارچ ۱۹۰۶ء میں
 والوا کو بھی تار و دیکرا سے اپنی جانشینی کے عہدے سے برخاست کر دیا۔ مگر اب اس کی کون مٹتا تھا۔ والوا کی
 برخاستگی کے بارے میں سمجھنے میں ایک طرف اس کے اس فیصلہ کی وجہ سے سب لوگ اس کے
 برخلاف ہو گئے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء کو یہ تاریخ تھا۔ یکم اپریل ۱۹۰۶ء کو والوا نے ایک عام میٹنگ کا اعلان
 کر دیا۔ اس میں ہزاروں صحافی اس میٹنگ میں شریک ہوئے۔ مسٹر والوا نے اس واقعہ کی نفی میں بیان کیا
 جب ڈوٹی کے مریدوں کو اس بات کا علم ہوا کہ ڈاکٹر ڈوٹی اپنے ذاتی حساب میں راش کا بھ لاکھ ڈالر حاصل کر
 چکا ہے۔ اور رانن کی آٹھ سٹریٹ میں اس تاریخ تک پچیس لاکھ ڈالر کے حصص بک چکے ہیں۔ مگر اس میں صرف
 ناچ لاکھ ڈالر کام پر لگائے گئے ہیں۔ مٹھائی بنانے کے کارخانے کے لئے ڈیڑھ لاکھ ڈالر سے زائد کے
 حصص فروخت کئے گئے۔ مگر صرف سترہ ہزار ڈالر تجارت پر لگائے گئے تو لوگ آپس سے باہر ہو گئے۔

اس کے بعد والوا نے ڈوٹی کے اس نائب کو بیٹا با۔ جس کو اس سے قبل ڈوٹی نے ایک صحافی کی شادی
 کی اعلان کر کے جرم میں مہم سے الگ کر دیا تھا۔ اور کہا کہ میں اسے پھر اس کے عہدے پر مقرر کرنے کا
 اعلان کرتا ہوں۔ لوگوں نے حوشی و سرمستی کے نغوس سے اس نعرہ کا استقبال کیا۔

اس کے بعد مسٹر والوا نے اعلان کیا کہ ڈوٹی چونکہ غرورِ تعلیٰ تھیں خیر اور عیاشی اور لوگوں کے پیسوں
 پر تعیس کی زندگی بسر کرنے کا جرم ہے۔ اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ وہ ہماری فیاد کا قطعاً نااہل
 ہے۔ اس اعلان پر لوگوں کی خوشی کی کتنی حد تہ رہی۔ اس کے بعد کیلیڈن کی ایک اور میٹنگ ہوئی جس
 نے منبرہ کے بعد باقی کو حسب ذیل تار و دیا۔

”کیلیڈن کے تمام تہائیں والوا کی عبادت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور جن افسروں کو آپ نے برحالت
 کیا۔ ان کو وہاں کے عہدوں پر قائم کرتے ہیں۔ اور آپ کی فضول خرچی اور منافقت۔
 جھوٹ۔ غلط بیانی اور مبالغہ آمیزیوں کی قوم کے تاجتراسن حال اور ظلم اور
 بے انصافیوں کے خلاف زبردستی احتجاج کرتے ہیں۔“



تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک رسالہ کے ٹائٹل پیج پر حواریوں نے آپ لکھ دیے تھے۔ یعنی "قادیانی کے آریہ و
سہم" بہ اعلان منافع کر دیا تھا۔ "تازہ نشان کی پیشگوئی"

"خدا دیتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظہور کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ وہ تمام دوسروں کے لئے
ایک نشان ہوگا۔ (یعنی ظہور اس کا نصف ہندوستان کا ایک حصہ ہوگا) اور خدا کے ارادے
سے وہ آسمان سے ہوگا۔" یہ ہے کہ ہر ایک شخص اس کی منتظر رہے۔ کیونکہ خدا اس کو مغرب
نہیں کر دے گا تا وہ پہلو سے نہ ملے۔ ماحول کو تمام قومیں گاہیں دے رہی ہیں۔ اس کو
سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے قائمہ اٹھاوے۔

مسٹر مرزا غلام احمد مسیح موعود: ستمبر ۲۰ فروری سنہ ۱۳۰۰ھ

احقرت اقدس کو جب ڈوئی کی اس طرح حیرت
ڈوئی کی موت پر حضرت اقدس کے تاثرات | تاک موت کا علم ہوا تو یہ ہے اسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم نشان معجزہ قرار دیا۔ یہ بخیر آپ فرماتے ہیں۔

"اب ظہور ہے کہ اس نشان پر جو فتح عظیم کا موجب ہے (یعنی مہم ڈنیا بٹنا اور امریکہ اور یورپ اور
ہندوستان) کے لئے ایک کھٹا کھٹا نشان ہو سکا ہے۔ وہ ہی ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے۔ کیونکہ
اور نشان جو امریکی منیگوٹوں سے ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ تو منجاب اور ہندوستان تک ہی محدود تھے
اور امریکہ اور یورپ کے کسی شخص کے ان کے ظہور کی خبر نہ تھی۔ لیکن منجاب سے صورت
پیشگوئی ظہور ہو کر امریکہ میں ساگر۔ ایسے شخص کے جن میں گہرا سوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد
فرد نہ تھا، اور اس کے مرنے کے بعد ہی رہنما رہے اس ملک کے انگریزی افسر
کو خریدی گئی۔ صحت باؤسٹر نے (یو الہ آباد سے نکلتا ہے) اس کے بارے میں سچ شہادتیں اور سوال
ملٹی گزٹ نے (جو ماہور سے دیکھتے ہیں) ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲،



بڑی صفائی سے دُری ہو گئی۔ کیونکہ ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہو سکتا ہے۔ کہ جس نے ٹھیکے طور پر بیوی بھری کا دعویٰ کیا۔ اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی سجاست کھائی۔ اور جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب ایسے لوگ ہو گئے تھے جو بڑے مالدار تھے۔ بدکے مسیح بہ ہے۔ کہ مسیح کذاب اور امیو دغسی کا وجود اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہ تھا۔ نہ اس کی طرح شہرت ان کی تھی۔ اور نہ اس کی طرح کرڈڑا روپیہ کے وہ مالک تھے۔ پس میں قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ یہ وہی خنزیر تھا۔ جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائیگا۔ اگر میں اس کو مہلک کے لئے نہ مانتا۔ اور اگر میں اس پر بدعائد نہ کرتا۔ اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی نتائج نہ کرتا۔ تو اس کا مرنا اسلام کی حقیقت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا۔ لیکن چونکہ میں نے صدیوں میں پہلے سے نتائج کر دیا تھا کہ کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوگا۔ میں مسیح موعود نہیں۔ اور ڈوٹی کذاب ہے اور بار بار لکھا کہ اس پر بدعائد ہے کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوگا۔ درحسرت کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اس سے زیادہ کھٹا کھٹا معجزہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو سچا کرتا ہے اور کیا ہوگا۔ اب وہی اس سے انکار کر دیا جو سچائی کا دامن ہوگا۔

ڈاکٹر ڈوٹی کی موت پر امریکی اخبارات کا تبصرو | ڈاکٹر ایگزنگر ڈوٹی کے مرنے پر امریکہ کے بہت سے اخبارات نے اس امر کے لئے اس امر کی پیشگوئی کی تھی کہ حضرت اقدس کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ ہذا پنجہ

۱۔ "ڈوٹیوں گزرتے" نے اس واقعہ کا ذکر کر کے لکھا۔

"اگر احمد ادران کے سردار میں پیشگوئی کے جو چند ماہ ہوئے پوری ہو گئی ہے۔ نہایت محنت کے ساتھ پورا ہونے پر فخر کریں۔ تو ان پر کوئی الزام نہیں۔"

۲۔ اخبار "ٹریڈ سیکر" نے لکھا۔

ظہری واقعات صلیح کرنے والے کے زیادہ دیر تک زندہ رہنے کے خلاف تھے۔ "گردہ جیت گیا" مطلب یہ کہ عمر کے لحاظ سے حضرت ادراس ڈاکٹر ڈوٹی سے بڑے تھے۔

۳۔ الحمد للہ کہ آج نہ صرف میری پیشگوئی سچ ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کمال صفائی سے دُری ہو گئی۔

۴۔ یہ سچ ہے جو مستند

۵۔ تہہ عقدا لوجی ص ۸۰ تا ۸۱

(۳) پوسٹن، مریہ کے خبار ہیرلڈ نے لکھا۔

”ڈوئی کی موت کے بعد ہندوستانی نبی کی شہرت بہت بلند ہو گئی ہے۔ کیونکہ گیارہ سو نہیں کہ نہیں

نے ڈوئی کی موت کی ہسگوٹی کی تھی۔ کہ یہ ان کی بھی سچ کی زندگی میں واقع ہوگی۔ اور بڑی حسرت اور

دکھ کے ساتھ اس کی موت ہوگی ڈوئی کی عمر پینسٹھ سال کی تھی۔ اور ہسگوٹی نے یہ لکھا ہے کہ پچھتر سال کی

حضرت ام المومنین اور حضرت اماں حان اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر
حضرت میرزا صرخاب صاحب کے ساتھ چند روز کے لئے تہذیبی

اپنے حرم محترم کا احترام

آپ دہرائی عرض سے لاہور تشریف لے گئیں۔ ہم جو لائی سنہ نویہ قافلہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۲۷ جولائی

سنہ ۱۲۹۰ کو واپس بٹالہ پہنچا۔ حضرت اقدس جو حسن معاشرت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ اپنے حرم محترم کے استقبال

کے لئے چند خدام سمیت عازم بٹالہ ہوئے۔ حضرت پالکی میں سوار تھے اور قرآن پڑھ کر سورہ فاتحہ کی تدفین

فرما رہے تھے۔ خدام کا لباس کہ بٹالہ تک حضور سورۃ فاتحہ پڑھی تو وقفہ میں مسدود رہے۔ رستہ میں صرف

نہر پڑا کر دیکھا۔ اور پھر وہی سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی۔ اللہ اللہ! عظیمی عظمیٰ کے نام پر

خدا کی کتاب کے ساتھ کہ گیارہ برس کے لئے سفر میں قرآن کریم کی ایک کپی تھی۔ سورۃ فاتحہ پڑھ رہے تھے۔

فرما: آپ نے کہہ

دل میں یہی ہے ہر دم بہرہ صحیفہ جہنوں قرآن کے گرد گھوموں کعبہ مراہی ہے

جب بٹالہ پہنچے۔ نو بٹالہ کے تحصیلدار اسے جسمل محل صاحب نے اسے دکان کے متصل ٹینشن کے

قریب ہی آپ کے لئے ایک آرام دہ جگہ کا انتظام کر دیا۔ اور خود بھی حضرت اقدس کی ملاقات سے شرف بہرہ

ہوئے۔ حضرت اقدس نے ان کے اس احسان پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ دوپہر کا کھانا مل فرمانے کے بعد حضور

حرم محترم کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپ کے اسٹیشن پر پہنچے سے سے نگاہیں آجیلی

تھی۔ اور حضرت ام المومنین آپ کو تلاش کر رہی تھیں۔ چونکہ سجوم بہت زیادہ تھا۔ اس کے بخوڑی دیر تک

آپ انہیں نظر نہیں آ سکے۔ پھر جب آپ پیر تھریڈی۔ تو محمود کے بابا ”کہہ کر آپ کو بتی عرفہ منوجہ کیا۔ اس پر

حضرت اقدس آگے بڑھے۔ اور اپنی زوجہ محترمہ سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حضور نے اپنی فرودگاہ پر

تشریف لائے۔ اور دوپہر کا وقت گزر کر چھپے پر عازم قادیان ہوئے اور نام کے قریب بکھرے پہنچ

گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی عدالت
۲۱۔ اگست ۱۹۰۶ء
۸۹۹ء کے حالات پس ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جو حضرت اقدس کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ اور ۱۳ جون ۱۹۰۶ء کو پیدا ہوئے تھے۔ نہایت ہی پاک شکل اور پاک نحو تھے۔ آٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ ۲۱۔ اگست ۱۹۰۶ء کو بجا روضہ بخار میاں ہو گئے۔ اور ایسا سخت بیمار پڑھا کہ بعض اوقات بیہوشی اور مہسام تک فوت سنچ جانی تھی۔ حضرت اقدس نے ان کی شفا پانی کے لٹے لٹے لے کئے۔ مشور بہت ہی درود۔ بخر کے ساتھ دعا کی جس پر ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء یعنی ساتویں روز اس وقت نے آپ کو اس مانتایا کہ انمول موگنی تون کا بخار ٹوٹ گیا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ ابھی دو دن اور بخار رہے گا۔ اور کھر ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ پورے تون کے بعد سویرے روز یعنی ۳۰ اگست ۱۹۰۶ء کو حضرت صاحبزادہ صاحب کا بخار بالکل ٹوٹ گیا۔ اور صاحبزادہ صاحب کی طبیعت ایسی تندرست ہو گئی کہ آپ باغ کی سیہ کرنے چد گئے۔

نکاح صاحبزادہ مبارک احمد
۳۰۔ اگست ۱۹۰۶ء
حضرت اتم المومنین کو چونکہ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی بیٹی مریم بیگم سے تعلق ہے۔ اس لئے آپ بھارتی بھس کر جس قدر جہد ممکن ہو سکے صاحبزادہ مبارک احمد کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا جائے۔ اور اس طرح انہیں بچن سے سی اتنی فریدی میں لے لیا جائے۔ ادھر حضرت اقدس کا یہ معمول تھا۔ کہ آپ حضرت اتم المومنین کی خواہشات کا از حد احترام فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی رضامندی سے اس نکاح کی اجازت فرمادی۔ اور ۳۰ اگست ۱۹۰۶ء کو صاحبزادہ مبارک احمد کا خطبہ نکاح حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب نے بعد نماز عصر پڑھ دیا۔ سی خطبہ نکاح میں حضرت مولانا نور الدین صاحب نے اپنے روتے میں عبدالحی صاحب کے نکاح کا بھی اعلان فرمایا جو حضرت پیر منظور محمد صاحب کی لڑکی حیدرہ بیگم کے ساتھ قرار پایا تھا۔

وفات صاحبزادہ مبارک احمد
۱۶۔ ستمبر ۱۹۰۶ء
نکاح کے بعد تیرہ دن تک تو صاحبزادہ صاحب کی طبیعت صحت رہی۔ مگر پھر چودھویں روز یعنی ۱۶ ستمبر ۱۹۰۶ء کو اچانک بیمار ہو گئے۔ اس روز حضرت اقدس کو الہام ہوا۔ ”لا علاج ولا یحفظ“ یعنی ”ب اس کا کوئی علاج نہیں اور یہ نہیں بچے گا۔“ چنانچہ دو دن کے بعد ہی ۱۸ ستمبر ۱۹۰۶ء کو صاحبزادہ مبارک احمد وفات

مضمون حضرت اقدس اور جلسہ

آریہ سماج و چھو والی لاہور۔

۲-۳-۴ دسمبر ۱۹۰۶ء

۱۹۰۶ء میں آریہ سماج لاہور نے اپنا سالانہ جلسہ کرنے کے

بعد یہ فیصلہ کیا کہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں ایک عام جلسہ مذاہب منعقد

کیا جائے جس میں مختلف مذاہب کے مذہبی لیڈروں کو مدعو

دے کر اس مضمون پر تقاریر کرائی جائیں کہ "الہامی کتاب کونسی ہو سکتی ہے" آریوں کے نمائندے حضرت

اقدس کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ حضور نے آریوں کی عادات اور اخلاق کا خیال کر کے اعراض فرمانا چاہا۔

یہیں بہت نرم و اصرار پر فرمایا کہ اچھا ہے، یہی اس موضوع پر ایک مضمون لکھ دیں گے۔ آریوں نے جلسہ کے

لئے ۲-۳-۴ دسمبر ۱۹۰۶ء کی تاریخیں مقرر کی تھیں۔ اور اس جلسہ میں مشمولیت کے لئے چار آنہ فی کس ٹکٹ

مقرر کر دیا تھا۔

قادیان سے حضرت مولانا نور الدین صاحب کی قیادت میں ایک وفد اس جلسہ میں شامل ہوا۔ جلسہ

میں ہندوؤں، عیسائیوں، برہمن سماجیوں اور مسلمانوں کی تقریریں ہونا قرار پایا تھا۔

دوسرے دن حضرت اقدس کا مضمون سنایا جانا تھا۔ اس لئے دُور و نزدیک سے کافی تعداد میں احمدی اس

جلسہ میں شامل ہوئے۔ حضرت اقدس کا مضمون حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اس

مضمون پر کل دو گھنٹے بند رہ منٹ صرف ہوئے۔ یہ مضمون کیا تھا۔ اس کی کیفیت دیکھنے سے ہی معلوم

ہو سکتی ہے۔ حضرت اقدس سے اس مضمون میں چند ایسی سچاؤ نہ بھی بیان فرمائی تھیں۔ کہ اگر ان پر آریوں کی

طرف سے عمل کرنے کا عند کر دیا گیا ہوتا۔ تو مذہبی مخالفت اور ایک دوسرے پر اعتراضات کا دروازہ بند ہو

سکتا تھا۔ لیکن آریوں نے ان سچاؤ پر توجہ کرنے کی بجائے جو کشمکش و کشاکش مذہبی کو دُور کرنے کے لئے لکھی

گئی تھیں۔ اپنے آخری مضمون میں جو تیسرے روز پڑھا گیا تھا۔ سخت گوئی اور بدزبانی سے دلائل زاری میں کوئی کسر

نہ رکھی۔ حضرت اقدس کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور آپ نے نہایت رنجیدگی اور

ناخوشی کا ظہر فرمایا اور فرمایا کہ بہاری جماعت کے لوگ ایسی حالت میں کیوں مضمون سننے رہے۔ اور کیوں

اٹکے کر چلے نہ آئے۔

آریوں نے اپنے مضمون میں، سلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراضات کئے تھے۔ ان کا

جواب دینے کے لئے حضور نے "چشمہ معرفت" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے شروع میں جلسہ کی کیفیت

اور اس میں آریوں کی طرف سے آخری دن کے مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر حملے

کا حالانکہ وہ اس سے قبل وعدہ کر چکے تھے۔ کہ جلسہ میں کوئی بات خلاف تہذیب اور کسی مذہب کی دلداری کا رنگ نہ رکھنے والی ہوگی۔

اور اسلام کے خلاف اعتراضات کا نہایت شرح و بسط کے ساتھ جواب ہے۔ اور آخر میں وہ مضمون بھی شامل ہے۔ جو اس جلسہ میں پڑھنے کے لئے لکھا گیا تھا۔

آخری سیمینار ۱۹۰۷ء میں بھی حسب معمول "قادیان میں سالانہ جلسہ ہوا۔ جو لوگ اس جلسہ میں شامل ہوئے ہوں گے۔ ان کو کب اس بات کا علم تھا کہ اگلے سال کے جلسہ میں ٹھکانا، مورہم میں موجود نہ ہوگا۔ یہ آخری جلسہ تھا۔ جس میں حضرت قدس کی زبان مبارک سے اہل جماعت نے نصائح اور کلمات طیبات سُنی۔

تصنیفات ۱۹۰۷ء ۱۔ تصنیف و اشاعت "قادیان کے آریہ ادھم" اس کتاب سے مسند مضمین اور درج ہو چکے ہیں

۲۔ تصنیف و اشاعت تحفۃ الوحی۔ حضرت قدس کے سب سے آخری بک ہمسو کتاب ہے جو چھٹو کی زندگی میں ختم ہوئی۔ اس میں ڈاکٹر علی حکیم خان کے ارشاد کی کج فہم اور ان کے اشتباہ کے مہوت گن اور ان تحقیق کے لئے نہایت محنت و فراڈ سٹی بخش جوابات ہیں۔ اولیہ و آخری ہی ان کے مدارج کا بھی اس کتاب میں ذکر ہے اور دوسروں کے قریب نسائات کا بھی۔ میر تقی میر کی شخص حالی الذہن ہو کر تہذیب کے ساتھ اس مذہب مستطاب کا مطالعہ کرے۔ تو یقیناً اپنے سینہ میں یک نور لے کر اٹھ کر گا۔ اور دہریہ و راہزاد کی نام تارکیاں اس کے سینہ سے پیکر کر نور ہو جائیں گی۔ کاش علی بابا حق اس کا پورے انصاف و توجہ سے مطالعہ کریں۔

۳۔ تصنیف چشمہ معرفت۔ اس کتاب کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

نکاح حضرت نواب مبارکہ بیگم ۱۹۰۸ء فروری
حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالہ کوٹلہ کی بیگم امہ العجیدہ صاحبہ جو دھوئ کی دوسری بیوی تھیں۔ قادیان میں ۵۰ سالہ بیمار رہ کر بیس سال کی عمر میں ۲۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو

وفات پا گئی تھیں۔ اور نواب صاحب کا کسی موزون جگہ رشتہ کئے جانے سے ورت میں آگئی۔ حضرت قدس نے بھی کئی جگہ آپ کے لئے رشتہ کی تحریک فرمائی۔ لیکن کوئی نہ کوئی روک مبرا ہو جانے کی وجہ سے کہیں رشتہ قرار نہ پایا۔ حضرت مولانا حبیب گوراب دین صاحب کے دل میں ایک رشتہ کا خیال پیدا ہوا تھا۔ مگر بوجہ آپ کے اظہار میں مناسبت تھی۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آپ

کی خدمت میں آئے۔ اور کسی جگہ رشتہ کے متعلق خط لکھ دینے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت مولوی صاحب موصوف نے فرمایا۔ ”اچھا لکھ دیتے ہیں مگر دل نہیں چاہتا۔ ہمارا دل کچھ اور چاہتا ہے۔ مگر زبان چلتی ہے۔“ حضرت نواب صاحب آپ کے اس فقرہ سے آپ کے خیال کو سمجھ گئے۔ اور خط لکھوانے کی جو خواہش بیکر آئے تھے۔ وہ چھوڑ دی اور آپ سے کچھ کہے بغیر اٹھ کر چلے گئے۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی ایسی سے جن کی آمد و رفت آپ کے یہاں زیادہ تھی۔ یہ ذکر کیا۔ کہ اپنے طے پر اس معاملہ سے متعلق حضرت اندرس کی مرضی معلوم کرو۔ اور میری طرف سے کچھ ذکر نہ کرنا۔ مگر چونکہ وہ بہت صاف گو تھیں۔ انہوں نے جو باتیں نواب صاحب نے کہی تھیں۔ وہ سب بیان کر دیں۔ اس کے بعد یہ سلسلہ حضرت پیر منظور محمد صاحب کے ذریعہ چلا۔ اور یہ رشتہ قریباً ۱۷۷۱ اور ۱۷۷۲ء فروری سن ۱۱۹۱ھ کو بعد نماز عصر چھپیس ہزار روپیہ خریدا حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب نے خطبہ لکاح پڑھا جس میں نکاح کے اغراض و مقاصد اور فلسفہ بیان کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا۔ کہ

”ان یعنی نواب محمد علی خاں صاحب کا یہ رشتہ کا تعلق حضرت امام علیہ السلام سے ہوتا ہے۔ یہ سعادت اور محرم کی خوش قسمتی اور بہادر نجی کا موجب ہے۔ ان کے ایک بزرگ تھے۔ شیخ صدر جہان (عبیدہ رحمہما ایک دنیادار (بادشاہ) نے ان کو میک سمجھ کر اپنی لڑکی دی تھی۔ مگر یہ خدائے تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہے۔ اور اس کی نکتہ نوازی ہے کہ آج محمد علی خاں کو سلطان دین نے اپنی لڑکی دی ہے۔ یہ اپنے بزرگ مورث سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ یہ میرا علم میرا دین اور میرا ایمان بتاتا ہے۔ کہ یہ حضرت صدر جہان سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔“

حبر کی تعین کے متعلق حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحب کی روایت ہے
مبارکہ بیگم صاحبہ کی روایت۔
کہ ”حضرت نواب صاحب بتاتے تھے۔ کہ جب حضرت خاندن نے دو سالہ آمدنی کی جمع کی ہے ہزار روپیہ تنہا راہر مقرر فرمایا۔

تو اس وقت میری آمدنی کم تھی۔ مگر میں خاموش رہا۔ اور حضرت کے انداز سے کی روید مناسب نہ سمجھی۔ لیکن اس سال کے اندر ایک درخت کے شامل ہو جانے سے ٹھیک اتنی ہی آمد ہو گئی جس کا دو سالہ حساب چھپیس ہزار روپیہ بنا تھا۔ کئی مارچ سے اس واقعہ کا ذکر کیا اس کے بعد ان کی

آمد سالانہ اور زیادہ ہو گئی تھی۔ قریباً ۳۷ ہزار سالانہ۔

تقریب رخصتہ | یہ تقریب اس طرح عمل میں آئی۔ کہ حضرت اقدس کے وصال کے قریب ساڑھے ۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء نو ماہ بعد ۱۴ مارچ سن ۱۳۲۸ کو توار کے روز قریباً دو بجے بعد دوپہر حضرت ائمہ المؤمنین علیہما السلام حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو ساتھ لے کر حضرت نواب صاحب کے مکان میں جو حضرت اقدس کے مکان سے بالکل ملحق ہے پہنچا آئیں۔ حضرت نواب صاحب کا قتل ہوئے۔ کہ اس موقع پر حضرت ائمہ المؤمنین علیہما السلام نے یہ فرمایا۔ کہ ”میں اپنی تنہا بیٹی کو تنہا سے سیر کر رہی ہوں۔“ اس کے بعد ان کا دل بھر آیا۔ ورنہ السلام علیک کہہ کر تشریف لے گئیں۔

دعوت ولیمہ | ۱۵ مارچ ۱۹۰۹ء کو حضرت نواب صاحب نے قادیان کے تمام احمدیوں اور بعض عمامہ فیسہ کو ریح پہناتہ برد دعوت ولیمہ دی۔

اس نکاح سے حضرت اقدس کے بعض الہامات کا پورا ہونا | مجھے اس موقع پر یہ کہہ دینے کی بھی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی نسبت اس وقت جبکہ موصوفہ کی عمر صرف چار سال کی تھی۔ یہ الہام ہوا تھا۔

کہ ”نواب مبارکہ بیگم۔“

قادیان میں فنا نسل کشن کی آمد۔ ۲۱ مارچ ۱۹۰۸ء | سن ۱۹۰۸ء میں سلسلہ بنابر احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے کافی حد تک ترقی کر چکا تھا۔ گورنمنٹ میں مخالف لوگ سلسلہ کے خلاف رپورٹیں بھی کر رہے تھے۔ اس کا معلوم ہوتا ہے۔ ان رپورٹوں کی تحقیقات کرنے کے لئے ہی گورنمنٹ نے فنا نسل کشن سر جیمز دسن کو سلسلہ کے معلن مسند معومات حاصل کرنے کے لئے قادیان کو بھی اپنے دورہ میں شامل کرنے کی ہدایت کی۔ ورنہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں اتنے بڑے افسر کے جانے کی بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ پنجاب کے فنا نسل کشن صاحب نے اپنے دورہ کے پروگرام میں قادیان کو بھی شامل کر لیا۔ حضرت اقدس کی خدمت میں اطلاع پہنچ چکی تھی۔ حضور نے ایک تو یاہر کے معزز احباب کو فنا نسل کشن کے استقبال کے لئے بلا لیا تھا۔ اور دوسرے کشن صاحب کو مہمانی قبول کرنے کی دعوت بھی بھیجی تھی۔ جسے کشن صاحب نے منظور کر لیا تھا۔ کشن صاحب موصوفہ کے خیموں کے واسطے وہ جگہ

جہیز کی گئی جہاں آج کل تمام اسلام کانچ کی وسیع عمارت کھڑی ہے۔ حسب پروگرام ۲۱ مارچ ۱۹۰۸ء کو فنانشل کمشنر صاحب مسٹر کنگ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور مہتمم ہندو لیست کے ہمراہ قادیان پہنچے۔ جماعت کے معززین نے ان کا استقبال کیا۔ رات کے کھانے کی دعوت تو صاحب بہادر حضرت اقدس کی طرف سے مسطور رہی چکے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی خواہش کی کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو تکلیف نہ ہو۔ تو میں اُن سے ملاقات بھی کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب حضرت اقدس سے ذکر کیا گیا۔ تو فرمایا۔ صاحب بہادر ہمارے یہاں ہیں۔ ہم عصر کی نماز کے بعد خود ان کی ملاقات کے لئے چلیں گے۔ اس امر کی صاحب بہادر کو بھی اطلاع کر دی گئی۔ چنانچہ ۵ بجے شام حضور جنہ صدام کے ہمراہ فنانشل کمشنر کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ پون گھنٹہ کے قریب ملاقات رہی۔ مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ سلسلہ کے متعلق بھی صاحب بہادر نے بہت سے سوالات کئے۔ حضرت اقدس نے ان کے جوابات — دیئے۔ جب حضور واپس تشریف لے جاتے لگے تو فنانشل کمشنر اور ڈپٹی کمشنر دونوں نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ حضور نے خیمہ سے باہر آنے پر دیکھا کہ بہت سے احمدی جمع ہیں اور مصافحہ کے خواہشمند۔ اس پر حضور قادیان کی آبادی کے باہر ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور سب خادموں کو مصافحہ کا شرف عطا فرمایا۔

قادیان میں دو امریکن سیاحوں کی آمد۔ ۷۔ اپریل ۱۹۰۸ء

اپریل ۱۹۰۸ء کو دو امریکن سیاح اور ان کے ساتھ ایک لیڈی حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے قادیان آئے۔ انہوں نے ڈاکٹر

ڈوٹی کے ساتھ مسیحی کی کیفیت۔ حضور کی صداقت کے نشانات اور آمد کے مقاصد پر کئی ایک سوالات حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ جس کے حضور نے بالتفصیل جوابات دئے۔ نشانات کے ضمن میں حضور نے ان کی اتنی دوسرے آمد کو بھی اپنا نشان قرار دیا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔

”آپ لوگ خود میری صداقت کا نشان میں چھبیس برس پہلے جبکہ اس گاؤں میں میں ایک غر مسہور انسان تھا۔ اور کوئی درجہ، مناعت اور شہرت نہ رکھتا تھا۔ خدا نے میری زبان پر ظاہر کیا کہ ناتون مین ٹلن پچہ عجمینی۔ دُور دور کی راہوں سے لوگ تیرے پاس چل کر آئیں گے۔ اب دیکھو آپ لوگوں کو اس سنیگوئی کا کوئی علم نہیں اور پھر بھی آپ اسے یور کرنے والے کھڑے شاید اگر آپ کو معلوم ہوئے۔ نو۔ اس نے پورا کرنے میں ناقل کرتے۔ مگر خدا کو جو کچھ کرنا

منظور تھا وہ کرا دیا۔۔۔ مریکہ سے دور کو تھما ملک ہو سکتا ہے۔ جہاں سے جیل کر دو گ مہرے ماس
آئے۔ اور پھر ایسی جگہ جہاں کوئی بھی دیکھی کا سامان نہیں۔ اگر غور کرے تو یہ بات مردہ زندہ کرنے
سے بڑھ کر ہے۔ مردے زندہ کرنا تو ایک قندہ کھانی ہوئے اور یہ کل کی بات ہے۔ سستیوں
پیسے سناٹا ہو چکا ہے اور اس کی مدقت آپ نے بنی انکھوں سے دیکھ لی۔

ان دنوں میں حضرت ائمہ المومنین علیہ السلام کی طہارت و غسل و ہنسی
تھی۔ اس لئے انہوں نے خود ہنسی کی کہ لاہور جا کر کسی قابل بدلی ڈاکٹر
کے مشورہ سے علاج ہوا جاتا ہے۔ حضرت اقدس کو غالباً اپنی طبیعت کے
کسی مخفی اندر کے مانع اس وقت سسر خدینا کرنے میں تامل تھا۔ مگر

سفر لاہور اور وفات
کے الہامات کا اعادہ
۲۷۔ اپریل ۱۹۰۸ء

حضرت ائمہ المومنین علیہ السلام کے مبارک آپ تیار ہو گئے ۱۰۔۲۷ اپریل کو عین صبح ۱۰ بجے آپ کو لاہور
مٹوا۔ "ساتھ اپنی ازمانہ کی روک گئے۔"

میں پر آپ نے اس روز توفیق فرمایا۔ اور ۲۷۔ اپریل شنبہ کو لاہور کے شہر ۱۰۔۲۷ بجے تک حب
حصنہ میں بیٹھے تو معلوم ہوا کہ آج ریزرڈ گاڑی کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ میں برت۔ نے میرے وہ سسر
قادیان جانے کا ارادہ فرمایا مگر کچھ سوچ کر شمالہ میں سی ریزرڈ گاڑی کے انتظار میں تھا گئے ۲۵۔ اپریل
۱۹۰۸ء کو جو گاڑی میں نوآپ اس میں لاہور کے رہائے ہو گئے لاہور میں آپ نے جو جہاں میں رہے وہ حب کے
مکان پر قیام فرمایا۔ اور خواجہ صاحب کے مکان کو مرجع خلعت بنایا۔ احمدی اور غیر احمدی احباب حضور
کی زیارت کو آئے گئے۔ ایک مقرر غیر احمدی نے جو کابل کے شہزادوں میں سے تھے۔ رشاد اور تھاپڑ
نام تھا حضرت قدس کو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا۔ یہی حضور نے کسی وجہ سے اپنی تمام نگاہ۔ شریف
جنا مناسبت نہ سمجھا اس پر شہزادہ صاحب موصوف نے اس درخواست کے ساتھ حضرت رنی خدمت میں
پہنچاں روپے بھرا دیئے اور حضرت رنی طرف سے گھر میں کھانا تیار کر کے دعوت کے طور پر منام فرمایا
وہاں چونکہ ذرا زیادہ قیام کا ارادہ ہو گیا۔ اس لئے حضرت مولانا ثناء الدین صاحب حضرت صاحب منام تیار فرمایا
اور وہ بھی اور دیگر احباب بھی لاہور پہنچ گئے۔ خبر سدر بھی غرضی فیہ لاہور منتقل ہو گئے۔ وہاں
احباب کو پہنچ سکیں۔

لاہور میں مخالفت کا بڑا زہ رکھا۔ اور حضرت اقدس کے پہنچنے پر تو یہ بھی مفت اور تیز ہو گئی۔ معزات آپ کی نزہت گاہ کے سامنے شریعہ اور بد باطن لوگ اڑھ جما کر نہایت ہی گندے اور اشتعال انگیز لکھ دینے لگے۔ جماعت کے کچھ احباب لوگوں کی ان شرارتوں کو دیکھ کر سخت بیچ و تاب کھاتے تھے۔ بس یہ حضرات نے اسباب کو بیع کر کے یہ نصیحت فرمائی۔ کہ ان گالیوں کو آپ لوگ صبر سے برداشت کریں۔ و تبیط نفس سے کام لیں۔ مغلوب الغضب انسان بہادر نہیں ہوتا۔ بہادر وہ ہے جو غصہ کو اپنے نفس پر قابو حاصل کر کے دکھائے و بغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ خدام نے آپ کی نصیحتوں پر عمل کیا۔ اور بہت صبر سے کام لیا۔ بد اخلاق لوگ تو ان نامعقول حرکات میں مبتلا تھے۔ لیکن شریف طبقہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال پیدا کیا۔ اور معزز لوگ پیسے و روپے آپ کے پاس آنے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔ اسی دوران میں ۹ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کو یہ مہم ہوا

اَلَّذِي نَزَّلَ الرِّجِينَ - اِنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ كُلَّ حِمْلٍ - یعنی کوچ اور پھر کوچ اللہ تعالیٰ سارا بوجھ خود اٹھائے گا

یہ سنور کے وصال کی گھڑی کے بالکل قریب آ جانے کی طرف صریح اشارہ تھا۔ مگر حضرت رزما بیت استقامت کے ساتھ اپنے کام میں منہمک رہے۔ اور کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ اللہ انبیاء کی سمدت کے مطابق آپ نے اس اہم کو ظاہری طور پر ٹھہرا کر کے لئے اپنی جگہ قیام کو بدل لیا۔ اور فرمایا کہ ابھی ایک قسم کا کوچ ہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور رکھا۔ بس آپ خود صاحب کے مکان سے منتقل ہو کر پڑ کر مسجد محمد بنیادہ صاحب کے مکان میں تشریف لے گئے۔ چند دن بعد جوق دہان سے ایک شخص احمدی بابو شاہ دین صاحب طبیب ماسٹر کی وفات کی خبر سنی۔ تو لوگوں کی توجہ اس طرف منتقل ہو گئی۔ کہ شاید کوچ والے امام سے یا صاحب کی موت کی طرف ہی اشارہ تھا۔ مگر فراموش سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت اقدس کو خوب بتہ تھا کہ یہ امام حضرت کو متعلق ہے۔

حضرت اقدس کی لاہور میں آمد کی خبریں کریمہ و نجات سے احباب کثرت کے ساتھ تشریف لائے تھے احمدیہ مڈ ٹنکس میں جہاں اب مسجد ہے۔ یہ جگہ فانی پڑی ہوئی تھی۔ اس جگہ شامیانے لگا کر نماز جمعہ کا استقامت کیا نہ تھا۔

پروفیسر کلیمینٹ ریگ کی حضور سے ملاقات

حضرت اقدس جب لاہور میں تشریف لائے تو انگلستان کے ایک مشہور
سیاح "ہیڈلڈن" اور لیکچرار جوہر مدد مکہ شہزادہ گورنمنٹ

کے صیغہ بیعت میں ملازمت کر چکے تھے۔ یہی اتفاق سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ انوں نے ریل کے اسٹیشن
لاہور کے قریب علم ہیست ہر میچک لجن کے ذریعہ ایک پیچہ دیا حضرت مدد و جوہر صاحب نے اس کو بھی اس
پیچہ میں موجود تھے۔ یہ پیچہ ختم ہونے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اس پر دستخط حضرت اقدس کے
دعادی اور دلائل کا ذکر کیا۔ پروفیسر صاحب نے حضرت اقدس کی ملاقات کا شوقی ظہر کا چٹا بیجہ ۲۰ اور اس
کی میم صاحبہ ۲۰ دفعہ حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے احمدیہ پٹرنگس میں آئے اور جن سوالات کا وہ دیکھ
جواب کہیں نے بھی حاصل نہیں کر سکے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مدد و جوہر صاحب نے
تینچہ میں ابھی اپنے سوالوں کے نسلی جنس حومات میں گئے۔ اور وہ حضور کا شکر ادا کرنے آئے کہ کہ
رخصت ہوئے کہ "مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور نسلی جنس بننے سے دست تری ہوئی اور مجھے
طرح سے اطمینان کامل حاصل ہو گیا۔ اور اطمینان دلانے والا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔

میاں فضل حسین صاحب پیرسٹر | میں نصل حسین صاحب پیرسٹر جو بعد میں منہ فضل حسین
صاحب بنے اور کئی سال تک گورنمنٹ آف نلاہ میں
کی ملاقات ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء وزارت کے جب اہا عہدہ پر پہنچ گئے۔ آپ ایک

شریف النفس انسان تھے۔ اور انوں تو تمام ہی نوع کے ہمدرد تھے۔ بیکانہ مہاراجہ کی طرف سے

۲۴ مئی ۱۹۰۸ء

پروفیسر صاحب کے مشہور سوالات یہ تھے:

- (۱) دنیا کب سے ہے ؟ ۱۲ گناہ کی حقیقت کیا ہے ؟ ۳ گناہ کا جو دہن میں آئے ؟
- (۲) کیا موت کے بعد انسان کو زندگی ملے گی ؟ (۱) کیا روحیں سے ملا ؟ (۲) مسمیٰ ہے ؟
- (۳) اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کو تصور کرنے پر یہ میں آپ کا کیا خیال ہے ؟ (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ؟
- (۴) اعلیٰ علیہ کا جانور ادنیٰ کو کیوں کھاتا ہے ؟ (۱) انسان کب سے ہے ؟ (۲) اللہ تعالیٰ کی تصویر کے
متعلق آپ کا خیال ہے ؟ (۱) کیا اجماع سادہ و اجتناب کے فی الواقعہ ہے ؟
- (۵) روحوں کی کتنی اقسام ہیں ؟ (۱) رتہ کیا ہے ؟ (۲) روح کے متعلق آپ کا خیال ہے ؟

ذہبی نہیں جانتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کی دنیوی حالت کو مستور کرنے کی از حد کوشش کی۔ پھر اہل حق
 نے ان کا جواب دیا کہ ۱۵ مئی ۱۹۷۹ء کو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض سوالات کئے۔ جن کے
 حضرت اقدس نے سہادت میں تسلی بخش جوابات دیئے۔

شذ ایک سوال ان کا یہ تھا کہ اگر تمام غرضاء کو کافر کہا جائے۔ تو پھر تو اسلام اس کچھ بھی جانتی نہیں
 رہتا۔ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا۔

ہم کسی کلمہ کو اسلام سے نہیں منس کرتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہیں جانتے۔ آپ
 کو مشائخ معلوم نہ ہو جب میں نے ممبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مووی
 ابوسعہ صاحب نے یہی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے۔
 اُن ہی نے قتال سے اس کا جہزہ نہ پڑھا جو اُن سے اسلام عظیم کہہ رہا تھا۔ اُسے
 ! میں مسلمان کہہ رہی تھی کافر۔ اس مسئلہ پر ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہہ کر
 موات دے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ خود ہی سمجھیں کہ ان حالات
 کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے۔ ہم نے ہر پیکوئی فتویٰ منس دیا۔ اب تو انہیں باقر کہ جاتا ہے
 وہ فتویٰ کے کافر بنا لے کا منہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے سوال کیا کہ حقیت کی ہم نے کیا
 کہ وہ مسلمانوں میں مبالغہ جائز نہیں۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ہم تو سمجھے کہ کافر سمجھتے ہیں۔
 اُن شخص میں جس میں صاحب پیر شریک لال نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں۔ تو کہیں
 سنیں اگر آپ کہیں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے بلکہ
 جو ہمیں کافر کہتا ہے۔ اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم
 آتی ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔

اس شخص نے کہا کہ جو کافر نہیں کہتے۔ ان کے ساتھ مذاکرہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ فرمایا لا یدخل
 المؤمن فی جہنم الا علی صورتین ہم خوب آڑا چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔
 ان کا حال یہ ہے۔ فَإِذَا نَفَخُوا فِي سُبْحَانَكَ فَأُؤْتُوا مَسَاقَاتِ الْيَوْمِ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ
 معاذ اللہ! اس شخص نے یہی کہتے ہیں کہ ہماری ہمارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں۔

مگر جب آپ لوگوں سے محکمہ اطلاع ہو۔ میں لوگت میں کہہ ان سے استرا کر رہے تھے۔
 پس جب تک یہ لوگ ایک اشتہار نہ دیں کہ ہم مسلسلہ حشرہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ بلکہ
 ان کو کافر کہتے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ نہیں آج ہی اسی امام جماعت کو ظلم ہے دنیا میں کہ
 وہ اس کے ساتھ ملکر نماز پڑھ لیں ہم سچی کے باوجود میں سب ہمیں سرحد اسلام سے بہرہ مند
 نہیں کر سکے۔ **وَأَن تُعَذِّبَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ** **وَأَن تُقْبِلَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ**
 ہم دینوں طبقوں کے لوگوں کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر ان کو کیا کہیں کہ جو مومن کو کافر کہیں جو ہیں
 کافر ہیں کہنے سمجھیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ سمجھیں گے۔ جو تک وہ ان سے اپنے
 انگ مونس کا اعلان مذہب استہدائے کربس اور سامعہ کی نام شام نہ رکھیں۔ کہ مومن کفر ان
 کو موجب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں۔

۱۶ مئی ۱۹۰۸ء کی رات کو آپ کو اللہ مہربان "کان نکیہ بڑا باپ" "عی۔ سرحد و سرحد کر۔
 جس سے معلوم ہوا کہ۔ نائٹ کا وقت بالکل قریب ہے۔ "حضور پورے المہمان کے ساتھ اپنے کام میں مصروف
 رہے۔

رؤسائے لاہور کو دعوت طعام | ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی تجویز سے مطابق رؤسا
اور تبلیغ ہدایت | ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء اور عہد میں شہر کہ دعوت طعام دی گئی جو مقامات کا انتظام
 ڈاکٹر سید محمد حسن شاہ صاحب کے مکان کے صحن میں کیا گیا تھا۔ جو سامعہ کے نئے سر و کج جمع
 ہو گئے۔ تو حضرت اقدس نے لوگوں کے امداد ہر ایک کے تقریباً دو فرما دی۔ جس میں ان اہل انساب کے نہایت
 نستی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔ جو آپ کے دعویٰ اور تعالیمات پر صحیفین کی طرف سے لے جانے میں دور
 نئی جن میں رہایت برقی طریقہ سے اس میں محتجب کیا یہ ہے۔ جب وہ سچ گئے و حضور نے فرمایا۔ اب بھانے
 کا وقت گزرا جاتا ہے۔ حاضروں میں ہی تھریسید کردوں۔ مگر انہ لوگوں نے کس نہی کو رکھا کہ یہ بھدا تو م۔ و
 کھلتے ہیں۔ لیکن بہر حال عذاب روزگار صحت دی ہے۔ اس حضور نے دعویٰ رکھیں آپ کی۔
 معرکہ آثار فقیرانہ کے بعد وہ بہرہ و خرم ہوئی۔ اس نے بعد حضرت اقدس کے سامعہ میں کہے کہ میں بہرہ و خرم
 کے صحن میں جو چند قدم کے فاصلہ پر تھا کھانا کھا لے لے لے تھیں جب سے گئے

۱۷ مئی ۱۹۰۸ء شہر کے رہنے والے۔ ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء شہر کے رہنے والے۔ ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء شہر کے رہنے والے۔

اختیار عام کی غلط فہمی کا ازالہ حضرت اقدس کی اس تقریر سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی
 بذریعہ خط ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کہ آپ نے اپنے دعویٰ نبوت کو واپس لے لیا ہے۔ چنانچہ ۲۳ مئی
 ۱۹۰۸ء کے اخبار عام میں یہ حیرت انگیز ہوئی۔ لیکن یہ قطعاً غلط فہمی پر مبنی تھی۔ آپ نے نبوت حقیقیہ
 تشریعی سے انکار کیا تھا کہ نبوت مطلقہ ہے۔ جب یہ اخبار آپ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے اس خبر کی غیبت
 اور اصل حقیقت کا اظہار نہایت فوری سمجھا۔ اور "اخبار عام" کو لکھا:-

"پیرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے ہجے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ جھوٹا جرح ہے۔
 کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں نے
 صریح یہ نظریہ کی غلطی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں۔ اور اب
 بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگا جا رہا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔
 جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے
 تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھنا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ
 اور علیحدہ قلمبندیا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی احکامات و منالہث سے باہر جانا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ الہیاد و دعوائے
 نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں ہی لکھنا آیا ہوں۔
 کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ اور یہ میرا میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بنا پر میں
 اپنے تئیں نبی کہتا ہوں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی مہکلاہی سے مشرف ہوں۔
 اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی
 غیب کی باتیں میرے برظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے برکھ لیا ہے کہ جب تک
 انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قریب رہو۔ دوسرے بروہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور
 کی کثرت کی وجہ سے اس نے ہر نام نبی لکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر
 میں اس سے انکار کروں۔ تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں
 کبوتر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر رہا ہوں۔
 مگر یہ ان معنوں میں نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کو"

حکم منشوخ کرنا ہوں۔ میری گردن اس جوٹے کے پیچھے ہے۔ جو قرآن شریف نے جس کا۔ اور کسی کو مجال نہیں۔ کہ ایک نقطہ یا شوشہ قرآن شریف کا منشوخ کر سکے۔۔۔ میں خود ستانی سے نہیں۔ مگر خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بنا پر کہتا ہوں۔ کہ اگر تم دُنیا ایک طرف کرو۔ اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے بُرے نہ بنے جائے۔ تو مجھے اس معاملہ میں خدا غلبہ دے گا۔ اور ہر ایک پہلو سے خدا میرے ساتھ ہوگا۔ بس اسی بنا پر خدا نے میرا نام اپنی رکھاتے۔ کہ اس زمانہ میں کثرتِ مکارمہ منی علیہ اور ضربِ اطاع بر علوم سب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔“

ایک پیما کی ایک پیما کی ادعوتِ طہم کے موقع پر جب سچے حضرت اقدس نے دیا تھا۔ ۵۰ چوٹ ایک بچہ اور ”پیغام صلح“ امداد و طبع میں دیا گیا تھا۔ اس نے بعض معززوں نے یہ سچو بڑبڑ کی۔ کہ حضور ایک بہت سچے ہیں جس سے کہتے ہیں کہ وہ بڑا بڑا آدمی تھا۔ نے اس سچو کو منظور فرمایا۔ اور اس کے لئے ایک مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ مضمون کا عنوان تھا۔ ”پیغام صلح“ حضور چاہتے تھے۔ کہ اس پیغام کے ذریعہ سے ہندوستان کی وہ متہور قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی طور پر صلح ہو جائے۔ اور حضور نے اس کے لئے چند سخاوتیں بھی پیش فرمائی تھیں۔ لیکن ابھی مضمون کے سنائے جانے کا موقع نہیں آ سکا تھا۔ اب وفات پا گئے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرماتے ہیں
آخری نصیحت ”ایک روز غالباً وفات سے دو دن پہلے حضرت اجداد میں سے ایک

مرحوم کے مکان کے محلِ مکہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور فرما کر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضور کے سامنے بند رہے جس احباب تھے۔ اور میں بھی حاضر تھا۔ اس وقت حضور نے فرمایا میں اس طور نصیحت فرمائیں۔ اس میں سے حضور کے یہ الفاظ مجھے آج تک خوب یاد ہیں۔ کہ ہر دور، ائمہ کے لئے ہر دور کا مقام ہے۔ کہ ایک طرف تو ماکھوں کی دعا ہے کہ انہیں کافر لگا دے۔ اور دوسری طرف اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن نہ ہے۔ تو ان کے لئے دوہرا کھانا ہے۔“

حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اور میں چلے سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر چر دسہ کر کے
یہ خبر دیتا ہوں کہ جو سارا میرے عقد میں آو لگا۔ تو خدا اُس کو بکلی صحت دے گا۔ مار نہ دے گا۔
دوسرے بیمار کے اس کی عمر بڑھا دے گا۔ اور میری سچائی کا گواہ ہوگا۔۔۔

لیکن یہ شرط ہوئی کہ فریق مخالف جو میرے مقابل پر کھڑا ہوگا۔ وہ خود اور ایسا ہی دس اور دسویں
یا دس رئیس جو اُس کے ہم عہدہ ہوں بشاچ کر دیں۔ کہ در حالت میرے غلبہ کے وہ میرے پریمان
لا لیں گے۔ اور میری جماعت میں داخل ہوں گے۔ اور یہ اقرار تین نامی اخباروں میں شائع کرانا ہوگا
ایسا ہی میری طرف سے بھی میسر ہوگی۔۔۔ اس قسم کے مفاد سے فائدہ یہ ہوگا کہ۔۔۔

۲۔ پیغام صلح "ہندوستان کی دو مشہور قوموں ہندو اور مسلمانوں میں صلح ہو جانے کی غرض سے
حضرت اقدس نے اس عنوان سے ایک لیکچر لکھا شروع فرمایا تھا۔ جو ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ کہ آپ کو
وصال ہو گیا۔ قَاتِلُ اللَّهِ دَائِمًا رَیْبُهُ رَایِبُیُّنَ۔ تاہم جس قدر لکھا جا چکا تھا دونوں قوموں میں صلح ہونے
کے لئے اس میں کافی مواد موجود تھا۔ یہ لیکچر حضرت کے وصال کے بعد اس رحیم سلسلہ کو نوار کے ذریعہ
بچے شیخ یونیورسٹی ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے خواجہ کمال الدین صاحب نے پڑھا۔ اس جلسہ کے
صدر جس میں یہ لیکچر پڑھا کر سنا گیا۔ "ابو حنیفہ کربلہ کے حبش مرید تول چند جہڑی تھے ہاں سامعین
سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا بلکہ باہر بھی کثرت سے لوگ کھڑے تھے۔ اس لیکچر میں درج شدہ نفاذ صلح کو
لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اور اس وقت لوگوں نے دستخط کرنے پر آمادگی کا بھی اظہار کیا۔ لیکن اس خیال سے
کہ یہ ارادہ مضمون کے فوری اثر کی وجہ سے نہ ہو۔ دستخط کیا جانا دوسرے وقت پر ملتوی کیا گیا۔ مگر بھرا ان
دستخطوں کی نوبت نہیں آئی۔ اور سنا گیا۔ کہ آریہ صاحبان نے ان تجویز کو اپنے مفصل کے تحت سمجھ کر دستخط
کرنے پسند نہیں کئے۔

مرض الموت | حضرت اقدس اپنے لیکچر "پیغام صلح" کی تصنیف میں مضمون "مرض الموت" کے تحت فرماتے ہیں کہ۔۔۔
کوہ الہام ہوا۔

"الرَّحِيلُ ثُمَّ الرَّحِيلُ وَالْمَوْتُ قَرِيبٌ"۔ یعنی کوچ کا وقت آگیا ہے۔ ان کو چاہئے کہ تہہ
گیا ہے اور موت قریب ہے۔

یہ امام و احوت کے ساتھ صبر کی وفائے کے ماحول قریب ہونے پر دلالت کرتا تھا۔ اس لئے حضور نے اس کی کوئی تاویل نہیں فرمائی۔ پکے بعد و دیگر سے اس قسم کے الہامات کو دیکھ کر حضرت مہموم متین عیسا السلام نے ایک دن گنبد اکر عرض کی کہ اب قادیان واپس چلیں۔ فرمایا اب تو ہم اس وقت چلیں گے۔ جب ٹھہرائے جائے گا حضور ان ایام میں پیغام صلح کی تقریر لکھنے میں مشغول تھے۔ اس الہام کے بعد تقریر کے لکھنے میں جھڑپ نے زیادہ کوشش اور نثری اختیار فرمائی۔ آخر کار ۱۵ مئی کی شام کو یہ مضمون قریباً کتب کے کاتب کے سپرد فرما دیا۔ قریباً اس سے البسمہ صوفیہ سے کہ حضور نے سمجھے کہ یہ مضمون لکھنے کیلئے صبح کے بعد صوفیہ سے آئے۔ اپنے عہد نوٹس پر کچھ لکھا۔ ملتوی فرمایا جینا لکھا۔ وہ کاتب کے جوابت اکر دیا۔ عہد کی فائز سے بعد حضور نے وفات صبح کے بارہ میں ایک مختصر سی تقریر فرمائی جو حضور کی نثری تقریر تھی۔ اور پھر سب معمول سیر سے باہر تشریف لائے۔ کراہی کی ایک گاڑی حاضر تھی۔ حضور نے ایک مخلص مرید حضرت شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی سے فرمایا کہ اس گاڑی والے سے کہیں کہ ہم صرف ایک گھنٹہ سوا خوری کر کے واپس آنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں صرف اتنی دُور لے جائے کہ ہم اس وقت کے اندر آدو۔۔۔ گھر واپس پہنچ جائیں۔ جینا بچہ حضور کے اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اندر آپ سوا خوری کر کے واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت حضور کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی۔ صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا۔ درغالباً آٹھ گھنٹے کے ماتحت ایک گونہ رلودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس سے مغرب اہل عشنا کی نمازیں ادا فرمائیں۔ اور پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر آرام کے لئے لیٹ گئے۔

ایک ایمان افزار روایت

خالسار راقم الحروف نے حضرت اقدس کے کئی چرلے سے یہ

روایت سنی ہے جن میں حضرت بابو غلام محمد صاحب فورین لاہوری

۱: حضرت میاں عبدالعزیز مغل کا نام خاص طور پر یاد ہے۔ کہ ایک دفعہ جب کہ حضور لاہور تشریف لائے۔

ہم چند نوجوانوں نے یہ مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں۔ تو ان کی قوموں

کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ

راہ گاڑی برکد خواں کے۔ یہ قادیانی مسط پر میاں شاہی حاکم صاحب مرحوم سمجھے تھے۔ اور گاڑی کے چھپے پیدان

پر حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی بطور محافط کھڑے تھے۔

بتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے صف بہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے اس آج گھوڑے کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہیے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے کو کہہ دیا کہ اپنے گھوڑے سے الگ کر لو۔ آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضورؐ میرے تشریف لائے تو فرمایا کہ کھڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ حضورؐ دوسری قوموں کے بیٹے آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچیں۔ آج حضورؐ کی گاڑی کھینچنے کا مشق ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا۔ فوراً گھوڑے جوتو۔ سو انسان نوجوان۔ اے کے لئے دنیا میں نہیں آئے۔ ہم تو انسان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں اللہ اللہ کیا بڑا جلال پر خدا کے مسیح کے۔ بہت ہیں۔ جو اس میں لذت پاتے اور فخر محسوس کرتے ہیں کہ ان کی گاڑی کا حصان ان کی سب سے اہم ہے۔ لیکن حضورؐ نے جو حیوان کو انسان بنایا ہے۔ اسے لئے تشریف لائے تھے۔ اس سے صاف صاف پتہ چلتا ہے۔ استغفر سے شکر اگر انسان کا سب سے بڑا مقام کرنا ہیستد فرمایا۔ اے خداوندی میرے محمد پر ہے اے اللہ تعالیٰ و بَارِكْ وَسَلِّمْ اَبَدًا حَمْدًا تَعْبُدُ۔

میں یہ روایت تحریر کرنا بھول گیا تھا۔ یہی اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا ہے مگر یہی قریشی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ انہوں نے مجھے یہ روایت یاد دلائی۔ اور ان کی وجہ سے مجھے اس کے درج کرنے کی ذمہ داری ملی۔ خواہ اللہ تعالیٰ احسن اعجاز۔

وصال اکبر اب ہم حضورؐ کے وصال کا ذکر لکھنے میں چونکہ حضورؐ کے سوانح میں سے بہت سی باتیں سامنے آئی ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا ہے کہ اس وصال کی تفصیلات حضورؐ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا ابوبکر احمد صاحب سدا رحمہ کی کتاب "سلسلہ احمد" سے نقل رہی ہیں۔ علاوہ ایک مستند مؤرخ ہونے کے ایک معنی شاہد بھی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

ما کوئی گیارہ بجے کا وقت ہو گا کہ آپؐ کو ہمارے کی حادثت محسوس ہوئی۔ اور آپؐ اٹھ کر صحنہ کی طرف رخ کیا۔ آپؐ کو کثرتِ اسہال کی تکلیف پہنچا کر لی تھی۔ دست آیا۔ اور آپؐ سے دوری محسوس کی۔ اور اسی برصغرت والاہ صاحبزادہ بھی حضرت امام موسیٰ علیہما السلام۔ ماضی کو جگایا۔ اور فرمایا کہ مجھے ایک دست دے۔ میں سے بہت دور ہو گئی ہے۔ وہ فوراً اٹھ کر آپؐ کے پاس بیٹھ گئیں۔ اور چونکہ ماضی کے دبا لے سے امامؐ شمس ہو کر آیا تھا۔ اس لئے آپؐ کی چادر پانی پر بیٹھ کر باؤں دبانے لگ گئیں۔ آپؐ کو پھر حاجت محسوس

ہوئی۔ اور آپ رفع حاجت کے لئے گئے۔ اور جب اس دفعہ واپس آئے تو اس قدر ضعف تھا۔ کہ آپ جا بجاٹی پر لیٹے ہوئے اپنا جسم سہار نہیں سکے۔ اور فریاد کیا۔ "اللہ یہ کیا ہو گیا ہے۔" یہ وہی ہے۔ جو میں کہا کرتا تھا۔ "یعنی اب وقت مقدس مانہنی ہے۔" اور اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ "مولوی صاحب! یعنی حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب جو آپ کے خاص مقرب ہونے کے علاوہ ایک ماہر طبیب تھے، کو بلوایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ محمود (یعنی ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) اور میر صاحب (یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے خسر تھے) کو جگادو۔ پچنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ اور بعد میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بلوایا۔ اور علاج میں جہاں تک انسانی کوشش پہنچ سکتی تھی وہ کی گئی۔ مگر خدائی تقدیر کو بدلنے کی کسی شخص میں طاقت نہیں۔ مژدوری کو خطبہ بڑھانی گئی۔ اور اس کے بعد ایک اور دست آیا۔ جس کی وجہ سے ضعف اتنا بڑھ گیا کہ نبض محسوس ہونے سے ٹک گئی۔ رسول کی وجہ سے زبان اور گلے میں خشکی بھی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے پونے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی مگر جو کلمہ بھی اس وقت آپ کے منہ سے سنائی دیتا تھا۔ وہ ان تین لفظوں میں محدود تھا۔ "اللہ۔ میرے پیارے اللہ" اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا۔

صبح کی نماز کا وقت ہوا۔ تو اس وقت جبکہ خاکسار مؤلف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر محمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزہ ناقل ابھی پاس کھڑا تھا۔ خیف آواز میں دریافت فرمایا۔ "کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟" ایک خادم نے عرض کیا۔ "ہاں حضور ہو گیا ہے۔" اس پر آپ نے بسترے کے ساتھ دونوں ہاتھ تنیم کھرنک میں چھو کر بیٹھے بیٹھے ہی نماز کی نیت باندھی مگر اسی دوران میں ہیروشی کی حالت ہو گئی۔ جب فضا ہوش آیا۔ تو پھر پوچھا۔ "کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟" عرض کیا گیا۔ "ہاں حضور ہو گیا ہے۔" پھر دوبارہ نیت باندھی۔ اور بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی۔ اس کے بعد تنیم ہیروشی کی کیفیت یہ تھی۔ مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ۔ "اللہ۔ میرے پیارے اللہ" سنائی دیتے تھے۔ اور ضعف عظمیٰ بڑھتا جاتا تھا۔ آخر دس بجے صبح کے وقت نزع کی حالت پیدا ہو گئی۔ اور لفظیں کر لیا گیا۔ کہ اب بظاہر حالت پچھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت

تک حضرت والدہ صاحبہ نہایت صبر اور برداشت کے ساتھ دُعا میں مصروف تھیں اور سوائے
 ان الفاظ کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہیں آیا تھا کہ خدایا ان کی زندگی دین کی خدمت میں
 ختم ہوئی ہے۔ تو میری زندگی بھی ان کو عطا کر دے۔ لیکن اب جب کہ نزع کی حالت پیدا ہو
 گئی۔ تو انہوں نے نہایت دردِ محسوس الفاظ سے رونے ہوئے کہا۔ "خدایا! اب یہ تو نہیں
 چھوڑ رہے ہیں۔ لیکن تو ہمیں نہ چھوڑ لو" آخر ساڑھے دس بجے کے قریب حضرت سچ مراد
 نے ایک دو لمبے بے سانس لٹے۔ اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے برزخ کے ایسے ابدی
 آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ کُلُّ مِنْ عَلَیْہِا قَانٍ وَ
 یُنْفِیْ وَجْہَ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

وفا کی طرف آپ کے ایک مشہور والدہ تمہارے حوالہ اَوْفَرْنَا مِنْ ذٰلِکَ اَوْ تَزِدُّ
آپ کی عمر عَلَیْہِ سَنَیْنِکَ کے مطابق آپ کی عمر شمسی حساب سے ۷۴ سال اور قمری حساب سے
 ۷۶ سال کی تھی۔

حضرت اہل بیت کا صبر | حضرت اہل بیت کا جو منہ دکھایا۔ اس کا ذکر ویرگزر چکا
 ہے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود ائمہ صاحب نے بھی نہایت ہی بھرپور
 ساتھ اس صدمہ کو برداشت کیا۔ اور بجز ہمتی و قہر کے اور کوئی فکر آپ کی زبان سے نہ نکلا حضرت
 میرزا ناصر نواب صاحب بھی باوجود اس سخت صدمہ نہایت استقامت اور استقلال سے ساتھ ہندوستانی امور
 کے انتظام میں مصروف رہے۔

احضار کے وصال کی خبر تمام شہر میں پھیلی گئی۔ مگر چونکہ حضرت
اچانک وفات کا صدمہ ۲۵ مئی ۱۸۶۱ء تک باقی عدہ اپنے تہذیب کے محبوب مسند
 مصروف رہے۔ اور اس روز قبل تمام حسبِ معمول سیر کے لئے ہی تشریف لے گئے تھے اس سے باہر کے
 احباب کو الگ رہے۔ لاہور کے احمدیوں کو بھی حضور کے وصال کا یقین نہیں آتا تھا۔ اور وہ بداع
 کرتے کرتے احمدیہ بڈلگس میں جمع ہو رہے تھے۔ کہ خدا کرے یہ افواہ غلط ہو کر بے احمد۔ مدگل
 پہنچنے پہنچے تو اس افواہ کو حقیقت پر مبنی سمجھ کر دُعا ان کی نگاہوں میں نہ آ رہی تھی۔ اور وہ شدتِ غم

۱۸۶۱ء ۱۸۶۲ء ۱۸۶۳ء ۱۸۶۴ء ۱۸۶۵ء ۱۸۶۶ء ۱۸۶۷ء ۱۸۶۸ء ۱۸۶۹ء ۱۸۷۰ء ۱۸۷۱ء ۱۸۷۲ء ۱۸۷۳ء ۱۸۷۴ء ۱۸۷۵ء ۱۸۷۶ء ۱۸۷۷ء ۱۸۷۸ء ۱۸۷۹ء ۱۸۸۰ء ۱۸۸۱ء ۱۸۸۲ء ۱۸۸۳ء ۱۸۸۴ء ۱۸۸۵ء ۱۸۸۶ء ۱۸۸۷ء ۱۸۸۸ء ۱۸۸۹ء ۱۸۹۰ء ۱۸۹۱ء ۱۸۹۲ء ۱۸۹۳ء ۱۸۹۴ء ۱۸۹۵ء ۱۸۹۶ء ۱۸۹۷ء ۱۸۹۸ء ۱۸۹۹ء ۱۹۰۰ء ۱۹۰۱ء ۱۹۰۲ء ۱۹۰۳ء ۱۹۰۴ء ۱۹۰۵ء ۱۹۰۶ء ۱۹۰۷ء ۱۹۰۸ء ۱۹۰۹ء ۱۹۱۰ء ۱۹۱۱ء ۱۹۱۲ء ۱۹۱۳ء ۱۹۱۴ء ۱۹۱۵ء ۱۹۱۶ء ۱۹۱۷ء ۱۹۱۸ء ۱۹۱۹ء ۱۹۲۰ء ۱۹۲۱ء ۱۹۲۲ء ۱۹۲۳ء ۱۹۲۴ء ۱۹۲۵ء ۱۹۲۶ء ۱۹۲۷ء ۱۹۲۸ء ۱۹۲۹ء ۱۹۳۰ء ۱۹۳۱ء ۱۹۳۲ء ۱۹۳۳ء ۱۹۳۴ء ۱۹۳۵ء ۱۹۳۶ء ۱۹۳۷ء ۱۹۳۸ء ۱۹۳۹ء ۱۹۴۰ء ۱۹۴۱ء ۱۹۴۲ء ۱۹۴۳ء ۱۹۴۴ء ۱۹۴۵ء ۱۹۴۶ء ۱۹۴۷ء ۱۹۴۸ء ۱۹۴۹ء ۱۹۵۰ء ۱۹۵۱ء ۱۹۵۲ء ۱۹۵۳ء ۱۹۵۴ء ۱۹۵۵ء ۱۹۵۶ء ۱۹۵۷ء ۱۹۵۸ء ۱۹۵۹ء ۱۹۶۰ء ۱۹۶۱ء ۱۹۶۲ء ۱۹۶۳ء ۱۹۶۴ء ۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء ۱۹۶۷ء ۱۹۶۸ء ۱۹۶۹ء ۱۹۷۰ء ۱۹۷۱ء ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء ۱۹۷۶ء ۱۹۷۷ء ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء ۱۹۸۱ء ۱۹۸۲ء ۱۹۸۳ء ۱۹۸۴ء ۱۹۸۵ء ۱۹۸۶ء ۱۹۸۷ء ۱۹۸۸ء ۱۹۸۹ء ۱۹۹۰ء ۱۹۹۱ء ۱۹۹۲ء ۱۹۹۳ء ۱۹۹۴ء ۱۹۹۵ء ۱۹۹۶ء ۱۹۹۷ء ۱۹۹۸ء ۱۹۹۹ء ۲۰۰۰ء ۲۰۰۱ء ۲۰۰۲ء ۲۰۰۳ء ۲۰۰۴ء ۲۰۰۵ء ۲۰۰۶ء ۲۰۰۷ء ۲۰۰۸ء ۲۰۰۹ء ۲۰۱۰ء ۲۰۱۱ء ۲۰۱۲ء ۲۰۱۳ء ۲۰۱۴ء ۲۰۱۵ء ۲۰۱۶ء ۲۰۱۷ء ۲۰۱۸ء ۲۰۱۹ء ۲۰۲۰ء ۲۰۲۱ء ۲۰۲۲ء ۲۰۲۳ء ۲۰۲۴ء ۲۰۲۵ء ۲۰۲۶ء ۲۰۲۷ء ۲۰۲۸ء ۲۰۲۹ء ۲۰۳۰ء ۲۰۳۱ء ۲۰۳۲ء ۲۰۳۳ء ۲۰۳۴ء ۲۰۳۵ء ۲۰۳۶ء ۲۰۳۷ء ۲۰۳۸ء ۲۰۳۹ء ۲۰۴۰ء ۲۰۴۱ء ۲۰۴۲ء ۲۰۴۳ء ۲۰۴۴ء ۲۰۴۵ء ۲۰۴۶ء ۲۰۴۷ء ۲۰۴۸ء ۲۰۴۹ء ۲۰۵۰ء ۲۰۵۱ء ۲۰۵۲ء ۲۰۵۳ء ۲۰۵۴ء ۲۰۵۵ء ۲۰۵۶ء ۲۰۵۷ء ۲۰۵۸ء ۲۰۵۹ء ۲۰۶۰ء ۲۰۶۱ء ۲۰۶۲ء ۲۰۶۳ء ۲۰۶۴ء ۲۰۶۵ء ۲۰۶۶ء ۲۰۶۷ء ۲۰۶۸ء ۲۰۶۹ء ۲۰۷۰ء ۲۰۷۱ء ۲۰۷۲ء ۲۰۷۳ء ۲۰۷۴ء ۲۰۷۵ء ۲۰۷۶ء ۲۰۷۷ء ۲۰۷۸ء ۲۰۷۹ء ۲۰۸۰ء ۲۰۸۱ء ۲۰۸۲ء ۲۰۸۳ء ۲۰۸۴ء ۲۰۸۵ء ۲۰۸۶ء ۲۰۸۷ء ۲۰۸۸ء ۲۰۸۹ء ۲۰۹۰ء ۲۰۹۱ء ۲۰۹۲ء ۲۰۹۳ء ۲۰۹۴ء ۲۰۹۵ء ۲۰۹۶ء ۲۰۹۷ء ۲۰۹۸ء ۲۰۹۹ء ۲۱۰۰ء ۲۱۰۱ء ۲۱۰۲ء ۲۱۰۳ء ۲۱۰۴ء ۲۱۰۵ء ۲۱۰۶ء ۲۱۰۷ء ۲۱۰۸ء ۲۱۰۹ء ۲۱۱۰ء ۲۱۱۱ء ۲۱۱۲ء ۲۱۱۳ء ۲۱۱۴ء ۲۱۱۵ء ۲۱۱۶ء ۲۱۱۷ء ۲۱۱۸ء ۲۱۱۹ء ۲۱۲۰ء ۲۱۲۱ء ۲۱۲۲ء ۲۱۲۳ء ۲۱۲۴ء ۲۱۲۵ء ۲۱۲۶ء ۲۱۲۷ء ۲۱۲۸ء ۲۱۲۹ء ۲۱۳۰ء ۲۱۳۱ء ۲۱۳۲ء ۲۱۳۳ء ۲۱۳۴ء ۲۱۳۵ء ۲۱۳۶ء ۲۱۳۷ء ۲۱۳۸ء ۲۱۳۹ء ۲۱۴۰ء ۲۱۴۱ء ۲۱۴۲ء ۲۱۴۳ء ۲۱۴۴ء ۲۱۴۵ء ۲۱۴۶ء ۲۱۴۷ء ۲۱۴۸ء ۲۱۴۹ء ۲۱۵۰ء ۲۱۵۱ء ۲۱۵۲ء ۲۱۵۳ء ۲۱۵۴ء ۲۱۵۵ء ۲۱۵۶ء ۲۱۵۷ء ۲۱۵۸ء ۲۱۵۹ء ۲۱۶۰ء ۲۱۶۱ء ۲۱۶۲ء ۲۱۶۳ء ۲۱۶۴ء ۲۱۶۵ء ۲۱۶۶ء ۲۱۶۷ء ۲۱۶۸ء ۲۱۶۹ء ۲۱۷۰ء ۲۱۷۱ء ۲۱۷۲ء ۲۱۷۳ء ۲۱۷۴ء ۲۱۷۵ء ۲۱۷۶ء ۲۱۷۷ء ۲۱۷۸ء ۲۱۷۹ء ۲۱۸۰ء ۲۱۸۱ء ۲۱۸۲ء ۲۱۸۳ء ۲۱۸۴ء ۲۱۸۵ء ۲۱۸۶ء ۲۱۸۷ء ۲۱۸۸ء ۲۱۸۹ء ۲۱۹۰ء ۲۱۹۱ء ۲۱۹۲ء ۲۱۹۳ء ۲۱۹۴ء ۲۱۹۵ء ۲۱۹۶ء ۲۱۹۷ء ۲۱۹۸ء ۲۱۹۹ء ۲۲۰۰ء ۲۲۰۱ء ۲۲۰۲ء ۲۲۰۳ء ۲۲۰۴ء ۲۲۰۵ء ۲۲۰۶ء ۲۲۰۷ء ۲۲۰۸ء ۲۲۰۹ء ۲۲۱۰ء ۲۲۱۱ء ۲۲۱۲ء ۲۲۱۳ء ۲۲۱۴ء ۲۲۱۵ء ۲۲۱۶ء ۲۲۱۷ء ۲۲۱۸ء ۲۲۱۹ء ۲۲۲۰ء ۲۲۲۱ء ۲۲۲۲ء ۲۲۲۳ء ۲۲۲۴ء ۲۲۲۵ء ۲۲۲۶ء ۲۲۲۷ء ۲۲۲۸ء ۲۲۲۹ء ۲۲۳۰ء ۲۲۳۱ء ۲۲۳۲ء ۲۲۳۳ء ۲۲۳۴ء ۲۲۳۵ء ۲۲۳۶ء ۲۲۳۷ء ۲۲۳۸ء ۲۲۳۹ء ۲۲۴۰ء ۲۲۴۱ء ۲۲۴۲ء ۲۲۴۳ء ۲۲۴۴ء ۲۲۴۵ء ۲۲۴۶ء ۲۲۴۷ء ۲۲۴۸ء ۲۲۴۹ء ۲۲۵۰ء ۲۲۵۱ء ۲۲۵۲ء ۲۲۵۳ء ۲۲۵۴ء ۲۲۵۵ء ۲۲۵۶ء ۲۲۵۷ء ۲۲۵۸ء ۲۲۵۹ء ۲۲۶۰ء ۲۲۶۱ء ۲۲۶۲ء ۲۲۶۳ء ۲۲۶۴ء ۲۲۶۵ء ۲۲۶۶ء ۲۲۶۷ء ۲۲۶۸ء ۲۲۶۹ء ۲۲۷۰ء ۲۲۷۱ء ۲۲۷۲ء ۲۲۷۳ء ۲۲۷۴ء ۲۲۷۵ء ۲۲۷۶ء ۲۲۷۷ء ۲۲۷۸ء ۲۲۷۹ء ۲۲۸۰ء ۲۲۸۱ء ۲۲۸۲ء ۲۲۸۳ء ۲۲۸۴ء ۲۲۸۵ء ۲۲۸۶ء ۲۲۸۷ء ۲۲۸۸ء ۲۲۸۹ء ۲۲۹۰ء ۲۲۹۱ء ۲۲۹۲ء ۲۲۹۳ء ۲۲۹۴ء ۲۲۹۵ء ۲۲۹۶ء ۲۲۹۷ء ۲۲۹۸ء ۲۲۹۹ء ۲۳۰۰ء ۲۳۰۱ء ۲۳۰۲ء ۲۳۰۳ء ۲۳۰۴ء ۲۳۰۵ء ۲۳۰۶ء ۲۳۰۷ء ۲۳۰۸ء ۲۳۰۹ء ۲۳۱۰ء ۲۳۱۱ء ۲۳۱۲ء ۲۳۱۳ء ۲۳۱۴ء ۲۳۱۵ء ۲۳۱۶ء ۲۳۱۷ء ۲۳۱۸ء ۲۳۱۹ء ۲۳۲۰ء ۲۳۲۱ء ۲۳۲۲ء ۲۳۲۳ء ۲۳۲۴ء ۲۳۲۵ء ۲۳۲۶ء ۲۳۲۷ء ۲۳۲۸ء ۲۳۲۹ء ۲۳۳۰ء ۲۳۳۱ء ۲۳۳۲ء ۲۳۳۳ء ۲۳۳۴ء ۲۳۳۵ء ۲۳۳۶ء ۲۳۳۷ء ۲۳۳۸ء ۲۳۳۹ء ۲۳۴۰ء ۲۳۴۱ء ۲۳۴۲ء ۲۳۴۳ء ۲۳۴۴ء ۲۳۴۵ء ۲۳۴۶ء ۲۳۴۷ء ۲۳۴۸ء ۲۳۴۹ء ۲۳۵۰ء ۲۳۵۱ء ۲۳۵۲ء ۲۳۵۳ء ۲۳۵۴ء ۲۳۵۵ء ۲۳۵۶ء ۲۳۵۷ء ۲۳۵۸ء ۲۳۵۹ء ۲۳۶۰ء ۲۳۶۱ء ۲۳۶۲ء ۲۳۶۳ء ۲۳۶۴ء ۲۳۶۵ء ۲۳۶۶ء ۲۳۶۷ء ۲۳۶۸ء ۲۳۶۹ء ۲۳۷۰ء ۲۳۷۱ء ۲۳۷۲ء ۲۳۷۳ء ۲۳۷۴ء ۲۳۷۵ء ۲۳۷۶ء ۲۳۷۷ء ۲۳۷۸ء ۲۳۷۹ء ۲۳۸۰ء ۲۳۸۱ء ۲۳۸۲ء ۲۳۸۳ء ۲۳۸۴ء ۲۳۸۵ء ۲۳۸۶ء ۲۳۸۷ء ۲۳۸۸ء ۲۳۸۹ء ۲۳۹۰ء ۲۳۹۱ء ۲۳۹۲ء ۲۳۹۳ء ۲۳۹۴ء ۲۳۹۵ء ۲۳۹۶ء ۲۳۹۷ء ۲۳۹۸ء ۲۳۹۹ء ۲۴۰۰ء ۲۴۰۱ء ۲۴۰۲ء ۲۴۰۳ء ۲۴۰۴ء ۲۴۰۵ء ۲۴۰۶ء ۲۴۰۷ء ۲۴۰۸ء ۲۴۰۹ء ۲۴۱۰ء ۲۴۱۱ء ۲۴۱۲ء ۲۴۱۳ء ۲۴۱۴ء ۲۴۱۵ء ۲۴۱۶ء ۲۴۱۷ء ۲۴۱۸ء ۲۴۱۹ء ۲۴۲۰ء ۲۴۲۱ء ۲۴۲۲ء ۲۴۲۳ء ۲۴۲۴ء ۲۴۲۵ء ۲۴۲۶ء ۲۴۲۷ء ۲۴۲۸ء ۲۴۲۹ء ۲۴۳۰ء ۲۴۳۱ء ۲۴۳۲ء ۲۴۳۳ء ۲۴۳۴ء ۲۴۳۵ء ۲۴۳۶ء ۲۴۳۷ء ۲۴۳۸ء ۲۴۳۹ء ۲۴۴۰ء ۲۴۴۱ء ۲۴۴۲ء ۲۴۴۳ء ۲۴۴۴ء ۲۴۴۵ء ۲۴۴۶ء ۲۴۴۷ء ۲۴۴۸ء ۲۴۴۹ء ۲۴۵۰ء ۲۴۵۱ء ۲۴۵۲ء ۲۴۵۳ء ۲۴۵۴ء ۲۴۵۵ء ۲۴۵۶ء ۲۴۵۷ء ۲۴۵۸ء ۲۴۵۹ء ۲۴۶۰ء ۲۴۶۱ء ۲۴۶۲ء ۲۴۶۳ء ۲۴۶۴ء ۲۴۶۵ء ۲۴۶۶ء ۲۴۶۷ء ۲۴۶۸ء ۲۴۶۹ء ۲۴۷۰ء ۲۴۷۱ء ۲۴۷۲ء ۲۴۷۳ء ۲۴۷۴ء ۲۴۷۵ء ۲۴۷۶ء ۲۴۷۷ء ۲۴۷۸ء ۲۴۷۹ء ۲۴۸۰ء ۲۴۸۱ء ۲۴۸۲ء ۲۴۸۳ء ۲۴۸۴ء ۲۴۸۵ء ۲۴۸۶ء ۲۴۸۷ء ۲۴۸۸ء ۲۴۸۹ء ۲۴۹۰ء ۲۴۹۱ء ۲۴۹۲ء ۲۴۹۳ء ۲۴۹۴ء ۲۴۹۵ء ۲۴۹۶ء ۲۴۹۷ء ۲۴۹۸ء ۲۴۹۹ء ۲۵۰۰ء ۲۵۰۱ء ۲۵۰۲ء ۲۵۰۳ء ۲۵۰۴ء ۲۵۰۵ء ۲۵۰۶ء ۲۵۰۷ء ۲۵۰۸ء ۲۵۰۹ء ۲۵۱۰ء ۲۵۱۱ء ۲۵۱۲ء ۲۵۱۳ء ۲۵۱۴ء ۲۵۱۵ء ۲۵۱۶ء ۲۵۱۷ء ۲۵۱۸ء ۲۵۱۹ء ۲۵۲۰ء ۲۵۲۱ء ۲۵۲۲ء ۲۵۲۳ء ۲۵۲۴ء ۲۵۲۵ء ۲۵۲۶ء ۲۵۲۷ء ۲۵۲۸ء ۲۵۲۹ء ۲۵۳۰ء ۲۵۳۱ء ۲۵۳۲ء ۲۵۳۳ء ۲۵۳۴ء ۲۵۳۵ء ۲۵۳۶ء ۲۵۳۷ء ۲۵۳۸ء ۲۵۳۹ء ۲۵۴۰ء ۲۵۴۱ء ۲۵۴۲ء ۲۵۴۳ء ۲۵۴۴ء ۲۵۴۵ء ۲۵۴۶ء ۲۵۴۷ء ۲۵۴۸ء ۲۵۴۹ء ۲۵۵۰ء ۲۵۵۱ء ۲۵۵۲ء ۲۵۵۳ء ۲۵۵۴ء ۲۵۵۵ء ۲۵۵۶ء ۲۵۵۷ء ۲۵۵۸ء ۲۵۵۹ء ۲۵۶۰ء ۲۵۶۱ء ۲۵۶۲ء ۲۵۶۳ء ۲۵۶۴ء ۲۵۶۵ء ۲۵۶۶ء ۲۵۶۷ء ۲۵۶۸ء ۲۵۶۹ء ۲۵۷۰ء ۲۵۷۱ء ۲۵۷۲ء ۲۵۷۳ء ۲۵۷۴ء ۲۵۷۵ء ۲۵۷۶ء ۲۵۷۷ء ۲۵۷۸ء ۲۵۷۹ء ۲۵۸۰ء ۲۵۸۱ء ۲۵۸۲ء ۲۵۸۳ء ۲۵۸۴ء ۲۵۸۵ء ۲۵۸۶ء ۲۵۸۷ء ۲۵۸۸ء ۲۵۸۹ء ۲۵۹۰ء ۲۵۹۱ء ۲۵۹۲ء ۲۵۹۳ء ۲۵۹۴ء ۲۵۹۵ء ۲۵۹۶ء ۲۵۹۷ء ۲۵۹۸ء ۲۵۹۹ء ۲۶۰۰ء ۲۶۰۱ء ۲۶۰۲ء ۲۶۰۳ء ۲۶۰۴ء ۲۶۰۵ء ۲۶۰۶ء ۲۶۰۷ء ۲۶۰۸ء ۲۶۰۹ء ۲۶۱۰ء ۲۶۱۱ء ۲۶۱۲ء ۲۶۱۳ء ۲۶۱۴ء ۲۶۱۵ء ۲۶۱۶ء ۲۶۱۷ء ۲۶۱۸ء ۲۶۱۹ء ۲۶۲۰ء ۲۶۲۱ء ۲۶۲۲ء ۲۶۲۳ء ۲۶۲۴ء ۲۶۲۵ء ۲۶۲۶ء ۲۶۲۷ء ۲۶۲۸ء ۲۶۲۹ء ۲۶۳۰ء ۲۶۳۱ء ۲۶۳۲ء ۲۶۳۳ء ۲۶۳۴ء ۲۶۳۵ء ۲۶۳۶ء ۲۶۳۷ء ۲۶۳۸ء ۲۶۳۹ء ۲۶۴۰ء ۲۶۴۱ء ۲۶۴۲ء ۲۶۴۳ء ۲۶۴۴ء ۲۶۴۵ء ۲۶۴۶ء ۲۶۴۷ء ۲۶۴۸ء ۲۶۴۹ء ۲۶۵۰ء ۲۶۵۱ء ۲۶۵۲ء ۲۶۵۳ء ۲۶۵۴ء ۲۶۵۵ء ۲۶۵۶ء ۲۶۵۷ء ۲۶۵۸ء ۲۶۵۹ء ۲۶۶۰ء ۲۶۶۱ء ۲۶۶۲ء ۲۶۶۳ء ۲۶۶۴ء ۲۶۶۵ء ۲۶۶۶ء ۲۶۶۷ء ۲۶۶۸ء ۲۶۶۹ء ۲۶۷۰ء ۲۶۷۱ء ۲۶۷۲ء ۲۶۷۳ء ۲۶۷۴ء ۲۶۷۵ء ۲۶۷۶ء ۲۶۷۷ء ۲۶۷۸ء ۲۶۷۹ء ۲۶۸۰ء ۲۶۸۱ء ۲۶۸۲ء ۲۶۸۳ء ۲۶۸۴ء ۲۶۸۵ء ۲۶۸۶ء ۲۶۸۷ء ۲۶۸۸ء ۲۶۸۹ء ۲۶۹۰ء ۲۶۹۱ء ۲۶۹۲ء ۲۶۹۳ء ۲۶۹۴ء ۲۶۹۵ء ۲۶۹۶ء ۲۶۹۷ء ۲۶۹۸ء ۲۶۹۹ء ۲۷۰۰ء ۲۷۰۱ء ۲۷۰۲ء ۲۷۰۳ء ۲۷۰۴ء ۲۷۰۵ء ۲۷۰۶ء ۲۷۰۷ء ۲۷۰۸ء ۲۷۰۹ء ۲۷۱۰ء ۲۷۱۱ء ۲۷۱۲ء ۲۷۱۳ء ۲۷۱۴ء ۲۷۱۵ء ۲۷۱۶ء ۲۷۱۷ء ۲۷۱۸ء ۲۷۱۹ء ۲۷۲۰ء ۲۷۲۱ء ۲۷۲۲ء ۲۷۲۳ء ۲۷۲۴ء ۲۷۲۵ء ۲۷۲۶ء ۲۷۲۷ء ۲۷۲۸ء ۲۷۲۹ء ۲۷۳۰ء ۲۷۳۱ء ۲۷۳۲ء ۲۷۳۳ء ۲۷۳۴ء ۲۷۳۵ء ۲۷۳۶ء ۲۷۳۷ء ۲۷۳۸ء ۲۷۳۹ء ۲۷۴۰ء ۲۷۴۱ء ۲۷۴۲ء ۲۷۴۳ء ۲۷۴۴ء ۲۷۴۵ء ۲۷۴۶ء ۲۷۴۷ء ۲۷۴۸ء ۲۷۴۹ء ۲۷۵۰ء ۲۷۵۱ء ۲۷۵۲ء ۲۷۵۳ء ۲۷۵۴ء ۲۷۵۵ء ۲۷۵۶ء ۲۷۵۷ء ۲۷۵۸ء ۲۷۵۹ء ۲۷۶۰ء ۲۷۶۱ء ۲۷۶۲ء ۲۷۶۳ء ۲۷۶۴ء ۲۷۶۵ء ۲۷۶۶ء ۲۷۶۷ء ۲۷۶۸ء ۲۷۶۹ء ۲۷۷۰ء ۲۷۷۱ء ۲۷۷۲ء ۲۷۷۳ء ۲۷۷۴ء ۲۷۷۵ء ۲۷۷۶ء ۲۷۷۷ء ۲۷۷۸ء ۲۷۷۹ء ۲۷۸۰ء ۲۷۸۱ء ۲۷۸۲ء ۲۷۸۳ء ۲۷۸۴ء ۲۷۸۵ء ۲۷۸۶ء ۲۷۸۷ء ۲۷۸۸ء ۲۷۸۹ء ۲۷۹۰ء ۲۷۹۱ء ۲۷۹۲ء ۲۷۹۳ء ۲۷۹۴ء ۲۷۹۵ء ۲۷۹۶ء ۲۷۹۷ء ۲۷۹۸ء ۲۷۹۹ء ۲۸۰۰ء ۲۸۰۱ء ۲۸۰۲ء ۲۸۰۳ء ۲۸۰۴ء ۲۸۰۵ء ۲۸۰۶ء ۲۸۰۷ء ۲۸۰۸ء ۲۸۰۹ء ۲۸۱۰ء ۲۸۱۱ء ۲۸۱۲ء ۲۸۱۳ء ۲۸۱۴ء ۲۸۱۵ء ۲۸۱۶ء ۲۸۱۷ء ۲۸۱۸ء ۲۸۱۹ء ۲۸۲۰ء ۲۸۲۱ء ۲۸۲۲ء ۲۸۲۳ء ۲۸۲۴ء ۲۸۲۵ء ۲۸۲۶ء ۲۸۲۷ء ۲۸۲۸ء ۲۸۲۹ء ۲۸۳۰ء ۲۸۳۱ء ۲۸۳۲ء ۲۸۳۳ء ۲۸۳۴ء ۲۸۳۵ء ۲۸۳۶ء ۲۸۳۷ء ۲۸۳۸ء ۲۸۳۹ء ۲۸۴۰ء ۲۸۴۱ء ۲۸۴۲ء ۲۸۴۳ء ۲۸۴۴ء ۲۸۴۵ء ۲۸۴۶ء ۲۸۴۷ء ۲۸۴۸ء ۲۸۴۹ء ۲۸۵۰ء ۲۸۵۱ء ۲۸۵۲ء ۲۸۵۳ء ۲۸۵۴ء ۲۸۵۵ء ۲۸۵۶ء ۲۸۵۷ء ۲۸۵۸ء ۲۸۵۹ء ۲۸۶۰ء ۲۸۶۱ء ۲۸۶۲ء ۲۸۶۳ء ۲۸۶۴ء ۲۸۶۵ء ۲۸۶۶ء ۲۸۶۷ء ۲۸۶۸ء ۲۸۶۹ء ۲۸۷۰ء ۲۸۷۱ء ۲۸۷۲ء ۲۸۷۳ء ۲۸۷۴ء ۲۸۷۵ء ۲۸۷۶ء ۲۸۷۷ء ۲۸۷۸ء ۲۸۷۹ء ۲۸۸۰ء ۲۸۸۱ء ۲۸۸۲ء ۲۸۸۳ء ۲۸۸۴ء ۲۸۸۵ء ۲۸۸۶ء ۲۸۸۷ء ۲۸۸۸ء ۲۸۸۹ء ۲۸۹۰ء ۲۸۹۱ء ۲۸۹۲ء ۲۸۹۳ء ۲۸۹۴ء ۲۸۹۵ء ۲۸۹۶ء ۲۸۹۷ء ۲۸۹۸ء ۲۸۹۹ء ۲۹۰۰ء ۲۹۰۱ء ۲۹۰۲ء ۲۹۰۳ء ۲۹۰۴ء ۲۹۰۵ء ۲۹۰۶ء ۲۹۰۷ء ۲۹۰۸ء ۲۹۰۹ء ۲۹۱۰ء ۲۹۱۱ء ۲۹۱۲ء ۲۹۱۳ء ۲۹۱۴ء ۲۹۱۵ء ۲۹۱۶ء ۲۹۱۷ء ۲۹۱۸ء ۲۹۱۹ء ۲۹۲۰ء ۲۹۲۱ء ۲۹۲۲ء ۲۹۲۳ء ۲۹۲۴ء ۲۹۲۵ء ۲۹۲۶ء ۲۹۲۷ء ۲۹۲۸ء ۲۹۲۹ء ۲۹۳۰ء ۲۹۳۱ء ۲۹۳۲ء ۲۹۳۳ء ۲۹۳۴ء ۲۹۳۵ء ۲۹۳۶ء ۲۹۳۷ء ۲۹۳۸ء ۲۹۳۹ء ۲۹۴۰ء ۲۹۴۱ء ۲۹۴۲ء ۲۹۴۳ء ۲۹۴۴ء ۲۹۴۵ء ۲۹۴۶ء ۲۹۴۷ء ۲۹۴۸ء ۲۹۴۹ء ۲۹۵۰ء ۲۹۵۱ء ۲۹۵۲ء ۲۹۵۳ء ۲۹۵۴ء ۲۹۵۵ء ۲۹۵۶ء ۲۹۵۷ء ۲۹۵۸ء ۲۹۵۹ء ۲۹۶۰ء ۲۹۶۱ء ۲۹۶۲ء ۲۹۶۳ء ۲۹۶۴ء ۲۹۶۵ء ۲۹۶۶ء ۲۹۶۷ء ۲۹۶۸ء ۲۹۶۹ء ۲۹۷۰ء ۲۹۷۱ء ۲۹۷۲ء ۲۹۷۳ء ۲۹۷۴ء ۲۹۷۵ء ۲۹۷۶ء ۲۹۷۷ء ۲۹۷۸ء ۲۹۷۹ء ۲۹۸۰ء ۲۹۸۱ء ۲۹۸۲ء ۲۹۸۳ء ۲۹۸۴ء ۲۹۸۵ء ۲۹۸۶ء ۲۹۸۷ء ۲۹۸۸ء ۲۹۸۹ء ۲۹۹۰ء ۲۹۹۱ء ۲۹۹۲ء ۲۹۹۳ء ۲۹۹۴ء ۲۹۹۵ء ۲۹۹۶ء ۲۹۹۷ء ۲۹۹۸ء ۲۹۹

سے دیوانوں کی طرح نظر آتے تھے جو بگ حضرت اقدس کے خاص ترسبت یافتہ تھے۔ گوان کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔ مگر وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے جذبات کو روکے ہوئے تھے اور حضرت اقدس کے وصال کے بعد جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی تھیں ان کے انجام دینے میں مصروف تھے یہ تو اہل جماعت کا حال تھا۔ یہ ہے غیر از جماعت لوگوں کو وہ دو ہفتوں میں منتقل تھے۔ ایک حصہ جو شریف طیف سے متعلق تھا ان کو تحفہ اقدس کی

حقائق کی حالت

دھت پر بھی آس کے اسلامی ورہیں ہونے کے رنج و قلق تھا۔ اور ان میں سے ایک خاصی تعداد حضرت کا آخری دیار اور اظہار غم و ہمدی کے لئے احمدیہ بلڈنگس میں آگئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جزا دے دے۔ طیف جو بے طبعی صدر تھا اس نے ایسی برکت کا مظاہرہ کیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ طبقہ اپنے رہنماؤں کی اقتدا میں اسامیہ کالج کے وسیع میدان میں جمع تھا۔ اور اس کے افراد گندے نعرے لگاتے اور غلیظ گالیاں دیتے ہوئے حملہ آور کی صورت میں ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کی طرف جس میں حضرت اقدس کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی۔ بڑھنے اور بپا ہوتے تھے۔ اور ان کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسے ارے۔ لکھتے ہیں جو کسی قوم کے ادنیٰ سے دنی۔ ذلیل سے دلیل فراد سے بھی سرزد ہونا مشکل ہے۔

تجربہ تکفین

احمدی حساب عداوہ اس طوفان بے قبضی و روکنے کے حضرت اقدس کی نعش مبارک قادیان کو لے جائے کی تیاری بھی کر رہے تھے۔ دن میں دو اور تین بجے کے درمیان بڑی کوشش کے بعد غسل دینے اور کفن کرنے سے فراغت ہوئی۔ اس کے بعد جنازہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب جوم کے مکان کی اوپر کی منزل سے نیچے عمن میں لایا گیا۔ اور حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور یہ حضور کی بہی نماز جنازہ تھی۔ جو لاہور میں ہی ادا کی گئی۔

مخالفین سے عداوہ طرح طرح کی لغویت اور خلاف انسانیت حرکات کے بھی کب۔ کہ ریورے افسروں کو یہ جو بڑی خبر پہنچی کہ میرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے۔ یہ حرکت اس غرض کو مد نظر رکھ کر تھی۔ کہ سمیٹنے سے نرت ہو جائے اسے کی نعش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا منع دئی بیماری ہوئے کی وجہ سے ریلو قانون کے خلاف تھا۔ جس میں چاہئے تھے کہ نعش مبارک قادیان کو نہ لے جائی جاسکے۔ اور یہاں تدفین میں جس قسم کی دشمنی وہ ڈالنا چاہتے تھے۔ جس کی کھول کر ڈال سکیں۔ مخالفین کی اس شرارت کا احمدیوں کو بھی علم ہو چکا تھا اس لئے مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب ڈاکٹر میجر سردر لیڈر پرنسپل ہسپتال کالج لاہور کے پاس گئے۔ جو

فردقت میں حضرت اقدس کے علاج کے لئے بلائے گئے تھے۔ اور ان سے اس کا ردوائی کا جو مخالف ہے
 اظہار کیا۔ اور چاہا کہ جس مرض سے حضرت اقدس کی وفات ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کے متعلق
 شفیقہٹ دیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ سرٹیفکیٹ دیا۔ کہ آپ کی وفات پیچھے سے ہرگز نہیں بلکہ اعصابی
 تان کے دستوں سے ہوئی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت اقدس کو یہ ٹھکانا عارضہ تھا اور گاہ
 ہے اسہال کی شکایت ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ جب جنازہ اسٹیشن پر پہنچا۔ تو ریلوے حکام نے اس
 موٹی رپورٹ کی بنا پر یہ اعتراض کیا۔ کہ ہمیں رپورٹ پہنچی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی وفات پیچھے سے ہوئی
 ہے۔ اس لئے گاڑی نہیں دی جا سکتی۔ مگر جب میجر ڈاکٹر مسٹر لیٹننٹ ڈاکٹر شفیقہٹ پیش کر دیا گیا۔ تو اجازت
 دی۔ اور جنازہ سیکنڈ کلاس کی گاڑی میں جو مہرزہ کرائی گئی تھی۔ رکھ دیا گیا۔

خالفوں کی ایک درمدموم حرکت | خائفوں نے جنازہ سے کی۔ دانگی کے بعد ایک مذموم حرکت یہ کی۔ کہ اپنیوں
 میں سے کسی کا منہ کالا کر کے اور اس کو جہاز میں بٹھا کر مہزوی خاندان تیار کیا
 اسے اٹھا کر "ٹائے ٹائے مرزا" "ٹائے ٹائے مرزا" کا شور کرتے ہوئے موٹی دروازہ سے اسٹیشن کی طرف
 روانہ ہوئے۔ ان کی یہ حرکات جس قسم کی حقیرانہ وہ شخص جس کو ذرا بھی شرافت کا احساس ہو۔ اچھی طرح
 سمجھ سکتا ہے۔ احمدیوں نے ان کی تمام لغو بات پر صبر سے کام لیا۔ اور ان کی طرف سے کوئی بات ایسی
 نہیں ہوئی جو قابض گرفتار سوتی۔ بھاسکے اس رنج و غم کی حالت میں مخالفین کا یہ رویہ جس قدر دل خراش اور
 استعمال انگیر تھا مخدج بیباں نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے افعال جو اسلام کے نام پر حضرت اقدس کی مخالفت
 کرنے والے تھے۔ ہم اس موقع پر نہ تو مخالفین کی ان حرکتوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں اور نہ اس کی
 کوئی ضرورت ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کو پڑھنے والے خود فیصد کر لیں گے۔ کہ اس وقت حضرت
 مدرس کے مسلمان کہلانے والے مخالفوں نے جو کچھ کیا۔ وہ علم اسلام شرافت و انسانیت سے بھی کائنات
 کھتا ہے۔

سناڑہ قادیان پہنچا گیا | اڈرڈر وچکاتے کہ حضرت اقدس کی نعش مبارک سیکنڈ کلاس کے
 سب ریئر ڈبہ میں رکھوا دی گئی تھی۔ گاڑی لاہور سے روانہ ہوئی اور ۱۰ بجے رات کو لاہور
 پہنچی۔ جنازہ گاڑی میں رہا جس کی حفاظت کے لئے خدمت میں موجود ہے۔ ۱۰ بجے نعش مبارک صند
 سے باہر نکالی گئی۔ اور ایک چارپائی پر رکھ کر خدام نے جنازہ کتبہ لے لیا۔ صبح آٹھ بجے کے قریب

گیارہ میل کا سفر طے کر کے قادیان پہنچا دیا۔ راستہ میں عجیب کیفیت تھی۔ سلسلہ کے مخلصین اپنے محبوب آقا کے جنازہ کو لیکر اشکبار آنکھوں کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہوئے چل رہے تھے۔ اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک جنازہ کو اپنے کندھوں پر اکٹھا کر لے جائے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تیرہ سو سال کے بعد ایک عظیم الشان مصبح اور نائب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم - فداہ روحی) کو اللہ تعالیٰ نے اس جہان کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ اور پھر سارے جہان میں سے اس کا جنازہ اکٹھا کرنے کے لئے محض اپنے فضل و کرم اور رحمت میں جسٹن لیا۔ پس یہ اسی کے لئے کوئی معمولی فخر کی بات نہیں تھی۔ بہر حال مسیح مہدی کے عائنہ نے بے چند گھنٹوں کے اندر اندر نعش مبارک قادیان میں پہنچا دی۔ اور یہ جسدا طہر و مبارک اس باغ میں جو ہستی مقبرہ کے ساتھ ملحق ہے۔ بحفاظت تمام رکھ دیا گیا۔ اور جماعت کے تمام دوستوں کو جو بارہ سو کی تعداد میں تھے۔ اور جن میں سے کافی دوست انبالہ، جالندھر، کپور تھلہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، وزیر آباد، جہوں گجرات، بٹالہ، گورداسپور وغیرہ وغیرہ مقامات سے بھی آئے ہوئے تھے۔ اپنے محبوب آقا کی آخری زیارت کا موقعہ دیا گیا۔

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو تمام حاضر الوقت جماعت نے منفقہ طہر پر حضرت مولانا حکیم حافظ نور الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے ان کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور اس طرح سے حضرت اقدس کا وہ الہام پورا ہوا کہ ”مستائیس کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق)۔“ پہلی بیعت کا نظارہ بھی اپنے اندر ایک عجیب کیفیت لئے ہوئے تھا۔ صحابہ مسیح موعود کے دل آپ کی وفات کے صدمہ کی وجہ سے چوڑے ہو رہے تھے۔ اور کوئی چیز ان کے زخمی اور بھڑکے دلوں پر مرہم کا کام نہیں دے سکتی تھی۔ بجز اس کے کہ وہ پھر ایک ہاتھ پر جم ہو کر حضرت اقدس کے کام کو جاری رکھ سکیں۔ چنانچہ تمام جماعت قادیان نے حضرت مجدد کی خدمت میں یہ تحریری درخواست پیش کی کہ

”مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیاں جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صریح دل سے متفق ہیں کہ اقل المہاجرین حضرت حاجی مودودی حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اقل ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ خواص اور قدیمی دوست ہیں۔ اہل جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جسما کہ آپ کے شعر سے

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت ٹوڑ دیں بودے

ہمیں بودے اگر ہر دل پٹہ از ٹوڑ لقیں بودے

سے ظہر ہے۔ کے ہاتھ پر ہاتھ کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت

کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرماں بہار سے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو۔ جیسا کہ

حضرت مسیح موعود و ہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا ۛ

چنانچہ اس درخواست کے مطابق اسی وقت تمام احمدی اصحاب نے جو قادیان میں موجود تھے۔ اور

جن کی تعداد بارہ سو تھی۔ حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ۛ

اور اس طرح سے بر بیعت جماعت کے کامل اتحاد کا باعث ہوئی۔ حضرت اقدس کے سارے خاندان نے

بھی آپ کی صداقت کو تسلیم کر لیا۔ اور قادیان اور بیرون جات سے آمدہ اصحاب نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت

کر لی۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے سارے ممبروں نے بھی متحدہ فیصلہ کے ماتحت اپنے اس وقت کے سرکاری

خواجہ کمال الدین صاحب کی معرفت ساری جماعت کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا کہ

اطلاع از جانب صدر انجمن۔ برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح موعود و ہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان

میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے دوا با مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ مع مرتب

صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و افراد حضرت مسیح موعود بہ اجازت حضرت ائمہ و منیس علی

قوم قادیان میں موجود تھے جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ الامتلاف وحدت حاجی ابو من

شریفی جناب حکیم نور الدین صاحب صدر گو آپ کا جانشین اور خلیفہ قتل کیا۔ آپ کے ہاتھ

ۛ اس درخواست کے بھی جو نام درج ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں

رحمت اللہ (مالک انگلش وٹیاؤس) (صاحب زادہ) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی)

(اسٹنٹ سرمن لاہور) (مولوی محمد علی رشتہ) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی)

خدیفہ رشید احمد (اسٹنٹ سرمن لاہور) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی)

مالیر کوٹہ۔ (صاحب زادہ) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی) (میرزا محمد علی)

واسٹنٹ سرمن لاہور وغیرہ۔

پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔ مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمد احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خاں صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب، خاکسار خواجہ کمال الدین حضرت قید حکیم الامت سلمہ کو سند ہم بالا کل حاضرین قادیان نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالانفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فوراً حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح دہلوی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔

بیعت خلافت کے بعد جو حضرت اقدس کے باغ میں ایک ام کے درخت کے نیچے ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ نے تمام حاضر اوقات احمدیوں کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ ادا کی۔ نمازیں گریہ و ناری اور رقت کا یہ عالم تھا کہ تمام مخلصین کی اپنے مولا کے حضور غم و حزن سے بے جملے جذبات کے ساتھ چیخیں نکل رہی تھیں۔ کچھ گزشتہ زمانہ کی حضرت اقدس کی صحبتیں آنکھوں کے سامنے آگئی ہوں گی۔ کچھ حضروں کے اس طرح آنا فنا ہونا جو جانے کی وجہ سے غم کا غلبہ آنکھوں میں آٹسوا رہا ہوگا۔ کچھ آئندہ کے حالات آنکھوں کے سامنے آکر عجیب عجیب تصورات ذہنوں کو پریشان کر رہے ہوں گے۔ پرنے صحابہ کرام کا بیان ہے کہ اس وقت کی حالت الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

نماز کے بعد چھ بجے شام کے قریب جنازہ بہشتی مقبرہ میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ اور اس طرح سے اس پاک اور مقدس وجود کو جس کی کل انبیاء بشارتیں دینے چلے آئے تھے۔ اور جس نے کل مذہبی دنیا میں زندہ مذہب زندہ خدا، زندہ کتاب اور زندہ نبی کو پیش کر کے ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اور دین اسلام کو نہ صرف دلائل اور براہین کے ساتھ بلکہ زندہ معجزات کو پیش کر کے تمام ادیان عالم پر قابض کر کے دکھا دیا تھا۔ ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے مالک اور حق و قیوم خدا کے سپرد اور ایک بار پھر آخری دعا کر کے اشکبار آنکھوں و رنگین ہونوں کے ساتھ گمروں کو واپس لوٹے۔ اس وقت ہر شخص

حضرت علیؑ اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کے اس شعر کے مطابق کہ ہے
 كُنْتُ السَّوَادَ لَنَا ظِلٌّ فَعِنِّي عَابِدُكَ النَّاطِلُ مَنِ شَاءَ بَعْدَكَ فَلَيْمَتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أَحَادِثُ
 "اے محمد رسول اللہ علیہ وسلم! تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ آج تیرے مرنے سے میری آنکھیں
 ندھی ہو گئیں۔ اب تیرے مرنے کے بعد کوئی مرا کرے مجھ ان میں سے کسی کی موت کی پروا نہیں۔"
 کے مطابق زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ اے خدا کے پیچھے تیرے بغیر اب اس دنیا میں ہماری نظروں کے
 گئے اندھیرے۔ اب جو چاہے مرے ہمیں کسی کی پروا نہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔
 اے خدا کے برگزیدہ پیچھے! تجھ پر ہزاروں ہزار درود اور سلام! کہ تونے اپنی پاک تعلیم اور پاک نبوت
 سے روحانی انقلاب کا ایک انبیا بیج پودیا ہے۔ کہ جواب بڑھتا پھوٹتا اور پھلتا چلا جائیگا۔ اور کوئی
 ہیں جو اس کی ترقی کے راستے میں روک ڈال سکے۔ دنیا کے جلیل القدر بادشاہ تجھ پر درود اور سلام بھیجا
 دربرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈا کریں گے۔ اور تیرا نام تمام عالم میں عزت اور تکریم کے ساتھ لیا جائیگا۔
 بلکہ ان لوگوں کا بھی جو تیرے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اب خدا تعالیٰ کے وعدوں
 کے مطابق تمام روحانی و جسمانی برکات تیرے دامن کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہیں۔ سو مبارک ہیں وہ
 جو وقت کی نزاکت کو پہچانیں۔ اور سلسلہ کے ساتھ اپنی وفاداری کے عہد کو استوار کریں۔ اے اللہ! تو
 مجھے اور میری اولاد و رعزہ اور تمام جماعت بلکہ کل عالم کو محض اپنے فضل و کرم سے اس راہ پر گامزن ہونے
 کی توفیق عطا فرما۔ کہ تیرے فضل و کرم کے بغیر تمام کوششیں بے سود ہیں اور تمام جدوجہد رائیگاں اور فضول!
 اَللّٰهُمَّ آمین۔

حضرت اقدس کی وفات | حضرت اقدس کے وصال پر جس طرح بعض لوگوں نے نہایت حداف
 پر بعض اخبارات کا ریلوے | البتہ حیرات کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور بہت سے شریف الطبع
 لوگ احمدیوں سے اظہارِ ہمدردی اور حضرت اقدس کی آخری زیارت کے لئے احمدیہ منڈنگس میں آئے تھے۔
 اسی طرح اخباری دنیا میں بھی جہاں بہت سے لوگوں نے مددگوئی اور نمایاں درازوں سے کام لے کر اپنے اندرون
 کو ظاہر کیا۔ وہاں سنجیدہ و متیس و شریف طبقہ نے آپ کی وفات پر رنج و افسوس کا اظہار کیا۔ چنانچہ ان میں سے
 چند اصحاب کی آراء درج ذیل ہیں:-

(۱) امرتسر کے اضلاع وکس نے لکھا۔

وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور نیاں جادو۔ وہ شخص جو داغی عجائبات کا مجتہد تھا۔ جس کی نظر قندہ اور آواز عشرت تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُٹھتے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹکیاں بھلی کی دو بیڑیاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور ہونان رہا۔ جو شہر قیامت ہو کر خٹنگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔
 دنیا سے اٹھ گیا۔ . . مرزا غلام احمد صاحب قادری کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے بہت حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ بہت اڑش شرمندان تاریخ پر کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں۔ تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ مخفی لفظ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مرافقت کا جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی۔ خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب حرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ یہیں مجبور کرتی ہے۔ کہ اس احساس کا کھم کھلا اعتراف کیا جائے۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریہوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبول عالم کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی نعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و قیمت آج جبکہ وہ پنا فرض پورا کر چکا ہے۔ یہیں دل سے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔“

انہیں دنوں اسی اخبار وکیل میں ایک اور مقالہ بھی شائع ہوا۔ جس کا ایک حصہ ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔۔

”کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جین جیا۔ اور اس نے ایک متعلیٰ کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات

یہ اخبار وکیل امرتسر

اور کیا بلحاظ خدمات و حمایت دینی مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز و برگزیدہ اور قابل شک مرتبہ پر پہنچا دیا؟

۲۔ دہلی کے اخبار کرن گرٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:-

مرحوم کی وہ اصلی خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا ہائل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بہتہ معقول ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پارسی کو یہ مجال نہ تھی۔ کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔۔۔۔۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا۔ مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی۔ کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلند ٹی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔۔۔ اس کا پُر زور لٹریچر چینی شاں میں بالکل بڑا لایا ہے۔ اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اُس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، محافل و رنکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا۔ اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔

۳۔ لاہور کے مشہور اخبار ہمدی رسالہ "تہذیب النساء" کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا:-

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم بلند بہت مصلح۔ اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مہج موعود تو نہیں مانتے۔ لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ رُوحوں کے لئے واقعی مسحاٹ تھی۔"

۴۔ اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی خاں کے والد اور اخبار زمیندار کے بانی منشی سراج الدین نے لکھا:-

"مرزا غلام احمد صاحب سنہ ۱۲۸۶ھ یا ۱۲۸۷ھ کے قریب ضلع سیالکوٹ میں مہر تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۲۔ ۲۳ سال کی ہوگی۔ اور ہم چشم دیدہ شہادت سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جوانی میں ہی

۱۔ اخبار دیکھ ۳۰ مئی ۱۲۸۷ھ سے کرن گرٹ دہلی یکم جون ۱۲۸۷ھ

نہایت صلح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ و بیہوشی میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ بیشتر اہل میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے ہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی بالامانات کے فائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔

۵۔ لاہور کے آریہ اخبار "اندر" نے لکھا :-

"مرزا صاحب اپنی ایک صفت میں محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اور وہ صفت ان کا استقلال تھا۔ خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا۔ اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر پڑے رہے۔ اور ہزاروں مخالفوں کے وجود و ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔"

۶۔ اخبار "آریہ پیر" کا لاہور کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا۔

"عام طور پر جو اسلام دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی نسبت مرزا صاحب کے خیالات اسلام کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ مرزا صاحب کے تعلقات آریہ سرج سے کبھی دوستانہ نہیں ہوئے۔ اور جب ہم آریہ سماج کی گزشتہ تاریخ کو بلا کرتے ہیں تو ان کا وجود ہمارے سینوں میں بڑا عوش پیدا کرتا ہے۔"

۷۔ الہ آباد کے انگریزی اخبار "پارینر" نے لکھا :-

مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ کے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔ اور وہ کامل صداقت اور خلوص کے ساتھ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ ان پر کلام الہی نازل ہوتا ہے۔ اور یہ کہ انہیں ایک خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے۔۔۔۔۔ ایک دفعہ انہوں نے بشپ ویلفرن کو چیلنج کیا تھا جس نے اسے چیلنج کر دیا کہ وہ نشان نمائی میں ان کا مقابلہ کرے۔ اور مرزا صاحب اس بات کے لیے تیار تھے۔ کہ حالات زمانہ کے ماتحت بشپ صاحب جس طرح چاہیں اپنا اطمینان کر لیں۔ کہ نشان دکھانے میں کوئی فریب اور دھوکا نہ ہو۔۔۔۔۔ وہ لوگ جنہوں نے مذہبی میدان میں دنیا کے اندر حرکت پیدا کر دی ہے۔ وہ اپنی طبیعت میں انگلستان کے لارڈ بشپ کی نسبت مرزا غلام احمد صاحب

سوال باب

شمارل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آخر میں شمارل حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہم اس موقع پر صرف ایک مضمون پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ اور وہ مضمون حضرت ڈاکٹر میر محمد امجد علی صاحب کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

” احمدی تو خدا کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موعود ہیں۔ بلکہ غیر ممالک میں بھی۔ مگر احمد کے دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فرق ہے۔ دیکھنے والوں کے دل میں ایک سرور اور لذت اس کے دیدار اور صحبت کی اب تک باقی ہے۔ نہ دیکھنے والے بارگاہِ تافت کرتے پائے گئے کہ ہمارے ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اس کی زندگی میں دیکھ لیا۔ تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے اور وہ فرق بھی وہی جانتے ہیں جنہوں نے اصل کو دیکھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حلیہ اور عادات پر کچھ تحریر کروں شاید ہمارے دوست جنہوں نے اس ذاتِ بابرکات کو نہیں دیکھا خطا اٹھا دیں۔

حلیہ مبارک بجائے اس کے کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں اور ہر چیز پر خود کوئی نوٹ دوں یہ بہتر ہے کہ میں سرسری طور پر اس کا ذکر کروں۔ اور نتیجہ پڑھنے والے کی اپنی رائے پر چھوڑ دوں۔ آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ

”آپ مردانہ جسم کے اعلیٰ نمونہ تھے“

مگر یہ فقرہ نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دوسرا یہ نہ ہو۔ کہ

”یہ حسن انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انور اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا“

و جس طرح آپ جمالی رنگ میں اس اُمت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا اور دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آپ کے چہرہ بر لوہائیت کے ساتھ رعونت، ہیبت اور استکبار نہ تھے۔ بلکہ فردوسی، خاکساری اور محبت کی تمیز پیش موجود



حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب وٹہ

نہی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا دھڑپا کرنا ہو گیا۔ یہ دھڑپا کرنا تو لہ صاحب کی دیکھی ۵۰ سال تک
تسلیف لگنے سے ہوئی۔ پھر ایک دفعہ کے تھک سارے میں ۱۰ جھڑپا لیا۔ اور سب ان میں سے
اس پاس کے یہاں اور جس حصہ کے لوگوں نے حضرت صاحب کی آمد میں رونا دھنا اور مصافحہ
کے لئے آئے وہ لوگ کہہ کر جو شخص نامہ مذکور میں صاحب کی طرف آئے، اور ان کو خدمتِ قدس تک
کر لیا تو کسٹ ہو گیا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ لوگوں نے اس کو لکھا۔ جب تک کہ خود مولیٰ صاحب کو صوبہ
نے اس سے دور کیا کہ وہ لوگ اس کو اور منوجہ رکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ میں نے اس کو دیا ہے
کے وقت میں کہ صلیب و مدد میں عیش تارکھ۔ وہاں میں اب حصہ دار ہوں۔ وہیں حصہ دار مصافحہ
کرتے رہے جب تک کہ ہوں۔ اب اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
جسم اور قدر۔ آپ کا جسم درجہ اول میں تھا۔ اب اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
قدیم میں تھا۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
اور فرما۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
باقی حصہ میں ہے۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
جسم میں بھی حصہ دار ہوں۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
بچے۔ آپ کا جسم درجہ اول میں تھا۔ اب اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
کھا لیں۔ اس میں سے بھی حصہ دار ہوں۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے

آپ کا جسم درجہ اول میں تھا۔ اب اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے

اس میں سے بھی حصہ دار ہوں۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے

جب کہ ایک مرتبہ اور دہائی میں رہا۔ اس میں سے بھی حصہ دار ہوں۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
نہی۔ اور یہ کہ جب آپ کے تھک سارے میں ۱۰ جھڑپا لیا۔ اور سب ان میں سے
درجہ اول میں تھا۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
مبارک کنڈن کی تاریخ تک۔ اس میں سے بھی حصہ دار ہوں۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
اس میں سے بھی حصہ دار ہوں۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے
کر دیا۔ اس میں سے بھی حصہ دار ہوں۔ اس کو چار حصے میں بٹا دیا۔ اس میں سے ۵۰ روپے

خوشی اور فتح اور طماننت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ نیک ظاہر کسی بد باطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا۔ اور ایمان کا نور مدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہو سکتا۔ آئینہ کی پیشگوئی کا آخری دن آگیا۔ اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پر مردہ ہیں۔ اور دل سخت متقبض ہیں۔ بعض لوگ نادانی کے باعث مخالفین سے اس کی موت و شہر میں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اُسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نہروں میں چنچ چنچ کر رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رُحمت کر پور۔ غرض ایسا کبرا مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔ مگر یہ خدا کا شیر گھر سے نکلتا ہے ہنستا ہوا اور جمعیت کے سر پر آوردوں کو مسجد میں جاتا ہے تسکراتا ہوا۔ ادھر حاضرین کے دل بیٹھے جاتے ہیں اور دُور دُور رہا ہے کہ لو پیشگوئی پوری ہو گئی اَطْلَعِ اللَّهُ عَلَى هَيْبَتِهِ وَسُخْطِهِ۔ نبی اہم ہوا اس نے حق کی طرف رجوع کیا۔ حق نے اس کی طرف رجوع کیا۔ کسی نے اس کی بات نہ مانی۔ اس نے اپنی سنادی اور سُننے والوں نے اس کے چہرہ کو دیکھ کر یقین کیا۔ کہ یہ سچا ہے۔ بچہ کو علم کھا رہا ہے دریا بہ ٹرا اور بے غم مُسکرا مُسکرا کر رہا ہے۔ اس طرح کہ گویا حق تعالیٰ نے سہم کے من مہ وہ فیصد اس کے اپنے ہاتھ میں دیدیا اور پھر اس نے آئینہ کا رجوع اور حق تعالیٰ کو دیکھ کر خود اپنی طرف سے بہت دُوری و رب اس طرح خوش ہے جس طرح ایک دشمن کو مغلوب کر کے ایک پہوان پتھر محض ریا دلی سے خود ہی اُسے پھوڑ دیتا ہے کہ جو دُہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ ہم مرے کو اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ لیکر ام کی پیشگوئی پوری ہوئی تو مخبروں نے فوراً، تہام لگانے شروع کئے۔ پولیس میں تلاشی کی درخواست کی گئی صاحب پرنٹنگ پریس یکایک تلاشی کے لئے موجود ہوئے۔ لوگ الٹ کر دیئے گئے۔ اندر کے باہر باہر کے اندر نہیں جاسکتے۔ مخالفین کا یہ اندر کہ ایک حرف بھی مشتبہ تحریر کا نکلے تو پکڑ لیں۔ مگر آپ کا یہ عالم کہ وہی خوشی اور مسرت چہرہ پر ہے۔ اور خود پولیس افسروں کو لیجا لیا کر اپنے بستے اور کتابیں تخریب اور منطوہ اور کٹھ پال اور مکان دکھا رہے ہیں کچھ خطوط انہوں نے مشکوک سمجھ کر اپنے قبضہ میں بھی کر لئے ہیں مگر یہاں وہی چہرہ ہے اور وہی مسکراہٹ۔ گویا نہ صرف گناہی بلکہ ایک فتنہ مبین اور تمام حجت کا موقدہ نزدیک آتا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے، ہر جو لوگ بیٹھے ہیں۔ ان کے چہروں کو دیکھو وہ ہر ایک کنٹینر کو باہر بٹلتے اور اندر جانے دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہیں۔ ان کا رنگ فق ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ نہ تو وہ جس کی آبرو کا نہیں کھڑے۔ خود افسروں کو بلایا کر اپنے بستے اور اپنی تخریبیں دکھا رہا ہے۔ اور اس کے چہرے پر ایک مُسکراہٹ ایسی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب حقیقت پیشگوئی کی پورے طور پر ٹھیکگی اور

میرا دامن ہر طرح کی آلائش اور سازش سے پاک ثابت ہوگا۔

غرض یہی حالت، اہم مقدمات، ابتداءوں اور مباحثات میں رہی ورنہ وہ اطمینان قلب پانہلی اور اکمل نمونہ تھا جسے دیکھ کر بہت سی سیدڑ و صیں اہل نئے نئی تہیں۔

آپ کے بال آپ کے سر کے بال نہایت مٹک سیدھے چکنے پنکھار اور نرم تھے اور ہندو کے رنگ سے زمین رہتے تھے گھنے اور کثرت سے رہتے بلکہ کم کم اور بہایت عظیم تھے۔ گردن تک مٹکے تھے۔ آپ نے سر منڈواتے تھے نہ خشک یا اس کے قریب کتراتے تھے بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر یہ بچے رکھے جانے میں سر میں تیا بھی ڈالتے تھے مینسی پاس وغیرہ کا بہ عادت تھی کہ بال نہ کھینچتے تھے۔

ریش مبارک آپ کی داڑھی اچھی گھنے ریشمی بال مضبوط موٹے اور جگدار سیدھے اور نرم تھے۔ سرخ رنگے ہوتے تھے۔ داڑھی کو لمبا تھوڑا کر مجاہد کے وقت فاضل آپ کو دواتے تھے۔ پسینی بٹہ و تیرا نا ہوا نہ رکھتے تھے۔ بلکہ سیدھی نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ داڑھی میں بھی ہمیشہ نیچے لٹا کرتے تھے۔ ایک ٹھنسی گال پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے کچھ مال پورے ہی کتر وٹے تھے۔ اور وہ تنک کے طور پر آپ کے پاس اینٹک موجود ہیں۔ ریش مبارک تینوں طرف چہرہ کے تھی۔ اور بہت خوبصورت۔ نہ تنگی اور نہ درجہ اور نہ صرف ٹھوڑی پر ہونے تنگی کہ تنکھوں تک بال پھینچا۔

وسمہ مہندی ابتداء ایام میں آپ دسمہ اور مہندی لٹا کرتے تھے۔ پھر داعی و سمہ بکت ہونے کی وجہ سے سر اور ریش مبارک پر آخر عمر تک مہندی ہی لگاتے رہے۔ دسمہ ترک کر دیا تھا۔ البتہ کچھ نمونہ بھی استعمال فرمایا۔ مگر پھر ترک کر دیا۔ آخری دنوں میں یہ حامد ساہ صاحب سیالکوٹی نے ایک دسمہ سار سے پیش کیا تھا وہ لگاتے تھے۔ اس سے ریش مبارک میں سیاہی آگئی تھی۔ مگر اس کے علاوہ ہمارے سمہ مہندی پر ہی اکتفا کی جو اکتھ حمہ یا بعض ادفات اور دنوں میں بھی آپ نہ لگاتے لگوانے لگے۔

ریش مبارک کی طرح مچھیوں کے بال بھی مضبوط و راجھے موٹے اور پھندار تھے۔ آپ اس کو دھونے مگر نہ اتنی کہ جو دھامیوں کی طرح موٹھی ہوئی معلوم ہوں نہ اتنی لمبی کہ ہونٹ لے کر سے نہ بھی ہوں۔ جسم پر آپ کے بال صرف سامنے کی طرف تھے پشت پر نہ تھے اور بعض اوقات ہاتھ اور پاؤں کے بال آپ موٹھے دیا کرتے تھے۔ یا کتر دایتے تھے۔ بینڈ لبوں پر بہت کم بال تھے۔ ورنہ وہ عام اور چھوٹے اس طرح ہاتھوں کے بھی۔

اور جھاڑوں میں جڑائیں۔ آپ کے سب کپڑوں میں خصوصیت یہ تھی کہ وہ بہت بہت کھٹے ہوتے تھے اور اگرچہ شیخ صاحب موسوف کے آوردہ کوٹ انگریزی طرز کے ہوتے مگر وہ بھی بہت کتادہ اور لمبے یعنی کٹنورا سے نیچے ہوتے تھے اور یونہی جو آپ پہنتے تھے نوادہ بھی ایسے لمبے کہ بعض تو ان میں سے شے نہ پہنتے تھے۔ اسی طرح کرتے اور صدریاں بھی ستادہ نوقی تھیں۔

بقیان آپ کبھی نہ پہنتے تھے ملہ اس کی سگی سے کھتے تھے گرم فیض جو پہنتے تھے ان کا اکتہ اور ہٹس کھد رکھتے تھے اسی طرح صدری اور کوٹ ہا۔ اور قمیص کے کفوں میں اگر ٹن ہوں نوادہ بھی جیتے کھتے رہتے تھے۔ آپ کا طرز عمل ما امان المصلحین تاکہ ہر وقت تھا کہ کسی مصنوعی جگر بندی میں جو شرعاً غیر ضروری ہے یا بند بننا آپ کے مزاج کے خلاف تھا۔ اور نہ آپ کو کھلی برواضی کرنا س عہد ہے یا ریش کیا ہو اب یا ٹن سب درست لگے ہوئے ہیں یا نہیں۔ حد لبس کی اصل غرض مطلوب تھی۔ بارہا دیکھا گیا کہ ٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ صدری کے ٹن کوٹ کے ہاتھ میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔ آپ کی توجہ ہمہ تن اپنے مشن کی طرف تھی اور اصباح امت میں اتنے محو تھے کہ اصلاح لباس کی طرف توجہ نہ تھی۔ آپ کا لباس آخر عمر میں پسند سال سے بالکل گرم وضع کا ہی رہتا تھا یعنی کوٹ اور صدری و پاجامہ گرمیوں میں بھی گرم رکھتے تھے اور یہ علالت طبع کے باعث تھا۔ صدری آپ کو موافق رہتی اسلئے اکتہ گرم کپڑے دکھا کرتے تھے البتہ گرمیوں میں نیچے کر۔ ملل کا رہتا تھا بجائے گرم کرتے کے پاجامہ آپ کا معروف شرعی وضع کا ہوتا تھا۔ اپنے غراہ یعنی ڈسبلہ و اندہ پاجامہ بھی پہنا کرتے تھے مگر عمر میں رک کر یہ تھا مگر گرمیوں میں کبھی کبھی دن کو اور عادتاً رات کیوقت بہ بعد یا اندھ کر نوب فرمایا کرتے تھے۔

صدری گھر میں اکثر پہتے رہتے مگر کوٹ عموماً باہر جاتے وقت ہی پہنتے اور صدری کی یادتی کے دنوں میں پستے دور کوٹ بھی پہنا کرتے بلکہ بعض اوقات پوستین بھی۔

صدری کی جیب میں یا بعض اوقات کوٹ کی جیب میں آپ کا رد مال ہوتا تھا آپ ہمیشہ بڑا رد مال رکھتے تھے نہ کہ چھوٹا جھٹلینا رد مال جو آج کل کا بہت متاج ہے۔ اس کے کونوں میں آپ مشک اور ایسی ہی ضروری ادویہ جو آپ کے استعمال میں رہتی تھیں در ضروری خطوط وغیرہ باندھ رکھتے تھے۔ اور اسی رد مال میں نقدی وغیرہ جو نذرانہ مسجد میں پیش کر دیتے تھے۔ باندھ دیا کرتے۔ گھڑی بھی آپ ضرور اپنے پاس رکھا کرتے مگر اس کی کنکھی دینے میں چونکہ اکثر ناخوش ہو جاتا اس لئے اکثر وقت غلط ہی ہونا تھا اور چونکہ گھڑی

جیب میں سے اکثر کل پڑتی اس لئے آپ اسے بھی اہل میں بندھ لیا کرتے۔ گھڑی کو ضرورت کے لئے رکھتے نہ زیبائش کے لئے۔

آپ کو دیکھ کر کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس شخص کی زندگی میں یا اس میں کسی قسم کا بھی نقص ہے۔ یا یہ زیب و زینت ذہنی کا دلدادہ ہے یا اللہ والہ و الوجودی فکر کے سخت آب صاف اور شہری چیز ہمیشہ پسند فرماتے اور گندی اور سلی چیز سے سخت نفرت رکھتے۔ عفو و استغناء تھا کہ بعض اوقات آدمی موجود نہ تو نوبت الحاح میں خود فینٹ ڈال لیتے تھے۔

عمر بھر آپ اہل کلابانڈھا کرتے تھے اور اکثر س گر یا کچھ اور پر لبھا ہونا تھا۔ سملہ آپ لبھا پھرتے تھے کبھی کبھی سملہ کو آگے ڈال دیا کرتے اور کبھی اس کا پلہ دھن مبارک پر بھی رکھ لیتے۔ سملہ مجلس میں خاموشی ہوتی غماز کے باندھنے کی آپ کی خاص وضع تھی نوک توفہ و سانسے ہونی سر پر ڈھید ڈھانپنا ہوا ہوتا تھا۔ غماز کے نیچے کٹر دمی ٹوٹی رکھتے تھے۔ اور گھر میں غماز اتار کر عموماً یہ ٹوٹی ہی پہنے رہا کرتے۔ مگر نرم قسم کی دوہری جو سخت قسم کی نہ ہوتی۔

جڑ میں آپ سردیوں میں استعمال فرماتے اور ان پر مسیح ڈمانے بعض اوقات زیادہ سردی میں دو دو جڑ میں اوپر تلے چڑھا لیتے مگر بار بار اس طرح بہن لیتے کہ وہ پر ٹھیک نہ پڑھتی۔ کبھی تو سرائے لٹکا رہتا۔ اور کبھی جڑاب کی ایسی کی ہرگز نہ کی لٹکتا۔ کبھی بلک جڑاب سیدھی دوری الٹی اگر جڑاب کہیں سے کچھ پھٹ جاتی۔ تو بھی مسیح حائز رکھتے بلکہ فرمانے تھے کہ رسول معظم کے اصحاب ایسے موزوں بھی مسیح کر لیا کرتے تھے جن میں سے ان کی انگلیوں کے پوٹے باہر نکلے رہا کرتے۔

جوتی آپ کی ایسی ہوتی تو ہر کسی اس کی ہو۔ ٹھوڑی اور سی لدھا فونی سلیم بنی اور وضع کہ بہن لیے مگر ایسی پھنسی تھی ہو۔ انگریزی بوٹا کبھی پسینہ گان حضرت صاحب کو پہنے ہوتے ہوتے دھند جوتی اگر تنگ ہوتی تو اس کی ٹی ٹالیتے مگر ایسی جوتی کے ساتھ باہر لسراف نہیں لیا جاتے تھے۔ لباس کے ساتھ بک چیز کا اور بھی دکر کرنا ہوتا وہ کہ آپ عصافور کھتے تھے گھر میں باجرب محمد مبارک میں روزانہ غار کو جانا ہوتا۔ تو نہیں مگر مسجد اقصیٰ کو جانے کے وقت باجرب بہرہ و فوہ کے لئے تشریف لے جاتے توفہ و غار میں ہوا کن تھا اور موٹی و عصبانہ می باجربانہ مارکھی اس پر سہارا یا بوتھ دے کر چلتے تھے حبیب الرحمن دوسوں کی مدد ہوتی ہے

کا تو کیا کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر بھی اکثر لکبائیں ہی ہوتی تھیں۔ بلکہ شہزادوں کو بھی یاد دہانہ
کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی۔ اسی سنت پر سہارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت ہی کم پورہ تھے۔
اور بمقابلہ اس کام اور محنت کے جس میں چند دن رات لگے رہتے تھے۔ اکثر حضور کی غذا دیکھی جاتی۔ تو
بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہ کہہ مٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر یہ شخص کیونکر زندہ رہ سکتا ہے خواہ
کھانا کیسا ہی عمدہ اور لذیذ ہو اور کیسی ہی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونس کر نہیں کرتے تھے عام طور پر
دن میں دو وقت مگر بعض اوقات جب طبیعت خراب ہوتی تو دن بھر میں ایک ہی دفعہ نوش فرمایا کرتے تھے
علاوہ اس کے چائے وغیرہ ایک پیالی صبح کو بطور ناشتہ بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر جہاں تک میں نے غور کیا
آپ کو لذیذ مزیدار کھانے کا ہرگز شوق نہ تھا۔

اوقات عموماً آپ صبح کا کھانا۔ انجے سے لیکر ظہر کی اذان تک اور شام کا تازہ مغرب کے بعد سے ۳ بجے
کے وقت تک کھالیا کرتے تھے کبھی شاذ و نادر ایب بھی ہوتا تھا کہ دن کا کھانا آپ نے بعد ظہر کھایا ہو شام
کا کھانا مغرب سے پہلے کھانے کی عادت نہ تھی مگر کبھی کبھی کھالیا کرتے تھے۔ مگر معمول دو طرح کا تھا۔
جن دنوں میں آپ بعد مغرب عشا تک باہر تشریف رکھا کرتے تھے اور کھانا گھر میں کھاتے تھے ان دنوں
میں یہ وقت عشا کے بعد ہوا کرتا تھا۔ ورنہ مغرب اور عشا کے درمیان۔

دنوں آپ باہر مہانوں کے ہمراہ کھانا کھایا کرتے تھے اور یہ دسترخوان گول کمرہ یا مسجد مبارک میں
بچھا کرتا تھا اور خاص مہمان آپ کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ عام طور پر وہ لوگ ہوا کرتے تھے جنکو حضور صلی
تبعذکر دیا کرتے تھے ایسے دسترخوان پر تعداد کھانیوالوں کی دس سے بیس بجیں تک ہو جایا کرتی تھی
گھر میں جب کھاناوش جان فرمانے تھے۔ تو آپ کبھی تنہا مگر کبھی کبھی کسی ناک، سب بچوں کو
ساتھ لے کر مائل فرمایا کرتے تھے۔ یہ عاجز کبھی مادیان میں ہوتا تو اس کو بھی شرف اس خانگی و مسرتوان یہ
بیٹھنے کا بل جایا کرتا تھا۔

سحری آپ ہمیشہ گھر میں ہی مائل فرمایا کرتے تھے۔ یہ وہ روزہ دہوں کے ساتھ تھا۔ اے گھر کے
بہر جب کبھی آپ کھانا کھاتے تو آپ کسی کے ساتھ نہ ہوتے تھے۔ نہ حکم۔ نہ اذن و نہ کسی اور شخص کے
لگ بڑن میں کھانا میں یہ کرنے سے اگرچہ اور جہاں بھی اس کے کسی خاص دور سے یہ گمان ہوتا تھا کہ اسے حق
کس طرح کھانا مائل فرماتے تھے۔ یہ کہ یہ صاحبزادہ تھے۔ یہ کہ یہ صاحبزادہ تھے۔ یہ کہ یہ صاحبزادہ تھے۔

ہونے کو یہ پوچھ سیکرتے کہوں جی شروع کریں مطلب یہ کہ کوئی مہینہ نہ تو نہیں گیا یا سب کے آگے کھانا آگیا۔
 یہ آپ جواب لینے پر کھانا شروع کرنے اور نامہ دراند میں نہایت بہتہ جب یہاں کھانے کھانے میں کوئی
 جھڑی آپ سے صادر نہ ہوتی آپ کھانے کے دوران میں ہر قسم کی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ سالن آپ بہت کم کھاتے
 تھے اور اگر کسی مجلسِ اجتماعت سے ہفت روزہ میں قسم کی چیزیں سامنے ہوں تو اکثر صرف ایک ہی برائے ڈالا کرتے تھے۔ اور
 سالن کی جو رکائی آپ کے آگے سے اٹھتی تھی وہ کتر ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا بہت
 بوٹاں اور ترہ کی آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی اور وہ آپ سے کہہ دے کہ آگے آکر کھانا کھانے کرتے تھے اور تھوڑا
 ہوا تھا اور روٹی کے ٹکڑے آپ بہت سے کھا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کی عادت تھی۔ دسترخوان سے اٹھنے کے
 بعد سب سے زیادہ ٹکڑے روٹی کے آپ بے آگے سے ہٹے اور لوگ بطور تبرک کے ان کو کھا کر کھانا کرتے
 تھے آپ اس قدر چور تھے کہ ہر روز سب مہمانوں کے مزے آپ کے آگے کھانا لکھا جاتا تھا۔ مگر یہ بھی سب
 زیادہ آپ کے آگے سے چلتا تھا۔

بعض دفعہ تو دیکھا گیا کہ آپ صرف روٹی کا ذالہ منہ میں ڈال لیا کرتے تھے اور پھر انگلی کا سر اشارے
 میں تر کر کے زبان سے نچوڑا دیا کرتے تاکہ لقمہ ٹکس ہو جائے پھپھہ دونوں میں جب آپ گھر میں کھانا کھاتے تھے
 تو آپ اکثر صبح کے وقت گلی کی روٹی کھا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کوئی ساگ یا صوف لسی کا گلاس یا کچھ
 کھن ہو کر تاکھا یا کبھی پارسے بھی کھالیا کرتے تھے۔ آپ کا کھانا صرف ایسے کام کیسے قوت حاصل کرے کے
 لئے ہوکتا تھا کہ لذتِ نفس کے لئے۔ ان آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معوم نہیں ہوا کہ کیا کھاتا
 اور ہم نے کیا کھایا۔ بٹیاں چوستے اور بڑا ذالہ اٹھانے اور درزور سے چپا چپا کرنے ڈکاریں مارنے یا رکابیوں
 چٹنے یا کھانے کے مدتِ دوام در لذت کا تذکرہ کرنے کی آپ کو عادت نہ تھی۔ بلکہ جو کچھ تھا۔ وہ کھالیا کرتے تھے
 کبھی کبھی آپ بانی کا گلاس یا بجائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ابتدائی عمر میں
 دائیں ہاتھ میں ایسی چیز پیتی تھی کہ اب تک بچھان چیزیں ہاتھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اگر وہ بیٹھ کر آپ کو کھانے
 کی عادت نہ تھی بلکہ اتنی پلتی مار کر میٹھا یا نمین ہانگ بٹھا دیتے۔ اور دایاں گھٹنا کھڑا رکھتے۔

کیا کھاتے تھے | میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ متعدد آپ کے کھانے کا صرف قوت قائم رکھنا تھا کہ لذت

اور ذائقہ اٹھانا۔ اس لئے آپ صوف یا چیزیں ہی کھاتے تھے جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتی تھیں۔ اور
 جن سے دائمی قوت قائم رہتی تھی تاہم آپ کے کام میں ہر چیز نہ ہو۔ علاوہ بریں آپ کو چند بیماریاں بھی تھیں جن

کی وجہ سے آپ کو کچھ پریشان بھی رکھنا پڑتا تھا۔ مگر عام طور پر آپ حسب طبعیات ہی انتہا سے فرمالتے تھے اور اگرچہ اکثر آپ سے یہ پوچھ لیا جاتا کہ آج آپ کیا کھائیں گے؟ مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے خواہ کچھ بچا ہو آپ اپنی ضرورت کے مطابق کھا ہی لیا کرتے تھے۔ اور کبھی کھانے کے بعد مزہ کرنے پر اپنی ذاتی وجہ سے کبھی جھکی نہیں فرمائی۔ بلکہ اگر خراب پکے ہوئے کھائے اور سالن پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرما، تو صرف اس لئے اور یہ کہ کر کہ مہمانوں کو یہ کھانا پسند نہ آیا ہوگا۔

روٹی آپ سندوری اور پچو لھے کی دونوں قسم کی کھاتے تھے۔ ڈبل روٹی چائے کے ساتھ یا سلٹ اور کریم بھی معتدل فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ روٹیاں لکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے اس لئے کہ میں کیا معلوم کہ اس میں ہرنی ہے کیونکہ بندیرالے کا اندازہ کہیں ہے پھر ہم ناواقف مگھانی اور سکوک میں یہ سب کچھ کی روٹی بہت مدت پہلے آخری عمر میں استعمال فرمائی کیونکہ تازہ سات آٹھ سال سے آپ کو دستوں کی بیماری ہو گئی تھی اور جسم کی حالت کم ہو گئی تھی۔ اس روٹیوں کے آپ شیرمال کو بھی پسند فرماتے تھے اور باقوانی چھ دھیرا ضی جو جو تسم روٹی کے سامنے آجا کرتے تھے۔ آپ کسی کو روٹی نہ دیتے تھے۔

سالن نہ بہت کم کھاتے تھے۔ گوشت آپ کے ہاں دو وقت پیتا تھا۔ مگر دال آپ کو نہ پسند۔ سبزی بدہ پسند تھی یہ دال ماش یا ٹڈ کی ہوتی تھی جس کے لئے گو دھپور کا ضعیف مشہور ہے۔ سالن بہت قسم کا ہوتا تھا عام طور پر ہر طرح کی آپ کے ذائقہ خواہ یہ دیکھی گئی ہے اور گوشت بھی ہر حوال اور طبیب جانور کا آپ کھاتے تھے پرندوں کا گوشت آپ کو غریب تھا اس لئے اجنبی اور جب طبعاً کم ہو رہی تھی تو تیز فستہ وغیرہ کے لئے شیش جیوہ ارمیم صاحب فوسم کو یہ گوشت بہت کرنے کو فرمایا کرتے تھے مرغ اور بٹھوں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا مگر بٹھیر جب سے کہ پنجاب میں طاہر ان کا زور ہوا۔ کھانے چھوڑ دیئے تھے اور میں یہ لڑنے میں رہا تھا کہ اس کے گوشت میں طاہرین پیدا کرنے کی غمازیت ہے اور سی اسٹریل میں اس کے کھانے سے سخت بد عوارض ہوتی تھی جن کے سامنے وہ ایک زمانہ کو وہ گوشت پیش کیا گیا۔ مگر آپ نے منکر کیا کہ جہاں سبزی دالیں پائے تھے مگر رسول کریم نے چونکہ اس سے کراہت فرمائی۔ اس لئے جب کو بھی اس سے کراہت ہے اور بد عوارض ہوا تھا یہاں بھی لوگوں نے آپ کے یہاں نہ لگا کھائیں بھی کچھ بچوں اور لڑکوں نے وہ گوشت کھا کر آپ سے مرگیا ہے اسے اپنے قریب نہ آنے دیا۔ مرغ کا گوشت ہر طرح کا آپ کھاتے تھے۔ سالن تو کھاتا تھا، کباب ہوا پڑا، مگر اکثر ایک دن میری گزارہ کر لیتے تھے۔ اور وہی آپ کو کافی جو ساتھی تھی بیکہ کسی کچھ بھی رہا کرتا تھا یہ وہی آپ

ساتھ تھے۔ مگر ہمیشہ نرم اور گداز اور گلے گلے ہوئے چاروں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کبہ کر کپوا لیا کرتے تھے مگر گڑ کے دروہی آپ کو پسند تھے۔ عمدہ کھانے یعنی کباب مرغ، پٹاڑیا، ٹٹے اور اسی طرح ذیرنی میٹھے چاول وغیرہ تب ہی آپ کبہ کر لیا کرتے تھے جب صحت معلوم ہوتا تھا۔ بین دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی تو دنوں میں معمولی کھانے ہی کھاتے تھے اور وہ بھی کبھی ایک وقت ہی صرف، اور دوسرے وقت اور وغیرہ سے گزر رہے رہتے۔ دودھ پانی پکھن، پیراشیا، مکہ بادام، روغن تک صرف قوت کے قیام اور صحت کے دیکھنے کو استعمال نہ کرتے تھے۔ اور ہمیشہ معمولی قدر میں بعض لوگوں نے آپ کے کھانے پر اعتراض کئے ہیں مگر ان میوؤں کو یہ نہ نہیں کہ ایک شخص جو عمر میں بوڑھا ہے، سر اسے کئی امراض گئے ہوئے ہیں اور باوجود اس کے وہ تمام چیزوں سے مصروف پیا رہتا ہے۔ ایک جماعت بنا رہا ہے جس کے فرد فرد پر اس کی نظر ہے۔ اصلاح امت کے کام میں مشغول ہے۔ ہر چیز سے الگ الگ قسم کی سنگ، گھسی ہے۔ دن رات تصانیف میں مصروف ہے۔ جو نہ صرف فرد بیکہ ناری اور عربی میں۔ اور پھر وہی اس کو لکھتا اور وہی کاپی دیکھتا۔ وہی پروردگار درست داتا اور وہی ان کی شاعت کا انتظام کرتا ہے۔ پھر سینکڑوں مہانوں کے ٹھہرنے، اترنے اور علی حسب مراتب کھانے کا انتظام، مباحثات اور وفود کا انتظام، نمازوں کی صفائی مسجد میں روزانہ مجلس اور تقریریں، ہر روز بیسیوں آدمیوں سے ملاقات، اور پھر ان سے طرح طرح کی گفتگو، مقدمات کی پیروی، روزانہ سینکڑوں خطوط پڑھنے اور پھر ان میں سے بہتوں کے جواب لکھنے، پھر گھر میں اپنے بچوں، اور ہنیت کو بھی وقت دیتا اور ماہر گھر میں بیعت کا مسئلہ اور نصیحتیں اور دعائیں۔ غرض جس قدر کام اور دماغی محنتیں اور تفکرات کے ہوتے ہوئے اور یہ بقا ضلئے عمر اور امراض کی وجہ سے اگر صرف اس عظیم الشان جب دیکھتے قوت پیدا کرنے کو وہ شخص بدام روغن استعمال کرے کیا وہ نہیں جانتا کہ بادام روغن کوئی مزیدار چیز نہیں اور لوگ لذت کے لئے اس کا استعمال نہیں کرتے پھر اگر مزے کی چیز بھی استعمال کی تو ایسی ہیبت اور کام کرنے والے کے لئے تو وہ فرض ہے حالانکہ ہمارے جیسے کابل الوجود انسانوں کے لئے وہی کھانے تعینات میں داخل ہیں۔

اور پھر جس وقت دیکھا جائے کہ وہ شخص ان مقوی غذاؤں کو صرف بطور ثروت لایوت اور سد رمق کے طور پر استعمال کرتا ہے تو کون عقل کا اندھا اب ہوگا کہ اس خوراک کو لذت حیوانی اور حظوظ انسانی سے تعبیر کرے۔ خدا تعالیٰ ہر مومن کو بظہری سے بچائے۔

دودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے۔ اور دن کو بھی پھلے

دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے کہونکہ یہ معمول ہو گیا تھا کہ ادھر دودھ پیا اور ادھر دست لگایا اس لئے بہت صنف ہو جاتا تھا۔ اس کے دور کرنے کے لئے دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاعت قائم کر لیا کرتے تھے۔ دن کے کھانے کے وقت پانی کی بجائے گرمی کے موسم میں آب لسی بھی پی لیا کرتے تھے۔ اور برف موجود ہو توں کو بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

ان چیزوں کے علاوہ نبو مادام بھی گرمی کے موسم میں جس میں خند دانہ مصریہ اور چند جھوٹی الائچی اور کچھ مصری میس کر پڑتے تھے پیا کرتے تھے۔ اور اگرچہ معمولاً نہیں مگر کبھی کبھی رفع شہف کے لئے آپ کچھ دن متواتر بخنی گوشت یا پاؤں کی پیا کرتے تھے۔ بخنی بھی بہت بد مزہ چیز ہوتی تھی یعنی صفت گوشت اس میں ہوا کرتا تھا۔

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور کئی کئی سالوں تک پیا بھی کرتے تھے گاہے گاہے آپ خود بھی منگوتے تھے۔ پندہ میوہ میں سے آپ لہو اور صفی کا کبلا، انگور سیلے سے سبب اسد سے اور سردی کم لیا۔ پندہ تھے باقی میوہ بھی کھاتے رہتے تھے پیا کرتے تھے گنا بھی آپ کو پسند تھا۔

شہر بنید کے موسم میں آپ میاں کے اپنے باغ کی جنس سے سگہا کر رہا تے تھے اور کبھی کبھی ان دنوں نہ کے وقت باغ کی جانب تشریف لے جاتے۔ مع سب فنیوں کے اسی جگہ بیٹھا کر آب کے جمرہ ایک ٹوکے میں نوتیں جہاں فرماتے، خشک میوہ میں سے صرف بادام کو ترجیح دیتے تھے۔

چائے کا میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں آپ چائوں میں صبح کو اکثر بہانوں کے لئے روزانہ فرماتے تھے اور خود بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر عادت نہ تھی۔ سبب چائے استعمال کرتے اور سیاہ کنا پسند فرماتے تھے۔ کنا دودھ والی مٹھی دیتے تھے۔

زادہ موجودہ کے ایچ اے مشہور، وہ سوڈا میٹھا، خیر، غلبہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے۔ مگر مدت گرمی میں صرف بھی ہر قسم لاهور سے خود سگہا لیا کرتے تھے۔

بازاری مٹھانوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا مزہ نہ تھا نہ س، نہ کی، یہاں تھی، ہندو کی ساخت یا مسلمانوں کی لوگوں کی تزارانہ کے طور پر آدھ مٹھانوں میں سے بھی لیتے تھے، اور خود بھی رو بہ دور وہ مٹھانوں کی سگہا کر کھا کرتے تھے۔ یہ مٹھانیں بچاں کینے ہوتی تھی۔ لیونہ وہ اکثر حضور ہی کے پاس چیزیں یا پیسہ مانگے دھڑے سے تھے۔ بیٹھے بھرے ہوئے سموت ماہدانہ عام طور پر۔ دوسری چیزیں آپ انھوں کے

ایسے منگوا رکھتے کیونکہ یہی قادیان میں ان دنوں میں اچھی جنتی تھیں۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کو اپنے کھانے کی نسبت پہنے مہانوں کے کھانے کا یہ
فکر ہوتا تھا۔ اور آپ دریافت فرمایا کرتے کہ فلاں جہاں کو کیا پسند ہے اور کس تیز کی اس کو عادت ہے چنانچہ
مولوی محمد علی صاحب الہم اسے کا جب تک نکاح نہیں ہوا۔ تب تک آپ کو ان کی دداری کا اس قدر اہتمام تھا
کہ روزانہ انہی گرائی میں ان کے لئے دودھ، چائے، بسکٹ، مسٹائی، انڈے وغیرہ برابر صبح کے وقت بھیجا
کرتے اور پھر لیٹنے والے سے دریافت بھی کر لیتے تھے کہ انہوں نے اچھی طر

تسل ہوتی اسی طرح خواجہ صاحب کا بڑا خیال رکھتے اور بد بار دریافت فرمایا کہ
رہ گیا یا کسی کی طرف سے ملازمان لشکر خانہ نے تغافل تو نہیں کیا بعض موقع پر ان
نہیں بچا یا وقت پر ان کیلئے کھانا رکھنا ٹھوکیا تو اپنا سامن یا سب کھانا اس کی
بدلا ایسا بھی ہوا کہ آپ کے پاس تختہ میں کوئی چیز کھانے کی آئی یا خود کوئی

پھر اس کا خیال نہ رہا اور وہ صندوق میں پڑی پڑی مٹر گئی یا خراب ہو گئی اور
یہ دنیا اور کام نہیں۔ ان سیار میں سے کتر چیزیں یہ تختہ کے طور پر خدا کے وہ دور
ہوا کہ حضرت صاحب نے ایک چیز کی خواہش کی اور وہ اس وقت کسی نو یا خرید یا نہ
آپ کو کوئی عادت کسی چیز کی نہ تھی۔ پان البتہ کبھی کبھی دل کی موت یا کا

کے لئے یا کبھی گھر میں سے پیش کر دیا گیا۔ تو کھا لیا کرتے تھے یا کبھی کھانسی نرس
استعمال فرمایا کرتے تھے جتنے کھانا کو آپ ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ پھر ایک موقع پر
تھا۔ اس جن ضعیف احمد لوگوں کو مدت النمر سے عادت لگی ہوئی تھی ان کو آپ
وے دی تھی کئی احمدیوں نے تو اس طرح پر حقہ چھوڑا کہ ان کو نادین میں وار

میں تلباس میں یا مرزا نظام الدین وغیرہ کی ٹولی میں جانا پڑتا تھا۔ اور حضرت صاحب
حاجہ نکر بہشت سے نکل کر دوزخ میں جاتے تھے تاکہ رکھتا تھا اسلئے باغیت لوگوں کے لئے
ہاتھ دھونا وغیرہ لھانے سے پہلے اور بعد میں سرور ہاتھ دھویا کرتے تھے اور سردیوں میں اکثر گرم پانی
استعمال فرماتے جہاں بہت ہی کم برتتے تھے۔ کپڑے یا تولیے سے ہاتھ پونچھا کرتے تھے بعض ملائوں کی طرح

ڈاڑھی سے چکنے ہاتھ پونچھنے کی عادت ہرگز نہ تھی کلی بھی کھانے کے بعد فرماتے تھے اور خمال بھی ضرور رکھتے

تھے جو اکثر کھانے کے بعد کیا کرتے تھے۔

رمضان کی سحری کے لئے آپ کے لئے سالن یا مرغی کی ایک دان اور فرنی عام طور پر ہوا کرتے تھے اور سادہ روٹی کے بجائے ایک پراکٹا ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ آپ اس میں سے تھوڑا سا ہی کھاتے تھے۔

کھانے میں مجاہدہ اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اوائل عمر میں گوشہ تنہائی میں بہت بہت مجاہدات کئے ہیں اور ایک موقع پر متواتر چھ ماہ کے روزے منشاءے الہی سے رکھے اور گھر میں اگر کسی مسکین کو دیدیا کرتے تھے۔ تاکہ گھروالوں کو معلوم نہ ہو۔ مگر اپنی جہمت کے لئے یہ مجاہدے پسند نہیں فرمائے بلکہ اس کی جگہ تبلیغ اور قلمی خدمات کو مخالفان اسلام کے خلاف ضروریات میں ایسے شخص کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ دنیاوی لذتوں کا خواہشمند ہے سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟

لنگر خانہ میں آپ کے نانہ میں زیادہ تر دال اور خاص بہانوں کے لئے گوشت پکا کرنا تھا مگر جلسوں یا قریباً جب کبھی آپ کے بچوں کا عقیقہ یا کوئی اور خوشی کا موقع ہو تو عام طور پر اس دن پلاؤ یا نہ غریب کو بھی اس میں شریک ہونے کا موقع ملے۔

۷۰ نسبت آپ کو ایک الہامی حکم ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ أَطِيعُوا الْحَيَّاتِ وَ** جو کے اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ۔

آپ خاندانی طبیب تھے آپ کے والد ماجد اس علاقہ میں نامی گرامی طبیب گذر چکے ہیں تھے بھی طب سبقتاً سبقتاً پڑھی ہے مگر باقاعدہ طب نہیں کیا۔ کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور چھ چودہ لوگ علاج پوچھنے آجاتے تھے۔ آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔ اور آخر میں تو آپ کی ادویات کی الماری میں زیادہ تر انگریزی ادویہ ہی رہتی تھیں مفصل ذکر طبابت کے نیچے آئے گا۔ یہاں اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آپ کئی قسم کی مقوی دماغ ادویات کا استعمال فرمایا کرتے تھے مثلاً کوہ۔ کولا۔ مچھلی کے تیل کا مرکب۔ ایسٹن ہیرپ۔ کونین۔ فولاد وغیرہ اور خواہ کیسی ہی تلخ یا بدمزہ دوا ہو۔ آپ اس کو بے تکلف پی لیا کرتے۔

سہر کے دورے اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَحْمِيْدًا وَتَفْصِيْلًا عَلَى رِسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

شکریہ بزرگان و احباب

فرض ہے۔ شناسی ہوگی۔ اگر میں کتاب حیاتِ طبیہ کی تالیف کے سلسلہ میں ان بزرگوں اور کرماء سے

نہ کسی نہ کسی رنگ میں مجھے اپنی گراں نقدہ امداد سے نوازا ہے

سرناں عذاب بٹالوی اور مکرزی و محترمی حکیم عبد اللطیف صاحب

۱۱۔ وجہ سے نظر ثانی فرمائی۔ اور پروٹ بھی بہت غور سے پڑھے۔ اور

الحسن البكر

۱۰۔ راجہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

وہ لئے عرض کیا۔ آنجناب نے بے حد مہر و شفقت کے باوجود اس کا ابتدائی قصہ بلا غلط

فرمایا اور چند لکھی ہوئی ہدایات عنایت فرمائیں کہ ان کے مطابق تمام مسودہ حضرت

۱۰۰۔ شاہجہاں پوری کو سنا لیا جاسے ۔ اور ازراہ کرم یہ بھی فرمایا کہ

کرنے کی ضرورت پیش آئے تو دریافت کر لیں چنانچہ

تیسرا ای۔ پھر وہ اسد احسن انجیڑا۔

سنت اقدیس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم صحابہ میں سے ہیں

دینی آپ ۱۸۹۶ء میں راضی سلسلہ خالیہ احمدیہ ہونے سلسلہ کے سرپرست

بکامن قدرت رکھنے کے باعث مجھے آپ کو مسودہ سُنانے

[illegible]

عام طور پر کر می و محترمی حکیم مولوی عبداللطیف صاحب شاہد گجراتی

کام کو تندہی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ - فجزاء الشرائع الجزاء

سید محمد ابراہیم صاحب صدہ حلقہ دہلی دروازہ بھی خالص شکریت کے مستحق ہیں کہ ان

حضرت میرزا شکر علی صاحب گورنمنٹ کالج "قلعہ لکھنؤ" نے کتاب کے جمعہ مصارف

مذاہب معروف سلسلہ کے نہایت ہی مخلص فرد ہیں۔ تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے

۔ اشترقی اپنی اس قربانی کو قبول فرمائے اور اُن کو اور کرمی ماسٹر صاحب موصوفہ دونوں

فیتے۔ آمین اللہم آمین۔

نزاری ہوگی۔ اگر اس موقع پر کتاب مکرری و مختصری چوہدری مشاہد محمد صاحب شاہ کا بھی

عمری صاحب موصوف نے نہایت ہی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ قلم سلسلہ

فجزاء الله من الجزاء. خاسار مؤلف ۱۲-۱۲-۵۹

بیان متعلقہ صفحہ ۲۱۶

آج بروز جمعہ مورخہ ۱۲/۲ کو بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ پر دن دہلی دادانہ لاہور میں ٹھہری مولوی محب الرحمن صاحب ابن حضرت منشی میاں حبیب الرحمن کیوفی قدوسی نے چند سوتوں کے درجہ درجہ ذیل بیان اپنے قلم سے لکھ کر عنایت فرمایا۔

”خاکسار محب الرحمن عرض کرتا ہے کہ ۱۹۰۹ء کے قریب خاکسار کو ایک صاحب نے
ہیڈما سٹرنڈالوں شعل ہوشیار پور نے بتایا کہ جس وقت پنڈت ایک
ان سے سنسکرت پڑھا کرتے تھے۔ ان دنوں میں ایک صاحب نے
شوق ظاہر کیا اور چند دن پڑھتا رہا جس دن واقعہ قتل ہوا۔ آج
وقت جس وقت چھری اسے لگی۔ اس نے ماں کو کرا آواز دیا
قاتل بڑے اطمینان سے آہستہ آہستہ لیکھرام کے پاس سے چل کر سٹرنڈال
لیکھرام کی والدہ نے بڑھ کر کوٹھڑی، دو دانہ بند کر کے کٹھی لگا دی
میں ہے۔ اس وقت انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس موجود
تو سپرنٹنڈنٹ پولیس خود ایک ہاتھ میں پستل اور دوسرے ہاتھ میں
اندر گیا۔ اور اس نے لالٹین سے تمام کوٹھڑی
کی والدہ نے اصرار کیا کہ قاتل اس کوٹھڑی میں ہے۔ لالٹین
گیا ہو تو ممکن ہے ورنہ انسان کے ٹھکانے کی کوئی جگہ نہیں ہے یہ
بیان کیا تھا۔ اور میں بھی اس کو حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ الٹم محب الرحمن
گواہ شدہ ڈاکٹر عیادت خان شاہوی گواہ شدہ سٹرنڈال
نوٹ۔ اس واقعہ کے متعلق جو عام بیانات منظر عام پر آچکے ہیں ان سے
کیا کہ پنڈت کو کل چند کہا کرتے تھے کہ وہ بیانات آریہ لوگوں نے اپنے دکھاؤ کی مدد سے
حقیقت وہی ہے جو میں نے بیان کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خاکسار عبدالقادر

حکیم مولوی عبداللطیف شاہد گجراتی پرنٹر ملٹر مسجد اکرمیہ بیرنگ دہلی دادانہ لاہور
زیبا ہتمام اردو پریس میگزین لاہور سے چھپوا کر شائع کی۔